تپتے ہوئے صحراؤں اور آبادیوں کی سرزمین سندھ لاکھوں داستانوں کی امین ہے۔
یہاں عمر ماروی، سسی پنوں کی رومان پرور داستانیں ہیں تو علی جان جوکھیلو اور رحیمی بگیر و جیسے جیالوں کی کہانیاں بھی بکھری ہوئی ہیں۔ ایک طرف سندھ کے وڈیروں کے ظلم وستم کی خونچکاں داستانیں پڑی ہیں تو پیر الٰہی بخش جیسے انسان دوستوں کی تفصیل بھی ہے۔

میرا تعلق بھی ایک وڈیرے خاندان سے ہے۔ کراچی سے خاصے فاصلے پر گوٹھ مٹیاری کے مشرق میں ہمارا گوٹھ داد علی گوٹھ کہلاتا ہے۔ کوئی دو سو سال پہلے یہ گوٹھ ہمارے دادا عالم مراد شاہ نے بسایا تھا اور سنا گیا ہے کہ دادا سائیں نے پہلے اس گوٹھ کی تیاریاں کی تھیں۔ ایک ایک گھر بنایا تھا اور پھر یہ گاؤں اپنے ہاریوں اور مزارعوں کو مفت دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دادا کے بعد اس گوٹھ کی وہ شان نہیں رہی جو ان کی زندگی میں تھی لیکن پھر بھی سندھ کے دوسرے گوٹھوں کی طرح یہ گوٹھ اور اس کے آس پاس بنجر نہیں تھے اور یہاں کے باسیوں نے اسے خوب سرسبز و شاداب کر دیا تھا۔ جس طرح سائیں عالم مراد شاہ کو اپنے بسائے ہوئے اس گوٹھ سے دلچسپی تھی اسی طرح والد صاحب نے اس پر توجہ نہیں دی کیونکہ وہ عالم مراد شاہ جیسی طبیعت نہیں رکھتے تھے۔ دادا صاحب ایک نیک اور دیندار آدمی تھے اور میرے والد علی داد شاہ عیش پرست اور شوقین مزاج تھے۔ ابتداء میں دادا صاحب نے علی داد شاہ کو بھی عالم بنانا چاہا لیکن ان کے مشاغل کچھ اور تھے۔ انہوں نے

دادا صاحب سے تعاون نہیں کیا۔ جب تک پر نہیں نکلے تھے دادا صاحب نے انہیں عالم بنانے کے لئے ان پر سختیاں کیں اور جب والد صاحب کے ''پر'' نکلے تو وہ ''پھر'' سے اڑ گئے۔

کئی سال تک ان کا کوئی نشان نہیں ملا۔ دادا صاحب بیٹے کے غم میں شدید بیمار ہو گئے اور مرض بگڑتا ہی گیا۔ پھر ایک بار اسپین سے اطلاع ملی کہ والد صاحب کو اسپین میں کسی جرم میں سزائے موت دی گئی ہے۔ یہ آخری ضرب تھی۔ دادا جان کے دل پر اور ان کا دل ناتواں اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور وہ دل ہار بیٹھے۔ اپنی وصیت میں وہ ساری دولت جائیداد والد صاحب کے نام کر چکے تھے۔ چنانچہ پنچائیت نے فیصلہ کیا کہ ابھی اس جائیداد کے حصے بخرے نہ کئے جائیں بلکہ تصدیق کی جائے کہ علی داد کو سزائے موت ہوئی ہے یا نہیں۔ تصدیق ہو جائے تو حق داروں کو حق دے دیا جائے اور باقی دولت سے ایک ٹرسٹ بنا کر دینی کام کئے جائیں اور اگر پتہ نہ چل پائے تو سات سال تک انتظار کیا جائے اور پھر یہ کام کیا جائے چنانچہ یہ جھگڑا یوں طے ہو گیا۔

پنچائیت نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا تھا کیونکہ دادا جان کے انتقال کے کچھ سال کے بعد ہی اچانک عالم داد گوٹھ میں داد علی نمودار ہو گئے۔ لیکن وہ تنہا نہیں تھے ان کے ساتھ ان کی اسپینش بیوی اور تین بچے بھی تھے۔ یعنی میرا بڑا بھائی ذیشان علی شاہ' میں کامران علی شاہ اور میری بہن مومل شاہ۔ میری والدہ کا اسپینش نام کیروشیا ایمی شل تھا لیکن والد صاحب نے انہیں مسلمان کر کے ان سے شادی کی تھی اور ان کا مسلم نام سلطانہ رکھا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میری والدہ دنیا کی خوبصورت ترین عورت تھی۔ وہ چونکہ اسپینش تھی اس لئے پردہ وغیرہ نہیں کرتی تھی۔ والد صاحب نے بھی اس سلسلے میں بہت زیادہ مجبور نہیں کیا تھا اسے چنانچہ ان کے حسن کے چرچے دور دور تک پھیل گئے تھے حالانکہ تین بچوں کی ماں تھی۔ لیکن دیکھنے والے ایک بار اسے دیکھنے کے بعد مسلسل اس آرزو میں رہتے تھے کہ اسے دوبارہ دیکھیں۔ بہر حال یہ سارا سلسلہ تھا ہم تینوں بہن بھائی بڑے عیش وعشرت سے پل رہے تھے۔ ہمارے والدین ہم سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور ہم سب اپنی زندگی ہنسی خوشی گزار رہے تھے۔ میری ماں سندھی زبان سیکھنے کی مسلسل کوششیں کر رہی تھی اور انگریزی زبان بھی اسے پوری طرح نہیں آتی تھی لیکن وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی اور تھوڑی بہت سندھی بولنے لگی تھی۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اسے اسپینی زبان بولتے نہیں دیکھا تھا

حالانکہ میرے والد جو نجانے کتنا وقت اسپین میں گزار چکے تھے اس وقت کے بعد سے جب وہ اپنے گھر سے نکل گئے تھے۔ لیکن وہ بھی اسپینی نہیں بولتے تھے۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ میرے والد کو اسپین کے نام سے نفرت ہے۔ ہر چیز سے انہوں نے گہری نفرت کا اظہار کیا تھا۔ یہ بعد میں ایک تذکرے کے طور پر ہی ہوا تھا میری ماں نے ایک دن غمزدہ لہجے میں کہا:

''ہاں! میں اپنی مادری زبان نہیں بولتی کیونکہ سائیں علی داد شاہ اس زبان کو پسند نہیں کرتے۔''

''مگر مما! کیوں؟'' میرے اس سوال پر میری ماں خاموش ہو جاتی تھی پھر ایک دن میں نے ان سے کہا:

''مما! مجھے اسپینش سکھا دو؟'' میں نے اپنی ماں کی آنکھوں میں خوشی کی چمک دیکھی تھی پھر اس نے کہا:

''ٹھیک ہے لیکن ایک وعدہ کرو بابا سائیں سے تم اس کا تذکرہ نہیں کرو گے؟''

''بالکل نہیں کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور میری ماں مجھے اسپینش سکھانے لگی۔

شاید یہ خون کا اثر تھا یا پھر زبان کی خوبی کہ میں نے اسے بڑی آسانی سے سیکھ لیا۔ میری ماں بھی مجھے بہت زیادہ چاہتی تھی اس لئے میں اپنا زیادہ تر وقت اسی کے پاس گزارتا تھا۔ اس کے خفیہ سامان میں اسپینش زبان کی بہت سی کتابیں تھیں اور چونکہ مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا اس لئے اسپینی زبان میں اپنی ماں سے چوری چھپے یہ کتابیں لے کر پڑھ لیا کرتا تھا۔ اس طرح اپنے خاندان کا میں اکیلا شخص تھا جو اب اسپینی زبان پڑھنے کے ساتھ ساتھ اچھی طرح سمجھ اور بول بھی سکتا تھا۔ ایک بار میں نے اپنی ماں سے سوال کیا۔

''مما! کیا اسپین میں تمہارا اور کوئی عزیز نہیں ہے۔ تمہارے اہل خاندان یا دوسرے لوگ۔ جن سے تمہارا ملنے کو دل چاہتا ہو۔ کیا تم کبھی اسپین نہیں جاؤ گی۔'' میرے اس سوال پر میری ماں کانپ کر رہ گئی تھی۔ بہت دیر تک خوفزدہ رہنے کے بعد اس نے کہا:

''نہیں میرے بیٹے! ہم اسپین نہیں جا سکتے کیونکہ وہاں ہمارا ایک بہت ہی خطرناک دشمن موجود ہے۔ جو ہماری گرد بھی پا لے گا تو ہماری جان کے پیچھے لگ جائے گا۔ وہ ہمیں ختم کر دے گا۔''

''مما! کیا آپ جیسی خوبصورت عورت کو بھی ختم کیا جا سکتا ہے؟'' میں نے معصومیت سے سوال کیا لیکن ماں میری اس معصومیت پر مسکرا نہیں سکی بلکہ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا:

''ہاں! میری جان شاید میری شکل وصورت ہی مجھ سے نفرت کی وجہ بنی ہے میں تمہیں مختصر بتاتی ہوں۔ وہ یہ کہ تمہارے والد علی داد کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ تھے جو مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن یہ کہہ کر ماں خاموش ہوگئی اور اس کے بعد میری کافی کوشش کے بعد اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ بہر حال میں بھی خاموش ہوگیا۔ عمر بڑھتی جا رہی تھی اور اس وقت میری عمر اٹھارہ سے آگے نکل گئی تھی کہ ایک دن میرے والد کے ایک دوست کراچی سے ملنے کے لئے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک اسپینی جہاز سامان تجارت لے کر پورٹ قاسم پر لنگر انداز ہوا ہے اور اس پر ایک شخص کا نام لیومکلارنس ہے کپتان کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیومکلارنس کا نام سنتے ہی میری ماں کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ میں نے حیرانی سے اپنے باپ کا چہرہ بھی دیکھا۔ دونوں کو پتہ نہیں کیا ہوگیا تھا۔ میرے والد نے کچھ لمحوں کے بعد اپنے دوست سے سوال کیا:

''لیکن یہ بات تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟''

''اتفاق کی بات ہے کہ میرے ایک اور دوست کے تعلقات لیومکلارنس سے تھے غالباً کسی سفر کے دوران لیومکلارنس نے میرے ایک اور دوست کی مدد کی تھی جس کی وجہ سے ہمارے تعلقات گہرے ہوگئے۔ جہاز چونکہ ابھی کافی دن اس بندرگاہ پر لنگر انداز رہے گا اس لئے کپتان میرے دوست سے ملنے آیا تھا اور وہیں میری بھی ملاقات اس سے ہوگئی۔ جب اسے یہ پتہ چلا کہ میرے تعلقات اندرون سندھ کچھ وڈیروں سے ہیں تو اس نے خصوصی طور پر مجھ سے کہا کہ اس علاقے میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے یا اگر گاؤں نہیں تو کوئی چھوٹا موٹا قصبہ یا شہر جو گوٹھ علی داد کہلاتا ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں کوئی خاص خیال نہیں آیا تھا لیکن بعد میں مجھے ایک دم یاد آیا کہ گوٹھ علی داد تو وہ ہے جو تمہاری ملکیت ہے بس میں نے اس سلسلے میں تم سے سوال کر ڈالا ہے۔ تم مجھے بتاؤ کوئی خاص بات ہے؟''

''نہیں۔ لیکن میں تم سے ایک سوال کروں؟''

''ہاں۔''

''تم نے اپنے دوست کو یہ بات تو نہیں بتائی کہ گوٹھ علی داد کہاں ہے اور میرا اس سے

کوئی تعلق ہے؟''

''نہیں۔ کیوں کیا کوئی خاص بات ہے؟''

''خاص بات ہے یا نہیں ہے۔ لیکن میرے دوست! میری درخواست ہے کہ تم اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ کچھ ایسے ہی معاملات ہیں جن کے بارے میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔''

''نہیں بے فکر رہو۔ یہ تو اچھا ہوا ورنہ صرف دوستی کی بنیاد پر اگر مجھے اس وقت یہ بات یاد آ جاتی کہ گوٹھ علی داد تمہاری ملکیت ہے تو میں اپنے اس کپتان دوست کو اس بارے میں ضرور بتاتا۔'' بات ختم ہوگئی۔ لیکن مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ اس خبر کو سن کر میرے والد اور والدہ کافی خوفزدہ ہوگئے ہیں۔ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا۔

''میرا خیال ہے میں خود کراچی جا کر اس سلسلے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ تمہیں ضرور معلوم کرنا چاہئے۔'' میری ماں نے کہا اور پھر میرے والد صاحب تیار ہو کر کراچی چلے گئے لیکن اس رات میری ماں بالکل نہیں سو سکی تھی۔ میں بہت دیر تک اسے جاگتے دیکھتا رہا لیکن اس وقت میں نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ جبکہ صبح کو بھی میں جاگا تو میں نے اپنی ماں کو ایک کرسی پر بیٹھے کھڑکی کے باہر دیکھتے ہوئے پایا۔ اس کے چہرے کا رنگ بالکل پیلا پڑ گیا تھا۔ منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر میں اس کے پاس پہنچ گیا اور میں نے کہا:

''مما! آپ بہت جلد جاگ گئیں۔''

''میں سوئی نہیں تھی۔'' میری ماں نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''کیوں؟''

''بس کچھ ایسی ہی الجھنیں ہیں۔ جن کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔'' میرے والد علی داد شاہ کوئی ساڑھے دس بجے تک واپس آ گئے۔ اس وقت میں اپنی حویلی کے مشرقی حصے میں ڈاکٹر الیاس کے پاس تھا۔ ڈاکٹر الیاس ہمارے فیملی ڈاکٹر تھے اور ہم نے انہیں باقاعدہ کلینک کھلوا دیا تھا۔ جو ہماری حویلی ہی کے ایک بیرونی گوشے میں تھا۔ ڈاکٹر الیاس ہمارے گوٹھ کے لوگوں کا علاج بھی کرتے تھے لیکن بس ان لوگوں کا جو کسی خاص ہی بیماری کا شکار ہو جاتے۔ میری ان سے بہت دوستی ہوگئی تھی اور میں ان سے بہت کچھ سیکھ رہا تھا۔ بہر حال میں نے دیکھا کہ بجیرو سے

اترنے کے بعد میرے والد تیز تیز قدموں سے اندر چل پڑے تھے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا نجانے کیوں مجھے ان کی باتیں چھپ کر سننے کی عادت پڑ گئی تھی۔ میرے والد اس جگہ پہنچے جہاں میری والدہ موجود تھیں اور انہوں نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

''نہیں ڈیئر سلطانہ! میں تمہیں یہ خوشخبری سناؤں کہ یہ وہ لیومکلارنس نہیں ہے جس کے بارے میں ہم سوچ رہے تھے۔ نام اس کا لیومکلارنس ہی ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔''

''کیا تم نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا؟'' ماں نے سوال کیا۔

''نہیں مگر میں نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ نسلاً اسپینش ہے بھی نہیں بلکہ اٹلی کا باشندہ ہے اور صرف اس اسپینش جہاز راں کمپنی میں ملازمت کرتا ہے۔''

''کیا تم نے جلد بازی نہیں کی علی داد! تمہیں ہر قیمت پر اسے دیکھ کر آنا چاہئے تھا۔''

''بہرحال فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر یہ شخص وہ ہے بھی تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور اگر یہ وہ ہوا بھی تو یہ ہمارا ملک ہے، ہمارا نگر ہے، میں دیکھ لوں گا اسے، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ یہ وہ نہیں ہے۔'' اچانک ہی میری والدہ کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی اور وہ ایک دم چونک پڑیں پھر انہوں نے کہا۔

''ارے! تم وہاں کیوں کھڑے ہو اندر آ جاؤ۔ آؤ......'' میں ایک قدم بڑھا کر ان کے قریب پہنچ گیا۔ تو ماں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یقیناً حیرت ہو رہی ہو گی کہ ہم لوگ دیوانے ہو گئے ہیں خیر کوئی بات نہیں ہے کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں بیٹے! جو بس صیغۂ راز ہی میں رہتے ہیں میرا خیال ہے کسی مناسب وقت سائیں علی داد تمہیں خود اس بارے میں بتا دیں گے۔''

''میں آپ سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں مما! آپ کو کسی کا خوف ہے؟''

''ہاں! ایک شخص ایسا ہے جس سے ہمیں ڈر لگتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے کبھی تمہاری ملاقات ہو جائے۔ میں چونکہ نسلاً اسپینش ہوں۔ اس لئے اسپینش کی ایک کہاوت تمہارے سامنے ضرور دہراؤں گی۔ وہ یہ کہ جو شخص آخر میں وار کرتا ہے اس کا ہاتھ بھرپور پڑتا ہے۔''

''لیکن میری سرزمین کی ایک کہاوت اور ہے ماما! اور وہ یہ ہے کہ کسی کے وار کرنے سے پہلے ہی اس پر وار کر دو۔ تاکہ وہ تم پر وار نہ کر سکے۔ اوکے۔'' یہ کہہ کر میں نے واپسی کے لئے

قدم اٹھا دیئے۔ تقریباً دس قدم جانے کے بعد میں نے پلٹ کر دیکھا تو میری ماں میری ہی نگرانی کر رہی تھی۔ اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم سے اس کا تمام خون نکال لیا ہو۔ مجھے اس بات پر غصہ تھا کہ ان لوگوں نے مجھے اپنی کسی مشکل سے لاعلم رکھا تھا۔ حالانکہ اب میں جوان ہو چکا تھا اور ان کی ہر مشکل میں ان کا ساتھ دے سکتا تھا۔ لیکن وہ مجھے اس قابل نہیں سمجھ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ جب وہ مجھے اس قابل سمجھیں گے تو بہرحال میں ان کی یقینی مناسب خدمت کر سکوں گا۔ چنانچہ بات آئی گئی ہو گئی۔ اس سلسلے میں مزید کیا ہوا مجھے کچھ نہیں معلوم البتہ ایک دو بار والد صاحب کراچی ضرور گئے تھے۔ ادھر میرے محترم ڈاکٹر صاحب! میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں مزید معلومات کے حصول کے لئے مجھے کراچی چلے جانا چاہئے۔ اصل میں کچھ عجیب و غریب صورت حال رہی تھی۔ میرے تعلیمی مشاغل اب تک جو کچھ بھی رہے تھے، ان کا تعلق ایک قریبی علاقے سے تھا والد صاحب اور والدہ مجھے تعلیم دیتے تھے اس کے علاوہ کچھ استاد بھی رکھ دیئے گئے تھے۔ نجانے کیوں ان لوگوں نے مجھے باقاعدہ تعلیم دلانے سے دور رکھا تھا۔ ویسے بھی میں آپ کو بتاؤں کہ پرانے دور کے لوگ خاص طور سے ان گاؤں گوٹھوں والے تعلیم پر اتنی زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ بے پناہ زمینیں جائیدادیں ہوتی تھیں اور انہیں زندگی بھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی لیکن چونکہ والد صاحب ملک سے بھاگے ہوئے تھے اور انہیں تھوڑی بہت تعلیم کی اہمیت کا احساس تھا اس لئے انہوں نے اپنے طور پر نہ صرف میرے لئے بلکہ میری بہن اور بھائی کے لئے بھی تعلیم کا بندوبست کر رکھا تھا۔ حالانکہ میری توجہ میڈیکل کی جانب تھی لیکن کوئی ایسے ہی ڈاکٹر نہیں بن جاتا البتہ میرا شوق مجھے ان فیملی ڈاکٹر سے منسلک کئے ہوئے تھا۔ خاصے دن گزر گئے اور پھر ایک ہمارے فیملی ڈاکٹر نے کہا۔

''اگر تم اس سلسلے میں باقاعدہ محنت کرو تو یقین کرو ایک اچھے ڈاکٹر بن سکتے ہو ویسے میں تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں کہ ہمارے ملک میں سب کچھ باآسانی ہو جاتا ہے۔ حالانکہ باہر کی دنیا میں ایک معمولی سے کیمسٹ کے لئے بھی تعلیم ضروری ہوتی ہے اور باقاعدہ اسے میڈیسنز کے بارے میں تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن یہاں تمہیں بے شمار ڈاکٹرز خاص طور سے گاؤں گوٹھوں میں ایسے ملیں گے جو میٹرک پاس بھی نہیں ہیں مگر ڈاکٹر بنے بیٹھے ہیں۔ علاج کرتے ہیں

اور بہرحال قدرت تو ہر ایک کی مدد کرتی ہی ہے۔ لیکن اگر تمہیں دلچسپی ہے تو تم کراچی چلے جاؤ اور تعلیم حاصل کرو۔ اس ڈاکٹر نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا لیکن میری تقدیر یاور تھی کہ اسی دوران میں نے والد صاحب کی زبانی سنا کہ وہ کراچی منتقل ہونے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ نجانے کیوں انہیں احساس ہوا ہے کہ اندرون سندھ کی گرمی میری والدہ کے اعصاب کو کشیدہ کر رہی ہے اور وہ یہاں اس طرح صحت مند نہیں رہتیں جس طرح میرے والد صاحب کو توقع تھی۔ وقت اسی طرح گزرتا رہا اور آخر کار ہم کراچی منتقل ہو گئے۔ کراچی کی ایک بہت ہی خوبصورت آبادی میں والد صاحب نے ایک شاندار کوٹھی خرید لی اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اسی علاقے میں میرے والد صاحب کے ایک اور دوست موجود تھے۔ جن کا باقاعدہ پرائیویٹ کلینک تھا۔ یہ ڈاکٹر ایثار تھے۔ ڈاکٹر ایثار بہت ہی شاندار ڈاکٹر تھے اور انہوں نے بخوشی یہ بات قبول کر لی تھی کہ میں ان کے پاس بیٹھ کر میڈیسن کی تعلیم حاصل کروں۔ والد صاحب کی خواہش کو انہوں نے سمجھا تھا اور افسوس کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھ جیسا ہونہار جوان لیکن باقاعدہ تعلیم سے محروم ہے۔ یہ بہت ہی دکھ کی بات ہے۔ کراچی آنے کے بعد بہرحال میں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ میرے والد صاحب کے وہ دوست جنہوں نے ایک بار ہمارے گوٹھ میں آ کر ہمیں لیومکلارنس کے بارے میں اطلاع تھی۔ ہمارے گھر سے زیادہ فاصلے پر نہیں رہتے تھے بلکہ انہوں نے ہی ہمارے لئے خوبصورت اور شاندار مکان کا بندوبست کیا تھا۔ ان کے دو بچے تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکی کا نام سویرا تھا اور بیٹے کا حارث۔ سویرا عمر میں مجھ سے تین سال چھوٹی تھی اور تھوڑے ہی وقت میں وہ مجھ سے اس قدر بے تکلف ہو گئی کہ مجھے یوں لگنے لگا جیسے وہ مجھ سے محبت کرتی ہو اور پھر درحقیقت اس نے مجھ سے اظہار محبت کر بھی دیا۔ بہرحال یہ سلسلہ چلتا رہا۔ زندگی کے نشیب وفراز کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ انکل ظاہر علی جو سویرا اور حارث کے باپ تھے۔ مجھ سے کیوں گریزاں تھے۔ یہ بات میں نے اچھی طرح محسوس کی تھی کہ ظاہر علی صاحب مجھ سے کچھ کھچے کھچے سے رہتے تھے اور اس وقت ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا جب اچانک ہی مجھے اس بات کا علم ہوا کہ علی داد شاہ اور ظاہر علی آپس میں ایک دوسرے کے سمدھی بننا چاہتے تھے لیکن انہوں نے سویرا کو میرے بھائی ذیشان سے منسوب کر دیا تھا۔ میں اس وقت بڑا حیران ہوا جب مجھے پتہ چلا کہ ذیشان بھی سویرا کو بہت پسند کرتا ہے اور درپردہ اس کی

محبت میں گرفتار ہے۔ یہ بات مجھے اپنی بہن سے معلوم ہوئی تھی۔ میرے لئے یہ بڑی حیران کن بات تھی۔ موبل نے ہی مجھے اس بارے میں تفصیل بتائی تھی۔ اس نے کہا۔

''اور ایک بات میں جانتی ہوں۔ یہ ہمارے انکل ظاہر علی ہیں نا۔ یہ ظاہر میں تو ڈیڈی کے بہت گہرے دوست بنے ہوئے ہیں۔ لیکن میری چھٹی حس بتاتی ہے کہ ان کی نگاہ ڈیڈی کی دولت پر ہے اور انہوں نے اسی لئے بھائی ذیشان سے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ ذیشان بڑے ہیں اور والد صاحب کی ساری دولت انہی کو ملے گی۔'' میں ایک لمحے کے لئے پریشان تو ہوا تھا لیکن پھر میں نے فوراً ہی یہ پریشانی دل سے نکال دی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ سویرا مجھ سے محبت کرتی ہے۔ وہ بہت ہی مضبوط ارادے کی مالک ہے اور جن الفاظ میں اس نے مجھ سے اظہار محبت کیا۔ وہ یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ اندر سے ٹھوس بھی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا۔

''دیکھو کامران! بات اصل میں یہ ہے کہ میں ایک مشرقی لڑکی ہوں، ہم لوگ مر جاتے ہیں لیکن زبان نہیں کھولتے۔ لیکن اگر ہماری زبان کھل جائے تو سمجھ لو قیامت آ جاتی ہے اور اب میں دل سے اپنے آپ کو تمہاری زندگی کا ایک حصہ سمجھ چکی ہوں۔ دنیا کی کوئی مشکل ہمارا راستہ نہیں روک سکے گی۔ اس طرف سے بے فکر رہنا۔'' میں اور سویرا اکثر کلفٹن کے ایک مخصوص گوشے میں ملاقات کیا کرتے تھے اور ٹیلی فون پر ملنے کا وقت طے کر لیا کرتے تھے۔ اس دن بھی میں نے ٹیلی فون پر سویرا سے ایک مخصوص علاقے میں ملنے کی بات کی تھی لیکن ہوا یوں کہ اسی دن دوپہر کے بعد میرے استاد ڈاکٹر ایثار نے مجھے ایک مریض کو دیکھنے کے لئے اس کے گھر بھیج دیا۔ ڈاکٹر ایثار مجھے شاہکار بنانا چاہتے تھے ان کا کہنا تھا کہ میڈیکل کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کرنے کے باوجود وہ مجھ دنیا بہترین ڈاکٹروں میں شمار کرا دیں گے۔ بہرحال مجھے وہاں کافی وقت لگ گیا اور وہ وقت نکل گیا جب مجھے سویرا سے ملنے جانا تھا۔ لیکن پھر بھی اس خیال کے تحت کہ ممکن ہے سویرا میرا انتظار کر رہی ہو۔ میں تیزی سے وہاں پہنچا اور اپنی مخصوص جگہ جو ایک خاص علاقے میں تھی، پہنچتے پہنچتے مجھے مزید دیر ہو گئی۔ اچانک ہی مجھے کچھ اور نظر آیا۔ سیاہ رنگ کی ایک این بی ڈبلیو وہاں کھڑی ہوئی تھی اور ایک شخص اس سے کمر ٹکائے کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا جیسے راستہ بھٹک گیا ہو۔ لیکن اسے دیکھ کر مجھے ایک دم یہ احساس ہوا کہ اس کا تعلق پاکستان سے نہیں ہے۔ اس

کا لباس بے شک جدید تراش کا تھا لیکن چہرے کے نقوش اسے کسی اور ہی ملک کا باشندہ ظاہر کر رہے تھے۔ اس کا قد کافی لمبا تھا اور اس نے انتہائی خوبصورت ٹائی باندھی ہوئی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اس کی عمر چالیس سال کے قریب ہوگی۔ لیکن جس چیز نے میری توجہ اس کی جانب خاص طور سے مبذول کرائی تھی وہ اس کا چہرہ تھا۔ جسے دیکھ کر میں ایک لمحے کے لئے سویرا کو بھی بھول گیا تھا۔ اس کا چہرہ دبلا پتلا آنکھیں بڑی بڑی اور عجیب وغریب رنگ لئے ہوئے تھیں۔ اس رنگ کی آنکھیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ ان آنکھوں میں سونے جیسی چمک تھی۔ اس کی پیشانی پر زخم کا ایک گہرا نشان نظر آ رہا تھا۔ چہرے کی بناوٹ سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ بہت ہی ظالم اور سنگدل آدمی ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ اس کی توجہ بھی میری جانب ہوگئی تھی۔ وہ اس طرح کار کے پاس سے ہٹا جیسے مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتا ہو اور پھر اس نے بے اختیار اپنی زبان میں کہا۔

''کاش! تم مجھے کچھ بتا سکتے؟'' اور یہ زبان اسپینی تھی۔ یہ بھی ایک حیران کن بات تھی کہ وہ بے اختیارانہ طور پر اپنی قومیت کی نمائندگی کر گیا تھا۔ یعنی میری الجھن اس طرح سے دور ہو گئی تھی کہ وہ مقامی نہیں بلکہ اسپینی ہے۔ اسے ایک لمحے کے اندر یہ احساس ہوگیا کہ اس نے حماقت کی ہے۔ جس زبان میں اس نے مجھ سے گفتگو کی ہے۔ ظاہر ہے وہ یہاں نہ بولی جاتی ہے اور نہ سمجھی جاتی ہے۔ اس نے کچھ اور کہنا چاہا تھا۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے اس کی پذیرائی کی۔

''آپ بڑی خوشی کے ساتھ اپنی زبان بول سکتے ہیں یعنی اسپینی۔ اگر آپ اسپینی زبان میں بات کریں گے تو میں آپ کی گفتگو کا مطلب آسانی سے سمجھ لوں گا۔'' اسے ایک شاک سا لگا تھا۔ اس نے انتہائی حیرانی سے کہا۔

''اوہ...... میرے خدا تم اسپینی جانتے ہو؟''

''ہاں۔ آپ کہہ رہے تھے کہ کاش! تم مجھے کچھ بتا سکتے۔'' میرے ان الفاظ سے اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر پیدا نہیں ہوا۔ البتہ اس کا لہجہ کچھ نرم ہوگیا۔

''ہاں یہ سچ ہے کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''تو پھر آپ جلدی کیجئے میں ذرا مصروف ہوں۔'' مجھے اچانک ہی سویرا یاد آ گئی تھی اور میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگی تھیں۔ دفعتاً ہی وہ بولا۔

''آہا...... میں سمجھ گیا شاید وہ لڑکی تمہارے ہی لئے یہاں آئی تھی۔ بہت خوبصورت لڑکی تھی۔ میرے دوست ایک مشورہ دوں تمہیں، جس عمر سے تم گزر رہے ہو وہ حماقتوں کی عمر ہوتی ہے۔ کہیں عشق ومحبت کا کھیل تو نہیں کھیل رہے تم لوگ۔ ایک بزرگ کی اگر بات مان سکتے ہو تو مان لینا۔ تتلیاں پکڑ کر مسل دی جاتی ہیں۔ انہیں کوٹ کی جیب میں نہیں رکھا جاسکتا اور نہ ہی سینے پر آویزاں کیا جاسکتا ہے۔ کھیلو اور پھینک دو یہی زندگی کا اصول ہونا چاہئے۔''

''میں نے آپ سے کوئی مشورہ نہیں مانگا جناب! اپنے نظریات اپنے پاس رکھئے۔''

''یقیناً میں جانتا تھا کہ تمہیں میری بات بری لگے گی اور بہرحال چھوڑ دو۔ میں تم سے ایک پتہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم بتا سکتے ہو؟''

''ہاں پوچھو'' میں نے جواب دیا۔ اس نے مجھ سے ایک پتہ پوچھا اور میں نے اس کو راستہ بتا دیا۔ تب اس نے کہا۔

''میرے نوجوان دوست! کم از کم مجھے اپنے بارے میں بتاتے تو جاؤ۔ کیا نام ہے تمہارا؟''

''میرا نام کامران علی شاہ ہے۔''

''کیا؟'' اچانک ہی میں نے اس کے چہرے پر ایک نمایاں تبدیلی دیکھی وہ جو کار کی جانب مڑ گیا تھا ایک دم واپس پلٹا اور تیز قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے میرے سامنے پہنچ گیا۔

''کیا نام بتایا تم نے کامران علی شاہ؟''

''ہاں کیوں؟''

''اور تمہارے والد کا نام علی داد شاہ تھا؟''

''تھا نہیں ہے۔ سمجھے' میرے والدہ نام تھا نہیں بلکہ ہے۔''

''علی داد شاہ۔''

''ہاں! ہاں! ہاں!''

''گڈ...... اس کا مطلب ہے کہ میری تقدیر میرا ساتھ دے رہی ہے۔ اچانک ہی اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا اور اس کا رخ میری طرف کرتے ہوئے بولا۔

''تمہیں یہ جان کر خوشی ہوگی میرے دوست! کہ میرا نام لیومکلارنس ہے۔'' یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کی جھیل جیسی گہری آنکھیں میرے چہرے کے عضلات کا جائزہ لے رہی تھیں اور بہرحال وہ مجھ سے کہیں زیادہ چالاک اور تجربے کار تھا۔ غالباً اس نے اندازہ لگا لیا کہ میں اس نام سے ناواقف نہیں ہوں۔ مجھے بھی اس کا فوری احساس ہوگیا تھا لیکن اب میری نگاہیں اس کے ریوالور پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کی نال پر ایک خوبصورت سائلنسر فٹ نظر آ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص کیا صرف اس لئے مجھے قتل کر دے گا کہ میں کیروشیا کا بیٹا ہوں۔ بہرحال وہ تو میری ماں کو کیروشیا کے نام سے ہی جانتا ہوگا۔ جبکہ اب اس کا نام سلطانہ تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ صورت حال خاصی سنگین ہے۔ جسمانی طور پر میں اس سے یقیناً طاقتور پڑ جاتا لیکن یہ کم بخت آتشیں ہتھیار انہوں نے انسانی جسم کو تو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ کسی گھٹیا سے گھٹیا شخص کے ہاتھ میں دے دو وہ بھی سر اٹھا کر بات کرنے لگتا ہے۔ بے شک ابھی تک مجھے کوئی لڑائی بھڑائی کا موزوں تجربہ نہیں تھا لیکن وقت استاد ہوتا ہے اور وہ سکھا دیتا ہے جس کی ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت میں اپنی اسی ذہانت سے کام لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے بڑی معصومیت اور بھولے پن سے کہا۔

''جناب! مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی۔ آپ نے تو مجھ سے ایک پتہ پوچھا تھا اور آپ یقین کیجئے۔ میں نے آپ کو بالکل صحیح پتہ بتایا تھا۔ میں معافی چاہتا ہوں آپ کی شاندار شخصیت اور آپ کی شان و شوکت دیکھ کر خواب میں بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ آپ کوئی لٹیرے ہوں گے۔ پھر بھی اگر آپ کو مجھ سے کسی شے کی ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔ دیکھئے میرے پاس......'' میں نے اس طرح اپنے بدن کو جھکایا تو اس سے اسے یہ احساس ہوا کہ میں کوئی چیز نکال رہا ہوں لیکن میرا مسئلہ کچھ اور تھا۔ ساحل سمندر کی ریت اس وقت میرے لئے بہترین ہتھیار تھی۔ میں نے انتہائی تیز رفتاری سے یہ ریت مٹھی میں بھری اور اس کے چہرے پر اچھال دی۔ جواب میں اس نے اپنے ریوالور لگے ہوئے سائلنسر سے فائر کیا بات وہی ہو جاتی ہے کہ قدرت جسے زندہ رکھنا چاہتی ہے اسے زندہ رکھتی ہے۔ یہ گولی تھوڑا سا نشانہ لے کر بھی چلائی جا سکتی تھی اور اس میں میں با آسانی اس کا شکار ہو جاتا لیکن گولی صرف میرے بازو سے رگڑ کھاتی ہوئی گزری تھی اور میری پھینکی ہوئی ریت پوری طرح اس کی آنکھوں میں پڑی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ انگل پچو دوسرا فائر کرے میں نے اس کے پیٹ میں ٹکر ماری اور ساتھ ہی اس کی بغل میں گھونسہ بھی رسید کر دیا۔ ٹکر نے اس

کی پسلیاں چٹخا دی تھیں اور گھونسے نے اس کا بازو ناکارہ کر دیا۔ چنانچہ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر پڑا۔ اس کی آنکھیں اندھی ہو رہی تھیں۔ جبکہ میں بالکل ٹھیک تھا۔ پوری طرح جوش اور ہوش میں تھا۔ ریوالور کے گرنے کے بعد میں نڈر ہوگیا اور اسے رینگتا ہوا ریت پر دور تک لیتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ الجھ کر گرا اور میں اس کے اوپر لیکن اپنے دشمن کو زیر کرنے کا زندگی میں پہلا موقع تھا۔ چنانچہ میرے جوہر کھلے اور میں نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے چند ہی گھونسوں نے اس کے ہوش و حواس چھین لئے تھے۔ لیکن میں اسے اسی طرح مارتا رہا کہ کہیں وہ اٹھ نہ جائے اور پھر جب مجھے ایک دم احساس ہوا کہ کہیں میری یہ کوشش اسے زندگی سے محروم نہ کر دے تو میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ آنکھیں، پیشانی اور کان شدید زخمی ہو چکے تھے۔ واقعی مجھے اب اسے اور زیادہ نہیں مارنا چاہئے تھا۔ البتہ میرے بازو سے تھوڑا تھوڑا خون بہہ رہا تھا۔ جس نے میری قمیض کی آستین داغدار کر دی تھی۔ میں نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا اور اگر اس وقت دور سے مجھے سویرا نظر نہ آ جاتی تو شاید میں اس شخص کے بارے میں کچھ اور سوچتا۔ سویرا نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بے چاری مایوسی کے عالم میں شاید واپس جانا چاہتی تھی۔ میں نے پھرتی سے آگے قدم بڑھائے۔ آواز میں نے اسے نہیں دینا چاہی تھی۔ لیکن بہرحال میں تیز رفتاری سے چلتا ہوا اس کی طرف دوڑا اور کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جب مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ سویرا کی نگاہ لینڈ کروزر اور اس شخص پر نہیں پڑ سکتی۔ تو میں نے اسے آواز دی۔ سویرا ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ میں تیزی سے اس کے قریب پہنچا تو سویرا نے کہا۔

''یہ کیا۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اب تو مجھے اصولی طور پر واپس جانا چاہئے۔'' وہ کچھ ناراض سی تھی۔ میں نے اس کے قریب جاتے ہوئے کہا۔

''نہیں سویرا پلیز۔ ناراض نہ ہو میں ایک چھوٹے سے حادثے کا شکار ہوگیا ہوں۔ دیکھو یہ میرا بازو زخمی ہے۔'' سویرا نے میرے زخمی بازو کو دیکھا تو ایک دم چونک پڑی اور پھر میرے قریب آ گئی۔

''ارے یہ کیا ہوا؟ کیسے لگ گئی یہ چوٹ؟''

''بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔'' میں نے کہا۔ سویرا اب کچھ بھول کر میرے بازو پر مصروف

ہوگئی۔اس نے اپنا رومال میرے بازو پر کس کر باندھ دیا۔میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''زخم زیادہ نہیں ہے۔تم نے اس کی پذیرائی کچھ زیادہ کردی ہے۔''

''پر لگا کیسے؟''

''بس ایک بے وقوف شخص نے غالباً مجھے کوئی مالدار آسامی سمجھ کر لوٹنا چاہا تھا۔سویرا کو میں نے حقیقت بتانے سے اعتراض کیا اور اس شخص کے مل جانے کی کہانی سنادی۔یہ نہیں بتایا تھا میں نے اسے کہ وہ کون ہے اور اس سے میرا کیا تعلق ہے۔سویرا نے خوفزدہ نگاہوں سے ادھر دیکھا پھر بولی۔

''لیکن وہ مر نہ گیا ہو۔''

''اگر اس کی تقدیر میں موت لکھی ہے تو وہ مر جائے گا جہنم میں جائے۔بہر حال میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔''

''میں کتنی پریشان ہوں تمہیں اس کا کچھ اندازہ ہے کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ ادھر کیا کیا جارہا ہے۔میں ایک دم سنبھل گیا۔''سویرا شاید میری توجہ اپنے باپ کے اس فیصلے کی جانب کرنا چاہتی تھی۔جو اس نے ذیشان کے حق میں کیا تھا۔میں نے کہا۔

''ہاں۔سویرا مجھے معلوم ہے اور میں اسی موضوع پر تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''خیر......ڈیڈی کچھ بھی کہیں یہ بات تو میں کسی قیمت پر نہیں مان سکتی۔میں اگر شادی کروں گی تو صرف تم سے کروں گی اور اگر تم سے شادی نہ ہوسکی تو......تو......''اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''سویرا!صورت حال خاصی مشکل ہوگئی ہے میں سائیں علی داد کے بارے میں ایک بات جانتا ہوں وہ بہت ہی ضدی اور دھن کے پکے آدمی ہوں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس سلسلے میں......''

''ان سے بات کرنا تمہارا کام ہے میں ان کے لئے ایک لفظ بھی غلط نہیں کہہ سکتی۔جہاں تک میرے اپنے باپ کا تعلق ہے۔''ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً ہی اس کے حلق سے ایک سسکی سی نکلی۔یوں لگتا تھا جیسے اس نے کوئی غیر متوقع چیز دیکھ لی ہو۔میں نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا تو مجھے انکل ظاہر علی نظر آئے۔جو ہم دونوں سے بہت قریب کھڑے ہوئے تھے۔لیکن

ریت کا ایک ٹیلا انہیں چھپائے ہوئے تھا۔البتہ شاید اب وہ نمایاں ہوگئے تھے۔سویرا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔انکل ظاہر علی آگے آئے اور بولے۔

''تمہارے باپ کو میں بہت طویل عرصے سے جانتا ہوں کامران شاہ!بلاشبہ وہ نیک اور شریف آدمی ہے لیکن مجھے معاف کرنا تمہاری ماں اسپینش ہے ہم اپنے وطن کی لڑکیوں کو اچھی طرح جانتا ہیں وہ کبھی بدکار نہیں ہوتیں لیکن ہمارے ملک سے دور کون کیا ہے اس کا تجزیہ تم نے کیا ہو یا نہ کیا ہو۔میں نے ضرور کیا ہے اور اب میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ تم ایک بری ماں کی اولاد ہو۔ورنہ یہ غلط حرکت نہ کرتے۔انکل ظاہر کے الفاظ اس قدر سخت تھے کہ میں صبر نہ کرسکا۔میں نے کہا۔

''انکل!شریف آدمی تو آپ بھی ہیں اور یہ لڑکی آپ کی بیٹی ہے۔کیا آپ پورے اعتماد اور دعوے کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اس لڑکی کی ماں کا کردار بہت اچھا رہا ہوگا۔''

''کیا بکواس کرتا ہے؟''

''جی انکل!آپ سے چھوٹا ہوں آپ کا غلام ہوں مجھے برا بھلا کہہ لیتے آپ تو میں گردن نہ اٹھاتا آپ کے سامنے لیکن جو الفاظ آپ نے میری ماں کے بارے میں کہے ہیں وہ آپ کی گندی ذہنیت کے حامل ہیں اور کسی گندی ذہنیت کے انسان کو اسی کی زبان میں جواب دینا زیادہ مناسب ہوگا میرے لئے۔''سویرا تھرتھر کانپتی تھی۔اس نے مجھے دیکھا اور اس کی پھنسی پھنسی آواز ابھری۔

''کامران!''

''تو خاموش رہ بے غیرت'یہاں تک قدم اٹھا سکتی ہے تو اس کے بارے میں کبھی میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔میں نے تجھے ہر طرح کی آزادی دی لیکن اس کا یہ مقصد نہیں تھا کہ تو اس طرح۔''

''مجھ سے بات کریں انکل ظاہر علی!یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ آپ نے مجھ پر اخلاقیات کی مار نہیں ماری آپ ایک بات اچھی طرح سن لیں۔میں سویرا سے شادی کروں گا اور اپنے راستے کی ہر رکاوٹ ہٹادوں گا۔''

''تمہارے اندر سکت ہے سویرا سے شادی کرنے کی۔کوئی اوقات ہے تمہاری اپنے

باپ کا وصیت نامہ دیکھا ہے تم نے۔''

''وصیت نامہ۔''

''ہاں وصیت نامہ۔ جس میں انہوں نے تمہارے بڑے بھائی ذیشان شاہ کو پوری جائیداد کا وارث اور متولی بنا دیا ہے۔ تم صرف اس کی دست نگر رہو گے۔ چھین سکتے ہو اپنے بھائی سے اس کی دولت۔''

''اول تو آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں میرے باپ نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ دوئم اگر ایسا ہوا بھی ہے۔ تو مجھے اپنے بھائی سے کچھ چھیننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود مضبوط ہاتھ پاؤں کا مالک ہوں۔ اپنے بازوؤں کی قوت سے کما سکتا ہوں۔''

''تم جو کچھ کر سکتے ہو مجھے اس کا علم ہے لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو۔ سویرا سے تمہاری شادی ہرگز نہیں ہو سکتی۔''

''تو آپ بھی ایک بات ذہن نشین کر لیجئے ڈیڈی! اگر میری شادی کامران سے نہیں ہو سکتی تو پھر کسی سے نہیں ہو سکتی۔ بات آپ کی سمجھ میں آ جانی چاہئے۔ ورنہ ہم لوگ بغاوت کریں گے جو ہمیں نہیں کرنی چاہئے۔''

''میں دیکھ لوں گا تمہاری بغاوت کو چل واپس چل، ورنہ اسی جگہ تیرا خاتمہ کر دوں گا۔''

''سوچ لیجئے انکل ظاہر! سویرا کو اگر کوئی نقصان پہنچا تو آپ یقین کریں کہ آپ سخت مشکل میں پڑ جائیں گے۔''

''دیکھ لوں گا ہر مشکل کو اور بات کروں گا تیرے باپ سے دوستی تو تو نے ہم دونوں کے درمیان ختم کرا ہی دی۔ لیکن دشمنی کا آغاز نہ کر تو تیرے لئے اور تیرے باپ کے حق میں بہتر ہو گا۔''

''کیا بہتر ہوگا اور کیا نہیں ہوگا۔ یہ وقت آپ کو بتائے گا'' میں نے کہا۔ انکل ظاہر سویرا کا ہاتھ پکڑ کر چلے گئے تھے۔ میں دیر تک انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ جو کچھ ہوا تھا بہت ہی برا ہوا تھا۔ مجھے اس کا افسوس تو تھا ہی لیکن انکل ظاہر نے بات ہی ایسی کی تھی۔ میں کیا کرتا بہر حال میں دیر تک وہاں کھڑا سوچتا رہا اور اچانک ہی مجھے لیومکلارنس یاد آیا۔ دیکھوں تو ہوش میں آیا ہے یا نہیں۔ میں مڑ کر

واپس چل پڑا۔ تھوڑی دور جا کر میں نے دیکھا کہ وہاں نہ لیومکلارنس موجود ہے اور نہ اس کی وہ شاندار اور قیمتی گاڑی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ہوش میں آ کر یہاں سے جا چکا ہے۔ چلو چاچھا ہی ہوا لیکن وہ شخص آخر وہ ہے کیا چیز یہ راز میرے ماں باپ کے سینے میں محفوظ تھا۔ کیونکہ ایک بار اس کی آمد کی خبر سن کر ان لوگوں کی جو کیفیت ہوئی تھی، وہ اب تک میرے لئے ناقابل فہم تھی۔ بہر حال یہ ایک عجیب معمہ تھا۔ میں ٹہلنے والے انداز میں واپس چل پڑا۔ میرے ذہن میں غم و غصے کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ انکل ظاہر کی کہی ہوئی باتیں بھی میرے دل و دماغ میں چبھ رہی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ میرے والد نے وصیت میرے بڑے بھائی ذیشان کے نام کر دی ہے۔ مگر کیوں؟ اس میں میرا حصہ کیوں نہیں رکھا اور مجھے اس حق سے کیوں محروم کر دیا گیا۔ ہو سکتا ہے ایسا نہ کیا گیا ہو۔ ایک آدمی کے کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہر حال کوئی بھی میرے والد یا والدہ مجھ سے ناراض نہیں تھے۔ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ صرف ایک جھوٹ تھا فراڈ تھا غالباً ہو سکتا ہے انکل ظاہر مجھے قلاش ظاہر کر کے سویرا کا ذہن میری جانب سے پھیرنا چاہتے ہوں۔ سو فیصدی ایسی ہی بات تھی۔ میں راستے بھر یہ تمام باتیں سوچتا رہا اور کچھ دیر کے بعد میں اپنی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ نوکر چاکر سارے کے سارے اپنے معمولات میں مصروف تھے۔ اندر کا ماحول البتہ سنسان تھا۔ وہ گاڑی غائب تھی جس سے علی داد شاہ شہر آتے جاتے تھے اس کا مطلب ہے وہ کہیں گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے مما بھی ان کے ساتھ ہی نکل گئی ہوں۔ بہر حال میرے دماغ پر ایک بوجھ سا طاری تھا۔ میں اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ دل و دماغ ایک شدید طوفانی لہر کی زد میں تھے۔ جو واقعات آج کے دن پیش آ چکے تھے وہ میرے لئے بڑی سنسنی خیز کیفیت کے حامل تھے۔ بہت سے بوجھ ذہن پر طاری تھے۔ مثلاً لیومکلارنس اور اس کے علاوہ انکل ظاہر کی باتیں اور پھر جائیداد کے بارے میں انکشاف یہ ساری باتیں میرے لئے حیران کن تھی۔ اس وقت نہ تو مجھے مومل نظر آ رہی تھی اور نہ ذیشان ویسے یہ بھی عجیب سی حقیقت تھی کہ بڑا بھائی ذیشان اور چھوٹی بہن مومل ایک دوسرے میں گم رہتے تھے اور مجھ سے بہت زیادہ رغبت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ میں نے اس بات کو بارہا محسوس کیا تھا۔ لیکن بہر حال محبتیں چھینی تو نہیں جا سکتیں۔ وہ تو بس ایک قدرتی عمل ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ میں آگے بڑھ گیا۔ بس یونہی معلومات کے لئے کہ مما' ڈیڈی کے ساتھ گئی ہیں یا نہیں۔ میں ان کے بیڈروم تک پہنچا لیکن اچانک ہی بیڈروم کے باہر مجھے کچھ ایسا نشانات نظر آئے جنہوں نے مجھے

چونکا دیا۔ میں پھرتی سے کمرے میں داخل ہو گیا اور اس کے بعد جو کچھ مجھے نظر آیا۔ اسے دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے میری سانس رک گئی ہو۔ آہ...... وہیں میری مما کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ہاں! وہ مما کی لاش ہی تھی ایک لمحے تک تو میں ہکا بکا سا کھڑا اپنی ماں کے مردہ چہرے کو دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ پھر میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے جھک کر اس کے جسم کو دیکھا۔ اس کے سینے پر ایک گہرا زخم تھا۔ جس سے خون نے بہہ کر اس کے کپڑوں کو داغدار کر دیا تھا کوئی تیز دھار چیز نے اس کے سینے میں یہ سوراخ کیا تھا۔ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے اندر اندر میرا ذہن لیومکلارنس کی طرف گیا اور میرے سارے وجود میں آگ لگ گئی۔ میری ماں نے مجھ سے صاف کہا تھا کہ وہ اس کا بدترین دشمن ہے اور اگر وہ یہاں آ گیا تو اسے ختم کر ڈالے گا۔ میں دیوانہ وار واپس پلٹا۔ اب مجھے یہ احساس ہوا کہ میں نے اس کتے کو زندہ چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ جب مجھے اس بات کا پتہ چل گیا تھا کہ وہ لیومکلارنس ہے تو مجھے چاہئے تھا کہ میں اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دوں اور اپنی والدہ کی زندگی بچاؤں۔ یہ ایک بڑا المیہ تھا۔ میں دروازے سے باہر نکلا تو تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے ذیشان اور علی دادشاہ کو دیکھا۔ جو کہیں باہر سے آ رہے تھے۔ ان کے چہروں سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں واقعہ کی ذرہ برابر خبر نہیں ہے۔ میرے والد نے میرے چہرے سے غالباً میری اندرونی کیفیت کا اندازہ لگا لیا تھا اور کسی قدر پریشان لہجے میں بولے۔

''کیا بات ہے بیٹا؟ کیا ہوا؟ کیا بات ہے تم اس قدر پریشان نظر آ رہے ہو؟'' میں نے کانپتی آواز میں کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن بولنے میں ناکام رہا۔ بمشکل تمام میں نے خود کو سنبھالا اور کہا۔

''مما! مما! کو قتل کر دیا گیا ہے۔ مما کو......'' میں نے رندھی ہوئی آواز میں دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میرے والد کا بدن بھی کانپ گیا۔ ان کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور ان کے منہ سے ایک درد بھری آواز نکل گئی تھی۔ وہ بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے اندر کی جانب چلے۔ اگر ذیشان انہیں سنبھال نہ لیتا تو وہ گر پڑتے۔ آخر کار وہ اندر داخل ہو گئے ان کے پیچھے ذیشان اور میں دونوں ہی اندر پہنچے تھے اور پھر والد صاحب مما کی لاش دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رو پڑے تھے۔ انہوں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

''آہ! مجھے پتہ چلا تھا' پتہ چلا تھا مجھے کہ اس کا جہاز کافی دن سے یہاں بندرگاہ میں لنگر انداز ہے۔ میں اسی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ...... وہ کامیاب ہو گیا۔ وہ کامیاب ہو گیا افسوس...... سلطانہ میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا تم ایک ایسا ہیرا تھی جسے بہت سے لوگ چرانا چاہتے تھے۔ میں نے تمہیں اپنی تحویل میں لے رکھا تھا لیکن میں اس قابل نہیں تھا۔ آج مجھے اس کا اندازہ ہو رہا ہے والد صاحب غم آلود لہجے میں بہت سی باتیں کرتے رہے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ذیشان بھی رو رہا تھا۔ موٹل اپنی کسی سہیلی کے ہاں سالگرہ پر گئی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک رونا پیٹنا رہا پھر اچانک ہی والد صاحب نے پرجوش لہجے میں کہا۔

''اس حرامی کو تلاش کرو۔ اس کتے کے پلے کو بچ کر نہیں جانا چاہئے۔ چاہے ہمیں قانون اپنے ہاتھ میں ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ ذیشان' کامران اپنی ماں کے قتل کا انتقام لینا تمہارا فرض بن چکا ہے۔ اس کا جہاز کورنیٹو بندرگاہ پر لنگر انداز ہے۔ وہ اس جہاز کا کپتان ہے۔ جانے نہ پائے باقی سارے کام میں خود دیکھ لوں گا۔ وہ نکل کر جانے نہ پائے۔ میرا سارا وجود جوش میں ڈوب گیا اور میں غصے سے تھر تھر کانپنے لگا۔ میں نے شدت جوش میں باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ ذیشان میری طرح جذباتی نہیں تھا۔ وہ غالباً ماں کی تجہیز و تدفین کے لئے رک گیا تھا لیکن میں شدت جوش سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں گاڑی لے کر دوڑ پڑا اور اس کے بعد میں نہیں جانتا کہ کب اور کس طرح میں بندرگاہ کے اس علاقے میں پہنچا تھا جہاں جہاز لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ کورنیٹو کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ کون سی برتھ پر لنگر انداز ہے۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کرتا رہا اور آخری معلومات جو مجھے حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں کہ کورنیٹو تو پچھلی رات دو بجے ساحل چھوڑ چکا ہے۔ یہ بات میرے لئے انتہائی حیران کن تھی۔ اگر کورنیٹو رات کے دو بجے ساحل چھوڑ چکا ہے تو پھر یہ شخص...... یہ لیومکلارنس یہاں کیسے رہ گیا۔ یا تو وہ اس جہاز کا کپتان تھا ہی نہیں۔ یا پھر......؟ مگر کیا ہو سکتا ہے اور بندرگاہ پر میں نے مزید معلومات حاصل کیں اور ایک اور انکشاف مجھ پر ہوا۔ کارنیٹو کی ایک بڑی لانچ ساحل پر رک گئی تھی اور وہ آج کارنیٹو کے عملے کے کچھ افراد کو لے کر کھلے سمندر میں سفر کرنے والے کورنیٹو کی جانب چل پڑی تھی۔ لانچ کے عملے کو یہاں کچھ کاغذات وغیرہ درست کرانے تھے۔ لیکن کورنیٹو کو اپنے شیڈول کے مطابق برتھ چھوڑ دینی

تھی۔ اس لئے وہ پہلے چل پڑا تھا اور سست روی سے سمندر میں پہنچ گیا تھا۔ میرے دل میں عجیب عجیب سے خیالات سر ابھارنے لگے کاش......کوئی ایسا ذریعہ ہوتا جس سے میں اڑ کر اس جہاز تک پہنچ سکتا اور اس کے بعد میں لیومکلارنس کو للکارتا اور اس کے جہاز پر اس کی لاش کو دفن کر دیتا۔ بہرحال میں بہت دیر تک یہاں رہا تھا اور کورنیٹو کے یا لیومکلارنس کے نہ ملنے سے سخت بددل ہو گیا تھا۔ بہرحال میں ناکام مایوس واپس لوٹا اور آخرکار اپنے گھر پہنچ گیا۔ یہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ میری بہن بھی آ گئی تھی جو ایک گوشے میں زاروقطار رو رہی تھی۔ بہرحال اس کے بعد ملازموں وغیرہ سے پوچھ گچھ کی گئی اور اس بات کی بھرپور تصدیق ہو گئی کہ لیومکلارنس اس عمارت کے آس پاس منڈلا رہا تھا بلکہ اس نے گیٹ پر کھڑے چوکیدار سے بھی یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کیں تھیں اور چوکیدار نے اسے بتایا تھا کہ سائیں علی داد اس وقت باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ اندازہ ہو گیا تھا کہ لیومکلارنس نے بھرپور طریقے سے اپنا یہ کام سرانجام دیا ہے۔ آہ! ایک غیرملکی شخص میری ماں کو قتل کر کے صاف نکل گیا تھا۔ ہم دونوں بھائیوں کے لئے اس سے بڑی ذلت اور کیا ہو سکتی تھی۔ ہم ذلیل و خوار ہو گئے تھے۔ بہرحال اس کے بعد ماں کی تدفین ہو گئی اور بڑی غم کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میری ماں کیروشیا عینی شل اور بعد کی سلطانہ ماسلطانہ بن کر زندگی نہ پا سکی۔ بہت کم وقت ملا اسے میرے والد بار بار یہ بات کہہ رہے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ماں کے معاملات میں انکل ظاہر علی نہیں آئے تھے اور اس بات پر میرے والد حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگے۔

''اطلاع تو دی گئی تھی ظاہر علی کو نہ وہ خود آیا اور نہ اس کا بیٹا اور بیٹی آئے۔ نجانے کیا بات ہے ذرا معلومات حاصل کرو۔''

''ڈیڈی! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' میں نے مدھم لہجے میں کہا۔ ذیشان اور علی داد شاہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر میں نے ان سے کہا۔

''ڈیڈی! آپ کو علم ہے کہ میں اور سویرا ایک دوسرے سے جلتے جلتے رہتے ہیں۔ سمندر کے کنارے ایک مخصوص گوشے میں ہماری ملاقات ہوتی ہے۔ میں سویرا سے ملنے گیا تھا تو میں نے اس شخص کو دیکھا جس کا نام لیومکلارنس ہے۔'' یہ کہہ کر میں نے ڈیڈی کو ساری کہانی سنا دی اور انہیں بتایا کہ کس طرح لیومکلارنس سے میری جھڑپ ہوئی تھی۔ علی داد شاہ کا چہرہ سرخ ہوتا جا

رہا تھا۔ جب میں خاموش ہوا تو وہ نفرت بھرے انداز میں بولے۔

''اور بات اصل میں یہ ہے کہ تم خود بھی اسپین میں پیدا ہوئے' تمہارے خون میں وہاں کے ذرات شامل ہیں۔ اگر تم سرزمین سندھ میں پیدا ہوتے تو تمہارے خون کی حدت ہی کچھ اور ہوتی۔ تم عشق و عاشقی میں ڈوبے ہوئے تھے اور ماں اور باپ کا تمہیں کوئی خیال نہیں تھا۔ اگر غیرت مند ہوتے تو سب سے پہلے اس شخص کو اپنے قابو میں کرتے جس کے بارے میں تمہیں علم تھا کہ وہ تمہارے ماں باپ کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ حقیقت ہے کامران شاہ! حقیقت ہے کہ آج کل وہ اولادیں نہیں پیدا ہوتیں جو پہلے ماں باپ کے بارے میں سوچتی ہیں پھر اپنے مستقبل کے بارے میں تم تو عشق میں ڈوبے ہوئے تھے کیا سمجھے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اپنی ماں کی موت کے ذمے دار تم خود بھی ہو۔''

''نہیں ڈیڈی! آپ یہ بات نہیں کہہ سکتے۔ کون جانتا ہے اس بات کو کہ اس شخص نے یہ کام کس وقت کیا۔ وہ جس وقت مجھے ملا تھا اس وقت شاید مما! قتل ہو چکی تھیں اور اس کے علاوہ آپ اپنی غلطی کو چھپانے کے لئے مجھ پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔ مجھے بتایئے میرے لاکھ پوچھنے کے باوجود آپ لوگوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ لیومکلارنس سے آپ کو خطرہ کس طرح کا ہے۔ ڈیڈی ہم جوان ہو چکے ہیں۔ آپ کو ہم پر اعتماد کرنا چاہئے تھے۔ آپ ہم دونوں بھائیوں کی ذمہ داری لگا دیتے کہ ہم اپنی ماں کے قاتل یا آپ دونوں کے دشمن پر نگاہ رکھیں اور یہ جائزہ لیں کہ کب اور کس طرح وہ آپ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ دیکھئے ڈیڈی نفرتوں کے مختلف مقام ہوتے ہیں اور ان کی شدت کا اندازہ ان باتوں سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ جو نفرت یا انتقام کی وجہ بنی ہو۔ ڈیڈی! آپ سارا الزام ہم پر ہی نہ لگائیں۔''

''تم بار بار ہم کا صیغہ استعمال کر رہے ہو میں خود کیا کر سکتا تھا یہ میں جانتا ہوں مجھے اپنے ساتھ شریک نہ کرو۔'' ذیشان علی شاہ نے ایک عجیب سا لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا لیکن اس وقت میں شدت جوش میں اس کے لہجے پر غور نہیں کر سکا۔ میں نے کہا۔

''خدا مجھے اس وقت تک زندہ رکھے۔ جب تک میری اس شخص سے دوبارہ ملاقات نہ ہو جائے اور میں اس سے اپنی ماں کے قتل کا انتقام نہ لے لوں۔ میں اپنے خاندان کی عظمت اور ماں کی روح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اپنی ماں کے

قتل کا انتقام نہیں لے لوں گا۔ بہت سی باتیں میں جانتا ہوں ڈیڈی! یہ بات انکل ظاہر نے ہی مجھے بتائی تھی کہ آپ نے ساری جائیداد ذیشان کے نام کر دی ہے۔ ڈیڈی میں نہیں جانتا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ لیکن انکل ظاہر نے اپنی بیٹی کے سامنے یہی کہا تھا کہ میں ایک قلاش نوجوان ہوں۔ میری اپنی کوئی حیثیت کوئی اوقات نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنی بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہیں دے سکتے بلکہ سویرا کو ذیشان سے منسوب کر دیا جائے گا۔ ڈیڈی! میں یہ بات معلوم کر سکتا تھا اور میں دیکھتا کہ کس طرح سویرا کو ذیشان سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ میں سویرا کو حاصل کر لوں لیکن تقدیر نے مجھے ایک اور مشن سونپ دیا ہے کہ میں اپنی ماں کے قاتل سے اس کے خون کا انتقام لوں۔ چنانچہ اب میں کورنیٹو کے تعاقب میں روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ میرے لئے یہ دعا کیجئے کہ خدا مجھے انتقام لینے کی قوت عطا فرمائے یا پھر موت دے دے۔ اس بے حیائی کی زندگی سے میرے لئے موت بہتر ہے۔ میرے والد نے مجھے غور سے دیکھا پھر بولا۔

''تو ظاہر علی نے تم سے یہ بات کہی۔''

''بہت سی باتیں کہیں ہیں مجھ سے ڈیڈی! لیکن اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں آپ سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا......؟''

''کیا آپ مجھے کچھ رقم بطور قرض دے سکتے ہیں جس کے ذریعے میں اپنے آگے کے سفر کا انتظام کر لوں۔''

''ہاں کیوں نہیں، تمہیں جو بھی ضرورت ہوگی میں تمہیں دے دوں گا۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ اس مشن پر چلنا چاہتا تھا۔ کیونکہ خون کے داغ، خون سے ہی دھوئے جا سکتے ہیں۔ لیکن افسوس اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اس کے علاوہ میرا اسپین جانا تمہارے مشن میں رکاوٹ بن جائے گا۔ کیونکہ وہاں مجھے بے شمار افراد جانتے ہیں۔ اس لئے اب یہ کام تمہیں ہی سرانجام دینا ہوگا۔''

''اس کے علاوہ ڈیڈی! اس نے درحقیقت گناہ کیا ہے۔ جب اس کے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ ایک شخص ہماری ماں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا تو اسے پہلی فرصت میں ختم کر

دینا چاہئے تھا۔ اس کا خون واقعی سرد ہو گیا ہے۔ اگر وہ شخص میرے سامنے آتا تو میں تو دنیا کی ہر بات کو بھول جاتا۔'' ذیشان نے نمک مرچ لگایا اور میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر میں نے کہا۔

''ذیشان بھائی! آپ کو ساری دولت، ساری جائیداد مبارک ہو۔ میں تو پہلے ہی اس کے حق میں دستبرداری لکھ چکا ہوں۔ ہاں جہاں تک سویرا کی بات ہے تو میں آپ کو اس بات سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ سویرا کو آپ زندگی بھر حاصل نہیں کر سکیں گے چاہے میں آپ کے راستے میں رہوں یا نہ رہوں۔ میں تو جا ہی رہا ہوں آپ نمک مرچ نہ لگائیے بلکہ بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ کو بھی میرے ساتھ اسپین تک کا سفر کرنا چاہئے۔ کیا یہ فرض آپ پر عائد نہیں ہوتا۔''

''مم......میں......میں......میں بھی اگر چلا جاؤں تو پھر ڈیڈی کی دیکھ بھال کون کرے گا۔'' ذیشان نے بوکھلاتے ہوئے کہا اور میں ہنس پڑا۔

''ہاں واقعی۔ آپ کو ڈیڈی کی خبر گیری رکھنی چاہئے۔ جبکہ یہی چیز آپ کے مستقبل کی ضامن ہے۔ ڈیڈی کو شیشے میں اتار کر ہی آپ نے وہ وصیت لکھوائی ہوگی۔ خیر میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دولت کا معاملہ میرے لئے لعنت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن سویرا کے بارے میں آپ ذہن نشین کر لیجئے۔ اگر آپ نے سویرا کی مرضی کے خلاف کچھ کیا تو میں آپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس بات کو ذہن میں رکھئے۔''

''کیا بکواس کر رہا ہے؟'' میرے والد غرائے۔

''کہنے دیجئے اسے ڈیڈی! کہنے دیجئے۔ اس کے خیال میں میں نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں کہ یہ مجھے جان سے مار دے گا۔ لیکن بہرحال سویرا کا جہاں تک معاملہ ہے سویرا ظاہر ہے اپنی پسند سے ہی شادی کرے گی۔''

''اور اس کے لئے میں آپ سے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ ممکن ہے آپ انکل ظاہر کو بھی شیشے میں اتار لیں۔ لیکن آپ سویرا کا دل نہیں جیت سکیں گے۔''

''کیسے بے شرم ہو تم لوگ ہم لوگ اپنے دور میں کسی لڑکی کا تذکرہ تو کجا اپنے باپ سے آنکھ ملا کر بات نہیں کیا کرتے تھے اور تم میرے سامنے ایک دوسرے کی رقابت کا اظہار کر رہے

ہو۔ بہر حال میں کچھ نہیں کہوں گا اور جہاں تک تمہاری اس بات کا تعلق ہے۔ کامران کہ میں نے تمہیں اب تک ان معاملات کے بارے میں کچھ کیوں نہیں بتایا تو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں تمہیں یہ سب کچھ بتا دوں۔ میرے والد نے کہا اور میں نے کچھ وقت کے لئے اپنے دماغ کو ٹھنڈا کرلیا۔ یہ حقیقت معلوم کرنا بھی بہت ضروری تھا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اب یہ تجسس میرے ذہن میں ایک شدت اختیار کر گیا تھا۔ خاص طور سے اس لئے کہ لیومکلارنس کے سلسلے میں کام کرتے ہوئے مجھے اس کے گرد و نواح کا علم بھی ہونا چاہئے تھا۔ میں اور ذیشان ڈیڈی کے سامنے یہ حقیقت معلوم کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ مومل کی حالت ماں کی موت کے بعد خاصی خراب ہو گئی تھی۔ وہ زیادہ تر اپنے بیڈ روم میں ہی رہا کرتی تھی اور اس وقت بھی وہ ہمارے ساتھ نہیں تھی۔ علی داد نے ماضی میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''یہ حقیقت ہے کہ علی مراد شاہ یعنی میرے والد ایک انتہائی دیندار انسان تھے۔ سندھ کے ریگستانوں میں ظلم وستم کی کہانیاں تو بکھری پڑی ہیں۔ وڈیروں میں خاص طور سے ایسے نام بہت کم ہیں جنہوں نے اپنے علاقے اور اس کے رہنے والوں کے ساتھ بہت انصاف کا سلوک کیا ہو۔ میرے والد اسی طرح کے آدمی تھے اور اہل سندھ اور خاص طور سے ہمارے گوٹھ کے آس پاس کے لوگ اور خود گوٹھ والے ان سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھا کرتے تھے۔ میں اپنے والد کی اکلوتی اولاد تھا اور میرے والد خلوص دل سے یہی چاہتے تھے کہ میں دینی علوم حاصل کر کے ایک دیندار وڈیرے کی حیثیت سے منظر عام پر آؤں میرے دل میں خوف خدا ہو اور میں خدا کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کروں اور اس سلسلے میں میرے والد کا رویہ میرے ساتھ بہت سخت تھا۔ کراچی کے کئی علمی اداروں میں مجھے بھیجا گیا لیکن میرا مزاج بالکل مختلف تھا۔ میں یہاں اس شہر میں بہت سی برائیوں میں ڈوبا رہا۔ میرے والد سمجھتے رہے کہ میں یہاں ان کی خواہش کے مطابق دینی علوم حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن میں یہاں رنگ رلیوں میں ڈوبا رہا اور جب انہیں اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے میرے اوپر بے پناہ سختی کی جس کے نتیجے میں میں نے گھر چھوڑ دیا اور اس کے بعد نجانے میں کہاں کہاں بھٹکتا رہا۔ پھر ایک خاندان کے ساتھ ملازم کی حیثیت سے سفر کر کے آخر کار میں اسپین پہنچ گیا۔ میں انتہائی چالاک تھا۔ میں نے یہاں اپنے لئے جگہ بنالی اور نوکری بھی کرنے لگا اور آوارہ گردی بھی کرتا رہا۔ اسپین کے مختلف علاقوں میں ابتداء میں مجھے چھپنا پڑا تھا اور اس کے

بعد میں نے یہاں کی شہریت حاصل کر لی۔ اب اسپین کے شراب خانے اور جوئے خانے میرے قدموں کے نیچے تھے۔ میں نے یہاں اچھی خاصی رقم بھی کمائی تھی۔ پھر ایک رات میری ملاقات ایک جوئے خانے میں لیومکلارنس سے ہوئی۔ جوئے کی ایک میز پر وہ میرا ساتھی تھا اور اتفاق ہی تھا کہ اس رات میں ہارتا ہی چلا گیا اور لیومکلارنس نے میری بہت بڑی رقم جیت لی۔ جیتنے والا ہمیشہ ہی خوش ہوتا ہے۔ اس نے عالم خوشی میں مجھ سے دوستی کی فرمائش کر ڈالی اور اپنے بارے میں مجھے بتاتے ہوئے کہا کہ وہ اکیلا انسان ہے اس کی ایک چچی ہے جو اس سے محبت کرتی ہے اس نے مجھے اپنی چچی کے مکان پر آنے کی دعوت دی اور میں اس کی دعوت پر اس کے گھر پہنچ گیا۔ اس کی چچی بیوہ تھی اور اپنی ایک بیٹی کے ساتھ ایک چھوٹے سے مکان میں رہا کرتی تھی۔ اس بیٹی کی شادی لیومکلارنس سے طے ہو چکی تھی اور یہی کیروشیا عینی شل تھی۔ ایک انتہائی خوبصورت' انتہائی حسین اور دلکش لڑکی جسے دیکھ کر دل کے تار جھنجھنا اٹھیں۔ اس بات کے گواہ تم خود بھی ہو کہ کیا تمہاری ماں دنیا کی حسین ترین عورت نہیں تھی۔ بہر حال یہ سارا سلسلہ چلتا رہا۔ میں خصوصی طور پر لیومکلارنس کی چچی کے گھر جاتا رہا اور وہاں جانے کا مقصد صرف کیروشیا تھی۔ مجھے پتہ چلا کہ کیروشیا خود لیومکلارنس سے نفرت کرتی ہے۔ کیونکہ وہ بری عادتوں کا مالک تھا۔ لیکن لیومکلارنس کیروشیا کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کی ہر چیز کو ٹھکرانا پسند کرتا تھا اور وہ ہمیشہ ہی اس کی دلجوئی کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ بہر حال کچھ عرصے کے بعد میں کیروشیا سے اظہار محبت کیا۔ تو وہ میرے سینے سے آ لگی۔ اس نے کہا کہ خود اس کے دل میں میرے لئے بے پناہ محبت ہے۔ بہر حال اس کے بعد ہم چھپ چھپ کر ملاقاتیں کرنے لگے اور یہ بات کیروشیا کی ماں کو بھی معلوم ہو گئی۔ لیکن اس نے کسی طرح کی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس نے ایک دن مجھ سے کھل کر بات کی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

''بیٹے! تم کون ہو کیا ہو؟ مجھے اس کے بارے میں مکمل تفصیلات تو معلوم نہیں ہیں لیکن اتنا میں جانتی ہوں کہ تم ہر قیمت پر لیومکلارنس سے بہتر انسان ہو۔ وہ بری عادتوں کا مالک ہے۔ آوارہ مزاج لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے اور اس کا کردار بہت ہی گھناؤنا ہے۔ لیکن میں تمہیں ایک بات بتا دوں۔ وہ یہ کہ اگر میں کیروشیا کی شادی تم سے کرنا چاہوں تو لیومکلارنس تمہارا بدترین دشمن بن جائے گا اور اس کی دشمنی آسان نہیں ہوگی۔ اس کے لئے میں تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتی

ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ یہ کہ ہم اپنے تمام اثاثے فروخت کر کے یہاں سے انگلینڈ فرار ہو جائیں اور وہاں کسی گمنام گوشے میں اپنے لئے جگہ بنالیں۔ کیا تم اس کے لئے تیار ہو گے؟"

"ہاں...... دراصل میرا اپنا خاندان پاکستان میں ہے اور میں ایک بہت اچھے اور دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ لیکن میرے والد کی ناراضگی مجھے یہاں تک لے آئی ہے۔"

"خیر یہ سارے عمل ہم بعد میں کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کبھی تمہارے اور تمہارے والد کے درمیان تعلقات بہتر ہو جائیں۔ ایسی شکل میں اگر تم چاہو تو کیروشیا کو لے کر اپنے وطن چلے جانا ورنہ جہاں تقدیر تمہارے لئے آب و دانہ لکھ دے۔ ہم لوگ یہ بات کر رہے تھے لیکن لیومکلارنس نے اسی گھر کے ایک ملازم کو اپنا راز دار بنا رکھا تھا اور اس نے لیومکلارنس کو یہ اطلاع دے دی۔ چنانچہ لیومکلارنس نے مجھ سے باز پرس کی اور اس سلسلے میں میری اس کی لڑائی ہو گئی لیکن لڑائی میں وہ مجھ سے ہار گیا۔ میں نے اسے اچھا خاصا زخمی کر دیا تھا۔ اس نے اپنی چچی سے اس کا تذکرہ تو نہیں کیا۔ لیکن اسپین کے کچھ بدمعاشوں کو اس نے میرے پیچھے لگا دیا اور انہیں رقم دی کہ وہ مجھے قتل کر دیں لیکن قدرت مجھے بچاتی رہی۔ ایک دو مواقع ایسے آئے جب مجھے ویران جگہوں پر گھیرا گیا لیکن خدا کے فضل و کرم سے میں پاکستان کی سرزمین پر پیدا ہوا اور ان لوگوں میں سے رہا جو دشمن کو ہمیشہ شکست دیتے چلے آئے ہیں۔ بہر حال وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا اور ہر طرح سے مات کھانے کے بعد بھی اس نے ہمت نہیں ہاری۔ البتہ میں بے حد محتاط ہو گیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ مجھ قتل کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ میں اس بات سے محتاط رہتا تھا کہ وہ کیا نئی چال چل رہا ہے۔ بہر حال اس نے ہر طرح کی کوشش کی یہاں تک کہ ایک بار اس نے میرے پاس سے منشیات کا ایک ذخیرہ بھی برآمد کرایا۔ جس کے نتیجے میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے اپنے بھرپور تعلقات سے کام لے کر میرے خلاف ایک پورا کیس بنوا دیا تھا اور مجھے باقاعدہ کسی گروہ سے منسلک قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ مجھے زبردست اذیتیں دے کر مجھ سے پوچھا گیا کہ میرے گروہ کے افراد کہاں ہیں۔ ان اذیتوں کے نشان آج بھی میرے بدن پر موجود ہیں۔ میرے جسم کو گرم لوہے سے داغا گیا اور پھر تاروں والے کوڑے سے اچھی طرح مجھے مارا گیا۔ یہ

کہتے ہوئے علی شاہ نے اپنے جسم کے سارے نشانات ہم دونوں بھائیوں کے سامنے عریاں کر دیئے۔ ان کے جسم پر لمبے لمبے سفید داغ بنے ہوئے تھے اور سارا جسم ان داغوں سے بھرا ہوا تھا۔ پھر وہ بولے۔

"مارنے پیٹنے کے بعد انہوں نے مجھے سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا چونکہ مجھے منشیات کا مجرم قرار دیا تھا۔ بہر حال جس دن مجھے سزائے موت دی جانے والی تھی۔ اس رات نجانے کس طرح میری گلوخلاصی ہو گئی اور میں حیرت انگیز طور پر جیل سے باہر نکل آیا۔ جب میں جیل سے باہر پہنچا تو مجھے ایک عورت چادر میں لپٹی ہوئی نظر آئی۔ یہ کیروشیا تھی۔ کیروشیا کو میرے بارے میں تمام تر معلومات حاصل تھیں۔ سزائے موت کے ایک مجرم کو رشوت دے کر بچانا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن کچھ کیروشیا کا حسن اور کچھ دولت جو اس نے اپنے تمام تر ذرائع سے حاصل کر کے رشوت کے طور پر پیش کی تھی' کام کر گئی۔ کیروشیا نے درحقیقت میری زندگی بچانے کے لئے بہترین منصوبہ بندی کی تھی۔ بات یہیں تک محدود نہیں تھی بلکہ اس نے میڈرڈ سے وسکاپا کے لئے بہترین بندوبست کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ہم اسپین کے دارالحکومت میڈرڈ سے وسکاپا روانہ ہو گئے۔ وسکاپا پہنچ کر ہم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شادی کر لی لیکن یہ بات میں بھی جانتا تھا اور کیروشیا بھی کہ اسپین میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔ سزائے موت کے ایک مجرم کا اس طرح بھاگ نکلنا معمولی بات نہیں تھی اور ایسا ہی ہوا۔ بڑے بڑے اخبارات میں میرے فرار کی کہانی شائع ہو گئی اور میری تصویریں بھی چھپ گئیں۔ اس سلسلے میں لیومکلارنس پیش پیش تھا اور وہ میرے بارے میں ہر طرح کی معلومات حکومت کو فراہم کر رہا تھا۔ ہم دونوں کو یہ خوف ہوا کہ حکومت اسپین میڈرڈ سے وسکاپا تک کے سفر میں ضرور معلومات حاصل کرے گی۔ چنانچہ ہم لوگ کوشش کرنے لگے کہ جس طرح بھی بن پڑے ہم یہاں سے کہیں باہر نکل جائیں اور اس سلسلے میں ہم نے کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ہم خلیج لسبکے پہنچ گئے۔ یہاں ہماری ساز باز نے ہمیں ایک جہاز تک پہنچایا جو پرتگال جا رہا تھا۔ پرتگال اسپین کے مغرب میں واقع ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے ہم نے انتظامات کر لئے تھے لیکن عین اس وقت جب جہاز اپنا لنگر اٹھانا چاہتا تھا اچانک ہی ایک کشتی جہاز کے قریب آ گئی۔ اس کشتی پر میڈرڈ کی پولیس اور کچھ دوسرے افراد اور حکام سوار تھے۔ انہوں نے جہاز کے کپتان سے کہا کہ وہ لوگ ایک مجرم کی تلاش میں ہیں اور جہاز کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ اس وقت

میں بھی جہاز کے عرشے پر کھڑا ہوا تھا اور اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لیومکلارنس بھی اعلیٰ حکام کے ساتھ ہے۔ میرے اوسان خطا ہو گئے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ میری ہی تلاش میں یہاں تک آئے ہیں اور پھر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ میں اپنے آپ کو لیومکلارنس سے نہ چھپا سکا۔ اس نے مجھے پہچان لیا اور پولیس کو میری جانب متوجہ کر دیا۔ خوف نے میرے سارے وجود میں تھرتھری پیدا کر دی تھی۔ میں نے فوراً ہی وہاں سے دوڑ لگائی اور جہاز کے کپتان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے اپنے جسم کے نشان دکھاتے ہوئے کہا کہ کیا تم بھی ایک انسان ہونے کی حیثیت سے میری مدد نہیں کرو گے۔ یہ لوگ میرے دشمن ہیں اور مجھے زبردستی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مجھے اذیتیں دے دے کر مار دیں گے۔ اگر تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا تو میری بیوی پر رحم کرو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو اس جہاز پر جو ہو گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ میں ان میں سے جتنے افراد کو مار سکتا ہوں انہیں قتل کر دوں گا اور اس کے بعد خود بھی مر جانا پسند کروں گا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ جہاز کا سیکنڈ آفیسر ایک دلیر اور مجاہد قسم کا آدمی تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر وہ تمہیں اور تمہاری بیوی کو پکڑنا چاہیں گے تو میں انہیں بھون کر رکھ دوں گا۔ اس نے دونوں ریوالور نکال کر ہاتھوں میں لے لئے اور انہیں نشانہ بنا لیا۔ اس کے اس عمل نے دوسرے لوگوں کو بھی میری جانب متوجہ کر دیا اور وہ مجھ رحم کی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور اس کے بعد ملاحوں نے بغاوت کر دی کیونکہ سیکنڈ آفیسر ایک خاص طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ پرتگالی تھا اور اس کے ساتھی ملاح بھی پرتگالی تھے۔ سب نے اسلحہ اٹھا لیا اور پولیس پر تان کر کھڑے ہو گئے۔ سیکنڈ آفیسر نے غراتے ہوئے کہا۔

''اگر اس شخص کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی گئی تو اس جہاز پر جو کچھ بھی ہو گا اس کے ذمہ دار تم لوگ خود ہو گے۔ کپتان نے دیکھا کہ جہاز کا سارا عملہ میری جانب ہو گیا ہے اور میں تو اسے خدا کی رحمت ہی سمجھتا ہوں کہ ایسے عالم میں اس نے میرے لئے اتنے ہمدرد پیدا کر دیئے تھے۔ بہرحال یہ لوگ باقاعدہ جنگ کے لئے تیار تھے اور ہتھیار تانے کھڑے ہوئے تھے۔ اسپینی پولیس کے افراد آپس میں باتیں کرنے لگے اور پھر ان میں سے دو افراد آگے بڑھے اور ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''تم لوگ قانون کا راستہ روک رہے ہو۔ ہم تمہیں گرفتار کر سکتے ہیں۔''

''نہیں آفیسر! یہ جہاز ہے اور سمندر میں ہے ہم تمہاری بندرگاہ پر ہیں لیکن تمہاری ملکیت نہیں ہیں اور تم یہ بات جانتے ہو کہ جہازوں پر کپتان کا قانون چلتا ہے۔ یہ مسلح افراد اگر تم پر حملہ آور ہو گئے تو میں انہیں روک نہیں سکوں گا۔ بہرحال اگر تم لوگ امن سے زندگی گزارنا چاہتے ہو تو جاؤ' جہاز سے نیچے اتر جاؤ اور واپس چلے جاؤ۔ ہم لوگوں نے لنگر اٹھا دیئے ہیں ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔ اسپینی پولیس کے افراد آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ ان میں سے کوئی ایک سمجھدار آدمی بھی تھا۔ اس نے غالباً یہی کہا کہ بات درست ہے۔ جہاز پر کپتان کا قانون ہوتا ہے۔ بے شک یہ ابھی اسپین کی سمندری حدود میں ہے لیکن بہرحال ایک غیر ملکی جہاز ہے اور ہمیں سمندر کے قانون کا پاس کرنا چاہئے۔ یہ بات دوسرے لوگوں کے دماغوں تک بھی آ گئی۔ لیومکلارنس نے یہاں بدترین ہزیمت اٹھائی اور کشتیاں واپس جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔ لیومکلارنس اپنی کشتی پر کھڑے ہو کر چیخا۔

''تم سن لینا علی داد! میری بات سن لینا۔ ایک نہ ایک دن میں تم دونوں سے ضرور انتقام لوں گا۔ چاہے تم دنیا کے کسی بھی گوشے میں ہو لیکن میں تمہیں ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور جس دن مجھے تمہارے بارے میں علم ہو گیا وہ دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔'' بہرحال اس کے بعد ہم لوگ پرتگال پہنچ گئے اور میرے بچو! تم نے اسپین میں جنم نہیں لیا۔ بلکہ تم پرتگال میں پیدا ہوئے تھے وہ تو بعد کی بات ہے کہ خاصے عرصے کے بعد جب ہمیں اطلاع ملی کہ کیروشیا کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے۔ تو ہم چھپتے چھپاتے اسپین پہنچے تھے اور وہاں اسپین کے ایک اور شہر سویلے میں زندگی گزاری تھی۔ تم لوگوں کو سویلے اچھی طرح یاد ہو گا۔ لیومکلارنس کو اس بات کا شبہ بھی نہیں ہو گا کہ ہم اسپین واپس آ سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم سویلے میں اس کی نگاہوں سے چھپے رہے اور آخرکار جب مجھے اپنا وطن یاد آیا تو میں تم لوگوں کو لے کر تمہاری ماں کے ساتھ یہاں پہنچ گیا لیکن یہ میری زیادہ بڑی غلطی تھی۔ اگر میں سویلے میں ہی قیام کرتا تو لیومکلارنس دھوکے میں رہتا اور یہی سوچتا رہتا کہ میں اب اسپین کبھی واپس نہیں آؤں گا۔ لیکن یہاں ہمارے وطن میں اسے امید تھی کہ میں کبھی نہ کبھی واپس ضرور آؤں گا اور اس نے یقینی طور پر یہاں اپنے جاسوس چھوڑ رکھے ہوں گے۔ وہ اتنا ہی برا انسان تھا۔ کیروشیا کو اس نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تھا اور آخرکار......آخرکار......''

اتنا کہنے کے بعد علی داد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپالیا اور زاروقطار رونے لگے۔ میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''آہ۔ کاش! آپ یہ ساری باتیں پہلے ہی بتا دیتے تو آج میری ماں زندہ ہوتی لیکن اب میری زندگی کا مقصد بدل چکا ہے۔ بالکل ہی مقصد بدل چکا ہے میرا۔ میں اسپین جانا چاہتا ہوں۔''

''ہاں! تمہیں اسپین جانا چاہئے۔ میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں اور اطمینان رکھو اس وقت تک زندہ رہوں گا جب تک تم مجھے یہ اطلاع نہ دے دو گے کہ تم نے اپنی ماں کا انتقام لے لیا ہے۔'' میں درحقیقت پرجوش تھا حالانکہ میرے دل پر کچھ ایسے داغ لگے تھے۔ جنہوں نے مجھے شدید سوزش کا شکار کر دیا تھا۔ نجانے کیوں مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ماں کی موت کے بعد اب اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ اپنے بھائی کا رویہ میں دیکھ چکا تھا اور مجھے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ دولت کے لالچ میں مبتلا ہو کر اپنی محبت بیچ چکا ہے۔ وہ والد صاحب کی تمام جائیداد ہڑپ کرنے کے چکر میں ہے۔ جہاں تک والد صاحب کا معاملہ تھا میں ان میں بھی ایک عجیب بات محسوس کر رہا تھا۔ حالانکہ نہ تو میں کوئی نافرمان بیٹا تھا نہ ہی میں نے کبھی والد صاحب کی شان میں ایسی کوئی گستاخی کی تھی۔ جس کی بناء پر وہ مجھ سے برگشتہ ہو جاتے۔ یہ دونوں باتیں نہیں تھیں۔ تو پھر انہوں نے اپنی جائیداد اور دولت اپنے بڑے بیٹے کے نام کیوں کر دی تھی۔ میں چاہتا تو اس پر شدید احتجاج کر سکتا تھا۔ نہ صرف احتجاج بلکہ اپنا حق وصول کرنے کے لئے میں کوئی بھی سخت قدم اٹھا سکتا تھا۔ مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ میرا سب سے بڑا رقیب میرا بھائی ہی ہے اور بھلا اس کے لئے اس سے اچھا موقع بھلا اور کون سا ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے ایک ایسی مہم پر روانہ کر دے جس میں میرا مقابلہ ایک ایسے شخص سے ہو جو باآسانی ایک عورت کو قتل کر سکتا ہے اور جس کے بارے میں مجھے یہ علم ہو چکا تھا کہ وہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے اور بری صحبتوں میں رہ چکا ہے۔ لیکن بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ماں کی موت کا انتقام لینا میرا ہی فرض ہے اور حقیقت یہ ہے کہ شاید جذبات اور احساسات ہی خواب بنے جاتے ہیں۔ میں نے خواب میں اپنی ماں کو دیکھا جو میرا دامن پکڑے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ غالباً یہ انسان کا احساس ہی ہوتا ہے جو ایسے توہمات کو لفظوں کی تراش سے مرثاں کر لیتا ہے۔ حالانکہ میری ماں نے

اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ لیکن اس کی شکایت بھری نگاہیں اور اس کا انداز صاف ظاہر کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ میں اس کی موت کا انتقام لوں۔ چنانچہ میں اپنے باقی ہر مفاد کو ٹھکرا کر اپنی ماں کی یہ آرزو پوری کرنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ایک اور چہرہ بھی موجود تھا۔ ظاہر ہے یہ سویرا کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔ روانگی سے پہلے مجھے سویرا سے ملاقات ضرور کرنا تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ انکل ظاہر جو میرے والد کے اپنے اچھے دوست ہونے کے باوجود میری ماں کی موت تک میں شرکت کرنے نہیں آئے تھے' مجھ سے کس قدر نفرت کرنے لگے ہیں اور یقینی طور پر وہ مجھے سویرا سے ملاقات کا موقع نہیں دیں گے۔ لیکن اس سلسلے میں اب ہر خطرے سے کھیلنے کے لئے تیار تھا اور ویسے بھی اب میرے مزاج میں ایک جنون سا پیدا ہو گیا تھا۔ ماں کی موت کا انتقام لینے کے لئے ظاہر ہے مجھے بہت ہی محبت بھرے ماحول سے نہیں گزرنا ہوگا۔ بلکہ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔ چنانچہ ہر طرح کے خطرات کو مول لینا اب میری فطرت کا ایک حصہ ہونا چاہئے اور اس وقت یہی تصور انکل ظاہر علی کے لئے میرے اندر موجود ہونا چاہئے۔ وہ اپنی جگہ حق بجانب تھے لیکن ذرا سا لالچ ضرور کر رہے تھے وہ اور مسئلہ یہ تھا کہ انہیں اصولی طور پر ہماری محبت تسلیم کر لینی چاہئے تھی۔ انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی ملکیت پر اپنا ہی حق رکھتا ہے اور یہ پسند نہیں کرتا کہ دوسرا اس پر اپنا حق جتائے بہرحال ہم معلومات حاصل کرتے رہے اور پھر ہمیں ایک ایسے سمندری جہاز کا علم ہوا جو پرتگال ہی کی ملکیت تھا لیکن اسپین کے لئے روانہ ہونے والا تھا۔ سمندری جہاز کے ذریعے سفر کا فیصلہ میرا اپنا ہی تھا۔ اصل میں زندگی کے بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جو انسان اپنے طور پر ہی طے کرتا ہے۔ سمندری جہاز سے سفر کی خواہش میرے دل میں ہمیشہ سے تھی حالانکہ والد صاحب نے کہا تھا کہ اگر جانا ہی ہے تو ہوائی جہاز سے کیوں نہ چلا جائے۔ لیکن میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ سمندری سفر کی اجازت دے کر میری ایک دیرینہ خواہش پوری کر دیں۔ میرے دل میں بڑی خواہش ہے اور پھر کون جانے میں اپنی ان کوششوں میں اپنے دشمن پر قابو پا بھی سکوں یا نہیں۔ یہ خواہش دل کی دل میں نہ رہ جائے۔ چنانچہ پینیڈ وسا نامی ایک جہاز جو اسپین جانے کے لئے ساحل پر لنگر انداز ہوا تھا میرے کام آ سکتا تھا۔ میں نے والد صاحب کی کوششوں سے اس پر اپنے لئے نشست حاصل کر لی اور مطمئن ہو گیا۔ پینیڈ وسا دو دن کے بعد اپنا لنگر اٹھانا چاہتا تھا اور ان دو دنوں

میں مجھے کسی نہ کسی طرح سویرا سے ملاقات کر لینی تھی۔ پھر جب پینڈو سا کی روانی میں صرف سوا گھنٹے باقی رہ گئے تو میں نے ہمت کی اور سیدھا انکل ظاہر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ ملازم وغیرہ مجھے جانتے تھے اور ظاہر ہے انکل ظاہر ملازموں سے تو اس سلسلے میں کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ مجھے اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ لیکن بدقسمتی یہ کہ پہلی ملاقات انکل ظاہر سے ہی ہوگئی۔ انہوں نے میری شکل دیکھی اور چونک کر کھڑے ہو گئے۔ کسی کام سے نکلے تھے۔ مجھے غور سے دیکھنے لگے۔ میں پروقار انداز میں چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

''میں جانتا ہوں انکل! آپ میری آمد کو کس نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن براہ کرم غصے کا اظہار کرنے سے پہلے مجھ سے کچھ بات کر لیجئے۔ یہ بہت ضروری ہے۔'' شاید میرے لہجے کا ٹھوس پن تھا یا پھر انکل ظاہر کے اندر ہی کی کوئی شرافت کی لہر بیدار ہوگئی تھی۔ انہوں نے ایک لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

''آؤ......'' اور پھر وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے اپنے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ البتہ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر انہوں نے میرے خیالات کی نفی کر دی۔ وہ کہنے لگے۔

''یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں کوئی معزز مہمان سمجھ کر یہاں تک لے آیا ہوں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر شریف آدمی اپنی عزت سے ڈرتا ہے۔ تم تو اپنی عزت کھو چکے ہو لیکن لوگ مجھے ابھی تک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں آ کر جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہو کہو اور یہاں سے شرافت کے ساتھ چلے جاؤ۔''

''انکل! آپ نے بہتر طریقے سے دوستی نبھائی ہے جبکہ میرے والد علی داد آپ کو ایک اچھے دوست کی حیثیت سے یاد کیا کرتے تھے۔ بات میری اپنی ذات کی تھی لیکن آپ نے میری ماں کی موت کی تعزیت بھی نہیں کی۔ بہرحال یہ آپ کا اپنا فعل تھا۔ میں آپ کو تھوڑی سی تفصیل بتانا چاہتا ہوں میری ماں کو قتل کیا گیا تھا اور میری ماں کا قاتل اسپینش ہے اور اسپین واپس چلا گیا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس سے اپنی ماں کے قتل کا انتقام لوں گا اور اس کے لئے میں اسپین جا رہا ہوں۔ اسپین جانے سے پہلے میں سویرا سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اس سے پہلے انکل ظاہر کسی قدر نرم انداز میں مجھ سے مخاطب تھے۔ لیکن میرے آخری الفاظ پر وہ بھڑک اٹھے۔

''سویرا سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے اپنے دماغ سے یہ خناس نکال دو۔ میں تمہیں اس

سے ملنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

''جی انکل! بات اصل میں یہ ہے کہ کسی شخص سے اس کے گھر جا کر انتقام لینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کر لیا ہے اور جب انسان کسی ایسے مشن کو اپنے آپ پر مسلط کر لیتا ہے تو اس کے اندر ایک مجرمانہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ سویرا میری محبت ہے۔ آپ سے خاص طور سے یہ بات کہے دیتا ہوں کہ جب تک آپ کو میری موت کی اطلاع نہ مل جائے۔ سویرا کو کسی اور سے منسلک کرنے کے بارے میں خواب میں بھی نہ سوچئے گا۔ چونکہ ایک شخص کو قتل کرنے کے بعد دوسرے کو قتل کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔ جھجک صرف پہلی ہی بار ہوتی ہے اور میں اگر پاکستان واپس آیا تو ایک شخص کا قاتل بن کر واپس آؤں گا۔ سمجھ رہے ہیں نہ آپ اگر آپ اسے دھمکی یا بدتمیزی تصور کرتے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ بہرحال میں برا انسان بن چکا ہوں۔ مگر جو کچھ کہا ہے اسے ذہن میں رکھئے اور اس وقت آپ یہ سمجھ لیجئے کہ سویرا سے ملنا میرے لئے انتہائی ضروری ہے اور اگر آپ نے مجھے اس کی اجازت نہ دی تو میں آپ کے گھر میں اتنی تباہی مچاؤں گا کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ باہر لوگ جمع ہو جائیں گے اور میں انہیں بتاؤں گا کہ میں اس شخص کی بیٹی سے محبت کرتا ہوں اور وہ بھی مجھے دل و جان سے چاہتی ہے اور یہ شخص ہمارے راستے کی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ آپ سوچ لیجئے کہ کیا آپ اس کے بعد اس کوٹھی میں رہ سکیں گے۔ میں اس سے ایک شریفانہ ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اس کی اجازت دے دیجئے۔ انکل ظاہر علی کا چہرہ پہلے تو غصے سے سرخ ہوا تھا لیکن اس کے بعد غالباً مصلحت کے تحت انہوں نے حقیقت پر غور کیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگے۔

''تم ایسا کر سکتے ہو۔ لیکن یہ سوچ لو کہ اس کے باوجود تم میری بیٹی سے شادی کی خواہش دل میں رکھتے ہو۔ ایک تم ہو اور دوسرا تمہارا بھائی ہے کتنا فرق ہے تم دونوں میں۔''

''فضول باتوں کے لئے نہ میرے پاس وقت ہے انکل! اور آپ کو بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے' میں آپ کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔''

''میں تمہیں اس سے ملائے دیتا ہوں لیکن میرے اپنے سامنے رہو گے تم۔''

''جی نہیں۔ آپ کا سامنے رہنا بالکل غلط ہوگا۔ دو محبت کرنے والوں کے درمیان آپ کی ٹانگ بالکل نہیں پسند کی جائے گی۔''

''انتہائی ذلیل انسان ہو تم۔ تو تمہارا مطلب ہے کہ میں تم دونوں کو ایک کر کے
آزاد چھوڑ دوں۔''

''نہیں۔ ہم آپ کی کوٹھی کے پچھلے لان میں ایک دوسرے سے ملاقات کر لیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے لیکن میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا۔'' میں انکل ظاہر علی کی بے
اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

''بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن آپ اتنے فاصلے پر رہیں گے کہ ہماری باتیں آپ کے کانوں
تک نہ پہنچ پائیں۔'' انکل ظاہر علی دانت پیس کر اپنی جگہ سے اٹھے تھے اور پھر انہوں نے کہا۔

''آؤ......'' اس کے بعد وہ مجھے اپنی کوٹھی کے پچھلے لان پر لے گئے۔ یہاں ایک
خوبصورت حوض بنا ہوا تھا جس میں مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ حوض کے کنارے بنچیں بچھائی گئی تھیں
خوبصورت سنگ مرمر کی ایک بینچ پر بیٹھ کر میں انتظار کرنے لگا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ انکل ظاہر علی کچھ
ملازموں کو لے کر آتے۔ وہ مسلح ہوتے اور آتے ہی میری مرمت شروع کر دیتے لیکن اس وقت
میں اپنے آپ کو ان تمام کاموں کے لئے تیار کر کے آیا تھا۔ چنانچہ محتاط انداز میں بیٹھا رہا لیکن
تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے سویرا کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے میری
جانب آ رہی تھی۔ انکل ظاہر علی بھی اس کے ساتھ تھے۔ لیکن پھر وہ کافی فاصلے پر رک گئے۔ وہ کینہ
توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور میں جانتا تھا کہ اس وقت ان پر کیا بیت رہی تھی لیکن مسئلہ
میرے لئے بھی زندگی موت کا تھا۔ یہاں تک کہ سویرا میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔
میں نے کہا۔

''کیسی ہو سویرا؟''

''جیسی ہوں تمہارے سامنے ہوں لیکن تم آ کیسے گئے؟ اور تم نے ڈیڈی کو کس طرح
راضی کر لیا کہ وہ مجھے تم سے ملنے دیں......'' میں نے ایک نگاہ دور کھڑے ہوئے ظاہر علی پر ڈالی اور
اس کے بعد سویرا کو سامنے والی بینچ پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے بولا۔

''بیٹھو سویرا...... مجھے تم سے خاصی طویل گفتگو کرنی ہے۔'' میرے اشارے پر وہ
سامنے والی بینچ پر بیٹھ گئی۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی چونکہ ویسے بھی میں
ایک پاکستانی نوجوان ہوں بے شک میری پرورش اسپین میں ہوئی لیکن میں وہاں کی زندگی سے اتنا

متاثر نہیں تھا کہ اپنے ہاں کے اقدار کو بھول جاتا۔ میں نے سویرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بدنصیبی یہ ہے کہ ہم بہت سے رشتوں کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ لیکن وہ رشتے
ہمارا احترام نہیں کرتے اور بات کبھی کبھی اس حد تک آگے بڑھ جاتی ہے کہ خود اپنے عمل پر افسوس
ہونے لگتا ہے۔'' میں نے مختصر الفاظ میں سویرا کو بتایا کہ میں نے کیا گفتگو کر کے ظاہر علی کو اس سے
ملاقات کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ سویرا نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس مشن میں تم تنہا نہیں ہو کامران! یہ مت سمجھنا کہ عارضی طور پر ڈیڈی نے مجھ پر جو
پابندی لگائی ہے وہ ایک مستقل پابندی ہے۔ ہرگز نہیں میں ہر قیمت پر اپنی اس محبت کو پروان
چڑھاؤں گی۔ مجھے علم ہو چکا ہے کہ آنٹی سلطانہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ لیکن ڈیڈی نے انتہائی سنگدلی کا
مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی پرانی دوستی کا بھی خیال نہیں کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہماری محبت
کے درمیان کتنی بڑی رکاوٹ بن رہے ہیں لیکن تم فکر مت کرو۔ میں تمہارے شانہ بشانہ ہوں ہم
دونوں اس رکاوٹ کو عبور کر لیں گے۔''

''ہاں یقیناً۔ لیکن اس وقت تمہارے لئے ایک بری خبر ہے۔''

''آہ! میرے لئے تو بے شمار بری خبریں ہیں۔ بتاؤ بری خبر کیا ہے؟'' اور میں نے اسے
تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ وہ کچھ لمحے کے لئے تو ساکت رہ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

''کیا یہ ایک بے حد خطرناک قدم نہیں ہے؟''

''ہے...... لیکن میں نے اپنی ماں کی لاش پر قسم کھائی ہے۔'' سویرا کچھ دیر سوچتی رہی۔
پھر اس نے پرعزم لہجے میں کہا۔

''اور ایک اچھی ساتھی ہونے کی حیثیت سے تمہارے اس مشن کی حمایت کرتی ہوں
جاؤ...... اور ہمت کے ساتھ جاؤ۔ تم واپس آؤ گے اور میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔'' سویرا نے
کچھ اس طرح میری ہمت بڑھائی کہ میرا دل ہاتھوں بڑا ہو گیا۔ بہرحال اس سے ایک بہت ہی
اطمینان بخش ملاقات کر کے میں گھر واپس لوٹا اور اپنی روانگی کی تیاریاں کرنے لگا۔ پتہ نہیں یہ حرف
اداکاری تھی یا درحقیقت مجھ سے جدائی کے ان لمحات میں خصوصاً میری بہن اور والدہ کافی نرم ہو گئے
اور ان کے انداز میں نمایاں تبدیلی رونما ہو گئی۔ مومل مجھ سے لپٹ کر خوب روئی' والد صاحب نے
بھی گلوگیر لہجے میں کہا۔

''ہم بہت زیادہ جذباتی ہوئے تھے بیٹے! لیکن تم جس مشن پر جا رہے ہو وہ آسان نہیں ہے وہ ان لوگوں کی آبادی ہے' ان لوگوں کی بستی ہے' تم......''

''ہاں ڈیڈی! میں وہاں جاؤں گا اور اپنا کام کر کے یقیناً واپس آؤں گا۔''

''میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

''صرف انتظار نہیں بلکہ اگر آپ کے دل میں میرے لئے گداز پیدا ہوا ہے تو صرف اور صرف ایک بات کا خیال رکھئے۔ نہ مجھے آپ کی جائیداد چاہئے نہ دولت لیکن ڈیڈی اگر میں زندہ واپس آیا اور سویرا میرے بھائی کی تحویل میں چلی گئی تو میں سارے رشتے بھول جاؤں گا۔ میں اسی طرح ذیشان کو قتل کر دوں گا جس طرح میں لیومکلارنس کو قتل کر کے واپس آؤں گا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر میری واپسی نہ ہو تو ذیشان کی زندگی بچ جائے۔''

''ایسی بات مت کہو۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں ظاہر علی کا کیا نظریہ ہے۔ ہمت کے ساتھ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔'' پھر والد صاحب مجھے بہت سی نصیحتیں کرتے رہے۔ خصوصاً انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں براہ راست میڈرڈ نہیں جاؤں بلکہ میرا قیام سویلے میں ہونا چاہئے۔ سویلے کے بارے میں میرے والد صاحب نے مجھے خاصی تفصیلات بتا دی تھیں۔ بہرحال اس کے بعد سارے انتظامات ہو گئے اور آخرکار میں اپنے سمندری جہاز پر پہنچ گیا جس کا نام پینڈورا تھا اور جو مجھے لے کر روانہ ہونے والا تھا۔ ایک بہت ہی خوبصورت جہاز تھا۔ جس کا سفر میرے لئے انتہائی دلکش ثابت ہوا اور یہ سمندر سفر بڑا مختصر اور خوبصورت رہا اور آخرکار میں انتہائی محفوظ طریقے سے سیڈز کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ سرزمین اسپین پر پہلا قدم رکھنے کے بعد میں نے اپنی ذہنی قوتوں کو آواز دی۔ بے شک میری ماں اسی سرزمین کی باشندہ تھی۔ بے شک میں اور میرے بہن بھائی پرتگال میں پیدا ہوئے تھے لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے یہاں کی فضاؤں میں کیروشیا اور بعد کی سلطانہ کی خوشبو رچی ہوئی لگتی تھی۔ اپنے والد کی زبانی میں یہ بات سن چکا تھا کہ اب میرے ننھیال میں کوئی باقی نہیں بچا تھا۔ ویسے بھی کون تھا سوائے میری نانی کے۔ نانی کہاں رہتی تھی۔ اسپین میں۔ کون سے علاقے میں' اس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن بہرحال میں اسپین میں اجنبی تھا اور ایک اجنبی شخص کو دیار غیر میں اتنا بڑا مشن لے کر آتے ہوئے خوف تو محسوس ہوتا ہی ہے۔ جو ایک انسان کی حیثیت سے میرے دل میں بھی موجود تھا۔ اخراجات کے معاملے میں بے

شک میرے والد نے مجھے اچھی خاصی رقم دے دی تھی۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھے کتنا عرصہ یہاں گزارنا ہو گا۔ بہرحال میں بڑی ذہانت سے کام لے کر اپنے سارے اقدامات کر رہا تھا۔ مثلاً وہ ضروری امور جو امیگریشن کے قوانین کے مطابق ہوتے ہیں' طے کرنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب مجھے روپوش ہو جانا چاہئے اور اس وقت نمودار ہونا چاہئے جب یہاں سے واپسی کا پروگرام بناؤں۔ میں نے اس سلسلے میں بڑے مناسب فیصلے کئے تھے۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے اپنے تمام کاغذات وغیرہ ایک بنک کے لاکر میں رکھوائے۔ لاکر کے حصول کے لئے مجھے بڑی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ بہرحال میرے نقوش میں تھوڑے سے نقوش میری ماں کے بھی شامل تھے۔ اس لئے اسپین کے باشندے ایک نگاہ میں یہ نہیں پہچان سکتے تھے کہ میں پاکستانی جوان ہوں یا اسپینش ہوں اور اس کے علاوہ اس وقت ایک اور چیز میرے کام آ رہی تھی جو میں نے اپنی ماں سے سیکھی تھی یعنی اسپینی زبان۔ جسے میں اہل زبان کی طرح بول سکتا تھا۔ ہر چیز پر انتہائی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا میں۔ چنانچہ ابتداء ایک چھوٹے سے ہوٹل میں سے کی اور اس کے بعد چار پانچ روز وہاں گزار کر میڈرڈ کے بارے میں ساری تفصیلات معلوم کیں اور پھر ایک کسی قدر پسماندہ علاقے میں' میں نے اپنے لئے ایک رہائش گاہ حاصل کی۔ یہ ایک چھوٹی سی سرائے نما جگہ تھی جہاں ملک کے غریب باشندے رہا کرتے تھے اور ان غریب باشندوں کے لئے ایک بہت ہی دلچسپ کلینک تھا اور اس کلینک کا مالک ڈاکٹر سورائس تھا۔ ایک درمیانی عمر کا عجیب سا انسان جس سے فوراً ہی میری سلام دعا ہو گئی۔ اس وقت میں اپنی اس چھوٹی سی سرائے نما رہائش گاہ سے باہر نکلا تھا کہ تنکوں کا ہیٹ لگائے ڈاکٹر سورائس میرے سامنے آ گیا۔ اس نے اپنے داہنے ہاتھ کو گول کیا اور چشمے جیسی شکل بنا کر میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ مجھے وہ ایک سنکی سا بوڑھا معلوم ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور شاید یہاں کے رہنے والے اس بات پر حیرت کریں لیکن میں نہیں کرتا اور یہ کہنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں کہ تمہارا تعلق اسپین سے نہیں ہے اور تم ایشیاء کے کسی ملک کے باشندے ہو۔'' ایک لمحے کے لئے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ کہیں یہ شخص خفیہ پولیس کا آدمی تو نہیں ہے۔ بہرحال اب ممالک اتنے پسماندہ نہیں رہے کہ ایسی باتوں کا پتہ نہ لگا سکیں۔ لیکن کوئی خطرے کی بات نہیں تھی میرے کاغذات تو بینک کے لاکر میں محفوظ تھے۔ میں البتہ اپنے

آپ کو یہاں کے ماحول میں ضم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ کوئی جرم نہیں تھا۔ اس نے مجھے سوچتے دیکھ کر کہا۔

"میں ڈاکٹر سورائس ہوں اور تم اگر چاہو تو مجھ سے دوستی کر سکتے ہو۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں بہت اچھا دوست ثابت ہو سکتا ہوں۔" ڈاکٹر سورائس واقعی ایک کمال کی دلچسپ شخصیت تھی۔ اس نے مجھے اپنے افکار و خیالات بتائے تو میں دنگ رہ گیا۔ کیونکہ میں بھی ڈاکٹر ایشار کے ساتھ کافی عرصہ رہ چکا تھا اس لئے میں نے اسے اپنی معلومات بتائیں اور وہ بہت خوش ہوا۔

"کیا تم ایم بی بی ایس ہو؟"

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی میں تمہاری ذہانت کا قائل ہو گیا ہوں۔ اگر تم چاہو تو مجھ سے مستقل رابطہ رکھ سکتے ہو۔ اگر تم یہ چاہو کہ میں تم سے تمہارے ماضی کے بارے میں نہ پوچھوں تب بھی میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ بولو مجھ سے ملاقات کرتے رہنا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں ڈاکٹر سورائس۔"

"اپنا نام بتاؤ؟" ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"کامران شاہ۔"

"میں تمہیں صرف شاہ کہوں گا کیونکہ دوسرا نام جو تم نے لیا ہے میری زبان کو ٹیڑھا لگتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے نتیجے میں میں اپنا نام شاہ رکھ لیتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر سورائس بھی مسکرانے لگا۔ میرے لئے کسی ایسے شخص کی نوعیت انتہائی دلچسپ تھی جو مقامی ہو اور جس سے میں اپنی شناسائی کا اظہار کر سکوں۔ یہ شخص مجھے تھوڑا سا سنکی ضرور محسوس ہوتا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے فطرتاً ایک اچھا انسان ہو۔ بہرحال سورائس سے میری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اکثر اس کے کلینک میں میں بھی موجود ہوتا تھا۔ میرا مشغلہ یہی تھا کہ اپنا تھوڑا سا حلیہ تبدیل کر لوں اور اس کے بعد لیومکلارنس کو تلاش کروں۔ ابھی تک میں اس کا نام اپنی زبان پر نہیں لایا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ مجھے انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ میڈرڈ کی زندگی قدیم و جدید کا امتزاج تھی۔ ویسے بھی یہ ملک اور یہ شہر تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ میرے لئے کوئی اور

مشغلہ تو تھا نہیں، اپنا حلیہ میں نے اچھا خاصا تبدیل کر لیا تھا کیونکہ یہ بات میرے علم میں تھی کہ کچھ ہی عرصے پہلے لیومکلارنس سے میری ملاقات ہو چکی ہے اور چونکہ میں نے اسے مار مار کر زخمی کر دیا تھا ایسا کوئی شخص کسی حملہ آور کو آسانی سے نہیں بھول سکتا۔ پھر اس نے جو کچھ کیا تھا اس کے بعد اگر اسے یہ بات معلوم تھی کہ میں اس عورت کا بیٹا ہوں جس کو اس نے قتل کر دیا ہے تو اسے میری طرف سے محتاط ہونا ہی چاہئے تھا لیکن جو حلیہ میں نے بدلہ تھا وہ مجھے خود بھی احساس دلاتا تھا کہ اس کی وجہ سے مجھے آسانی سے پہچانا نہیں جا سکتا۔ میڈرڈ کے ہر اس علاقے میں جہاں میں کسی کو تلاش کر سکتا تھا۔ میں اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ ایک دن اس چالاک ڈاکٹر نے جس کا نام سورائس تھا، میری اس کیفیت کو بھانپ لیا۔ اس وقت تیز بارش ہو رہی تھی اور اس کے کلینک میں کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا۔

"جس طرح میں نے کبھی تم سے تمہارے ماضی کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اسی طرح نوجوان دوست تم نے بھی مجھ سے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ یہ نہیں معلوم کیا کہ میرے اہل خاندان کہاں ہیں۔ میں کیا کرتا ہوں، میرے کلینک میں آنے والے کون لوگ ہوتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر سورائس! میں آپ کی جتنی عزت کرتا ہوں شاید آپ کو خود بھی اس کا اندازہ نہ ہو۔ میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ میرے بہت اچھے دوست ہیں، اس سے زیادہ میں آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا آپ کی توہین سمجھتا ہوں۔"

"مجھے تمہارے ان خیالات سے خوشی ہوئی ہے۔ بہرحال یہ سمجھ لو کہ اس وقت تم میرے بہترین دوست بن چکے ہو اور کوئی بھی شخص غرض سے خالی نہیں ہوتا۔ میں تمہیں وہ جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا تھا جس کے متعلق میں تمہیں بتاؤں گا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ابھی تمہاری عمر جوانی کی ہے لیکن اس کے باوجود تم مجھے بہت پسند ہو خاص طور سے اس لئے کہ تم ایک ایسے مردانہ حسن کے مالک ہو جس پر عورتیں نثار ہوتی ہیں۔ میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ کام کرو۔ میں تمہیں بہت اچھا معاوضہ دوں گا۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں عورتوں کے جھوٹے غرور اور ان کی غلطیوں کی پردہ پوشی کرتا ہوں اور اس کے نتیجے میں میری آمدنی بہترین ہے۔ اگر کسی کے چہرے پر داغ ہے تو وہ میرے ہی پاس علاج کے لئے آئے گی۔ اگر کوئی

عورت بھولے سے غلط راستے پر چلے گی تو اسے اپنے گناہوں کو چھپانے کے لئے میرے ہی پاس آنا پڑے گا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کی پچھلی زندگی پر پردہ ڈال کر ان کی آئندہ زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم یہ سمجھ لو کہ لاتعداد عورتوں کے راز میرے سینے میں دفن ہیں۔ میں اگر اپنا منہ کھول دوں تو بہت سے گھرانے جہنم بن جائیں۔ لیکن میں اپنا منہ نہیں کھولتا کیونکہ مجھے چپ رہنے کی قیمت دے دی جاتی ہے اور اگر قیمت نہ بھی ملے تو میں بہرحال چپ ہی رہتا ہوں اور ایسا مجھے اپنے دوسرے مؤکلوں کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ میں اپنے اس کام میں بہت آگے نہیں بڑھتا۔ اگر کوئی میرے پاس زہر مانگنے آتی ہے تو میں اسے پانی میں رنگ گھول کر ہی دینا زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اپنے پیشے میں ایمانداری اور صفائی بہترین چیز ہوتی ہے اور ان عورتوں کے بارے میں تو تمہیں بھی تھوڑا بہت اندازہ ضرور ہوگا کہ کتنی بے وقوف ہوتی ہیں ان کی اسی بیوقوفی سے فائدہ اٹھا کر میں نے اچھی خاصی دولت جمع کر لی ہے اور زندگی کی بہت سی دلچسپیاں بھی جو میرے اردگرد ہیں، مجھے اس رومانس سے بھی دلچسپی ہے جس میں ناکام ہو کر عورتیں میرے پاس آتی ہیں کہ میں ان کے بگڑے ہوئے کام کو بنا دوں۔''

''ٹھیک ہے ڈاکٹر سورائس! لیکن اس سلسلے میں میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟''

''تمہارا تجربہ ابھی کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ایک ایسے آدمی کو اپنے لئے منتخب کروں گا جو یہاں کے لئے اجنبی ہو۔ اگر میں یہاں کے رہنے والے کو اپنے معاون کی حیثیت سے رکھ لوں تو میرا کاروبار ہی چوپٹ ہو جائے گا کیا سمجھے؟'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ایک جھوٹا ڈاکٹر ہے اس کے ڈھونگ عجیب ہیں ایک طرف وہ بیوقوف عورتوں سے پیسے بٹورتا ہے تو دوسرے ایسے کاموں میں بھی خرچ کر دیتا جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بہرحال یہ ایک دلچسپ آدمی تھا۔ مگر مسئلہ لیومکلارنس کا تھا۔ جس سے انتقام لے کر میں اپنا ماں سے کیا ہوا عہد پورا کرنا چاہتا تھا میری زندگی کا اولین مقصد یہ تھا اور یہاں اسپین میں رہ کر میں لیومکلارنس کے معاملے میں بڑا سنجیدہ تھا۔ ڈاکٹر سورائس کے ساتھ کافی وقت گزر جاتا تھا۔ لیکن بقیہ وقت میں لیومکلارنس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا۔ کبھی کبھی جب تنہائیوں میں میرا ماضی میرے سامنے آتا تو میرے دل کی کیفیت کچھ عجیب ہونے لگتی تھی اور میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے بڑی عجیب کیفیت تھی۔ ماں باپ میں سے ماں تو مر چکی تھی جو اولاد کے لئے

بڑی حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ بھائی کا رویہ سامنے آ چکا تھا جو میرا بدترین دشمن بن گیا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ میرے والد نے اپنے چھوٹے بیٹے کو اپنی جائیداد سے کیوں محروم کر دیا تھا۔ بہن بھی بس ثانوی سی محبت کرتی تھی۔ لے دے کر صرف ایک شخصیت رہ جاتی تھی اور وہ تھی سویرا کی۔ سویرا مجھ سے محبت کرتی تھی اور نجانے کیوں میرا دل کہتا تھا کہ وہ مجھ سے بالکل مخلص ہے۔ انسان کی زندگی میں ایک ہی روشنی کی کرن باقی ہوتی ہے۔ اگر اسے اس کے خلوص کا یقین ہو جائے اور اگر روشنی کی ایک کرن بھی باقی نہ رہے تو پھر دل خالی خالی ہی ہوتا ہے اور دکھوں کے علاوہ میری زندگی میں اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ بہرحال یہ ایک دلچسپ بات تھی۔ لیومکلارنس سے میری ملاقات کو کافی دن گزر چکے تھے اور جو سب سے بڑی کوشش میں کر رہا تھا وہ اپنا حلیہ تبدیل کرنے کی تھی چنانچہ اب میرے چہرے پر گھنی ڈاڑھی اور گھنی مونچھیں تھیں۔ میری سرخ و سفید رنگت بھی اسپین کے باشندوں جیسی ہوتی جا رہی تھی۔ یعنی ان میں تانبے کی سی رنگت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ یہ یہاں کی آب و ہوا کا اثر تھا۔ لیکن اپنے اس حلیے میں بھی میں بقول ڈاکٹر سورائس کے مزید خوبصورت لگنے لگا تھا۔ جسم تو میرا تھا ہی بھرا بھرا اور تندرست اور ویسے بھی ایک اسپینش ماں کا خون میری رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ اس لئے مقامی زندگی مجھے راس تھی۔ لیکن مقصد وہی تھا تو بات کر رہا تھا اس دن باہر نکل آنے کی ڈاکٹر سورائس تو پیچھے رہ گیا تھا لیکن میں یونہی ٹہلتا ہوا بندرگاہ کے علاقے میں نکل آیا تھا اور ایک بار پھر میں نے لیومکلارنس کو دیکھا۔ وہ شراب خانے سے باہر نکل رہا تھا۔ تین افراد اس کے ساتھ تھے۔ جو اپنے حلیے اور شکل و صورت سے جہاز ران لگ رہے تھے۔ سمندری زندگی سے میرا کچھ تعلق سا ہو گیا تھا حالانکہ اس دور جدید میں جب آہنی پرندے آسمانوں میں اڑتے پھرتے ہیں اور انہوں نے فاصلے بالکل مختصر کر دیئے ہیں۔ بڑی عجیب سی بات ہے کہ انسان سست رفتار سمندری سفر کے بارے میں سوچے لیکن بہت سے معاملات سوچنے کے تابع نہیں ہوتے بلکہ ان میں کوئی رمس پوشیدہ ہوتا ہے۔ بہرحال لیومکلارنس مجھے نظر آ گیا تھا اور میرے اس طویل سفر کا مقصد صرف اور صرف یہی شخص ہے۔ پھر بھلا اسے دیکھ کر میں اسے نظرانداز کیسے کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا تعاقب کرنے لگا۔ بندرگاہ کا علاقہ تھا۔ لیومکلارنس اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک جگہ رکا اور اس کے بعد وہ کچھ سامان لے کر وہاں سے چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ وہ برتھ پر لگے ایک جہاز کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ جہاز روانگی کے لئے تیار تھا۔

نجانے کیوں مجھے لگا جیسے لیومکلارنس بھی اس جہاز کے ذریعے کوئی سفر کرنا چاہتا ہو۔ یہ تو کچھ نہ ہو اگر وہ سمندر جہاز پر کسی لمبے سفر پر نکل گیا تو میری زندگی کا مقصد تو فوت ہی ہو جائے گا۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کسی طرح میں بھی اس جہاز پر ہی پہنچ جاؤں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی سفر کروں۔ ہوسکتا ہے دوران سفر مجھے اس کا موقع مل جائے کہ میں لیومکلارنس کو زندگی سے دور کر سکوں۔ ہاں یہ ایک بہتر طریقہ ہوگا۔

چنانچہ یہ خیال میرے دل میں شدت سے جڑ پکڑتا چلا گیا اور میرے اندر ایک جنون کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ میری بے چین نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور میں یہ دعا کرنے لگا کہ جس طرح بھی ممکن ہو مجھے اس جہاز پر جگہ مل جائے۔ تقدیر نے یہاں بھی ساتھ دیا میں نے دیکھا کہ کچھ خلاصی قسم کے لوگ جنہوں نے اس وقت عام لباس ہی پہنے ہوئے تھے' سامان اٹھا اٹھا کر اس سیڑھی کے ذریعے جہاز پر جا رہے تھے جو جہاز کو مسافروں سے منسلک کئے ہوئے تھی۔ ان لوگوں کی کوئی خاص چیکنگ نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سامان رکھتے تھے اور واپس آ جاتے تھے۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور اس کے بعد میں نے نگاہیں بچا کر سامان کے کچھ تھیلے اپنے اوپر لاد لئے اور بالکل خلاصیوں کے سے انداز میں جہاز کی سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ خوش بختی ساتھ دے رہی تھی۔ کسی نے مجھ پر غور کیا نہ توجہ دی اور میں سامان لے کر جہاز پر پہنچ گیا۔ یہ سامان جہاز پر دوسرے خلاصیوں کے سپرد کیا جا رہا تھا جو اسے اس مال خانے میں پہنچا رہے تھے جہاں وزنی اور غیر ضروری سامان رکھا جاتا تھا۔ سامان پر ٹیگ لگے ہوئے تھے۔ یہ گویا ابھی ایک عارضی ہی کام تھا۔ میں اوپر پہنچنے کے بعد بھی مصروف رہا اور سامان کو لے کر جہاز کی تہہ میں اترنے لگا۔ دوسروں کے دیکھا دیکھی میں یہ سارے کام کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں سامان اسٹور کیا جا رہا تھا۔ خلاصی آ جا رہے تھے۔ میں سامان کے تھیلے ادھر ادھر سیٹ کرنے لگا۔ تاکہ مجھے ایسا کوئی موقع مل جائے کہ میں اپنا مقام بنا سکوں اور موقع مل گیا۔ دو وزنی کارٹنوں کے درمیان ایک ایسی جگہ بن گئی تھی جہاں سے کوئی مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ہاں یہ خطرہ ضرور موجود تھا کہ اس پر بھی سامان انبار نہ کر دیا جائے۔ اس طرح اس سامان میں میری قبر بھی بن سکتی تھی لیکن میں یہ خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ دل میں ایک اور احساس بھی تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تو اس جہاز سے سفر کروں اور لیومکلارنس نیچے اتر جائے لیکن وہ انداز جو محسوس ہوا تھا وہ تو ایسا ہی تھا جس سے یہ

احساس ہو کہ مکلارنس بھی اس جہاز سے سفر کر رہا ہے۔ بہرحال یہ فیصلہ بھی تقدیر پر چھوڑ دیا تھا اور میں مسلسل کوششوں میں مصروف تھا کہ میرے اوپر مزید سامان کی تہہ نہ چڑھنے پائے۔ تقدیر نے مجھے اس کوشش میں کامیاب کیا۔ غالباً مسافروں کا سامان ختم ہوگیا تھا۔ کیونکہ اس کے بعد خلاصیوں کی آمد و رفت بھی کم ہوگئی اور اسٹور کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب سب کچھ تقدیر کے ہاتھوں میں تھا۔ وقت جو بھی فیصلہ کرے گا وہی آخری فیصلہ ہوگا۔ لیومکلارنس بہرحال میری منزل تھا۔ اگر اس کی تقدیر میں لکھا ہے کہ میرے ہاتھوں اسے کوئی نقصان پہنچے تو پھر میں کیا دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے صرف اپنی تقدیر پر بھروسہ کیا۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر کیسی زندگی سے واسطہ پڑ گیا تھا لیکن بہرحال اب جو کچھ ہے۔ مجھے ان حالات سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ لیومکلارنس اگر سفر کر بھی رہا ہے تو نجانے اس جہاز کی منزل کون سی ہے۔ یہ کہاں جا رہا ہے۔ ساری باتیں سوچنے اور غور کرنے کی تھیں۔ لیکن کیا فائدہ اس کا بھی اندازہ تھا کہ جس جگہ پھنسا ہوا ہوں وہ میرے لئے چوہے دان بھی ثابت ہو سکتی ہے اور میرا مقبرہ بھی بن سکتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہاں سے نکلنے کے کیا امکانات ہوں گے۔ کھانے پینے کا کیا ہوگا لیکن بہرحال ابھی یہ باتیں قبل از وقت تھیں۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس دنیا میں اب میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ ماں جس پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا جا سکتا ہے' رخصت ہو چکی ہے۔ باپ نے اپنی ساری جائیداد اپنے بڑے بیٹے کے نام کر دی ہے۔ اس کے پس منظر میں اس کا کوئی نظریہ ضرور ہوگا۔ بہن بھی مجھ سے دلچسپی نہیں رکھتی تھی۔ اگر زندہ رہنے کے لئے کوئی احساس تھا تو صرف سویرا تھی۔ آہ...... سویرا کاش! میری زندگی مجھے تمہارے پاس جانے کا موقع دے لیکن اطمینان رکھو میں کسی کے بل پر تمہارے پاس نہیں آؤں گا بلکہ جب میں واپس لوٹوں گا تو اپنے لئے ایک عظیم دنیا لے کر واپس لوٹوں گا۔ میں کسی کا سہارا نہیں تلاش کروں گا۔ اگر تمہارے لئے زندگی اور دولت لا سکا تو واپس آؤں گا ورنہ کسی بھی ویرانے میں موت کی گہری نیند سو جانا پسند کروں گا۔

میں نے دل ہی دل میں خدا سے دعا مانگی کہ مجھے میرا راستہ دکھا۔ چاہے وہ زندگی کا راستہ ہو یا موت کا اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس جب کچھ بھی نہیں ہوتا اور ہم بالکل بے بسی کے عالم میں اپنے خالق سے رجوع کرتے ہیں تو دل کو اتنا بڑا سہارا مل جاتا ہے کہ شاید اس کے لئے الفاظ تخلیق ہی نہیں ہوئے۔ یہ سہارا جینے کو حوصلہ دیتا ہے اور بے شمار فکروں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ میں نے

بھی یہی سہارا تلاش کیا تھا اور اس کے بعد سب کچھ مجھے مل گیا۔ جسے سکون مل جائے اسے اور کیا چاہئے۔ تقریباً بیس گھنٹے مجھے یہاں اسی عالم میں گزارنے پڑے۔ بھوک پیاس تھکن' ویسے کچھ گھنٹے نیند نے آسان کر دیئے تھے کہ یہ بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان ہر غم سے بے نیاز ہو جاتا ہے لیکن جاگنے کے بعد وہی سب کچھ نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس کے بعد جہاز نے لنگر اٹھا دیئے اور سمندر کے سینے پر رواں دواں ہو گیا۔ اس کا اندازہ بخوبی ہو رہا تھا۔ ویسے بھی اس مال خانے کے ایک حصے میں باہر جھانکنے کے لئے شیشے لگے ہوئے تھے اور ان شیشوں سے سمندر کی لہروں کو رواں دواں دیکھا جا سکتا تھا۔ میں اپنی قوت ارادی سے کام لے کر اپنی جگہ سے نکل آیا۔ سب سے پہلے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنی تھی کہ باہر نکلنے کا راستہ بند ہے یا کھلا۔ بڑا دروازہ تو باہر سے بند تھا۔ لیکن تھوڑے فاصلے پر ایک ایسا روشندان تھا جسے ہوا کی آمد و رفت کے لئے رکھا گیا تھا تاکہ اندر رکھے سامان کو تھوڑی بہت آکسیجن ملتی رہے۔ البتہ یہ روشن دان اتنا بڑا تھا کہ میں اس سے با آسانی باہر نکل سکتا تھا۔ کچھ سامان کے کارٹن روشن دان کے پاس رکھ کر میں ان پر کھڑا ہوا اور باہر جھانکا کوریڈور سنسان پڑا ہوا تھا۔ سامنے ہی اوپر جانے کے لئے سیڑھی نظر آ رہی تھی۔ سب کچھ آسان تھا البتہ ابھی دن کی روشنی تھی۔ مجھے شام کا انتظار کرنا تھا۔ وقت کا صحیح اندازہ تو نہیں تھا۔ لیکن یہ احساس ہو رہا تھا کہ سورج ڈوب چکا ہے اور یہ روشنی کے آخری لمحات ہیں اس کے بعد تاریکی پھیل جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اس تاریکی میں' میں باہر نکل آیا اور کسی آوارہ روح کی مانند جہاز پر بھٹکنے لگا۔ بہت سے احساسات نے میرے ذہن پر دباؤ ڈالا تھا۔ یہ اندازہ تو مجھے ہو چکا تھا کہ جہاز ساحل سے بہت دور نکل آیا ہے اور اب اگر مجھے دیکھ بھی لیا جائے گا تو زیادہ سے زیادہ مجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے گا لیکن بات وہی تھی جب تقدیر پر بھروسہ کیا تھا تو کم از کم ذہن ایک طرف تو یکسو ہونا چاہئے۔ اس احساس نے میرے اندر بڑی دلیری پیدا کر دی تھی۔ سب سے پہلے میں نے جہاز کا کچن تلاش کیا۔ وہاں کام ہو رہا تھا اور کچن سے کھانا تقسیم کیا جا رہا تھا۔ یہ بھی ایک دلچسپ صورت حال تھی۔ اٹالین اسٹائل کچن تھا۔ ویٹر ٹائپ کے لوگ ٹرے لے لے کر جا رہے تھے۔ یہ ٹرے ایک اسٹینڈ پر رکھ دی جاتی تھی اور ویٹر اسے اٹھا کر چل پڑتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان میں کچھ ویٹر سادہ لباس بھی تھے اور کچھ جہاز کی وردی میں ہیں۔ ایک لمحے تک ان کی کارکردگی دیکھتا رہا۔ پھر خود بھی تیز قدموں سے اس خلاء کی جانب بڑھا جہاں اندر سے کک

ٹرے بنا بنا کر رکھ رہے تھے۔ خلاء کے نزدیک پہنچا اور جو ٹرے ہاتھ میں آئی میں نے اسے اٹھایا اور اس طرح مستعدی سے چل پڑا جیسے یہ ٹرے کسی مخصوص جگہ پہنچانے جا رہا ہوں لیکن وہ ٹرے لے کر میں ایک ایسے تاریک گوشے میں پہنچ گیا جہاں لنگر کی زنجیروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور اس طرف اندھیرا ابھی تھا۔ ٹرے میں جو کچھ تھا میں نے بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیا اور شکم سیر ہو گیا۔ پانی کی تلاش بھی ناکام نہ رہی بہت بڑا مسافر بردار جہاز تھا۔ طرح طرح کے لوگ موجود تھے۔ اس لئے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوئی اور میں ہر طرح کی آسانیاں حاصل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جہاز کے اوپن ایئر ریستوران میں بیٹھ کر میں نے کافی کے دو کپ بھی پئے اور اس کے بعد بڑا آسودہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ میں نے لنگروں کی ان زنجیروں کے ڈھیر کے درمیان ایک ایسی جگہ بھی دیکھی تھی جہاں اگر میں چاہتا تو لیٹ کر سو بھی سکتا تھا۔ لنگروں کو اس وقت تک استعمال نہیں کیا جاتا جب تک انہیں سمندر میں نہ ڈالنا ہو اور دوران سفر بظاہر تو کوئی ایسا امکان نظر نہیں آتا تھا۔ یہ زنجیریں اس قدر موٹی تھیں کہ پچاس آدمی بھی مل کر انہیں نہ ہلا سکیں۔ چنانچہ کسی انسانی عمل کا بھی کوئی خدشہ نہیں تھا۔ رات ایسی مزے کی نیند آئی کہ بیان سے باہر ہے۔ دوسرے دن کی روشن صبح میرے لئے بڑی خوشگوار تھی۔ البتہ ایک کام میں نے ضرور کیا تھا وہ یہ کہ رات کو جو کھانا مجھے دستیاب ہوا تھا اسے بچا کر رکھ دیا تھا۔ اب ایسا تو ممکن نہیں ہے کہ نانا جی کے مہمان ہوں کہ پہنچے اور کھانا مل جائے۔ اس کھانے کے حصول کے لئے بڑی تگ و دو کرنا تھی اور یہ تگ و دو جاری رہی۔ سفر کا چوتھا دن تھا اور میں ابھی تک دنیائی نگاہوں سے محفوظ تھا۔ البتہ میری نگاہوں نے لیومکلارنس کو تلاش کر لیا تھا۔ وہ ایک معزز مسافر کی طرح سفر کر رہا تھا اور ایک دراز قامت اور خوبصورت نقوش کی مالک اسپینش عورت ہر وقت اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ پتہ نہیں کم بخت نے کیا چکر چلایا ہوا تھا۔ بہرحال میں جانتا تھا کہ جہاز کا سفر ابھی کافی طویل ہے اور لیومکلارنس تک پہنچنے کے لئے مجھے بڑے احتیاطی راستے اختیار کرنا ہوں گے۔ میں اس کی نگاہوں سے بچنا بھی چاہتا تھا چونکہ اس وقت میری پوزیشن کافی مخدوش تھی۔ یہ بھی میری تقدیر کا معاملہ تھا کہ میں ابھی تک کسی کی نگاہوں میں نہیں آ سکا تھا۔ تو بات ہو رہی تھی اس رات کی جب میں لنگروں کی زنجیر کے درمیان محو استراحت تھا کہ پانی کی موٹی موٹی بوندوں نے مجھے جگا دیا۔ جہاز غیر معمولی طور پر ہچکولے لے رہا تھا اور زنجیریں اپنی جگہ سے سرک رہی تھیں۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اگر کہیں یہ زنجیریں

منتشر ہو کر نیچے گریں تو میرا خیال ہے میری کہانی لو ہے میں دفن ہو جائے گی۔ میں پھرتی سے باہر نکل آیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ سمندر غصے میں ہے۔ اوپر سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے ہواؤں کا طوفان جہاز کو اتھل پتھل کر رہا تھا۔ سمندری سفر کا کوئی تجربہ تو تھا نہیں۔ میں سہما ہوا سا ایک جگہ بیٹھ کر طوفان کی قیامت خیزیوں کو دیکھتا رہا۔ یہ طوفان تھا کہ قیامت صغراں' پہاڑ کی مانند لہریں غراتی ہوئی آئی تھیں اور جہاز کو سر پر بلند کر کے اپنی قوت کا مظاہرہ کرتی تھیں اور پھر ایک لہر اسے دوسری لہر کے حوالے کر دیتی اور آگے نکل جاتی۔ دوسری لہر پہلی سے زیادہ طاقت کا مظاہرہ کرتی اور فخر سے سینہ تان کر تیسری لہر کو قوت آزمائی کی دعوت دے کر آگے بڑھ جاتی۔ شہر کی مانند جہاز کا کوئی حصہ سلامت نہیں رہا تھا۔ طوفان کی قیامت خیزی کا پہلے تو کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن اب پتہ چل رہا تھا کہ بہت ہی بھیانک طوفان ہے۔ یہ عظیم الشان جہاز اس طوفان میں تنکے کی طرح ڈگمگا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ آوازیں بلند ہونے لگیں۔ چیخ و پکار کی آوازیں آنے لگیں۔ مسافروں کے کیبن ٹوٹ چکے تھے اور ان کے موٹے موٹے تختے تنکوں کی مانند اڑتے پھر رہے تھے۔ کیبنوں کا تمام سامان پورے جہاز پر پھیلتا جا رہا تھا۔ قیمتی سے قیمتی شے بے قدری سے لڑھک رہی تھی اور کوئی اس کی طرف دیکھنے والا نہیں تھا۔ انسانوں کی چیخیں' ہواؤں کا شور' سمندر کی آواز ایک عجیب ہنگامہ برپا کئے ہوئے تھی۔ ہر شخص زندگی کی تلاش میں دوڑ رہا تھا۔ میں ایک طرف کھڑا اس ہنگامے کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک ایسی مضبوط جگہ سنبھال رکھی تھی جو بہر حال یہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بالکل محفوظ ہے۔ لیکن پھر بھی بچت ہو سکتی تھی۔ میں انسانوں کو مرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ طوفان نے اس طرح آناً فاناً جہاز کو اپنی گرفت میں لیا تھا کہ لوگ اپنی مدافعت کا بندوبست بھی نہیں کر سکے تھے۔ غالباً یہ طوفان جہاز کے عملے کے لئے بھی غیر متوقع تھا کیونکہ اگر طوفان کی آمد کا علم ہوتا تو جہاز کا عملہ مسافروں کو خبردار کر دیتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ بہر حال ہر شخص مصیبت میں گرفتار تھا۔ میں اس منظر کو دیکھتا رہا۔ اب خوفناک مناظر نگاہوں کے سامنے آنے لگے تھے۔ میں نے کیبنوں کے تختوں کو ٹوٹ ٹوٹ کر انسانوں کے جسم میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ہر طرف خون اور پانی ایک ساتھ بہہ رہا تھا۔ یہ ہولناک منظر دماغی قوتیں چھین لینے کا مظہر ہو سکتا تھا لیکن میں غیر معمولی طریقے سے ان مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ کوئی چیز میرے قریب آ کر گری' بالکل میرے قدموں کے نزدیک اور میں نے جھک کر اسے دیکھا۔ ایک انسانی کھوپڑی تھی جس کی گردن سے تازہ تازہ خون خارج ہو رہا

تھا۔ غالباً کسی شے نے اس کھوپڑی کو کاٹ کر دور پھینک دیا تھا۔ اس کے بال سلیقے سے لگے ہوئے تھے اور بڑی نفاست سے انہیں سجایا گیا تھا۔ میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اس کھوپڑی کو دیکھا اور میرے اندر ایک دہشت سی سما گئی۔ یہ ہے انسان اور اس کی حقیقت۔ یہ ہے انسانی زندگی۔ دور سے اٹھتی ہوئی لہر کو میں نے دیکھا جو بے حد بلند تھی۔ پانی کا پہاڑ تیزی سے دوڑتا ہوا جہاز کی طرف آ رہا تھا۔ ایک لمحے کے اندر مجھے احساس ہو گیا کہ یہ جہاز اس پہاڑ کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ پانی کے بھگولوں میں انسانی جسم ڈبکیاں لگا رہے تھے۔ سفید ہاتھ مدد کے لئے اٹھ رہے تھے۔ سیاہ کھوپڑیاں بگولوں میں ابھر رہی تھیں۔ میں ان خوفناک مناظر کو دیکھتے دیکھتے بے ہوش ہو جانا چاہتا تھا لیکن زندگی کیا ہی چیز ہوتی ہے۔ کم از کم مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس بے وقعت اور بے کار زندگی کے لئے انسان کیسے کیسے کھیل کھیلتا ہے۔ پھر میرے ساتھ بھی سمندر نے وفا نہ کی طوفان بھی مجھ سے ناراض ہوا اور اس نے مجھے فضا میں بلند کر کے جہاز سے اچھال دیا۔ نجانے کتنی بلندی تک میں گیا تھا اور کتنی بلندی سے نیچے گرا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میرا سر کسی چیز سے ٹکرایا تھا اور اس کے بعد سینکڑوں سورج میری آنکھوں میں اتر آئے اور اس کے بعد تاریکی چھا گئی۔ جب تاریکی چھٹی تو میں نے آنکھیں کھول کر اس ماحول کو دیکھا۔ کراہیں اور چیخیں اب بھی گونج رہی تھیں اور طوفان تھم گیا تھا۔ میں جہاز پر ہی تھا۔ لیکن اب اس جہاز کو جہاز کہتے ہوئے بھی شرم آتی تھی۔ البتہ جہاز کے عملے کے افراد لوگوں کو ہدایات جاری کر رہے تھے۔ میگافون پر درخواستیں کی جا رہی تھیں۔ میں اپنے زخموں کو محسوس کرنے لگا۔ مجھے لگا جیسے میرا پورا جسم داغدار ہے۔ بہر حال میں اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور چاروں طرف بکھرے ہوئے ہولناک مناظر کو دیکھنے لگا۔ دفعتاً ہی مجھے لیو مکلارنس کا خیال آیا۔ پتہ نہیں وہ کم بخت زندہ ہے یا طوفان کا شکار ہو گیا۔ اگر وہ طوفان کا شکار ہو گیا ہے تو ایسا ہونا تو نہیں چاہئے۔ ورنہ میرا عہد بے کار ہو جائے گا۔ اسے میرے ہاتھوں مرنا چاہئے تھا۔ دیر تک میں اس بارے میں سوچتا رہا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ پھر میں نے اس بوڑھے آدمی کو دیکھا جس کی عمر کا صحیح اندازہ لگانا بڑا مشکل کام تھا۔ گھنی سفید ڈاڑھی بکھرے ہوئے بال منتشر لباس وہ اس طرح ہاتھ پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا جیسے زندگی سے روٹھا ہوا ہو۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ تبھی اس کی آواز ابھری۔

''طوفان ٹل گیا۔ نجانے کتنی تباہی مچائی ہے اس نے۔ اے...... تم شاید زخمی ہو۔ آؤ

دوسروں کی مدد کریں۔'' اس نے کہا لیکن میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔ میں تو اس
ڈھلے ڈھلے چہرے کو دیکھ رہا تھا جس پر کوئی زخم نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر میں نے اس کے پورے
کو دیکھا تو وہ کہنے لگا۔

''مجھے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا تم انسان نہیں ہو۔ اپنا انسانی فرض پورا کرو۔''

''تم زخمی نہیں ہوئے۔'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں۔ کیوں کیا تمہاری خواہش تھی کہ میں زخمی ہو جاتا۔''

''جہاز پر بہت کم لوگ ایسے ہیں جو تمہاری طرح مطمئن نظر آ رہے ہیں۔''

''اپنے آپ کو دیکھو اور دوسروں کے لئے کچھ کرنے کی ہمت پیدا کرو۔''

''بیکار باتیں مت کرو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔'' بوڑھا ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

''بڑی بات ہے بڑی بات ہے۔ ان حالات میں بھی تم خود غرضی کا مظاہرہ کر رہے
ہو۔''

''ہاں۔ اس لئے کہ دنیا نے میرے ساتھ خود غرضی برتی ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہر شخص اپنے اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ جہاز
مناظر اب مختلف ہو گئے تھے۔ کپتان اور عملے کے دوسرے افراد کے علاوہ جہاز کے بچ جا
والے مسافران زخمیوں کی مدد کر رہے تھے جن کی زندگی بچائی جا سکتی تھی۔ کچھ لوگ خاموش بیٹھ
ہوئے صرف ان مناظر کو دیکھ رہے تھے۔ بوڑھے نے کہا۔

''آؤ...... میرے پاس بیٹھو۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''یہاں بھی ان انسانی جذبوں کو نہیں بھول سکتے تم میرے بزرگ میرا نام کامران شا
ہے۔ چلو اب تم اپنے بارے میں بھی بتا دو۔ ہو سکتا ہے ہمارا کچھ وقت ساتھ ہی گزرے۔''

''ہاں۔ میرا نام ڈریڈ ہے پروفیسر ڈریڈ۔''

''بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔'' میں نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔

''ہاں۔ ظاہر ہے ملاقات کا یہ خوبصورت انداز خوش کرنے والا ہی ہے۔ کیسے عجیب
ہیں ہم لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کا ہمارے ذہنوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر ہم انہی کھی ہو
لکیروں پر چلتے ہیں۔ یہ لکیریں۔'' بوڑھا پروفیسر ڈریڈ دانت پیس کر خاموش ہو گیا۔

میں نے غور سے اسے دیکھا کچھ فلاسفر ٹائپ کا آدمی تھا۔ لیکن لگتا بڑا عجیب تھا۔ بہر حال اس کے بعد امدادی کام ہوتے رہے۔ لوگ اپنا اپنا سامان تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ مجھے ایک اطمینان اور ہو گیا تھا وہ یہ کہ اب جب جہاز اس افراتفری کا شکار ہو گیا ہے۔ تو خصوصاً میری طرف توجہ نہیں دی جائے گی اور مجھے جہاز کا ایک مسافر سمجھ لیا جائے گا۔ البتہ ان ساری ہنگامہ آرائیوں میں میری نگاہیں لیو مکلارنس کو مسلسل تلاش کرتی رہی تھیں۔ ادھر امدادی کام ختم ہوتے جا رہے تھے۔ سورج جھک گیا تھا۔ تاریکی پھیل رہی تھی۔ میں بوڑھے ڈریڈ کے ساتھ ہی تھا اور ہم دونوں سمندر کے بگولوں کو دیکھ رہے تھے۔ پرسکون سمندر اتنی جانیں لینے کے بعد اسی طرح پرسکون تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ پھر جب کافی تاریکی ہو گئی تو جہاز کے کپتان کی آواز سنائی دی۔ وہ میگافون پر لوگوں سے معذرت کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''شدید طوفان عذاب خداوندی تھا۔ خدا ہمارے گناہ معاف کرے اور ہم میں سے جو لوگ طوفان کا شکار ہو گئے ہیں ان کی بخشش کرے۔ اس طوفان کی تباہ کاری کی وجہ سے ہم اپنے معزز کرم فرماؤں کی وہ خدمت نہیں کر سکتے جو ہمارا فرض ہے۔ جہاز کی مشینیں درست کر لی گئی ہیں او کچھ دیر کے بعد یہ آگے بڑھ جائے گا۔ ہمارے انجینئر شدید محنت کر کے اسے سفر کے قابل بنا رہے ہیں۔ مسافروں سے گزارش ہے کہ وہ ہماری مجبوریوں کو مدنظر رکھ کر ہم سے تعاون کریں۔ براہ کرم اپنی خوراک خود کچن روم سے حاصل کریں۔ رات انہیں جہاں جگہ ملے گزار لیں۔ کل کیبن درست کئے جائیں گے۔ ہم اس خوفناک تباہی کے باوجود جس قدر خدمت کر سکتے ہیں ضرور کریں گے۔ براہ کرم ہمارے ساتھ تعاون کریں۔''

''کیا خیال ہے چلو خوراک حاصل کر لیں۔'' میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ کچن روم کے نزدیک بہت سی میزیں لگا دی گئی تھیں اور ان پر کھانے کی ٹرے رکھی ہوئی تھیں۔ بوڑھا کچھ عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ بہر حال اس نے آگے بڑھ کر دو ٹرے اٹھا لیں اور انہیں لئے ہوئے ہم دونوں ڈیک پر آ گئے اور خاموشی سے ایک طرف بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد بدن پر ایک کہولت سی طاری ہو گئی تھی۔ ہمارے جسم کے چھوٹے چھوٹے زخموں پر مرہم پٹی کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا لیکن کم از کم میں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ خدا کے احسان سے میرے بدن پر کوئی ایسا زخم نہیں تھا جو سخت ہو۔ بس ایسے معمولی سے نشانات تھے جو

برداشت کئے جاسکیں۔ پھر جہاز نے آگے کے سفر کا آغاز کر دیا۔ میں پروفیسر ڈریڈ کے خاموشی سے سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس دوران میری نگاہیں اپنے مطلوب کو بھی تلاش رہی تھیں لیکن لیومکلارنس مجھے نظر نہیں آیا تھا نہ ہی اس کی ساتھی عورت اور یہ سوچ سوچ کر ڈوبنے لگتا تھا کہ کیا طوفان کے حادثے میں لیومکلارنس بھی مارا جاچکا ہے۔ بہرحال ابھی ہے اسے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ویسے زندگی کی جو بے وقعتی میں نے دیکھی تھی اس نے مجھے سہارا دیا تھا۔ میں اسی دنیا کا ایک بے بس اور معمولی سا انسان تھا۔ ایک شخص نے میری ماں کو گناہ قتل کر دیا۔ صرف اس لئے کہ وہ اس کی ملکیت نہیں بن سکی تھی۔ میں جوش وجذبے میں کردر بدر ہوگیا ہوں۔ میں اس شخص کو قتل کر دوں گا اور بے شک میرے دل کی آگ ٹھنڈی جائے گی۔ لیکن طوفان نے جتنے بے گناہ انسانوں کو ہلاک کر دیا ہے ان کا انتقام کون لے گا مطلب ہے کہ یہ سب کچھ وقت کی تحریر ہے اور زندگی انہی لکیروں پر ٹکی ہوئی ہے۔ لکیروں کا ہی انسان کو کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔ بہت سی بار اس کی اپنی کوششیں اس سلسلے میں ہوتی ہیں اور وہ خود اپنی منزل کا تعین نہیں کر پاتا۔ ان بہت سے احساسات نے اس جہاز پر جنم اور شاید اس کے اندر کچھ جذبے سرد پڑنے لگے تھے۔ ایک بڑائی ایک وقار ان میں پیدا ہو تھا اور ہر چیز اس کے سینے کی جلن کو خاصی حد تک کم کر رہی تھی۔ دنیا بڑی عجیب وغریب جگہ ماں کا انتقام صرف مجھ پر ہی فرض نہیں تھا۔ میں تو جوش وجذبے کے تحت اپنی دیوانگی میں مبتلا زندگی کو سنگین بحران سے دوچار کر چکا تھا۔ یہ فرض میرے بھائی کا بھی تو تھا۔ سب نے خا اختیار کر لی تھی بلکہ میرا بھائی تو خوش ہوگا کہ راستے کا یہ کانٹا اس طرح دور ہوگیا بہرحال لیومکلا میں تجھے چھوڑوں گا تو نہیں لیکن جہاز کے اس حادثے نے میرے دل پر جو اثر کیا ہے' میں بھی سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔ میری ماں تیرا قرض تو میں زندگی کا آخری سانس دے کر بھی اتار سکتا لیکن لکیروں کے اس سفر نے مجھے یہ احساس دلایا ہے کہ سب کے قدم وقت کی لکیر ہوئے ہیں اور یہ لکیر ہی ہمیں کہیں سے کہیں لے جاتی ہے۔ ہم خود کوئی سفر نہیں کر سکتے۔ بہرحال بھی ایک خوشی کی بات تھی کہ لیومکلارنس اگر زندہ ہے تو میری دسترس سے باہر نہیں ہے۔ وہ مجھے نظر آئے گا اور ہوسکتا ہے ہمارا روبرو سامنا ہو جائے۔ مجھے دنیا سے کیا لینا دینا ہے لیومکلارنس کے قتل کی کوششوں میں خود میری اپنی زندگی بھی چلی جاتی ہے تو جائے۔ مجھے اس

لئے بہت زیادہ تردد نہیں کرنا چاہئے۔ ان احساسات نے مجھے مزید نڈر بنا دیا۔ ادھر پروفیسر ڈریڈ جیسی شخصیت مجھے مل گئی تھی جو اپنی گفتگو میں مجھے نئے نئے جہانوں کی سیر کراتی تھی۔ جہاز کے حادثے میں مرجانے والے مسافروں کی لاشیں سمندر کی نذر کر دی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ ان لاشوں کو محفوظ رکھنا تو بڑا ہی مشکل کام تھا۔ کچھ ایسے تھے جن کا کوئی والی وارث نہیں رہا تھا اور کچھ وہ تھے جن کے کچھ عزیز زندہ بچ گئے تھے اور وہ مر گئے تھے ان کا سامان ان کے عزیزوں کو سونپ دیا گیا تھا۔ کیبنوں کو درست کر لیا گیا تھا اور متعدد مسافروں کو ان میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اب کسی کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ میں نے بھی اپنے آپ کو جہاز کا ایک مسافر ہی ظاہر کیا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ میرے کاغذات وغیرہ تباہی کا شکار ہوگئے ہیں۔ میری اس بات کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا گیا تھا اور میری خواہش پر مجھے بوڑھے ڈریڈ کے کیبن میں جگہ دے دی گئی تھی کیونکہ بہت سے کیبن اس بری طرح تباہ ہوئے تھے کہ انہیں اس وقت تک مرمت نہیں کیا جاسکتا تھا جب تک جہاز کسی ساحل سے نہ جالگے۔ ڈریڈ نے خوشی سے مجھے اپنا ساتھی منتخب کر لیا تھا۔ وہ ایک عجیب وغریب انسان تھا۔ بوڑھا لیکن اتنا قوی ہیکل کہ میں نے اس کی طاقت کے مظاہرے دیکھے تھے تاہم وہ اپنے آپ کو لئے دیئے رہتا تھا۔ لیکن اس رات اس پر ایک شدید بحران طاری ہوگیا وہ بخار کا شکار ہوگیا تھا۔ اس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہوگیا تھا اور بدن لوہے کی بھٹی کی طرح تپ رہا تھا۔ جہاز کے ڈاکٹر سے میں نے اس کے لئے دوا لی اور اس نے یہ دوا استعمال کی پھر کہنے لگا۔

''میں زندہ رہنا چاہتا ہوں اور تم یقین کرو میرے دوست! میں زندہ رہوں گا۔ میرے پیارے ساتھی کامران شاہ! میں ایک تنہا انسان ہوں۔ اس دنیا میں اپنا وہ کچھ گنوا چکا ہوں جو میری زندگی کا آخری حصہ تھا میرے بچے میری نگاہیں ہمیشہ ایک ایسے شخص کی تلاش میں بھٹکتی رہی ہیں جو میرے سینے سے اپنا سینہ ملا کر مجھ سے کہے کہ ڈریڈ تم تنہا نہیں ہو۔ میں تمہارا ساتھی ہوں۔ میری بھٹکتی ہوئی نگاہوں نے بہت دور تک اس انسان کو تلاش کیا ہے لیکن وہ مجھے ملا نہیں ہے۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ انسان کہاں ہے؟'' میں نے یہی سمجھا تھا کہ وہ سرسامی کیفیت کا شکار ہے اور اپنی اس کیفیت میں بول رہا ہے۔ لیکن یہ احساس میرے ذہن میں ضرور تھا کہ ایسی کیفیت میں انسان اپنے دل کی سچائیاں باہر نکال لیتا ہے۔ ویسے بھی وہ ایک پراسرار انسان تھا میری نگاہوں میں۔

چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

''تم مجھے اپنا بہترین ساتھی بنا سکتے ہو پروفیسر! مجھے بتاؤ کہ تم کس الجھن کا شکار ہو؟''

''آہ...... میرا جگر گوشہ میرے دل کا ایک حصہ' میرے وجود کی پہلی دھڑکن' آہ میرے وقت' میرے دوست! میرے دوست! میں ...... میں جو کھو چکا ہوں وہ پانا چاہتا ہوں۔ سونے والے میرے منتظر ہوں گے۔ میں اس تک پہنچنا چاہتا ہوں جو سو رہا ہے۔ میں ...... میں میرے دوست! آہ...... میں تمہیں کیا بتاؤں...... کیا بتاؤں میں تمہیں؟''

''اتنا تو بتا دو وہ کون ہے؟''

''میرے جگر کا گوسہ میرے دل کا ٹکڑا میں کیا کہوں تم سے۔ کیا بتاؤں میں تمہیں؟''

''تمہاری مرضی ہے لیکن ایک طرف تو تم مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرنا چاہتے ہو ان دوستوں میں جو تمہارے مقصد میں تمہارے کام آ سکتے ہیں اور دوسری طرف تم مجھے ان حقیقتوں سے لاعلم رکھ رہے ہو۔ خیر تمہاری مرضی ہے میرے بزرگ دوست! میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔''

''تم...... تم اسے جانتے ہو۔ بتاؤ کیا تم اسے جانتے ہو' کیا تم میرے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھ سکو گے۔ جہاں صرف ایک ہی نام تمہیں لکھا نظر آئے گا۔ صرف ایک نام بولو...... کیا تم اس ایک نام سے واقف ہو۔''

''بھلا میں کیسے واقف ہو سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''انوشا...... انوشا ہے اس کا نام...... سمجھے اس کا نام انوشا ہے۔'' اس نے کہا اور پھر اس طرح چونک پڑا۔ جیسے کسی خواب سے جاگا ہو۔ میں پُرتجسس نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے کے چہرے پر سہمی ہوئی کیفیت نظر آنے لگی اور پھر اس نے خوف سے لرزتی آواز میں کہا۔

''کک...... کیا ہو گیا۔ کیا میں کوئی الٹی سیدھی بکواس کر گیا ہوں۔ کوئی ایسی بات کہہ گیا ہوں جو ناقابل فہم ہے۔''

''اس وقت تم آرام سے سو جاؤ۔ صبح باتیں کریں گے۔ ٹھہرو میں تمہیں ایک انجکشن دیتا ہوں جو ڈاکٹر نے تمہارے سونے کے لئے دیا ہے۔''

''ہاں۔ کاش! مجھے نیند آ جائے۔ کاش! مجھے نیند آ جائے۔ اگر مجھے نیند آ گئی تو میں ٹھیک ہو جاؤں گا ورنہ تم یقین کرو بیمار پڑ جاؤں گا میں شدید بیمار پڑ جاؤں گا۔ میں نے اسے''

انجکشن دیا جو ڈاکٹر نے مجھے دیا تھا اور پوچھا تھا کہ کیا میں انجکشن لگا سکتا ہوں اور میں نے ڈاکٹر سے اس کا اقرار کر لیا تھا۔ میں نے وہ انجکشن بوڑھے کے بازو میں لگایا اور پھر اسے سونے کی ہدایت کی۔ بڑا پُراثر انجکشن تھا۔ وہ سو گیا لیکن میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ میں ایک عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا تھا اور نجانے کیوں مجھے ایک احساس ہو رہا تھا کہ میرے چاروں طرف ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ ایک عجیب سا پُراسرار احساس میرے وجود پر طاری تھا اور میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ اس احساس کی وجہ کیا ہے۔ پھر میں بھی سونے کے لئے لیٹ گیا اور میں تھوڑی ہی دیر کے بعد گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ عالم خواب میں' میں نجانے کیا کیا دیکھتا رہا۔ سویرا جو میرے ساتھ کار میں سفر کر رہی تھی اور پھر کار کے پر نکل آئے اور وہ ہوائی جہاز کی طرح فضا میں پرواز کرنے لگی۔ ایسے ہی بے تکے خواب میں صبح تک دیکھتا رہا تھا۔ صبح کو جب جاگا تو دماغ بوجھل بوجھل سا تھا جبکہ پروفیسر ڈریڈ آرام کی نیند سو رہا تھا۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا پھر اٹھ کر پروفیسر ڈریڈ کے بخار کو چیک کیا۔ میں نے اسے چھوا تو وہ جاگ گیا اور اس کے بعد سنبھل کر بیٹھ گیا۔

''میرا خیال ہے میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے۔''

''نہیں۔ میں ناشتہ لے کر آتا ہوں۔''

''تم درحقیقت میرے لئے جو کچھ کر رہے ہو بھلا میں اس کا تمہیں کیا صلہ دے سکوں گا۔'' میں نے اسے ایک نگاہ دیکھا اور کیبن سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دو افراد کا ناشتہ لیا اور واپس کیبن میں پہنچ گیا۔ ڈریڈ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''بخار کے عالم میں' میں کچھ ہذیان بکنے لگتا ہوں مجھے بتاؤ میں نے کوئی ایسی ویسی تو بات نہیں کہہ دی ہے تم سے۔''

''نہیں پروفیسر ڈریڈ! ظاہر ہے میں آپ کے دل کے دروازے نہیں کھول سکتا۔ اس لئے کہ میرا آپ سے کوئی اتنا گہرا تعلق بھی نہیں ہے۔ بس آپ رات کو کسی انوشا کا ذکر کر رہے تھے۔ میں نے کہا اور مجھے یوں لگا جیسے بوڑھے کے اوپر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے تھے جبکہ میں خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک میں کچھ سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

''ناشتہ تو کرو پروفیسر!''

"کیا بتاؤں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ویسے کیا میں نے واقعی تمہارے سامنے انوشا کا نام لیا تھا؟"

"ہاں...... میں نہیں جانتا کہ تم نے یہ نام کیوں لیا تھا۔"

"ہاں۔ بس کیا بتاؤں تمہیں۔ یہ بہت پرانا مرض ہے۔ ایک مرتبہ بلندی سے گر پڑا تھا سر میں چوٹ لگ گئی تھی۔ نوجوانی کی عمر کی بات ہے۔ دماغ کا کوئی خاص حصہ متاثر ہوگیا جو درست نہیں ہوسکا اور اس کے بعد میں جب بھی کبھی بخار کے عالم میں ہوتا ہوں۔ جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتا ہوں اور یہی خواب مجھے الٹی سیدھی باتیں کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ میری آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور بظاہر میں جاگ رہا ہوتا ہوں۔ لیکن یقین کرو میں ہوش میں نہیں ہوتا یہ دورہ اس اوقات میں پڑتا ہے جب ذہن پر کوئی بوجھ ہو۔ بہرحال میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"ٹھیک پروفیسر! لیکن ایک بات کہوں تم سے۔ تم بہت اچھے انسان ہو۔ وہ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں صحیح انداز میں جھوٹ بھی نہیں بول سکتے۔"

"ج...... جھوٹ۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا اور میں نے اسے ناشتے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"پلیز! ناشتہ کرو۔ میرے خیال میں ناشتہ کرنا دوسری باتوں سے زیادہ بہتر ہے۔"

پروفیسر ڈریڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہرحال ناشتے کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ وہ اب بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ ہم جہاز کے مختلف حصوں میں گھوم رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ بوڑھا کچھ خوفزدہ سا ہے۔ بہرحال اس خوف کی وجہ میرے علم سے باہر تھی۔ ویسے بھی میں ایک اچھے ساتھی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا اور کوئی فضول بات کر کے میں اس ساتھی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جہاز کا سفر کرتے ہوئے میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ ٹوٹ پھوٹ جہاز کی مرمت کر لی گئی تھی لیکن تباہی کے آثار اب بھی نظر آ رہے تھے۔ جہاز کے تمام ہی مسافر غمگین تھے۔ انہیں شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ بہت سے ایسے تھے جو اپنے عزیزوں کے ساتھ جہاز میں سوار ہوئے تھے لیکن اب ان کے ساتھی سمندر کی آغوش میں پہنچ چکے تھے۔ بے شمار چھوٹے

چھوٹے بچے بھی تھے۔ ہم لوگ ایک ایک منظر کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور مختلف دلدوز مناظر ہمارے سامنے آتے رہے۔ میری نگاہیں ان تمام چیزوں کے باوجود اپنے دشمن کو تلاش کر رہی تھیں۔ لیکن اب تو یہی احساس ہو رہا تھا کہ لیومکلارنس بھی موت کا شکار ہوگیا۔ بہرحال وقت گزرتا رہا۔ اس کے بعد سمندر اس قدر پرسکون ہوا تھا کہ تیز ہوائیں بھی نہیں چلیں تھیں۔ بوڑھے نے دوسرے دن عرشے پر سمندر کی لہروں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں نے بے شمار سمندری سفر کئے ہیں۔ میں سمندری راستوں سے بخوبی واقف ہوں۔ طوفان نے جہاز کو راستے سے ہٹا دیا ہے اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو اب جہاز ایسے راستے پر جا رہا ہے جو کالے جزیروں کا راستہ ہے۔ یہ کالے جزیرے سمندر میں روپوش ہیں۔ ان کے بڑے بڑے پہاڑ سمندر کی سطح کے نیچے چھپے ہوئے ہیں اور اگر جہاز رانوں کے اور کپتان کے پاس ایسے آلات موجود نہیں ہیں جو ان پہاڑوں کی نشاندہی کر سکیں تو یہ جہاز ضرور کسی حادثے کا شکار ہو جائے گا۔ بہرحال ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"لیکن اگر ایسی بات ہے تو ہمیں کپتان کو اس سے ہوشیار کرنا چاہئے۔ ذرا سی معلومات کرنی چاہئیں کیونکہ بہرحال ہماری اپنی زندگی بھی تو ہے جسے بچانا ہمارا فرض ہے۔"

"ہاں۔ لیکن میں تم سے ایک بات کہوں۔ لوگ کسی کی باتوں کو اہمیت نہیں دیتے۔ ہر صاحب اقتدار اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ضروری سمجھتا ہے کہ دوسروں کو بے وقوف ہی سمجھے۔"

"یہاں اقتدار کی بات نہیں ہے۔ کپتان نے اپنی ناتجربہ کاری کی بنا پر جتنے لوگوں کی زندگی کھو دی اتنا ہی کافی ہے میرے خیال میں اسے ہوشیار کر دینا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔ مناسب وقت پر اسے بتا دیں گے۔" بہرحال ہم لوگ اسی انتظار میں تھے کہ کوئی مناسب وقت آئے تو ہم اسے بتا دیں۔ کپتان نے خود ہی اس بات کا اعلان کر دیا۔

"معزز مہمانو! آپ کو ایک بری خبر مزید سنائی جا رہی ہے۔ ہم لوگ کس سمت میں جا رہے ہیں اب ہم یہ بات نہیں جانتے کیونکہ سمتوں کا تعین کرنے والے آلات ٹوٹ گئے ہیں۔ جہاز کی مشینیں اور انجن وغیرہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہمارا سفر اگر طویل بھی ہو جائے تو ہمارے پاس ہر

چیز موجود ہے۔ خوراک کا ذخیرہ، پانی اور جہاز کو آگے بڑھانے والا ایندھن یہ ضروری ہے کہ ہم احتیاط کو سامنے رکھتے ہوئے اب ان چیزوں پر کنٹرول کریں گے اور اس کے لئے ہمیں آپ کا تعاون درکار ہے۔ آپ اس بات پر پورا پورا بھروسہ رکھئے کہ ہم کہیں نہ کہیں جا پہنچیں گے۔ کسی بھی ملک پہنچ کر ہم جہاز کو بالکل درست کر لیں گے اور اس کے بعد ہمارا اصل سفر شروع ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ صبر و تحمل سے کام لیں گے اور جہاز کے عملے کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ بدبخت مسافر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور اپنے اس وقت کو یاد کرنے لگے تھے جب انہوں نے اس جہاز سے سفر کا آغاز کیا تھا۔ بہرحال سفر جاری رہا۔ کپتان کی تقریر سننے کے بعد مسافر منتشر ہو گئے تو میں نے پروفیسر سے کہا۔

''کیا یہ بہتر نہیں ہو گا پروفیسر ڈریڈ کہ تم کپتان کو اپنی معلومات سے آگاہ کر دو۔''

''تمہاری مرضی ہے چلو چلتے ہیں۔'' کپتان نے پروفیسر ڈریڈ کی باتیں سن کر بڑی پر احترام نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

''آپ کی رہنمائی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ بلاشبہ ہم آپ کی اس معلومات سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے اور خاص طور سے اس بات کا خیال رکھیں گے کہ ہم ان غرق آب جزیروں تک نہ جا سکیں۔'' کپتان نے واقعی اس واقعے کے بعد ہم لوگوں کو بڑی اہمیت دی تھی۔ میرا اور پروفیسر ڈریڈ کا بڑا احترام کیا جانے لگا تھا۔ بلکہ کپتان بار بار پروفیسر ڈریڈ سے سفر کے بارے میں مشورہ لیتا رہتا تھا۔ اس طرح یہ سفر جاری رہا۔ پھر ایک دن رات کو عرشے پر کھڑے ہوئے پروفیسر ڈریڈ نے مجھ سے یہ سوال کر ڈالا۔

''ایک بات بتاؤ ایشائی نوجوان! کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟'' پروفیسر ڈریڈ کے ان الفاظ نے میرے دل میں ایک ہوک سی جگا دی۔ دیر تک سوچتا رہا پھر کہا۔

''ہاں پروفیسر! کی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ محبت کرنی چاہئے۔ محبت جینا سکھاتی ہے۔ وہ اندھیری رات میں امیدوں کی کرنیں بکھیرتی ہے۔ تمہاری محبوبہ تمہیں ملی یا نہیں۔''

''نہیں۔'' میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور بوڑھا خاموش ہو گیا۔ لیکن ایسے لمحات میری بے کسی کو جگا دیتے تھے۔ طوفان کے بعد جہاز کی فضا عجیب سی ہو گئی تھی۔ لوگ ہنستے اور

مسکراتے تو نظر ہی نہیں آتے تھے۔ خود جہاز کے عملے کا بھی یہی حال تھا۔ ان کے بھی بہت سے ساتھی بچھڑ گئے تھے۔ کپتان جہاز کی سمت سے فکرمند تھا۔ وہ ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ جہاز کہاں جا رہا ہے اور اس لاعلمی میں کوئی اور خطرناک حادثہ بھی پیش آ سکتا تھا۔ ان غیر یقینی حالات میں سفر کرتے ہوئے کافی دن گزر گئے اور مسافر بیزار نظر آنے لگے۔ آسمان پر اب مسلسل بادل چھائے رہا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ماحول تاریک ہو جاتا تھا۔ خاص طور سے رات کی تاریکیوں میں یہ رات بھی ایسی ہی ایک رات تھی۔ ساری رات گہری تاریکی میں گھری رہی تھی۔ دور دور تک تاریک سناٹے کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا لیکن پھر دوسرا دن ذرا روشن محسوس ہوا اور اس دن کپتان کی طاقتور دوربین نے وہ سیاہ لکیر دیکھ لی جو دور سے پانی کی لہر کی طرح نظر آ رہی تھی۔ کپتان گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی خشکی ہے یا پانی کی لہر لیکن لہریں ساکت نہیں ہوتیں۔ کپتان کی تجربہ کار نگاہوں نے اس لکیر کا راز جان لیا۔ اس کے پھیکے اور بے رونق چہرے پر مسرت کی سرخی پھیل گئی۔ لیکن ابھی وہ اپنے ساتھیوں کو اس بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا جب تک کہ اسے مکمل یقین نہ ہو جائے۔ ممکن ہے اس کا یہ خیال غلط ہو اور اس فوری خوشی کے بعد اگر اس کا اندازہ غلط نکلا تو اس جہاز کے مسافر اور بددل ہو جائیں گے۔ اس نے بڑی مہارت کے ساتھ جہاز کا رخ تبدیل کرایا۔ اس کی نگاہیں طاقتور دوربین میں اس لکیر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ لکیر واضح ہو گئی اور پھر جہاز کے عرشے پر کھڑے ہوئے لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ جہاز کے عملے کے چند افراد کپتان کے کیبن کی طرف دوڑے اور انہوں نے کپتان کو اس لکیر کی اطلاع دی۔ تب کپتان نے بھی خشکی کو دیکھ لینے کا اعتراف کیا اور ذرا سی دیر میں یہ خبر پورے جہاز پر پھیل گئی۔ مسافر عرشے کی طرف دوڑنے لگے۔ وہ سب لکیر کو خوشی اور مسرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور کچھ دیر کے بعد وہ اپنا غم بھول گئے تھے۔ جہاز کا خشکی پر پہنچ جانے کے تصور سے سب بے حد مسرور تھے۔ عرشے کے ایک حصے میں میں پروفیسر ڈریڈ کے ساتھ خاموش کھڑا تھا۔ پروفیسر ڈریڈ نے اس خوشی کو دیکھ کر کسی قسم کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جب بہت دیر گزر گئی اور ہم جہاز کے لوگوں کی بھاگ دوڑ دیکھتے رہے تو پروفیسر نے مدھم سے لہجے میں کہا۔

''تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''کوئی خاص بات نہیں۔''

"تمہیں خشکی پر پہنچنے کی خوشی نہیں ہے۔"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ کیا کہہ سکتا ہوں؟" میں نے جواب دیا اور خاموشی سے اس لکیر کو دیکھنے لگا۔ میرے ذہن میں تو بے شمار لکیریں گڈمڈ ہو گئی تھیں۔ مجھے اب اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ لیومکلارنس اس جہاز پر موجود نہیں ہے۔ وہ بھی دوسروں کے ساتھ بے رحم طوفان کا شکار ہو گیا اور یہ بہرحال اچھا نہیں ہوا۔ اگر وہ میرے ہاتھوں مارا جاتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی۔ اب میرے اس سفر کا کوئی مقصد نہیں رہ گیا ہے۔ ایک بے مقصد اور بے کار سفر کا ہونا' نہ ہونا میرے لئے برابر ہی تھا۔ سفر جاری رہا۔ سورج نے بادلوں کو شکست دے دی اور ان کے نرغے سے نکل آیا۔ دھوپ کافی تیز تھی۔ مسافر سائے کی تلاش میں دوڑ گئے۔ لیکن اب بھی چند لوگ دھوپ میں کھڑے اس جزیرے کو دیکھ رہے تھے۔ جواب نمایاں ہوتا جا رہا تھا۔ چمکدار دھوپ میں جزیرہ چاندی کی طرح چمک رہا تھا اور اس کے سرسبز درخت صاف نظر آنے لگے تھے لیکن یہ دیکھ کر ذرا حیرت ہو رہی تھی کہ اس دور دراز اور ویران جزیرے پر باقاعدہ کوئی آبادی نظر آتی تھی۔ ممکن ہے کوئی بڑا شہر ہی نظر آ جائے کیونکہ کچھ عمارتوں کے دھندلے دھندلے نقوش بھی نمایاں تھے۔ اس کے علاوہ سفید سفید دھبے بھی نظر آ رہے تھے۔ جو یقیناً سمندری لانچیں تھیں' جو سمندر میں گشت کر رہی تھیں۔ یہ تصور اور بھی دل خوش کن تھا کہ وہ کسی ویرانے علاقے کی بجائے کسی ایسی آباد جگہ پہنچنے والے ہیں جہاں ایک مہذب زندگی رواں دواں ہے۔ سورج سر سے گزر گیا اور دھوپ کی شدت کم ہونے لگی۔ جہاز اب اس خشکی کی طرف پہنچ گیا تھا۔ کپتان اور دوسرے لوگ خشک علاقے کو دیکھ رہے تھے اور یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ یہ کوئی جزیرہ ہے یا کسی باقاعدہ ملک کا ساحل۔ کپتان نے جہاز پر پرتگال کا جھنڈا بھی لہرا دیا تھا تاکہ جزیرے کے لوگ ان کے بارے میں جان لیں کہ وہ کون ہیں اور انہیں یہ پتہ چل جائے کہ یہ کہاں کا جہاز ہے۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد وہ ساحل سے تھوڑے فاصلے پر لنگر انداز ہو گئے۔ یہ ایک سمندری اصول ہے۔ انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ بے شمار سفید سفید لانچوں نے جہاز کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اس کے بعد کچھ لانچیں آگے بڑھ رہی ہیں۔ ان لانچوں پر جنگی انتظامات موجود تھے جو لوگ ان لانچوں پر کھڑے ہوئے تھے ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ جہاز کے مسافر سنسنی خیز نگاہوں سے ان آنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ لانچیں جہاز کے قریب پہنچ گئیں۔ پھر ایک لانچ تھوڑے سے فاصلے پر رکی اور

اس سے میگافون پر پوچھا گیا۔

"تم لوگ کون ہو' کہاں سے آئے ہو اور کس کی اجازت سے ہماری سمندری حدود میں داخل ہوئے ہو۔" کپتان نے فوراً ہی جواب دینے کا انتظام کیا اور میگافون پر بولا۔

"ہم راستہ بھٹک کر ادھر نکل آئے ہیں۔ ہمارا جہاز شدید طوفان میں پھنس کر تباہ ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس سمت کا اندازہ لگانے والے آلات ٹوٹ چکے ہیں۔ ہم بس سمندر کی لہروں کے سہارے ادھر آ نکلے ہیں۔ ہمیں مدد درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے ہم برتھ کی جانب تمہاری رہنمائی کر رہے ہیں لنگر اٹھاؤ اور برتھ پر چلے آؤ۔ ہماری لانچیں تمہیں راستہ بتائیں گی۔" کپتان نے خوشی سے ہاتھ ہلایا اور لنگر اٹھائے جانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد جہاز رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ دو لانچیں انہیں اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھیں۔ رخ بدلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ جزیرے کے ڈیگ سے لگ گیا۔ لانچیں آگے بڑھ گئی تھیں۔ جہاز ڈیگ سے لگا اور سیڑھی لگا دی گئی۔ اس ڈیگ پر بہت سے لوگ نظر آئے وہ سب جدید لباسوں میں ملبوس تھے اور ان کے پیچھے ایک خاص قسم کی وردی والے مسلح افراد نظر آ رہے تھے جن کے ہاتھوں میں جدید ساخت کی اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ کپتان سب سے پہلے سیڑھی سے نیچے اترا اور ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔ ان میں سب سے آگے ایک سفید بالوں والا ایک سرخ و سفید آدمی کھڑا تھا۔ کپتان نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا لیکن سفید بالوں والے کے چہرے پر جوش کے آثار نظر نہیں آئے نہ ہی اس نے اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھایا تھا۔ بلکہ وہ سرد اور سپاٹ لہجے میں بولا۔

"تم لوگوں نے ہماری سمندری حدود کی خلاف ورزی کی ہے۔ ہم نے تمہیں توپوں سے نہیں اڑا دیا۔ یہی تمہاری خوش قسمتی ہے۔ جب تک ہمیں صحیح طور پر یہ اندازہ نہیں ہو جائے گا کہ تم کون ہو اور کس مقصد کے تحت یہاں پہنچے ہو' تم سے ہاتھ نہیں ملایا جا سکتا۔"

"یہ ایک مسافر بردار جہاز ہے۔ ہم طوفان کا شکار ہو کر یہاں پہنچے ہیں۔ جہاز کے آدھے مسافر طوفان میں تباہ ہو گئے۔ ہمیں خشکی کی تلاش تھی کیونکہ ہمارا یہ جہاز صرف انسانی زندگی بچانے کے لئے سفر کر رہا تھا۔ ہم خشکی دیکھ کر ادھر نکل آئے ہیں۔ آپ ہر طرح سے ہمارے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

''تمہارے جہاز پر کتنے افراد ہیں؟''
''اس وقت تقریباً ڈیڑھ سو افراد باقی بچے ہیں باقی مر چکے ہیں۔''
''اسلحہ کتنا ہے؟''
''بالکل نہیں۔سوائے ان چند بندوقوں کے جو احتیاطاً ساتھ لے لی جاتی ہیں۔''
''ٹھیک ہے۔تمہارے ہر بیان کی تصدیق کی جائے گی۔اپنے آدمیوں کو نیچے اترنے کی ہدایت کرو۔'' ہم یہ ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔کپتان تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے اپنے عملے کے افراد کو ہدایت کی اور کہا کہ تمام مسافروں کو احتیاط سے نیچے اتارا جائے۔عملے کے افراد اس کام میں مصروف ہو گئے۔بوڑھا پروفیسر ڈریڈ چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔اس نے کہا۔
''کیا سمجھتے ہو تم۔کیا یہ کوئی باقاعدہ ملک ہے۔کیا ہم کسی ملک کی سرزمین پر ہیں۔''
''افسوس میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔نجانے کیا ہوا ہے۔''
''یہ کوئی جزیرہ ہے اور اس جزیرے پر پراسرار حکومت ہے۔میرا یہی اندازہ ہے ایک بات اور بتاؤں تمہیں۔یہ لوگ اچھے لوگ معلوم نہیں ہوتے۔میری چھٹی حس بتا رہی ہے کوئی بڑا دھوکہ کریں گے۔''
''ہو سکتا ہے۔''میں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔
''ہمیں ہوشیار رہنا چاہئے۔''میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے مسافروں کے جہاز سے اترنے کا منظر دیکھتا رہا۔تمام آدمیوں کے ساتھ ہمیں بھی نیچے اترنا پڑا تھا اور ہم دوسرے افراد کے ساتھ لائن میں کھڑے ہو گئے تھے۔یہ مقامی لوگ تیزی سے سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھنے لگے۔اس سفید بالوں والے شخص کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی جو ان لوگوں میں نمایاں حیثیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔بہرحال دوسری طرف سے مقامی لوگوں کی جو وردیاں پہنے ہوئے تھے تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔وہ سب کے سب مسلح تھے اور انہوں نے جہاز سے نیچے اترنے والوں کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔تب ان لوگوں کو نئی ہدایات ملیں۔
''چلو یہاں سے آگے بڑھو۔''ادھر سفید بالوں والا واپسی کے لئے مڑ گیا۔کپتان کے چہرے پر شدید تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے۔اس نے سیکنڈ آفیسر اور دوسرے

طرف دیکھا۔اتفاق کی بات یہ کہ میں اس وقت کپتان کے قریب ہی موجود تھا۔کپتان نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔
''یقیناً کوئی بڑی گڑبڑ چل رہی ہے۔میں نہیں کہہ سکتا کہ ہم کس جال میں پھنسنے جا رہے ہیں۔باہر ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔بندرگاہ کے بیرونی پھاٹک سے باہر نکلتے ہی یہ ٹرک اسٹارٹ ہو کر بندرگاہ کے پاس آ گئے۔ان ٹرکوں کے نزدیک ہی بہت سے مسلح آدمی موجود تھے جن کے اشارے پر یہ سب لوگ ٹرکوں پر بیٹھ گئے اور پھر ٹرک وہاں سے آگے بڑھ گئے۔یہ ٹرک چاروں طرف سے بند تھے۔اس لئے جزیرے کے راستے اور بازار وغیرہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ہم دونوں بھی خاموش بیٹھے آنے والے وقت کا انتظار کرتے رہے۔پھر ٹرک رکے اور جب ہم نیچے اترے تو یہ دیکھ کر ایک لمحے کے اندر اندازہ ہو گیا کہ یہ ایک باقاعدہ جیل ہے۔اس کے چاروں طرف مچان بنے ہوئے تھے جن پر مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔کپتان نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے چاروں طرف دیکھا۔وہ سفید بالوں والا شخص بھی نیچے اتر رہا تھا۔اس کے اشارے پر ان سب کو اندر لے جایا گیا اور پھر انہیں ان بیرکوں میں دھکیل دیا گیا جو بہت مضبوط اور سلاخوں والی بیرکیں تھیں۔ایک دوسرے کے آمنے سامنے کوٹھڑیوں میں جہاز کے تمام مسافر بند کر دیئے گئے۔مجھے اور پروفیسر کو بھی ایک ہی کوٹھڑی میں بند کیا گیا تھا۔پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''بہت برا ہوا ہے نجانے کیوں مجھے لگ رہا ہے کہ......''ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ سفید بالوں والا شخص اندر داخل ہوا اور آگے بڑھ کر کوٹھڑیوں کا جائزہ لینے لگا۔پھر وہ اس کوٹھڑی کے سامنے رکا جو بالکل سامنے ہی تھی اور جہاز کا کپتان اسی کوٹھڑی میں قید تھا۔اس نے جہاز کے کپتان کو انگلی سے اشارہ کیا اور کپتان اس کے قریب آ گیا۔
''ہاں۔مائی ڈیئر کیپٹن اب تم مجھ سے سوالات کر سکتے ہو؟''
''یقینی طور پر یہ آپ کے ملک کی جیل ہے۔میرا پہلا سوال تو یہی ہے کہ یہ کون سا ملک ہے؟''
''نہیں بتایا جا سکتا۔''
''ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟''

''نہیں۔تم اسے برا سلوک نہیں کہہ سکتے۔ابھی تمہارے لئے کھانے پینے کا بندوبست
کیا جائے گا اور اس کے بعد تم آرام سے یہاں سو بھی سکو گے۔''
''لیکن کم از کم ہمیں اتنا تو بتا دیا جائے کہ یہ ملک کون سا ہے؟'' جواب میں سفید بالوں
والا ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔
''یہ ایک آزاد جزیرہ ہے کیا سمجھے۔'' اسے اپنی پسند کا نام دے دو مجھے کوئی اعتراض نہیں
ہوگا۔ہم اپنے اس جزیرے کے مکین ہیں۔یہ سمندری راستوں سے بہت دور ہٹ کر ہے۔جو
کوئی بھولا بھٹکا جہاز ادھر آ نکلتا ہے تو ہم اس کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے لئے بہت
سی نعمتیں لاتا ہے۔اس جزیرے کے مالک کا نام پاپرا ہے۔پاپرا ہمارا سردار بھی ہے اور جزیرے کا
حکمران بھی۔یہ جزیرہ عام سمندری راستے سے جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ ہزاروں میل دور ہے
اور اس طرف کوئی جہاز جان بوجھ کر نہیں آتا۔بس یہ سمجھ لو کہ جزیرے کی گزر اوقات کا ذریعہ ایسا ہی
کوئی طوفان زدہ جہاز ہوتا ہے۔ہمارے ہاں بھی عبادت گاہیں ہیں اور ان عبادت گاہوں میں ہم
جہازوں کے بھٹکنے کی دعائیں مانگتے ہیں اور آخر کار ہم بھی انسان ہیں۔خدا ہمارے رزق کا
بندوبست بھی کرتا ہے۔اگر کبھی بہت دن گزر جاتے ہیں اور کوئی اس طرف نہیں آتا تو ہم اپنی
آبدوز اور چھوٹے جنگی جہاز لے کر سمندری راستے پر نکل جاتے ہیں۔ہماری آبدوزیں جہاز کے
پیندوں میں سوراخ کرتی ہیں اور جب جہاز ڈوب جاتا ہے تو ہمارے غوطہ خور سمندر کی تہہ سے اس
کا سامان نکال لاتے ہیں کیا سمجھے۔جزیرے کی آبادی چھ سات سو افراد پر مشتمل ہے اور ہم لوگ
بے حد خوشحال ہیں۔'' کپتان اور اس کے ساتھ ان لوگوں کے چہرے زرد ہو گئے تھے جنہوں نے
سفید بالوں والے آدمی کی بات سنی تھی۔ایک لمحے کے اندر اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ سمندری ڈاکو
ہیں۔کپتان نے تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔
''لیکن یہ سب قابل رحم لوگ ہیں تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ان پر کتنی مصیبتیں ٹوٹی ہیں
ان کے عزیز و اقارب طوفان کی نذر ہو گئے ہیں تمہیں ان پر رحم کرنا چاہئے۔''
''یہ کام میں نہیں پاپرا کرتا ہے۔وہ تم لوگوں سے ملاقات کرے گا۔تمہارے دکھ
سنے گا۔وہ بہت رحم دل ہے ممکن ہے وہ کچھ دیر تمہیں زندہ رہنے کی اجازت دے دے ورنہ عام
پر ہم ایسے لوگوں کو یا تو بندرگاہ پر ہی ہلاک کر دیتے ہیں یا پھر یہاں جیل میں لا کر اس کے لئے

نے معقول بندوبست کر رکھا ہے۔'' سفید بالوں والے نے سنگدلی سے کہا۔اس کی آواز سننے
والے لرز رہے تھے۔میں بھی اس سنگدل انسان کو دیکھ رہا تھا جو انسانی زندگی کا اس طرح مذاق اڑا
رہا تھا کہ یقین نہ آئے۔کپتان نے خود کو سنبھال کر لرزتی آواز میں کہا۔
''لیکن میرے دوست ہمارے جہاز میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔''
''اس کی ہم پرواہ نہیں کرتے نفع نقصان تو ہوتا ہی رہتا ہے اور پھر تم تو خود یہاں تک
آئے ہو۔ہمارا کچھ خرچ بھی نہیں ہوا جو مل جائے گا غنیمت ہے۔'' پھر سفید بالوں والے نے گھڑی
دیکھی اور بولا۔
''میرا خیال ہے میرے جواب سے تمہاری تسلی ہو گئی ہو گی۔اب مجھے اجازت دو اور
اس وقت تک بے فکر رہو۔جب تک کہ پاپرا تم سے ملاقات نہ کرے۔'' وہ وہاں سے واپس چل
پڑا۔کپتان سلاخوں کو پکڑے کھڑا رہ گیا تھا جو لوگ سفید بالوں والے شیطان اور کپتان کی گفتگو سن
چکے تھے۔ان کے تو خوف سے ہی دم نکل گئے تھے اور وہ اپنی تقدیر دیکھ چکے تھے۔بوڑھے نے سرد
لہجے میں کہا۔
''ہاں۔میرے دوست! تمہارا نام کامران ہے۔کیا مطلب ہوا اس نام کا؟'' میرے
ہونٹوں پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔میں نے آہستہ سے کہا۔
''میں اپنے نام کا الٹ ہوں' کیا سمجھے۔''
''وہ کیسے؟''
''کامران کا مطلب ہے کامیاب انسان لیکن میری پوری زندگی ناکامیوں سے بھری
ہوئی ہے۔'' میں نے غمزدہ لہجے میں کہا۔
''نہیں۔ہمت اس کائنات میں سب سے کامیاب ہتھیار ہے ہم لاکھوں ہتھیار لئے
پھرتے رہیں اگر ہم اپنی ہمت ہار گئے تو سمجھ لو کہ موت ہم سے دور نہیں ہے اور ہم لوگ صرف
ناکامیوں کا سامنا کرتے رہیں گے۔لیکن اگر ہمت سے کام لیا جائے تو بڑے بڑے معرکے سر ہو
جاتے ہیں۔''
''خیر۔میں اس بات سے انکار نہیں کرتا یہ زندگی کی وہ ساری حقیقتیں ہیں جن کا وجود
ہے۔''

"ہاں میرے بیٹے! میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ تم یقین کرو تمہاری روشن پیشانی بہت سی خوبیوں کا مظہر ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم اس کائنات میں بہت کچھ کر سکتے ہو۔ لیکن وہی سوال آ جاتا ہے کہ ہمت سے کام لینا ہوگا۔ تم جس سلسلے میں اپنے آپ کو ناکام سمجھتے ہو اسی میں تمہیں کامیابی حاصل ہوگی اور میں تمہیں بتاؤں بالکل اتفاقیہ طور پر ہی سہی لیکن نجانے کیوں تم میری بہت سی امیدوں کا مرکز بن گئے ہو۔" میں نے چونک کر پروفیسر ڈریڈ کی شکل دیکھی اور الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ کی امیدوں کا مرکز۔" بوڑھے نے ایک دم آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی۔ پھر بولا۔

"جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنے کا عادی ہوں۔ چلو چھوڑو۔ دیکھو میرا خیال ہے کہ وہ لوگ کھانے پینے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دس پندرہ آدمی ٹرالیاں دھکیلتے ہوئے لائے۔ جن پر کھانے کی چیزیں لدی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے وہی سیاہ وردی والے لوگ موجود تھے۔ انہوں نے اسٹین گنوں کی چھاؤں میں دروازہ کھلوایا اور پھر کھانا تقسیم کیا جانے لگا۔ ہم دونوں نے بھی اپنا کھانا لے لیا تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے میں گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ بہرحال جو داستان ہمیں سنائی گئی تھی وہ انتہائی سنسنی خیز تھی۔ پاپرا نامی کوئی شخص درندہ صفت آدمی تھا اور ہم لوگ بحری قزاقوں کے چکر میں آ پھنسے تھے۔ بہرحال اس کے بعد کھانا کھایا گیا اور شام تک ہم لوگ تقریباً آرام ہی کرتے رہے۔ اس وقت میرے اندازے کا مطابق سات بجے تھے جب اس جیل کی عمارت کے دروازے پر کچھ تیز کاریں آ کر رکیں اور ایک لمبی کار سے کچھ لوگ نیچے اتر آئے۔ ان میں ایک مرد اور ایک عورت نمایاں تھے۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ دونوں کے قد کافی دراز تھے۔ مرد کا قد بھی کوئی چھ فٹ چار انچ کے قریب ہوگا جبکہ عورت چھ فٹ سے اونچی تھی۔ مرد دبلا پتلا لیکن عورت انتہائی خوبصورت جسم کی مالک تھی اس کے چہرے کے نقوش بھی بے انتہا حسین تھے۔ دودھ جیسا سفید رنگ گھٹنوں تک بکھرے ہوئے لمبے بال جن میں سیدھی مانگ نکلی ہوئی تھی۔ انتہائی قیمتی لباس جس سے اس کے جسم کے بہت سے حصے نمایاں ہو رہے تھے۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی لیکن اس کا چہرہ ایک خرانٹ عورت کا تھا اور اس پر پکا پن نظر آ رہا تھا اس کے ساتھی آدمی نے ایک قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا انتہائی

بدنما چہرے کا مالک تھا آنکھیں چھوٹی چھوٹی لیکن سانپ کی آنکھوں جیسی گال پچکے ہوئے اور چہرہ تقریباً ایک فٹ لمبا۔ وہ کار سے اترے تو دوسرے لوگ ان کے سامنے مؤدب ہو گئے اور پھر وہ سب ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس قید خانے سے تقریباً پچاس گز دور وہ رک گئے۔ پیچھے ہی وہ سفید بالوں والا آدمی موجود تھا جو شاید یہاں واقعی بہت نمایاں حیثیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ پھر اس لمبے آدمی نے سفید بالوں والے سے کچھ کہا اور وہ گردن ہلا کر آگے بڑھ آیا۔ اس کے پیچھے دو آدمی اور تھے۔ سیاہ وردی والے محافظ اب بھی تیار کھڑے تھے۔ سفید بالوں والے کے اشارے پر قید خانے کا دروازہ کھلا اور پھر اس نے کپتان کو مخاطب کر کے کہا۔

"کیپٹن! ان سب سے کہو کہ باہر نکل کر ایک لائن میں کھڑے ہو جائیں پاپرا ان سب کو دیکھنا چاہتا ہے۔"

"تو یہ ہے پاپرا اس جزیرے کا مالک!" پروفیسر ڈریڈ کے منہ سے عجیب سے انداز میں نکلا تھا۔ میری نگاہیں بھی پاپرا کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ یہ شخص کون سی نسل کا معلوم ہوتا ہے مگر اتنے تجربات نہیں تھے میرے منتظم نے جہاز سے اترنے والوں کو ایک لائن میں کھڑا کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد یہ قطار بن گئی۔ سب لوگ خاموشی سے پاپرا اور اس کی ساتھی عورت کو دیکھ رہے تھے۔ بہرحال ان کی حیثیت قیدیوں جیسی ہی تھی۔ ایک طرف پروفیسر ڈریڈ اور میں بھی قریب قریب کھڑے ہوئے تھے۔ جب یہ قطار مکمل ہو گئی تو پاپرا اور اس کی ساتھی عورت آگے بڑھے اور قیدیوں کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ان کے پیچھے دوسرے لوگ بھی تھے جن میں سفید بالوں والا بھی شامل تھا۔ وہ سب گہری نگاہوں سے قیدیوں کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ پروفیسر ڈریڈ اور میرے سامنے سے گزرے اسی وقت میں نے چونکتے ہوئے انہیں رکتے دیکھا۔ ان کے چونکنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے میں خود بھی چونک پڑا۔ پروفیسر ڈریڈ کی جیب سے ایک آواز آ رہی تھی اور اس کی جیب میں ایک چیز پھدک رہی تھی۔ سفید بالوں والا ایک دم اچھل پڑا اور اس نے آگے بڑھ کر پروفیسر ڈریڈ کا لباس پکڑ لیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے غصیلے لہجے میں کہا اور پروفیسر کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا پھر اس کے منہ سے ایک کریہہ آواز نکل گئی۔ پروفیسر کی جیب سے بلی کا

ایک بچہ نمودار ہوا تھا۔ جو غالباً سفید بالوں کے ہاتھ میں پنجہ مار کر نکل بھاگا تھا۔ سفید بالوں والا
اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

''یہ...... یہ کیا بدتمیزی ہے۔''

''ایک بدتمیزی میرے کوٹ کی دوسری جیب میں بھی ہے۔'' پروفیسر ڈریڈ نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''دیکھو......'' پروفیسر نے جیب کی طرف اشارہ کیا۔ سفید بالوں والے نے اس بار
پروفیسر کی جیب میں ہاتھ نہیں ڈالا تھا لیکن وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی دوسری جیب بھی پھول پچک
رہی ہے۔ آخر کار پروفیسر ڈریڈ نے خود ہی اپنی جیب کا اوپری منہ کھولا اور اس میں سے بڑے سائز
کا ایک چوہا پھدک کر باہر نکل گیا۔ اس بار نہ صرف پاپرا بلکہ اس کی ساتھی عورت بھی دو قدم پیچھے
ہٹ گئے تھے۔ چوہا برے احوال میں بھاگا تھا اور لوگ اچھل اچھل کر پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ ایک
عجیب تماشہ ہو گیا تھا۔ پروفیسر کے کوٹ کی جیب سے پھر کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔

''یہ کیا' یہ کیا مصیبت ہے؟'' سفید بالوں والے نے کہا۔

''یہ مصیبت تمہاری جیب میں بھی منتقل ہو سکتی ہے۔'' پروفیسر ڈریڈ نے ہنستے ہوئے کہا
اور اسی وقت سفید بالوں والے نے کمر پچکانا شروع کر دی کیونکہ اس کی اپنی جیب میں ایک مرغی
پھڑپھڑا رہی تھی۔ جس کی آوازیں نمایاں تھیں اور پھر مرغی اس کی جیب سے نکل کر بھاگ گئی
قرب و جوار میں کھڑے لوگ حیرت سے منہ پھاڑے ہوئے تھے۔ اب جو کچھ نکل رہا تھا سفید
بالوں والے کی جیب سے نکل رہا تھا اور وہ بری طرح ناچ رہا تھا۔ اسی وقت عورت کے حلق سے
ایک سریلا قہقہہ آزاد ہو گیا۔ پاپرا ابھی اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن پھر اس وقت وہ بری
طرح ہنس پڑا جب سفید بالوں والے نے گھبرا کر اپنا اوپری لباس ہی اتار پھینکا لیکن اس کے لباس
سے دو تین چوہے نکل کر بھاگ گئے تھے۔ پروفیسر ڈریڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ابھی تو تمہارا نچلا لباس بھی موجود ہے میرے دوست! اور مجھے لگ رہا ہے کہ
تمہاری زیریں لباس میں چوہوں کا بل ہو۔'' عورت کا زبردست قہقہہ بلند ہوا تھا اور اس نے ہنستے
ہوئے کہا تھا۔

''واہ ہیرن واہ...... یہ تو تم نے مجھے پہلے نہیں بتایا تھا۔''

''نن...... نہیں ربونا! ایسی بات نہیں ہے...... یہ...... یہ...... یہ مجھے...... یہ مجھے' اس
قیدی کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ...... کہ یہ سب کیا ہے۔ لیکن میں اسے ٹھیک کر
دوں گا۔'' جس شخص کو ہیرن کہا گیا تھا یہ وہی سفید بالوں والا تھا۔ وہ غصیلے انداز میں آگے بڑھ کر
پروفیسر ڈریڈ کو گھورنے لگا۔ سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ یہاں تک کہ جہاز سے اترنے
والے بھی مسکرا رہے تھے۔ کیونکہ ماحول ایک لمحے کے لئے بالکل غیر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ہیرن نے
پروفیسر ڈریڈ سے کہا۔

''تو یہ تیری حرکت ہے بوڑھے آدمی!'' یہ کہہ کر اس نے پروفیسر کے گریبان میں ہاتھ
ڈال دیا لیکن پھر خود ہی گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ چونکہ ایک چھپکلی پروفیسر کے گریبان سے نکل کر
اس کے ہاتھ پر چڑھ گئی تھی۔ ہیرن بری طرح اپنے ہاتھ کو جھٹکنے لگا اور چھپکلی پٹ سے نیچے گر
پڑی۔ ایک لمحے تک وہ اپنے آپ کو سنبھالتی رہی اور اس کے بعد تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی وہاں
سے آگے بڑھ گئی۔

''معافی چاہتا ہوں جناب لیکن میرے لئے یہ ضروری تھا۔ میں محترم پاپرا کی توجہ
حاصل کرنا چاہتا تھا۔'' پروفیسر ڈریڈ نے سر جھکا کر کہا۔

''میں ابھی سب کی توجہ تیری طرف مبذول کرائے دیتا ہوں۔ تو نے ہیرن کو لباس
اتارنے پر مجبور کیا ہے۔''

''اگر آپ کو میرا یہ کھیل پسند نہیں آیا جناب! تو اس کے لئے میں آپ سے بھی اور
معزز سربراہ سے بھی معافی چاہتا ہوں۔ اصل میں بس یہی زندگی کے کچھ کھیل سیکھے ہیں میں نے۔
میرا نام پروفیسر ڈریڈ ہے میں اسی طرح کے کھیل تماشے دکھا کر زندگی گزارتا ہوں۔ میری خواہش
ہے کہ مجھے کوئی غلط انسان سمجھ کر زندگی سے محروم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ میں اس طرح کے
ہزاروں شعبدے دکھا کر آپ لوگوں کے دل بہلاؤں گا۔'' پروفیسر ڈریڈ کا لہجہ عاجزی سے بھرپور
تھا لیکن ہیرن شدید غصے میں تھا کیونکہ اس وقت اس کا خوب مذاق اڑا تھا اور لوگ خوب ہنسے تھے۔
اس نے کہا۔

''اس شعبدے کے جواب میں' میں بھی ایک شعبدہ دکھانا چاہتا ہوں بوڑھے شعبدہ

گرا!" یہ کہہ کر اس نے جیب سے پستول نکالی لیکن اسی وقت عورت ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"نہیں ہیرن! کیا بیوقوفی ہے۔ تم ایک ایسے آدمی کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ جو ہمارا دل بہلانے کے لئے ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے اسے ہماری رہائش گاہ پر پہنچا دو۔ ہم اس کی جان بخشی کرتے ہیں۔" ہیرن کا پستول والا ہاتھ لٹک گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ پروفیسر ڈریڈ کو خونی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے اپنے آدمیوں کی طرف دھکیل دیا اور پاپرا نے مسکراتے ہوئے لڑکی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اب تک لڑکی اور پاپرا سفید بالوں والے ہیرن اور پروفیسر ڈریڈ کی طرف متوجہ تھے۔ اس لئے آگے والے قیدیوں کو نہیں دیکھ سکے تھے۔ اس کے بعد میں کھڑا تھا۔ اب وہ میرے سامنے پہنچے اور انہوں نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ جتنے قیدی یہاں کھڑے ہوئے ہیں ان میں، میں سب سے زیادہ قد آور اور سب سے خوبصورت تھا۔ بلاشبہ میری شخصیت اس وقت بھی سب سے اعلیٰ تھی۔ پاپرا نے بھی مجھے اسی طرح دیکھا تھا اور لڑکی نے بھی بلکہ اس لڑکی کی نگاہیں تو کافی دیر تک مجھ پر جمی رہی تھیں۔ وہ میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں بڑی بے باکی اور بے حد غرور تھا۔ میں نے بھی ان آنکھوں کو بغور دیکھا وہ آنکھیں دہشت خیز چمک لئے ہوئے تھی۔ اس نے اس طرح مجھے دیکھا کہ مجھے یوں لگا جیسے اس کے ہاتھ میرے پورے بدن کو ٹٹول رہے ہوں اس دوران پاپرا اور دوسرے کئی لوگ آگے نکل گئے تھے۔ لڑکی میرے سامنے ہی کھڑی ہوئی تھی اور اس وقت پروفیسر ڈریڈ اور دوسرے افراد اس کا اور میرا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر اچانک ہی لڑکی جیسے اپنے خیالات سے چونک پڑی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دلنشیں مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے آہستہ سے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"سنو...... تمہیں کوئی قتل نہیں کرسکے گا۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی اور پاپرا کے نزدیک پہنچ گئی۔ میں اس کے الفاظ اپنے کانوں میں گردش کرتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔ بے شک اس نے یہ الفاظ سرگوشی میں کہے تھے لیکن مجھے اندازہ تھا کہ قرب و جوار کے دو چار لوگوں نے تو یہ سب کچھ سنا ہی ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد قیدیوں کا معائنہ ختم ہوگیا اور پاپرا نے جہاز کے کپتان کو طلب کیا۔ کپتان ادب سے سر جھکا کر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا تھا۔ تب پاپرا اس سے جہاز کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا تب اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"جہاز کے قیدیو! جیسا کہ ہیرن نے تمہارے کپتان کو بتا دیا ہے کہ یہ جزیرہ میری ملکیت ہے۔ دنیا کی آبادیوں سے الگ تھلگ ان راستوں سے دور جہاں سے سمندری جہاز گزرتے ہیں۔ یہ جزیرہ صرف میری ملکیت ہے اور دنیا کا کوئی ملک اس جزیرے میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ ہم لوگ جہازوں کو لوٹ کر زندگی گزارتے ہیں اور یہی پیشہ ہماری زندگی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ ہم نے اپنے دل سے رحم کا جذبہ نکال پھینکا ہے کیونکہ اگر ہم نے اپنے سینے میں رحم کو پال لیا تو ہمیں پالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ہم خودکشی کرنا نہیں چاہتے۔ تم لوگوں کو بتایا جا رہا ہے اور جو کچھ کہا جا رہا ہے اس پر غور کرلو۔ تم پر بھی رحم نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اپنے قیدیوں کو قتل کردیتے ہیں لیکن بعض اوقات ہمیں مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم ایسے لوگوں سے سخت کام لیا کرتے ہیں۔ اس کا معاوضہ ہم انہیں زندگی اور خوراک کی شکل میں دیتے ہیں۔ اگر ہمارے لئے کام کرنے والے ہمارے وفادار رہیں اور یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں کہ وہ ہمارے خلاف کبھی سر نہیں اٹھائیں گے تو ہم انہیں پوری زندگی بھی اس جزیرے پر گزارنے کی اجازت بھی دے دیا کرتے ہیں۔ اب تم اسے اتفاق کہو یا اپنی خوش قسمتی کہ ان دنوں ہم سمندر کے ایک حصے میں بند بنانے پر غور کر رہے ہیں۔ یہ پروگرام طویل بھی ہوسکتا ہے لیکن اب چونکہ تم لوگ آ گئے ہو اس لئے میں جلد اس پروگرام پر عمل شروع کردینا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں زندگی کی خواہش ہے تو تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔ اس کا صلہ تمہیں خوراک کی صورت میں ملے گا اور اگر تم نے ہماری مرضی کے مطابق کام کیا تو ممکن ہے ہم تمہیں جزیرے کے ایک حصے میں مقیم کردیں۔ تم میں سے ہر جوان اور مضبوط آدمی ہمارے کام کا ہے اور رہ گئے عورتیں اور بچے تو یہ ہمارے لئے بے کار ہیں۔ اصول کے مطابق انہیں قتل کردینا ہمارے لئے فائدہ مند ہوگا لیکن ان کی بھی جان بخشی کی جاسکتی ہے۔ اگر تم لوگ چاہو تو انہیں اس وقت تک زندہ رکھا جاسکتا ہے جب تک تم یہ بند تعمیر نہ کرلو۔ اگر تم نے خود کو ہمارا وفادار ثابت کردیا اور ہم نے تمہیں یہاں آباد ہونے کی اجازت دے دی تو تمہیں عورتوں کی ضرورت بھی ہوگی۔ اس وقت ان عورتوں کو تمہارے حوالے کردیا جائے گا اور تم ان کے ساتھ زندگی گزار سکو گے۔ میں تم سے دو باتوں میں سے ایک کا جواب چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ تعاون کرو گے یا مرنا پسند کرو گے۔" اچانک ہی چاروں طرف شور مچ گیا۔

"ہم تمہارے لئے کام کرنے کو تیار ہیں۔" شور مچانے والے دہشت اور خوف کا شکار

تھے۔ ان کی آوازوں میں بے پناہ لرزشیں تھیں۔ لیکن عورتیں بری طرح سسک رہی تھیں۔
کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے چاروں طرف ایک فاتحانہ نگاہ ڈالی اور بولا۔
''تب تم فی الحال اپنے مستقبل کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔ تمہیں اس وقت تک
خطرہ نہیں ہے جب تک تمہارے ذہنوں میں کوئی سازش جنم نہ لے۔ کسی سازش یا فرار کی کوشش
کے بعد زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔ ہیرن!'' اس نے رک کر ہیرن کو آواز دی اور ہیرن
گردن جھکا کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔

''ان لوگوں کے لئے دو کیمپ قائم کر دو۔ عورتوں اور بچوں کا کیمپ مردوں کے کیمپ سے
دور ہونا چاہئے۔''

''بہت بہتر سر!'' ہیرن نے گردن جھکا کر کہا اور پاپرا نے ایک نگاہ پھر قیدیوں کی قطار
پر ڈالی اور عورت کی طرف اشارہ کر کے واپسی کے لئے چل پڑا۔

قیدیوں کا عارضی کیمپ ایک وسیع و عریض احاطے میں رکھا گیا تھا۔ احاطے کی
عمارت سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور طویل عمارت میں عورتوں اور بچوں کو رکھا گیا تھا۔ ہیرن نے
اپنی نگرانی میں ان قیدیوں کو منتقل کرنے کے لئے ایک اور کھلے کیمپ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔
کیمپ کو بھی یہاں سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ عارضی کیمپ ہے۔ بہرحال
میں اپنی زندگی کے انوکھے واقعات پر غور کر رہا تھا۔ سب سے بڑی اور تکلیف دہ بات یہ تھی کہ
بخت لیومکلارنس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ اس پر کیا بیتی۔ لیکن نہ تو وہ جہاز
قیدیوں میں نظر آیا اور نہ ہی اس کے بعد اس کی لاش بھی جہاز کے حادثے کے بعد جہاز پر نہیں
تھی۔ غالباً وہ کسی ایسے ہی عمل کا شکار ہوا تھا۔ میں اب کبھی کبھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ
نے اپنی زندگی بے مقصد ضائع کی۔ اصولی طور پر قدرت کو جو عمل کرنا ہوتا ہے وہ خود ہی کر لیا کرتی
ہے۔ انسان اپنے طور پر نجانے کیا کیا منصوبے بنا ڈالتا ہے لیکن سارے کام بس جذبوں کے
ہی ہوتے ہیں اور خود کوئی فیصلہ کرنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ ہم لوگوں کو قید ہوئے
اڑتالیس گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس دوران میری پروفیسر ڈریڈ سے بہت ساری باتیں ہوئی تھیں
نے اس کی شعبدہ گری پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ پہلے کبھی اس نے مجھ سے ایسے
شعبدے کا تذکرہ نہیں کیا۔

''زندگی میں بہت سے ایسے معاملات ہوتے ہیں جو وقت پڑنے پر ہی سامنے آتے
ہیں میرے دوست! میں کیا کہتا تم سے یہ کہ میں ایک شعبدہ گر ہوں۔''

''مگر تمہارا شعبدہ بڑا عجیب تھا۔ وہ چوہے، مرغی اور بلی اتنے سارے چوہے وغیرہ
کہاں سے آ گئے جبکہ جہاز میں تو وہ سب موجود نہیں تھے۔ پروفیسر ڈریڈ عجیب سے انداز میں ہنسنے
لگا۔ اس نے مجھے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اچانک ہی اس کے لہجے میں غم کی پرچھائیاں
پیدا ہوئیں اور اس نے مدھم لہجے میں تھکی آواز میں کہا۔

''ساری شعبدہ گری بے کار ہے۔ سب کچھ بے کار ہی ہے۔ کیا اچھا ہے اور کیا نہیں
ہے۔ جب انسان اپنے پیاروں کو ہی نہ پا سکے۔ اپنی آنکھوں کا نور کھو بیٹھے۔ جانتے ہو میری
آنکھوں کا نور کون تھا۔ میری انوشا۔'' اس نے کہا اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ میں گہری
نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ بوڑھے کے چہرے پر کچھ دیر تک غم کی پرچھائیاں نظر آتی
رہیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے نمودار ہو گئے تھے لیکن اچانک ہی اس نے سر کو
جھٹکا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

''انوشا! یہ نام آپ نے دوسری بار لیا ہے مسٹر ڈریڈ! کیا آپ مجھے اس بارے میں کچھ
نہیں بتائیں گے۔ وہ ایک لمحے تک گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور وہاں سے
آگے بڑھ گیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتانا چاہتا۔

O

وقت بے حد سست رفتار ہو گیا تھا۔ جس احاطے میں قیدیوں کو رکھا گیا تھا' وہ کافی بڑ
تھا۔ سامنے ہی ایک بڑا دروازہ لگا ہوا تھا۔ جس پر بے شمار مسلح افراد موجود تھے۔ میں اس انو
جزیرے پر غور کرنے لگا۔ ہم دنیا کے رہنے والے دنیا سے اس قدر ناواقف ہیں کہ کبھی کبھی خود ہ
کر حیرت ہوتی ہے۔ ہمارے اپنے چھوٹے چھوٹے مسائل ہوتے ہیں اور ہم ان مسائل کو نجا
کیا سے کیا سمجھ لیا کرتے ہیں جبکہ باہر کی زندگی میں رہنے والوں کے لئے لاکھوں ایسے مسا
ہوتے ہیں جو ان کے لئے عذاب بن جاتے ہیں۔ اب یہ بے چارے قیدی فرض کیجئے۔ میں ا
میں شامل نہ ہوتا تو مجھے ان کے بارے میں کچھ علم بھی نہ ہوتا۔ کیسی بے کسی اور بے بسی کی زندگی ا
پر مسلط ہو گئی ہے۔ ان سب کے گھر بار ہوں گے۔ ان کی زندگیوں کا ایک انداز ہو گا۔ لیکن سمن
نے ان کی زندگی تبدیل کر دی تھی۔ میں اپنے بارے میں بھی سوچتا تھا۔ اسپین روانہ ہونے ک
لئے میرے والد با آسانی مجھے ہوائی سفر کے انتظامات کر سکتے تھے۔ لیکن میں نے قدرتی طور
سمندری سفر پسند کیا۔ یہ سب ایک اونچ نیچ تھی اس کے لئے کچھ نہیں لیکن اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ وقت
اور تقدیر مجھے کچھ اور نیچا دکھانا چاہتی تھی اور اسی کے نتیجے میں یہاں موجود تھا۔ کچھ کھولتی سی دل
دماغ پر طاری ہو گئی تھی۔ ایک طرح سے میرا اپنا مقصد تو فوت ہو ہی گیا تھا۔ لیو مکلارنس کا اب ا
دنیا میں کوئی وجود نہیں تھا۔ اسے میں نے نہیں تقدیر نے مار دیا تھا اور میری تقدیر مجھے یہاں تک
لے آئی تھی۔ وقت کی کہانی فضاؤں میں پرواز کرتی کسی بھی ایک کردار تک جا پہنچتی تھی اور تصور
آنکھ بلاشبہ انسان کے پاس بڑا قیمتی سرمایہ ہوتی ہے۔ چشمہ تصور سے میں با آسانی سویرا کو دیکھ سک
تھا جو میری زندگی کا سویرا تو نہیں بن سکی تھی بلکہ شاید میں ہی اس کی زندگی میں ایک بدنما شام ک
حیثیت سے آ گیا تھا اور وہ بھی میرے عذاب میں گرفتار ہو گئی تھی۔ ماں یاد آئی جو اپنی خوبصور
کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی تھی۔ کیا کیا کہانیاں بکھری پڑی ہوئی ہیں اس دنیا میں انسان غور کرے
عجیب سی کیفیت کا شکار ہو جائے۔ دفعتاً میں نے عقب میں آہٹ محسوس کی اور چونک کر پیچھے
دیکھا۔ پروفیسر ڈریڈ ہی تھا جو میرے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی تشویش ک

آثار نظر آ رہے تھے۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ بولا۔

''بہت برا ہو رہا ہے۔ بہت ہی برا ہو رہا ہے۔''

''خیریت...... کیا بات ہے؟''

''بس میری شعبدہ گری بعض اوقات مجھے خود عجیب و غریب پریشانیوں کا شکار کرتی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے میری گفتگو اس احاطے کے یعنی اس کیمپ کے محافظوں کے سردار سے ہوئی جو یہاں کا نگران ہے۔ اس کا نام فیروٹ ہے اور فیروٹ نے مجھے جو تفصیل بتائی ہے وہ بڑی عجیب سی ہے۔''

''بھلا وہ کیا؟''

''بتاتا ہوں تمہیں' وہ شخص جو جزیرے کا حکمران اور بحری قزاقوں کا سردار ہے' اس کا نام پاپرا ہے۔''

''ہاں یہ بات مجھے معلوم ہے۔''

''اس کے ساتھ جو عورت تھی وہ جے سیکا ہے۔''

''جے سیکا! لیکن سفید بالوں والے ہیرن نے تو اسے ربونا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔''

''ہاں۔ ربونا ان لوگوں کے ہاں ایک اعزازی نام ہے جو ہر اس شخص کے لئے ادا کیا جاتا ہے یعنی عورت کے لئے جو قابل احترام ہو۔''

''ٹھیک۔ لڑکی کا نام جے سیکا ہے۔''

''ہاں اور وہ پاپرا کی بہن ہے۔''

''گڈ......'' مجھے ایک دم لڑکی کے الفاظ یاد آ گئے۔ اس نے سرگوشی کے عالم میں کہا تھا کہ مجھے کوئی ہلاک نہیں کر سکے گا۔ اب ان الفاظ پس منظر کیا تھا اپنے طور پر تو بہت سے فیصلے کئے جا سکتے تھے لیکن حقیقت تو اسی وقت پتہ چلتی ہے جب وہ سامنے آئے۔ پروفیسر ڈریڈ کہنے لگا۔

''میں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ انہوں نے انہیں صریح دھوکہ دیا ہے یعنی بھرپور دھوکہ۔ یہ لوگ اس بند کی تعمیر کریں گے اور زندہ رہنے کی لگن میں پوری محنت سے کام کریں گے لیکن جب ان کا کام ختم ہو جائے گا تو ان سب کو ہلاک کر دیا جائے گا کیونکہ یہاں اس جزیرے پر باہر کے لوگوں کو زندہ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس وقت بھی یہ عارضی زندگی انہیں اس لئے مل

گئی ہے کہ انہیں بند کا کام مکمل کرنا ہے۔“

”اوہ......“ میں نے افسوس بھرے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔

اور عورتوں اور بچوں کو اس وقت تک زندہ رکھا جائے گا جب تک کہ مرد زندہ ہیں
میں یہ کام اس لئے کیا جائے گا کہ بیوقوف مردان کی آغوش کی آرزو میں لگن سے کام کریں۔
لوگوں کا منصوبہ ہے اور ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ یہ لوگ اپنی خوراک اور اپنا پیسہ ضائع نہیں کر
کیونکہ انہیں ضرورت کے وقت مزدوروں کی کھیپ بھی کسی نہ کسی جہاز سے مل ہی جاتی ہے۔ میں
لمحوں کے لئے لرز کر رہ گیا تھا۔ بہر حال انسان کو انسان سے محبت تو ہوتی ہی ہے۔ ہم ان
درندوں کے چنگل میں آ پھنسے تھے۔ میں اپنے لئے بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ لیکن بات وہ
زندگی تو ہے ہی جانے والی چیز کب اور کیسے چلی جائے یہ انسان کو پتہ نہیں ہوتا۔ بس وقت ہ
فیصلے کرتا ہے پھر تقریباً چالیس گھنٹے کے بعد جبکہ دوسرے دن شام کی کجلاہٹیں فضاؤں میں ا
لگی تھیں کچھ لوگ آئے اور بوڑھے پروفیسر ڈریڈ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے اسے ب
کہ ربونا یاجے سیکا اسے طلب کر رہی ہے۔ پروفیسر ڈریڈ نے کسی قدر تشویش زدہ نگاہوں سے
دیکھا تھا اور اس کے بعد خاموشی سے ان کے ساتھ چلا گیا تھا۔ لیکن مجھے ایک عجیب سی الجھ
بے بسی کا احساس ہوا۔ بوڑھے کی موجودگی تو میری لئے بڑی ہی حوصلہ دلانے والی تھی۔ میں
پریشان ہو گیا اور چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا کہ کسی سے شناسائی حاصل کروں اور اس
وقت کے گزرنے کا انتظار کروں۔ تاریکی پھیلتی جا رہی تھی اور میں مسلسل ڈریڈ کے بارے م
سوچ رہا تھا۔ یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہوگا لیکن خیال یہی تھا کہ
سیکا نے ضرور اسے بہتر حالت میں رکھا ہوگا۔ بہر حال میری نگاہیں قیدیوں کا جائزہ لیتی ر
سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ انہیں لاکھ ان کی زندگی کی خوشخبری سنائی گئی تھی لیکن
اس ہولناک ماحول میں ہر انسان اپنے بارے میں سوچ رہا تھا اور مستقبل کا خوف انہیں لر
ہوئے تھے۔ بہر حال بہت دیر تک میں سوچتا رہا اور اس کے بعد میرے ذہن میں ایک عجیب
کیفیت پیدا ہوئی۔ عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیا زندگی پر کوئی ح
جائے۔ یہ احساس ایک جنون کی شکل میں دماغ پر مسلط ہوا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ واقعی مجھ
کرنا ہی چاہئے۔ کوئی ایسا عمل جو یہاں حالات و ماحول میں تبدیلی پیدا کرے۔ اس طرح

کی زندگی تو بالکل غلط ہے۔ یقیناً کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے اور میرا ذہن بہت سی باتیں سوچتا رہا۔
یہاں تک کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ کپتان ایک جگہ گردن
جھکائے بیٹھا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچا اور پھر میں نے اپنے جوتے کی ٹھوکر کپتان
کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ کپتان درد سے بلبلا اٹھا تھا۔ دوسرے لمحے وہ کراہتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

”کیا ہوا؟ کیا تمہاری دماغی کیفیت خراب ہو گئی؟ کیا بدتمیزی کی ہے تم نے؟“

”میں پوچھتا ہوں کہ آخر کیا فیصلہ کیا ہے تم نے؟“ میں نے اس کا گریبان پکڑتے
ہوئے کہا اور کپتان بری طرح پریشان ہو گیا تھا اس نے بغیر مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”کیسا فیصلہ......“ اس کا چہرہ اب بھی کرب اور تکلیف کا آئینہ دار تھا لیکن یوں لگ رہا
تھا جیسے ان حالات میں خود کو بے حد لاغر اور کمزور محسوس کر رہا ہو۔ اسے یقین تھا کہ اگر اس نے
میری ٹھوکر کا جواب دیا تو ہڈیاں پسلیاں تڑوا بیٹھے گا۔ دوسرے لوگ بھی اس وقت اس کی مدد نہیں کر
سکیں گے۔ وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگا تو میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا تم لوگ بند تعمیر کرو گے؟“

”آہ......تم نے بلاوجہ میری پنڈلی پر ٹھوکر ماری ہے۔ میں تو اپنے آپ کو بے حد کمزور
محسوس کر رہا ہوں۔ تم مجھے بتاؤ ان حالات سے کیسے نمٹا جا سکتا ہے۔ طوفان نے ویسے ہی ہماری کمر
توڑ دی تھی ہم سنبھلے بھی نہیں تھے کہ اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے‘ اب تو صرف دو ہی راستے ہیں۔
ان لوگوں کی ہدایت پر عمل کریں ورنہ خودکشی کر لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں میں بھی حالات
سے نمٹنے کی سکت نہیں ہے۔ جو ہمارے جہاز کے مسافر تھے اور پھر سکت ہو بھی تو اس سے کیا فرق
پڑتا ہے‘ ہم بے یار و مددگار ہیں‘ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ میں انہیں یہ تو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ مجھے
پروفیسر ڈریڈ سے کیا معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔ ان معلومات کے تحت ان میں سے ہر شخص کی
زندگی خطرے سے دوچار تھی۔ ایک طرح سے اگر یہ کہا جائے کہ یہ سب عارضی طور پر زندہ تھے تو
غلط نہیں ہوگا لیکن باقی ساری باتیں قابل توجہ تھیں۔ کپتان کو بھی میں حقیقت نہیں بتا سکتا تھا چونکہ
اس کے بعد یہ بات پھیل جاتی اور نتیجہ ان لوگوں کی موت کی شکل میں ہی ظاہر ہوتا۔ ظاہر ہے سب
بدحواسی کا شکار ہو جاتے اور اس میں کیا عمل کرتے تھے۔ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔
تاہم میں نے کپتان سے کہا۔

''میرے دوست! اب تم کسی جہاز کے کپتان نہیں ہو اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے
کوئی بہت بڑی اور محترم شخصیت! میں تمہیں صرف ایک بات بتا دوں کہ یہ جو کہانی ہمارے کا
نے سنی ہے یہ بالکل درست نہیں ہے۔ اس کہانی میں دھوکہ ہے۔'' کپتان نے چونک کر
صورت دیکھی اور آہستہ سے بولا۔

''دھوکہ!''

''ہاں...... ہم لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ہم وہ بند تعمیر کر لیں تو ہمیں زندگی دی جا
ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ ہم صرف اس وقت تک زندہ ہیں جب تک ان
کام مکمل نہ ہو جائے۔ وہ اپنی خوراک وغیرہ بچانے کے لئے نئے نئے لوگوں کو یہاں جگہ نہیں د
گے اور اس کی وجہ تم بھی سمجھتے ہو۔ اگر یہاں وہ اپنے مخالفوں کو زندہ رکھیں گے تو اس وقت جب
بحری قزاقی کے لئے سمندر میں جاتے ہیں ہم لوگ ان کے ساتھ بغاوت کر کے ان کے
جزیرے پر قبضہ بھی کر سکتے ہیں اور یہاں موجود لوگوں کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ وہ کبھی
زندہ نہیں رکھیں گے۔'' کپتان تشویش بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

''لیکن ان لوگوں کو دیکھ رہے ہو۔ تمہارے خیال میں یہ بے بس لوگ کیا کر سکتے ہیں
تو اس قابل بھی نہیں ہیں کہ یہاں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش بھی کر سکیں۔ آہ...... اگر موت
مقدر بن چکی ہے تو......'' ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ہمیں پانچ چھ افراد اس طرف جاتے ہ
نظر آئے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کپتان کے ساتھ مل کر کوئی ایسی ترکیب عمل میں لائی جائ
یہاں سے ان لوگوں کو زندہ بچا کر لے جانے کا موقع مہیا کر سکے۔ لیکن کپتان بھی بے چارہ بز
آدمی تھا بلکہ بزدل اسے نہیں کہنا چاہئے تھا اس کا شعبہ بالکل الگ تھا۔ غرض یہ کہ ہم ان آ
والوں کو دیکھنے لگے۔ وہ احاطے کے اندر داخل ہو کر گردن اٹھا اٹھا کر کچھ تلاش کر رہے تھے۔
وقت میرے ذہن و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ سب میری تلاش میں ہوں گے لیکن پھر
نے ان میں سے ایک لمبے چوڑے قد و قامت والے آدمی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا
میں ایک دم سمجھ گیا کہ وہ مجھے ہی تلاش کر رہا تھا۔ وہ میرے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے کہا۔

''آؤ...... تمہیں طلب کیا گیا ہے۔''

''کس نے طلب کیا ہے؟''

''سوال نہیں۔ صرف حکم کی تعمیل کرو۔'' اس نے کہا۔

''تم لوگ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔'' میں نے غصیلی آواز میں کہا اور جواب میں اس
شخص نے مجھ پر ہاتھ گھما دیا۔ وہ مسلح تھا اور چھوٹے قد و قامت کا مالک تھا۔ میں نے اس کی کلائی
پکڑ لی اور دوسرے لمحے میں نے اس کی ٹھوڑی پر ایک گھونسہ رسید کر دیا۔ میرا گھونسہ اتنا زوردار تھا
کہ وہ کوشش کے باوجود اپنے قدم زمین پر نہ جما سکا اور لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔ اس کے جبڑے
میں چوٹ لگی تھی۔ اچانک اس کے دوسرے ساتھیوں نے اسٹین گنیں سیدھی کر لیں۔ لیکن وہ چیخ کر
بولا۔

''نہیں۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔'' وہ سہارا لے کر اپنی جگہ سے اٹھا لیکن اس کے
قدم بری طرح لڑکھڑا رہے تھے اور وہ اٹھنے کی کوشش میں بھی ناکام رہا تھا۔

''سنو...... میرے منہ پر گھونسہ مار کر تم نے مجھ سے اپنی دشمنی مول لے لی ہے۔ لیکن
تمہیں ربونا نے طلب کیا ہے اور ربونا کے مہمان کو ہم کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تم ہمارے ساتھ
چلو۔''

''اور اگر میں تمہارے ساتھ جانے سے انکار کر دوں تو......'' اس شخص نے ایک لمحے
کے لئے کچھ سوچا اور پھر دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے۔ اس وقت بے شمار افراد مجھ پر ٹوٹ پڑے۔
کسی نے میرے سر کی پشت پر کوئی وزنی چیز ماری تھی اور میرا دماغ چکرا کر رہ گیا تھا۔ اس کے بعد
مجھے ہوش نہیں رہا۔ کپتان اور دوسرے لوگوں پر میری اس کیفیت پر کیا حال ہوا تھا مجھے اس کا اندازہ
نہیں تھا لیکن جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک خوبصورت سے کمرے میں بہت ہی عالی شان مسہری
پر پڑا ہوا تھا۔ میری حیران نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ
یہ کون سی جگہ ہے۔ کچھ دیر تک میں اسی طرح پڑا رہا۔ پھر جب میرے حواس بحال ہوئے تو مجھے یاد
آیا کہ مجھ پر کیا گزری تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ تبھی ایک
بہت ہی مترنم آواز میرے کانوں میں اتری۔

''ہوش میں آ گئے۔'' میں نے چونک کر اس آواز کی سمت دیکھا۔ یہ نغمہ بار آواز جے
یکا ہی کی تھی۔ وہ ایک لمبی کرسی پر نیم دراز تھی۔ اس کے جسم پر سفید سلک کا ریشمی لبادہ پڑا ہوا تھا
س کے سامنے کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور اس سے اس کے سڈول جسم کی رعنائیاں نمایاں

تھیں۔ وہ گلابی رنگت کی مالک تھی اور اس کا جسم سنگ مرمر کی طرح ٹھوس اور حسین تھا۔ اِ
آنکھوں کی کیفیت ایک لمحے کے اندر اندر مجھے عجیب سے جہانوں کی سیر کرا گئی۔ حالانکہ
زندگی کا ایک مرکز تھا لیکن بہرحال مناظر تو انسان کو متاثر کرتے ہی ہیں۔ جے سیکا نے ایک
انگڑائی لی اور کمرے کی فضا میں آگ لگ گئی۔ اس نے اپنے وجود کے حشر سامانیوں کے اثر
میرے چہرے پر تلاش کئے اور مجھے یہ فیصلہ کرنے میں کافی دقت ہوئی کہ اس وقت مجھے کس قسم
تاثرات کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ ابھی میں اس فیصلے سے محروم تھا کہ وہ کرسی سے کھڑی ہوئی
مست چال چلتی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔

''میں کتنی دیر سے تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ دراصل تم غلط
شکار ہو گئے تھے۔ پاپرا میرا بھائی ہے۔ اس وقت جب میرا بھائی قطار میں قیدیوں کا جائزہ لے
تھا میں نے رک کر تم سے جو کچھ کہا تھا' تمہیں یاد ہے۔'' وہ رک کر میرے جواب کا انتظار کرتی
مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر وہ بولی۔

''میں نے کہا تھا کہ تمہاری زندگی کوئی نہیں چھین سکے گا۔ جانتے ہو یہ میں نے کیوں
تھا۔ کیونکہ تم مجھے پہلی ہی نگاہ میں پسند آ گئے تھے۔ تم ان مکمل مردوں میں سے ہو جنہیں د
عورت اپنے دماغ پر قابو نہیں پا سکتی کیا سمجھے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں میں ایک کھلے دل
کی لڑکی ہوں اور جو کچھ میرے دل میں ہوتا ہے میں زبان سے ادا کر دیتی ہوں۔ تم اب م
مہمان ہو اور یہاں تمہیں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ تمہیں میری ہر خواہش پر عمل کر
گا۔ کیا تم اس میں کوئی قباحت محسوس کرتے ہو۔ آؤ تمہارا لباس تیار ہے۔ پہلے غسل کر لو اس
بعد آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں گے آؤ......'' اس نے کہا اور میں کسی معمول کی طرح اٹھ گیا
نے مجھے غسل خانے میں پہنچا دیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگی۔

''اندر تمہارے لئے لباس موجود ہے اور چونکہ میں ایک نگاہ میں تمہارے پورے
کا ناپ لے چکی ہوں اس لئے وہ لباس تمہارے بدن پر بالکل درست ہو گا۔ جاؤ...... م
تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' میں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ میں اس عورت کی کیفیت کو
طرح محسوس کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میرے لئے تو یہ سب کچھ
مشکل کام تھا جو وہ چاہ رہی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت کیا طریقہ کار اختیار کیا جا

ایک لمحے کے لئے ذہن بری طرح بھٹک گیا تھا۔ حالانکہ یہ کوئی بہت ہی اجنبی بات نہیں تھی۔ زندگی
کا ایک حصہ ہوتا ہے یہ سب کچھ بھی بس انسان کی اپنی سوچ ہے۔ زندگی بچانے کے لئے کبھی کبھی
اخلاقیات کی قربانی بھی دینا ہوتی ہے۔ میں بہرحال اب اتنا بیوقوف بھی نہیں تھا۔ ہر چند کہ میری
عمر بہت زیادہ نہیں تھی۔ خاص طور سے اس طرح کا کوئی تجربہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن دنیا سے اتنا
ناواقف بھی نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی بجلیوں کا مفہوم نہ سمجھ سکوں۔ وہ مجھے دیکھتی
رہی۔ پھر اس نے کہا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''کامران۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں تمہیں صرف کامی کہہ سکتی ہوں۔''

''بہت بہتر۔''

''سنو کامی! میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ کچھ لوگ ایک نگاہ میں وہ جگہ حاصل کر
لیتے ہیں جو بے شمار افراد ساری زندگی کی کوششوں سے نہیں حاصل کر پاتے۔ کامی تمہیں میرا غلام
بن کر رہنا پڑے گا۔ جب تک تمہاری زندگی ہے۔ تم میرے پاس اور میرے ساتھ رہو گے یا پھر
اس وقت تک جب تک کہ مجھے تمہارا بدل نہ مل جائے۔ کم از کم بحری قزاقوں کے اس قبیلے میں کوئی
ایسا جوان نہیں ہے جس نے مجھے کبھی متاثر کیا ہو۔ میرا بھائی پاپر مجھے بہت زیادہ چاہتا ہے۔ اس
نے آج تک میری ہر خوشی اور ہر خواہش کی تکمیل کی ہے۔ اس لئے میں مطمئن ہوں۔ کیا تم مجھے
اپنی عورت کے طور پر قبول کر سکتے ہو لیکن ایک آقا زادی کی حیثیت سے تمہیں میری ہر بات پر سر
جھکانا ہو گا کیا سمجھے۔ نجانے کیوں میرے دماغ پر ایک ضرب پڑی تھی۔ کیا مرد اتنا ہی بے حقیقت
ہوتا ہے۔ کیا میں اتنا ہی احمق ہوں کہ صرف زندگی بچانے کے لئے ایک عورت کے قدموں کی
خاک بن جاؤں یہ تو ممکن نہیں ہے۔ وہ کہنے لگی۔

''اور میں تمہارے چہرے پر تمہارے تاثرات کو دیکھ رہی ہوں۔ تم مجھے سرکش نظر آتے
ہو۔ دیکھو سرکشی مجھے پسند نہیں ہے۔ تمہیں میرے جوتے تک چاٹنا ہوں گے۔ میں تمہیں جو حکم دوں
گی تم اس پر دماغ سے نہیں سوچو گے۔ بلکہ صرف عمل کرو گے۔ بتاؤ...... کیا زندگی کی قیمت پر یہ
سب کچھ تمہیں قبول ہے۔''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔
''کیا؟'' وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔
''ہاں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ تم بے شک ایک خوبصورت عورت ہو۔ تم بلاشبہ دلوں
پر حکمرانی کر سکتی ہو لیکن میرے ساتھ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ میں ایک اور لڑکی سے محبت کرتا ہوں
میرے وطن میں اور میرے شہر میں ہے۔ ہم لوگ جو عہد و پیماں کرتے ہیں۔ انہی کو اپنی زندگی سمجھتے
ہیں۔ باقی زندگی ہمارے لئے ایک بیکار سی چیز ہے۔ تم عورت کی حیثیت سے جس قدر بے باک
اور خود پرست ہو۔ کم از کم مجھ جیسا کوئی نوجوان تمہیں کسی طور قبول نہیں کر سکتا۔ مجھے معاف کرنا
سیکا! یہی تمہارا نام مجھے بتایا گیا ہے۔ میں تمہیں اپنے قدموں میں جگہ نہیں دے سکتا۔ دل کی بات
کچھ اور ہے۔'' میرے ان الفاظ نے اسے لال بھبوکہ کر دیا۔ اس کا چہرہ آگ نظر آنے لگا۔
شدت جوش سے دیوانی ہو گئی اور پھر اس نے ایک ایسا عمل کیا جو میرے لئے بڑا عجیب تھا۔ اس نے
آہستہ آہستہ اپنے جسم کا سارا لباس اتار دیا اور بے لباس بے حجابی سے میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔
''مجھے دیکھو اور میرے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ میں عورت ہوں ایک مکمل عورت ایک
دیوتا کی طرح تمہیں میری عظمت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ میرے قدموں میں جھک جاؤ، سجدہ کرو
مجھے سمجھے۔ تمہارے الفاظ نے میری غیرت کو جگا دیا ہے۔'' میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔
''بیوقوف عورت! ہم لوگ زندگی کی قیمت پر بھی ایسا نہیں کرتے۔ میں نہیں جانتا تیرا
مذہب کیا ہے۔ تو کیا چیز ہے لیکن میں ایک مسلمان ہوں۔ پاکستانی ہوں۔ تو کیا جانے پاکستانی کیا
ہے؟ اسلام کیا ہے؟ ہمارا مذہب کیا ہے؟ تو سجدے کی بات کر رہی ہے میں اپنے پاؤں کا انگوٹھا بھی
تیرے سامنے خم کرنے کو تیار نہیں ہوں۔''

''تو پھر موت کا انتظار کر وحشی کتے! تو نے مجھے ٹھکرا کر میری اندر کی نسائیت کو جگایا
ہے۔ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ زندگی میں پہلی بار میں جس شخص کو اپنی خلوت کے
لئے پسند کروں گی وہ مجھ سے انحراف کرے گا۔ اب میں تیرا خون پی جاؤں گی۔ میں، میں تیری
گردن چباؤں گی۔ تجھے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گی۔ وہ واپسی کے لئے مڑی تب میں نے
دیکھا کہ اس نے دیوار سے ایک نوکدار بھالا اتار لیا ہے۔ اس وقت وہ جس کیفیت میں نظر آ رہی
تھی وہ ناقابل یقین تھی۔ میں صحیح معنوں میں وہ الفاظ نہیں تراش سکتا جو اس وقت اس عورت کی

شخصیت کا بھرپور اظہار کر سکتے۔ غصے سے دہکتی ہوئی عورت جوش و جنون میں ڈوبی ہوئی لیکن اس
طرح تو اس کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہئے۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے پوری قوت سے میرے سینے
پر بھالے کا وار کیا میں بیٹھ گیا اور وہ جھونک میں آگے چلی گئی۔ وہ بری طرح دیوار سے ٹکراتے
ٹکراتے بچی تھی۔ دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سیدھی ہو گئی۔ اس بار اس
نے ایک وحشیانہ غراہٹ کے ساتھ مجھ پر حملہ کیا تھا اور اس بار پھر مجھے جھکائی دے کر اس کی زد سے
بچنا پڑا تھا۔ وہ پھر جھونک میں آگے چلی گئی مگر اس بار اس نے بھالا پھینک کر میرے بدن میں
پیوست کرنا چاہا تھا۔ بھالا میری گردن اور شانے کے اوپر سے نکلتا ہوا آگے بڑھا اور ایک پردے
سے ٹکرایا۔ غالباً پردے سے ٹکرانے کے بعد وہ مڑ گیا تھا اور اس کی انی سامنے کی سمت ہو گئی تھی جبکہ
اس کا دوسرا سرا دیوار سے جا لگا تھا۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ایسا کوئی عمل ہو سکتا ہے۔ وہ ایک بار پھر
مجھ پر جھپٹی اور میں پیچھے ہٹ گیا لیکن وہ اپنے بدن کی جھونک میں پوری قوت سے مجھ پر دوبارہ حملہ
آور ہوئی۔ میں نے پھر اپنے آپ کو اس کی زد سے بچانے کے لئے زمین پر لوٹ لگائی اور اس بار
وہ میرے پیروں میں الجھ گئی۔ پیروں میں الجھ کر وہ اس پردے کی جانب چلی جو دیوار کے ساتھ تھا
اور اس کے بعد ایک اذیت ناک چیخ اس کے کانوں سے ابھری۔ بھالا جس کا ایک سرا دیوار سے ٹکا
ہوا تھا اور انی پردے میں لپٹی ہوئی سامنے کی سمت تھی۔ اس کے سینے میں گزر کر کمر کے پچھلے حصے
سے نکل آیا تھا۔ چونکہ وہ بے لباس تھی اس لئے یہ منظر مکمل طور پر نظر آ سکتا تھا۔ میں بری طرح
بدحواس ہو گیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھالے میں پروئی ہوئی تھی اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ
رہی تھی پھر وہ کروٹ کے بل پیچھے گر پڑی۔ اس نے اذیت سے کئی بار ہاتھ پاؤں مارے اور اس
کے بعد سرد ہو گئی۔ میرے پورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔ میں واقعی اس وقت بدحواس ہو گیا
تھا۔ اسی وقت میں نے سفید بالوں والے ہیرن کو دیکھا جو ایک دم اندر گھس آیا تھا۔ اس کے پیچھے
چار آدمی اور تھے جو مسلح تھے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ ماحول کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں
یہاں پہرے پر موجود تھا یا کسی کام سے آیا تھا یا پھر یہاں اسے متعین کر دیا گیا تھا۔ غالباً وہ جے سیکا
کی چیخ کی آواز سن کر اندر آیا تھا۔ جب اسے اوپر کچھ نظر نہ آیا تو اس نے نیچے کی سمت دیکھا اور
ایک لمحے کے اندر اندر اس کے حلق سے ایک دہشت ناک آواز نکل گئی۔
''یہ...... یہ کیا ہوا؟ تو نے، تو نے ربونا کو قتل کر دیا۔ تو نے پاپرا کی بہن کو مار ڈالا۔

پکڑو اسے نکلنے نہ پائے۔ پکڑو اور پھر اس سے پہلے کہ میں اسے یہ جواب دیتا کہ میں نے یہ عمل نہیں کیا ہے' ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں چونکہ جے سیکا کی موت سے ہی کچھ نروس سا ہو گیا تھا اس لئے ان کے اس حملے کا شکار ہو گیا۔ وہ سب مجھ پر بری طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ ایک لمحے کے اندر اندر میں اپنے دوسرے عمل کے لئے تیار ہو گیا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں گنیں تھیں اور وہ مجھے کور کئے ہوئے تھے۔ میں نے ایک دم ایک سمت چھلانگ لگا دی تو ہیرن کی آواز ابھری۔

''پکڑو۔ جانے نہ پائے۔'' میں اس دوسرے دروازے کی جانب دوڑا تھا جس میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے دوسری طرف ایک راہداری تھی۔ یہ راہداری آگے بڑھ کر بائیں سمت مڑ گئی تھی۔ میرے پیچھے دوڑنے والے بری طرح چیخ رہے تھے اور کچھ اور محافظ بھی ادھر ادھر سے بھاگ رہے تھے۔ راہداری کا اختتام ایک بڑے ہال جیسے کمرے میں ہوا لیکن ہال سے باہر جانے کا ایک ہی دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا البتہ ایک خوبصورت زینہ گھومتا ہوا اوپر چلا گیا تھا۔ میرا تعاقب کرنے والے ہال میں داخل ہو گئے۔ اب انتظار کرنا فضول تھا چنانچہ میں تیزی سے زینے کی طرف لپکا اور کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر پہنچ گیا لیکن اوپر سے بھی محافظوں کا پورا دستہ نیچے کی طرف دوڑا آ رہا تھا۔ ان کے درمیان سے نکلنا ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ سب مسلح تھے۔ اب یہ ہال محافظوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ میں بحالت مجبوری سیڑھی سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ میری کیفیت اس وقت ایک بے بس چیتے جیسی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر بندوقیں تان لیں اور پھر سب تیزی سے میری جانب دوڑے۔ دوسرے لمحے انہوں نے مجھ پر مشترکہ حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے رسیوں سے جکڑنا شروع کر دیا تھا۔ میرے پورے جسم کو رسیوں سے ڈھک دیا گیا۔ تھپڑ لاتیں' گھونسے وہ لوگ بری طرح مجھے مار رہے تھے اور کافی دیر ان سے پٹنے کے بعد میرا ذہن ہر جذبات سے عاری ہو گیا لیکن زندگی اور ہوش کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ زندگی ہوتی ہے تو ہوش بھی آتا ہے اس بار مجھے ہوش آیا تو میں ایک قید خانے میں موجود تھا۔ اس قید خانے کے بارے میں مجھے بعد میں تمام تر معلومات حاصل ہوئیں۔ یہ ایک انتہائی خوفناک جگہ تھی ایک اونچی پہاڑی پر بنایا گیا تھا جس کے ایک حصے میں سیڑھیاں کاٹ کر پہاڑی کی چوٹی تک لے جائی گئیں تھیں۔ یہ سیڑھیاں بھی ناہموار تھیں۔ چوٹی پر سیاہ سنگی دیواروں کی ایک عمارت تھی۔ اسے عمارت کا ایک بڑا سا ہال کہا جا سکتا تھا۔ جس کے فرش اور دیواروں پر کائی کی موٹی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ ہال میں

کئی شکنجے اور اذیت دینے کے آلات نصب تھے۔ عمارت کے بائیں طرف تقریباً دو فٹ چوڑی جگہ تھی اور اس کے بعد ایک خوفناک کھائی۔ جو نیچے تک سیدھی دیوار کی طرح چلی گئی تھی۔ سامنے کی سمت ایک برآمدہ سا بنا ہوا تھا جس میں تیس کوٹھڑیاں تھیں۔ ان کوٹھڑیوں میں تقریباً نصف درجن سپاہی رہتے تھے۔ یہی سپاہی اس قید خانے کے محافظ تھے۔ عام حالات میں یہاں صرف ان سپاہیوں کو رکھا جاتا ہو گا اور اگر قیدیوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہو گی تو محافظوں کی تعداد بھی بڑھا دی جاتی ہو گی۔ ایک خوفناک آبشار برابر کی پہاڑی سے نیچے تیز آواز کے ساتھ گر رہی تھی۔ یہ آبشار بائیں سمت کی بلندیوں سے آتی تھی اور یہ بلندیاں آبشار کے سمت ناقابل تسخیر تھیں۔ کیونکہ نیچے تک سے پانی نظر آتا تھا اور پانی آنے کی جگہ اتنی پھسلن تھی کہ انسانی قدم جمانے کا سوال نہیں پیدا ہوتا تھا اس طرح یہ عمارت ایک خوفناک قید خانہ تھی۔ نہ کوئی روشندان نہ کوئی جھروکا قطعی روشنی نہیں آتی تھی البتہ ہال میں کسی بدبودار چربے کی ایک مشعل دن رات روشن رہتی تھی لیکن قید خانے کے باہر اس عمارت کا محل وقوع نظر آ سکتا تھا۔ یہاں سے پوری بستی کے مناظر نظر آتے تھے۔ چاروں طرف برف پوش چوٹیاں اور سرسبز وادیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ اگر اس عمارت کو قید خانہ نہ بنایا جاتا تو یقینی طور پر ایک انتہائی حسین ترین تفریح گاہ شمار کی جا سکتی تھی۔ یہ اس عمارت کی تفصیل تھی جو بعد میں مجھے معلوم ہوئی۔ میری پہلی نگاہ جو پڑی وہ اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص پر پڑی۔ یہ پروفیسر ڈریڈ تھا جو مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا خاموش اور گہری سوچ میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا۔ غالباً اسے اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ مجھے ہوش آ گیا ہے۔ میں نے بھی فوراً اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ پریشانی نظر آ رہی تھی۔ ویسے بھی یہ بدبودار قید خانہ بے حد تکلیف دہ تھا اور آبشار گرنے کی آواز جو کسی گھن گرج والی مشین کی طرح تھی چوبیس گھنٹے آتی رہتی تھی۔ اس لئے دماغ ویسے بھی منتشر ہی رہتا تھا اس لئے یہاں نصب شدہ اذیت رسانی کے آلات بھی بے حد خوف دلاتے تھے۔ ان تمام چیزوں کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے پروفیسر ڈریڈ کو آواز دی اور میری آواز جیسے اس کے لئے کوئی بم دھماکہ تھی۔ وہ بری طرح چونک پڑا اور اس کے بعد غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''اس طرح جلد بازی میں کام چوپٹ کئے جاتے ہیں۔ کیا کر ڈالا تم نے؟'' میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا تو وہ بولا۔

''نہیں میری جان! سارا کیا دھرا چوپٹ کر دیا تم نے میں تو اس بات پر خوش تھا کہ اس عورت نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔ پہلی ہی نگاہ میں میرے تجربے نے مجھے بتا دیا تھا کہ تمہارا کام بن گیا ہے۔ تم زندہ رہو گے یہ جملے اس نے کہے تھے۔ مگر تم نے اسے ہی زندگی سے محروم کر دیا۔ کیا یہ عقل و دانش کی بات تھی۔ اسی کی وجہ سے میری زندگی بھی بچ جانے کے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ میں اسی لئے شعبدے دکھا رہا تھا کہ عورتیں ایسی چیزوں سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہیں۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ پہلے میری اور تمہاری زندگی بچ گئی۔ ہم دونوں مل کر کسی طرح ان باقی بدنصیبوں کو بھی بچانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن تم نے تو یہ سب کچھ ہی ختم کر دیا۔ آہ...... کاش! تم ایسا نہ کرتے۔''

''یار! تم کیا بات کرتے ہو۔ تم بزرگ آدمی ہو۔ تمہاری عزت کرتا ہوں لیکن بات تمہاری سمجھ میں ہی نہیں آ رہی' تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں اس کا غلام بن کر اسے سجدے کرتا۔ اس کے قدموں کی خاک چاٹتا۔''

''بیوقوف آدمی! کسی عورت کو بیوقوف بنانا کون سا مشکل کام ہے۔ تم اتنا سا کام بھی نہ کر سکے۔ میں نے تو اپنا کام کر لیا لیکن تم...... افسوس تم' تم جانتے ہو وہ عورت کون ہے' جے سیکا۔ جے سیکا جسے وہ لوگ مقدس ربونا کہتے تھے اور وہ مقدس صرف اس لئے تھی کہ پاپرا کی بہن تھی۔ پاپرا اسے دل و جان سے چاہتا تھا اور اس کی موت نے پاپرا کو سخت غمزدہ کر دیا ہے۔ وہ دیوانہ ہو گیا ہے اس نے اپنے بال نوچ ڈالے ہیں اور جانتے ہو عالم جوش میں اس نے کیا حکم دیا ہے۔''

''کیا؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے پروفیسر ڈریڈ کو دیکھا۔

''اس نے کہا ہے کہ ایک اجتماعی قبر تیار کی جائے۔ ایک گہرے گڑھے کے طور پر پھر اس گڑھے میں جہاز کے تمام قیدیوں کو اتار دیا جائے۔ مجھے اور تمہیں بھی اور اس کے بعد ہم پر مٹی ڈال دی جائے۔ یعنی ہمیں زندہ دفن کر دیا جائے۔ یہ اس کا آخری فیصلہ ہے اور شاید کسی جگہ اتنے بڑے گڑھے کی کھدائی کا بندوبست بھی کر دیا گیا ہے۔ میری اطلاعات یہی ہیں۔ زندگی واقعی اب ہم پر تنگ ہو گئی ہے اور شاید کوئی عجیب و غریب چیز ہی ہمیں بچا سکے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا' کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے۔ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

''لیکن وہ کم بخت عورت! پروفیسر ڈریڈ! میں تو صرف اس بات پر افسوس ہی کر سکوں گا

کہ میری وجہ سے تمہاری اور بہت سے لوگوں کی زندگی جا رہی ہے۔ لیکن جو کچھ وہ مجھ سے چاہتی تھی میں وہ نہیں کر سکتا تھا چاہے کچھ بھی ہو جاتا۔ ارے بابا زندگی بے شک ایک بار ملتی ہے لیکن اگر اپنی زندگی کسی کے نام کر دی جائے تو اس کا تو کم از کم احترام کرنا چاہئے۔ میں اپنی زندگی کسی کے نام کر سکتا ہوں' کسی سے غداری نہیں کر سکتا۔'' پروفیسر ایک ٹھنڈی سانس لے کر مجھے مضحکہ خیز نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''قصور تمہارا نہیں تمہاری عمر کا ہے۔ اس عمر میں ایسی ہی جذباتی باتیں کی جاتی ہیں۔ تم مردوں کے بارے میں نہیں جانتے۔ کیا نہیں کر ڈالتے یار وہ اور اس کے بعد بھی ان کی محبوبہ' محبوبہ ہی رہتی ہے۔ کاش! تم میری بات مان لیتے۔ کاش! تم میری بات مان لیتے۔ میں نے بڑی مشکل سے چند شعبدے دکھا کر انہیں اپنے جال میں پھانسا تھا۔ ایک گہرا پروگرام میرے ذہن میں تھا لیکن تم نے اس لڑکی کو قتل کر کے سارا پروگرام بگاڑ دیا۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ میں اسے عورت کی حیثیت سے قبول کر ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ میری سوچ بالکل مختلف ہے۔ عورت کی ضرورت پہلے مجھے ماں کی حیثیت سے محسوس ہوئی تھی۔ ماں میرے لئے بہت عظیم تھی۔ کیا سمجھے اور اس کے بعد ایک اور عورت نے مجھے...... مجھے......'' میں خاموش ہو گیا۔ پروفیسر ڈریڈ کے چہرے پر فکرمندی کے آثار پھیلے ہوئے تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک پرخیال نگاہوں سے مجھے گھورتا رہا۔ پھر بولا۔

''تو اب کیا تم مرنے کے لئے تیار ہو؟''

''میں نے کہا نا کہ میرے تیار ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زندگی کا اختتام اگر اتنا ہی ہے تو ٹھیک ہے۔ ہو جائے مجھے باقی لوگوں کی زندگی بچانے کی بھی کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو میں جہاز پر ان معصوم اور بے گناہ لوگوں کو بچانے کی کوشش کرتا جو بہرحال بے رحم سمندری طوفان کا شکار ہو گئے۔ جس شخص کو شکار ہونا چاہئے تھا وہ بھی شاید میرے راستے سے ہٹ گیا۔ صحیح معنوں میں تو میں اپنی اس زندگی کے سفر کو ناکام سمجھتا ہوں۔ کیا میرا زندہ رہنا اتنا ہی ضروری ہے اور نہ میں دوسروں کو زندہ رکھ سکتا ہوں۔ سوری پروفیسر!''

''دیکھو...... ہر لمحہ' ہر سانس ایک مشن ہوتا ہے۔ ہم کبھی کبھی اپنے لئے اور کبھی دوسروں کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے' جو کچھ تم کر چکے ہو وہ الگ بات ہے۔ تم نے وہ نہیں کیا جو

عقل کا تقاضہ تھا۔ وہ عورت ہمیں بڑے فائدے پہنچا سکتی تھی۔ بلکہ میں تو نجانے کیا کیا منصوبے
چکا تھا اپنے ذہن میں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ شعبدہ گر کی حیثیت سے وہ مجھ سے دوبارہ ضرور
ملاقات کرے گی اور میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم پوری طرح اسے اپنے ٹرانس میں لے لو۔ وہ
ہماری نجات کا ذریعہ بن سکتی تھی۔ وہی ہمیں یہاں سے نکال سکتی تھی لیکن یہ نہیں کیا تم نے۔ افسوس
ایک اہم مہرہ جو ہم دونوں کے لئے زندگی کی ضمانت بن گیا تھا' ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ خیر اب
جو کچھ ہوا ہے وہ تو ہوا ہی ہے لیکن اپنے آپ کو موت کے حوالے نہ کرو۔ زندہ رہنے کی بھرپور کوشش
کرو۔ تمہیں یہ کوشش کرنی چاہئے۔ اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے اور......'' اور یہ کہہ کر بوڑھا
ڈریڈ خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔ مجھے ایک دم یاد آ گیا
کہ یہ تاثرات اس کے چہرے پر اس وقت بھی پھیلے تھے جب اس نے کسی انوشا کا نام لیا تھا۔ میں
خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

''ہم یہاں سے نکلیں گے۔ ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔ ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کر
سکتے ہیں۔ تم بہادر ہو لیکن ہمیں بہت چالاکی سے کام لینا ہوگا۔''

''لیکن ایسا کیسے کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہم پہرے داروں کو بلا کر ان کی گردنیں پکڑ کر اندر
کھینچ لیں۔ کیا ایسا کوئی عمل کرنا چاہتے ہو تم؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں یار! اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس طرح ہم ایک یا دو آدمیوں کو پکڑ لیں
گے۔ باقی یہاں بے شمار مسلح افراد موجود ہیں۔ وہ اسی عمارت میں ہمیں بھون کر رکھ دیں گے۔''

''تو پھر کیا کرنا ہے بتاؤ؟''

''ہوشیار رہو۔ رات ہو چلی ہے۔ ہم اپنا کام تھوڑی دیر کے بعد شروع کر دیں گے۔''

''مجھے کام کی تفصیل نہیں بتاؤ گے؟''

''بتاؤں گا۔'' بوڑھے پروفیسر نے کہا۔ نجانے کیوں اس وقت اس کا چہرہ بے
پراسرار نظر آ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک اپنی جگہ کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے قید خانے کے گول
دروازے کے قریب پہنچ کر دروازے کے رخنے سے کان لگا دیئے۔ وہ چوکیداروں کی آوازیں
ان کی آہٹ سن رہا تھا لیکن کئی منٹ تک کھڑے ہونے کے باوجود شاید اسے کسی چوکیدار کی آواز
سنائی نہ دی۔ یقیناً چوکیدار اپنی کوٹھڑی میں آرام کر رہے ہوں گے اور ٹھیک بھی تھا۔ یہاں صرف

افراد قید تھا اور چٹان کا مضبوط دروازہ بند تھا۔ اسے کسی خاص ذریعے سے ہی کھولا جا سکتا تھا۔ جو
عام لوگوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ پروفیسر ڈریڈ کافی دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے
ہٹا اور قید خانے کی عقبی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں سے آبشار نیچے گرتا تھا اور اس کا
اندازہ آبشار کی پرشور آواز سے لگایا جا سکتا تھا۔ پروفیسر ڈریڈ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور پھر
اپنی قمیص کی آستینیں سمیٹ کر اوپر کر لیں۔ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر ایک دوسرے میں پھنسا
لیں اور اپنا رخ میری جانب کر لیا۔ اس طرح اس کی پشت دیوار سے جا لگی تھی۔ اس کے بعد اس
نے دونوں پاؤں زمین پر جما لئے اور اپنی پیٹھ سے دیوار پر زور لگانے لگا۔ اس کے ہونٹ بھینچ گئے
تھے۔ چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا تھا اور میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یوں
لگ رہا تھا جیسے بوڑھے کی کھوپڑی کھسک گئی ہو۔ جو کچھ وہ کر رہا تھا اس کا کوئی مفہوم ہی نہیں تھا۔ کیا
اپنی کمر کی طاقت سے وہ اس خوفناک قید خانے کی مضبوط دیوار کو گرا سکے گا۔ میں سوچ رہا تھا یہ تو
شعبدہ گری سے بھی ممکن نہیں ہے۔ پھر کیا اس کی دماغی کیفیت خراب ہو گئی ہے۔ لیکن جلد بازی
اچھی چیز نہیں تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کیا کر رہا ہے۔ رفتہ رفتہ میں نے محسوس کیا کہ اس
کے ہونٹ بھینچ گئے ہیں۔ چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا ہے۔ اس کی گردن کی رگیں تن گئی تھیں
اور بال بکھر گئے تھے۔ وہ دیوار پر مسلسل زور لگائے جا رہا تھا اور میں دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر
اسے دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس وقت میں جھرجھری لے کر رہ گیا جب اچانک دیوار کے ایک حصے
سے مجھے مٹی سی نکلتی ہوئی نظر آئی۔ دیوار میں چٹخنے کے نشانات پڑ گئے تھے۔ بوڑھے نے چند لمحے
انتظار کیا اور اس کے بعد گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر اس نے دوبارہ پشت دیوار سے ٹکا دی۔
میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک پراسرار کہانی تو ہو سکتی تھی حقیقت نہیں کہ ایک
انسانی جسم کی قوت کسی سنگی دیوار کو اس طرح چٹخا دے۔ لیکن جو ہوا تھا میری نگاہوں کے سامنے ہوا
تھا۔ میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا اور میں گہری نگاہوں سے چٹخی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ پھر
میں نے دیکھا کہ دیوار کا بڑا حصہ پیچھے کی جانب کھسک رہا ہے اور پھر ایک پرشور آواز کے ساتھ وہ
دوسری طرف جا پڑا اور ٹھنڈی ہوا کا ایک تیز جھونکا اندر آ گیا۔ میں پاگلوں کے سے انداز میں
بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھا ایک بار پھر پیچھے ہٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا اور اب آبشار کی
سمت کے بڑے سوراخ سے سرد ہوائیں اندر آ رہی تھیں۔ جن کے ساتھ آبشار کے پانی کی بوندیں

بھی شامل تھیں۔ بوڑھے نے دیوار سے کمر ہٹا کر گہری گہری سانسیں لینا شروع کر دیں اور تھوڑی
دیر تک اپنے آپ کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں ابھی تک شدید حیرت کا شکار تھا۔ ایک
انسان کیا یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ میری عقل تو اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی لیکن بوڑھا یہ کام کر چکا
تھا۔ آنکھوں کے سامنے سب کچھ موجود تھا۔ اس لئے اسے ایک مفروضہ قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ جو
ہو چکا تھا جو نہ سمجھ میں آنے والا تھا۔ بہت دیر تک وہ کچھ نہ بول سکا تو بوڑھے نے کہا۔

"کیا ہوا...... میرے دوست! کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ سمندری جہاز کے
سفر میں مل جانے والا یہ شخص آخر ہے کیا۔ کیا واقعی یہ کوئی انسان ہے یا کوئی مافوق الفطرت شخصیت
کیا ہے یہ؟" اس نے ایک بار پھر مجھے مخاطب کیا۔

"کامران! سوچ بچار کے لئے ہمارے پاس ایک عمر پڑی ہے۔ میں نے کہا نا ہمیں
کچھ کرنا ہے۔ اب دیکھو، میں اپنی بساط بھر جو کچھ بھی کر سکتا ہوں، وہ کر چکا ہوں۔ اب اس کے بعد
ہمیں آگے کے اقدامات کرنے ہیں۔"

"مجھے صرف ایک بات بتاؤ پروفیسر! کہ کیا یہ بھی کوئی شعبدہ ہے؟" جواب میں
پروفیسر کے ہونٹوں پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ انسان جو کرنا چاہتا ہے وہ تو بہت کچھ ہوتا ہے لیکن اگر کچھ ہو
جائے تو اسے بھی بہت سمجھنا چاہئے۔ میرے بارے میں سوچنے کے بجائے ان مظلوموں کے
بارے میں سوچو جن کی زندگی میری اور تمہاری وجہ سے موت کے بالکل قریب آ گئی ہے۔ اہ......
یہ بے بس انسان جنہوں نے اس سفر کا آغاز کرتے ہوئے نجانے کیا کیا منصوبہ بندیاں کی ہوں
گی۔ کتنے خوش خوش وہ اپنے گھر سے نکلے ہوں گے۔ اپنے عزیز و اقارب سے رخصت ہو کر لیکن
ان میں سے بے شمار سمندر کی آغوش میں مچھلیوں کی خوراک بن چکے ہوں گے اور یہ جو بچے ہیں آہ
یہ تصور ہی کتنا جان لیوا ہے کہ انہیں زمین میں زندہ دفن کر دیا جائے۔" ہم دونوں ہی افسردگی سے
بیٹھے سوچتے رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد پروفیسر نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولا۔

"شکر ہے کہ آبشار کی بلند آواز کی وجہ سے دیوار گرنے کی آواز باہر کھڑے سپاہیوں
نے نہیں سنی۔ ورنہ وہ ادھر متوجہ ہو جاتے آؤ...... ذرا باہر دیکھیں۔" اس نے کہا اور ہم دونوں اس

ٹوٹی ہوئی دیوار سے باہر جھانکنے لگے۔ انتہائی خطرناک جگہ تھی۔ صرف دو دو ڈھائی ڈھائی فٹ
اونچی دیواریں ابھری ہوئی تھیں۔ اس کے بعد آبشار شروع ہو جاتی تھی۔ جو پانی کی موٹی دھاروں
کی شکل میں نیچے گر رہی تھی۔ عقب میں موجود چٹانوں پر بھی کائی جمی ہوئی تھی جس سے پھسلن پیدا
ہو گئی تھی اور ان چٹانوں پر پاؤں جمانا انتہائی مشکل کام تھا۔ ذرا سی لغزش آبشار میں دھکیل سکتی تھی۔
دیوار کے گرے ہوئے ملبے کی وجہ سے پھسلن کم ہو گئی تھی۔ بہر حال ہم دونوں یہ سب کچھ دیکھتے
رہے۔ پھر پروفیسر نے کہا۔

"کیا خیال ہے، ہمت کرو گے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے پروفیسر؟" میں نے سوال کیا۔

"مطلب؟"

"کیا تم نیچے اترو گے؟"

"یہ جگہ میں نے اسی لئے بنائی ہے کہ نیچے اترا جائے۔"

"تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر آگے بڑھا تو پروفیسر نے مجھے پیچھے کرتے ہوئے
کہا۔

"نہیں، میں تمہاری زندگی کو بے حد قیمتی سمجھتا ہوں۔ پہلے میں نیچے اترتا ہوں۔" یہ کہہ
کر وہ آگے بڑھا اور ٹوٹی ہوئی دیوار سے دوسری جانب اتر گیا۔ چٹان پر پہنچ کر اس نے چاروں
طرف نگاہیں دوڑائیں۔ میں بھی آہستہ آہستہ اس جگہ سے نیچے آ گیا تھا۔ میں نے پروفیسر ڈریڈ
کے چہرے پر فکر مندی کے آثار دیکھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ دوسری سمت جانے کے لئے راستے تیار کر
رہا ہے۔ ہم دونوں دیر تک کھڑے سوچتے رہے۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر آبشار کی طرف دیکھا
اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"ہاں۔ کیا کہتے ہو پروفیسر؟"

"عمارت کے دوسری سمت جانا ناممکن ہے اور میں اب اس حقیقت پر غور کر رہا ہوں کہ
اس سے عمدہ قید خانہ دوسرا نہیں بنایا جا سکتا۔"

"تو پھر کیا ہم دوبارہ اس دروازے سے واپس چلیں۔"

"کیا کرو گے بولو؟" اس نے سوال کیا۔

''میرا خیال ہے ہم ان بلندیوں کی طرف چلتے ہیں۔ جہاں سے آبشار کا پانی آ
ہے۔ ممکن ہے کوئی ایسی جگہ مل جائے جس سے ہم دوسری سمت اتر سکیں۔ اس کے بعد ہم اطم
سے پہرے داروں کو قتل کر دیں گے اور سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچ جائیں گے۔''

''میرے دوست! تم اس پھسلن پر غور نہیں کر رہے جو ان چٹانوں پر ہے۔ ان پر پا
جمانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

''تو پھر کیا کریں؟''

''اس دروازے سے واپس اندر جانا تو میرا خیال ہے دنیا کی سب سے بڑی بے غیر
ہوگی۔'' پروفیسر نے کہا۔

''میں تمہارے ساتھ ہر عمل کرنے کو تیار ہوں۔''

''تو پھر سنو۔ ایک ہی ترکیب آتی ہے ذہن میں' زندگی تو اس وقت موت سے با
پنجہ کشی کر رہی ہے۔ ہم بھی کیوں نہ اس جنگ میں شامل ہو جائیں۔''

''مطلب؟''

''ہم اس پانی کی دھار پر سفر کریں گے۔'' اس نے پانی کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا مطلب؟'' میں حیرت سے بولا۔

''پانی کی یہ موٹی دھاریں بے حد طاقتور ہیں' اگر جسم کو سنبھال کر ہم اس دھار کو ک
طرح اپنے لئے استعمال کریں تو یہ ہمیں نیچے لے جائے گی۔'' میں نے آبشار کے گرتے پا
دیکھا اور ایک لمحے کے لئے میرا سارا وجود لرز گیا لیکن یہ خطرہ مول لیا جا سکتا تھا۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے آؤ پھر چلتے ہیں۔'' یہ کہہ کر میں آگے بڑھا تو پروفیسر بولا۔

''دیکھو...... ایک خاص تکنیک سے ہمیں نیچے جانا ہے۔ پانی کی دھار پر اپنے آپ
بالکل بے جان تصور کرو۔ یہ تمہیں نیچے لے جائے گی۔ میں نے خدا کا نام لیا۔ ذہن میں بہت
تصورات مجتمع کئے اور اس کے بعد میں خود کو پانی کی دھار تک لے گیا۔ ایک عجیب سا احساس تھا
عجیب سی کوشش موت کا یہ سفر بے حد خطرناک تھا۔ لیکن اب اس کے بارے میں سوچنے کی گنجا
ہی نہیں تھی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور پانی کی موٹی دھار مجھے نیچے لے جانے لگی۔ میں
سانس بند کر لی تھی اور جسم کو ہلکا پھلکا کر لیا تھا۔ رفتار انتہائی تیز تھی۔ شور اور نیچے گرنے کی آواز

ذہن ماؤف کر دیا تھا اور آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ چند لمحات کے لئے ہوش و حواس بالکل ہی ساتھ
چھوڑ چکے تھے۔ زندگی کا احساس اس وقت ہوا جب پانی نے ایک چھپاکے سے مجھے اس تیز دھار
والے نالے میں لا پھینکا جو برق رفتاری سے بہتا ہوا نجانے کہاں سے کہاں جا نکلتا تھا۔ خوش قسمتی
تھی کہ پانی بلندی سے براہ راست گرتا تھا۔ راستے میں کوئی رکاوٹ ہوتی تو جسم کے ٹکڑے ہی نیچے
پہنچ پاتے۔ نیچے گرنے کے بعد میں کئی گز پانی میں چلا گیا تھا اور پھر جب اوپر ابھرا تو پانی نے مجھے
کھلونا بنا لیا۔ وہ تیزی سے مجھے لے کر آگے بڑھا اور میں اس کے ساتھ ساتھ کافی دور تک نکل گیا۔
پھر جب ہوش و حواس قائم ہوئے تو میں نے پانی کی مخالف سمت تیرنا شروع کر دیا۔ تیز رفتار پانی کو
کاٹنا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن میں یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ اس کام میں بھی بہت زیادہ وقت نہیں لگا
کیونکہ نالہ بہت زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ چند لمحات کے بعد کنارہ میرے ہاتھ میں آ گیا اور میں نے
اپنے جسم کو سمیٹ کر خشکی پر پہنچا دیا اور اس کے بعد میں لیٹ گیا۔ جو عمل کیا وہ بالکل غیر انسانی تھا۔
دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ سینکڑوں خیالات یلغار کر رہے تھے۔ میں آنکھیں بند کئے لیٹا رہا
جو کچھ مجھ پر بیتی تھی اسے میں ہی جانتا تھا۔ بوڑھے کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ممکن
ہے اس کی لاش تیز رفتار نالے میں بہتی ہوئی دور نکل گئی ہو۔ اب اس کے بارے میں سوچنا فضول
تھا۔ ہوش و حواس درست کرنے کے بعد ہی اس کی فکر کی جا سکتی ہے۔ میں لیٹا رہا لیکن پھر اچانک
ہی مجھے اپنے قریب قدموں کی آہٹ سنائی دی اور میں اچھل پڑا۔

''کیا تم زندہ ہو؟'' بوڑھے کی آواز ابھری اور میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔
پھر میں اس طرح اچھل کر بیٹھ گیا جیسے کسی اسپرنگ نے مجھے اچھال دیا ہو۔ بوڑھا ڈریڈ صحیح سلامت
میرے سامنے موجود تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''گڈ...... دیکھا جدوجہد زندگی کی ضمانت دیتی ہے۔ کیا کیفیت ہے تمہاری؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ویسے پانی کے گھوڑے پر سفر کسی انسان نے اس سے پہلے
اس انداز میں نہیں کیا ہوگا۔ کیا سمجھے اور مجھے نجانے کیوں اب یہ یقین ہو رہا ہے کہ زندگی میں مجھے
وہ مل جائے گا جس کی میں طلب کرتا ہوں۔''

''یہ سوال میری سوچ سے گہرا تعلق رکھتا ہے پروفیسر! کہ تمہارے ذہن میں کوئی اور
ایسی آرزو چھپی ہوئی ہے جو کبھی کبھی تمہارے چہرے سے جھلک آتی ہے۔ وہ میرے قریب بیٹھ گیا

اور پھر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ایک آرزو میرے ذہن میں ہے۔ایک آرزو میرے ذہن میں پرواز کر
ہے۔شپلا س کی پراسرار وادیوں میں دفن اس صندلی تابوت کی آرزو جسے نکالنے کا وقت نجا
کب آئے گا۔ہاں میرے دوست! صندل کے اس تابوت میں میری زندگی بند ہے۔سمجھے صن
کے اس تابوت میں میری زندگی بند ہے۔''بوڑھے کے الفاظ الجھ گئے تھے اور میں سوالیہ نگا
سے اسے دیکھ رہا تھا۔دفعتاً وہ اس طرح چونکا جیسے سوتے سوتے جاگ گیا ہو۔اس نے ادھر ا
دیکھا اور پھر بے تکے انداز میں ہنسنے لگا۔میں نے اس کے مزید بولنے کا انتظار کیا لیکن چند لم
میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ بوڑھا جو کچھ کہہ رہا ہے اسی پر شرمندہ ہے۔اب وہ اس سے آگے کچھ نہ
بولے گا۔چنانچہ میں نے بھی خاموشی ہی اختیار کر لی۔ہم دونوں دیر تک بیٹھے ستاتے رہے۔ا
بوڑھے نے کہا۔

''آؤ...... میری جان! انھیں تم نے اپنے آپ کو میرے وجود کا ایک حصہ بنا لیا ہے
میں سمجھتا ہوں شاید زندگی میں اب ہم تم الگ نہ ہوں ویسے کل جب قید خانے کے محافظ ٹوٹی
دیوار دیکھیں گے تو پاگل ہو جائیں گے۔وہ سوچیں گے کہ شاید ہم دونوں بدروحیں ہیں ورنہ
انسانی کام تو نہیں ہے۔آؤ......آؤ......''

''یہ ساری کارروائی تمہاری ہے پروفیسر! اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب تو میں بھی
شبے کا شکار ہو گیا ہوں کہ تم انسان ہو بھی یا نہیں۔تم میری بات کا برا مت ماننا۔کیا تمہارے وجود
کوئی اور قوت بھی پوشیدہ ہے۔''بوڑھا افسردگی سے ہنسنے لگا۔پھر بولا۔

''ہاں...... میرے وجود میں ایک اور قوت بھی پوشیدہ ہے۔مگر چھوڑو بہت سی با
وقت آنے پر ہی بتانا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔براہ کرم صبر کر لو ہو سکتا ہے وقت ہم دونوں کی تقد
ایک دوسرے سے منسلک کر دے اور جو کچھ بھی کریں ساتھ ساتھ ہی مل کر کریں۔ویسے پانی
اس گھوڑے کا سفر بہت مزیدار تھا آؤ۔چلو اٹھتے ہیں۔''وہ چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔
اس نے کہا۔

''اچھا ایک بات بتاؤ۔کیا دوبارہ پانی پر سفر کرنا پسند کرو گے؟''

''کیا ان بلندیوں پر واپس جانا چاہتے ہو؟''

''نہیں...... یہ سفر آبشار پر نہیں ہو گا بلکہ اس تیز رفتار نالے پر کیا جائے گا۔تمہیں
بتاؤ کہ اس نالے کی تیز رفتاری کو برداشت کر سکتے ہو؟''

''ہاں......کوئی خاص بات نہیں۔''

''تو پھر چلتے ہیں اور ایک انوکھے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔یہ بتاؤ ارادہ کیا ہے؟''

''یہ نالہ میں اسے دور تک دیکھ رہا ہوں۔جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ ایک لمبا چکر لگا
کر اس شہر میں داخل ہو جاتا ہے جو یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔بلکہ ممکن ہے کہ شہر والے پینے
کے پانی کی تمام ضروریات اسی سے پوری کرتے ہوں۔اگر ہم پیدل سفر کریں گے تو اس آبادی
تک پہنچتے پہنچتے ہمیں صبح ہو جائے گی۔جوان بحری قزاقوں کی آبادی ہے۔ہمارے پاس سواری
نہیں ہے اس لئے ہم کیوں نہ پانی پر سواری کریں۔اس کے لئے ایک اچھا تیراک ہونا ضروری
ہے۔''

''اوہو۔تو تم گویا موت کے منہ میں داخل ہو جانا چاہتے ہو۔یعنی ان بحری قزاقوں کی
آبادی میں کیا یہ ایک خطرناک بات نہیں ہے۔''

''اس کی تم فکر مت کرو۔مجھے صرف یہ بتاؤ کہ کیا تم اس نالے میں آسانی سے سفر کر
سکتے ہو جبکہ یہ ایک خطرناک سفر ہے۔''

''میں تمہارا ساتھ دوں گا اس بات کی بالکل فکر مت کرو۔''

''میں تم سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مجھ سے آگے نکلنے کی کوشش مت کرنا۔ہمیں ہر لمحہ
ایک دوسرے کے ساتھ رہنا چاہئے ورنہ اکیلے ہم میں سے کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''تو پھر آؤ۔دیر کرنا مناسب نہ ہو گا۔''وراس کے بعد ہم دونوں نالے کے کنارے آ
کھڑے ہوئے۔کچھ لمحے تک اس نالے کی برق رفتاری کا جائزہ لیتے رہے۔تھوڑا سا سفر اس میں
طے کیا تھا اور اس کے بعد میں اسے مخالف سمت سے عبور کر کے اوپر تک آیا تھا لیکن اب اس کی
رفتار بہت زیادہ تیز لگ رہی تھی۔البتہ ان تمام چیزوں کو نظر انداز کر کے ہمیں آگے بڑھنا تھا۔میں
نے ایک لمحے کے لئے دل ہی دل میں سوچا اور مجھے یہ احساس ہوا کہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ دلیر
ہو گیا ہوں۔بہر حال اس کے ساتھ ہی ہم دونوں نے پانی میں چھلانگ لگا دی تھی۔

پانی کی تیز دھار ہمیں تنکے کی طرح بہا کر لے گئی۔ اس وقت پروفیسر ڈریڈ نے ہ
لباس پکڑ لیا تھا اور ہم دونوں میں سے کسی کو ہاتھ پاؤں چلانے کی ضرورت نہیں پیش آ رہی تھ
پانی کا گھوڑا ہمارے جسموں کے نیچے تھا اور ہم تو اتنی برق رفتاری سے تیر بھی نہیں سکتے تھے۔ جت
برق رفتاری سے پانی ہمیں آگے لے جا رہا تھا البتہ چند لمحوں کے بعد پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''مائی ڈیئر کامران! ذرا سنبھل کر، میں پانی کے اندر چٹانوں کی موجودگی محسوس کر ر
ہوں۔ اگر ہم کسی چٹان سے ٹکرا گئے تو سمجھ لینا پرخچے اڑ جائیں گے۔''

''تو پھر بچیئے پروفیسر!'' میں نے اچانک ہی پروفیسر کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔
درحقیقت ہم ایک نوکیلی اور خطرناک چٹان کے پاس سے گزر گئے۔ ورنہ پروفیسر اس سے ٹکرا
ہی والا تھا۔ میں نے اس کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی اور اس وقت اگر میں پروفیسر کو کھینچ نہ لیتا
یقیناً کم از کم وہ تو درمیان سے چر ہی جاتا۔ پروفیسر نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اور اس کی آواز ابھری۔

''بہت بہت شکریہ۔''

''سفر کا مزہ آ رہا ہے پروفیسر!'' میں نے چیخ کر کہا۔ پانی کا شور ہماری آوازوں کو چ
فٹ سے آگے نہیں جانے دے رہا تھا۔ اس لئے چیخ کر اور کان کے قریب منہ کر کے بولنا پڑتا تھا۔
پھر اچانک ہی میرے پاؤں میں کوئی چیز پھنس گئی اور میں ذرا سا رکا یہ کوشش کارگر ہوئی تھی
پروفیسر نے چونک کر کہا۔

''کیا ہوا؟'' میں نے جواب میں اپنا پاؤں اوپر اٹھا دیا۔ لکڑی کی ایک خشک ٹہنی تھی
میرے پیروں میں پھنس گئی تھی۔ پروفیسر نے فوراً ہی رخ بدلا اور اسے نکال دیا۔ طوفانی ندی نجانے
کتنی رفتار سے بہہ رہی تھی۔ البتہ یہ اندازہ بالکل درست تھا کہ یہ ندی یا دریا شہر کے کنارے
کنارے ہو کر نکلتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں عمارتوں کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ پروفیسر
کہا۔

''دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ اس شہر کی ہنسلی ہے۔ ہم شہر کے بالکل قریب سے گزر ر

ہیں اور پانی کا یہ زیور اس شہر کی گردن میں جگمگا رہا ہے۔''

''تو اب کیا کہتے ہو پروفیسر؟'' میں نے سوال کیا۔

''شہر کے قریب سے گزر رہے ہیں کنارے کی سمت چلو۔ ویسے کیا تمہیں یہ اندازہ ہے
کہ یہ ندی یا نالہ جو کچھ بھی ہو انسانی ہاتھوں سے بنایا گیا ہے یا اگر یہ قدرتی ندی ہے بھی تو اسے اپنے
مقصد کے لئے تشکیل دیا گیا ہے۔''

''شاید......'' میں نے کہا۔ ہم دونوں نے اپنا رخ بدل دیا۔ البتہ ہمیں کنارے کی سمت
تیرنے کے لئے سخت محنت کرنا پڑ رہی تھی۔ لیکن آخر کار ہم کنارے پر پہنچ گئے۔ چند لمحوں کے بعد
ہم اوپر کی زمین پر لیٹے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔ نالے کو کاٹنے کی کوشش نے ہمارے
سانس پھلا دیئے تھے۔ ہم سے کچھ ہی گز کے فاصلے پر ایک پن بجلی نظر آ رہی تھی۔ اس سے تھوڑے
فاصلے پر شہر کو پانی سپلائی کرنے کی عمارت بنی ہوئی تھی جو روشن ہو رہی تھی۔ شاید وہاں پانی کی سپلائی
کا عملہ موجود تھا۔ پروفیسر نے آہستہ سے کہا۔

''یہ جگہ ہمارے لئے خطرناک ہے کیونکہ یہاں انسانوں کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔
وہ ہمیں دیکھ لیں گے تو ہمارا کام خراب ہو جائے گا۔''

''اگر ہم ان سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں تو؟''

''نہیں۔ مناسب نہیں ہوگا۔ اس وقت تک جب تک ہم کوئی بہتر رہائش گاہ حاصل
نہیں کر لیتے۔ ہمارا یہاں کسی کے سامنے آنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ وقت سے پہلے کسی کو
خبردار کر دینا مناسب نہیں ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ جیسا آپ کہیں پروفیسر!''

''تھوڑی دیر صبر کر لو اس کے بعد آگے بڑھیں گے۔'' کچھ دیر کے لئے ہم دونوں
خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ آہستہ آہستہ ہمارے سانس اعتدال پر آتے جا رہے تھے۔ پھر ہم اٹھ کر بیٹھ
گئے۔ اس کے بعد پروفیسر نے کہا۔

''ٹھیک ہے اب چلتے ہیں۔ ہم روشنیوں کی زد سے بچتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔
تقریباً بیس منٹ کے سفر کے بعد ہم ایک بہترین سڑک پر پہنچ گئے۔ جس کے کناروں پر بڑی
نفاست سے روشنیاں لگی ہوئی تھیں لیکن ہم ان روشنیوں کی زد سے بچ کر آگے بڑھ رہے تھے اور

اس کے لئے ہمیں سڑک کے نشیب اختیار کرنے پڑے تھے۔ ابھی ہم نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک ہی ایک سمت سے کسی گاڑی کی روشنیاں نظر آئیں۔ پروفیسر نے میرا ہاتھ دبا دیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''کامران! کوئی گاڑی آرہی ہے۔''

''ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔''

''ایسا کرو تم یہاں رکو۔ میں سڑک کے درمیان لیٹ جاتا ہوں۔ وہ لوگ مجھے دیکھ کر ضرور گاڑی روکیں گے اور میں بے ہوش ہونے کی اداکاری کروں گا۔ جب وہ نیچے اتر آئیں تو تم ان پر حملہ کر دینا' کیا سمجھے۔ ہم انہیں قابو میں کر کے یہاں اپنے لئے کوئی جگہ بنائیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا اور پروفیسر اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ سڑک کے عین درمیان جا کر لیٹ گیا اور میں سڑک کے کنارے چھپ گیا۔ گاڑی کی روشنیاں قریب آ گئیں۔ یہ گاڑی انہی کالی وردی والوں کی تھی جو بحری قزاقوں کے اس جزیرے پر غالباً انتظامیہ کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے تین افراد نیچے اترے تھے۔ یہ لوگ یقینی طور پر رات کی پٹرولنگ پر تھے۔ وہ تینوں نیچے اتر کر گاڑی کے قریب کھڑے ہو کر اس کی روشنی میں پروفیسر ڈریڈ کے بدن کو دیکھنے لگے اور پھر غالباً انہوں نے کوئی فیصلہ کیا۔ وہ بوڑھے کے جسم کو ٹریول گاڑی میں رکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے اور جھک کر اسے دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً ان میں ایک کی آواز ابھری۔

''اوہو......اوہو...... دیکھو یہ کون ہے؟ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟''

''ارے ہاں۔ یہ تو وہی بوڑھا جادوگر ہے۔ مگر یہ تو قید خانے میں بند کر دیا گیا تھا۔ اس قاتل کے ساتھ جس نے جے سیکا کو قتل کیا تھا۔''

''اور اس کا لباس پانی میں شرابور ہے۔''

''کیا یہ مر گیا ہے؟''

''پتہ نہیں۔''

''تو دیکھو...... یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ اس خوفناک قید خانے سے قیدی باہر نظر آ رہا ہے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ...... یہ...... دیکھو تو سہی۔'' ان میں سے ایک جھکا اور اس نے بوڑھے کے سینے پر کان رکھ دیا لیکن اس کے فرشتوں کو بھی اندازہ نہ ہوا کہ یہ انوکھی لاش اس کی پسلیوں

ریزہ ریزہ کر دے گی۔ بوڑھے کے ہاتھ اس کی کمر سے لپٹ گئے اور اس کی دہشت ناک چیخ گونج اٹھی۔ اب بھلا میرے سڑک کے نیچے چھپے رہنے کا کون سا جواز تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے کسی خونخوار چیتے کی طرح ان پر چھلانگ لگائی اور ان باقی دو آدمیوں کو چھاپتا ہوا سڑک کے کنارے جا پڑا۔ میں نے یہ کوشش کی تھی کہ دونوں کی گردنیں میرے ہاتھ میں آ جائیں اور میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوا تھا۔ چنانچہ جب انتہائی مہارت کے ساتھ میں نے انہیں زمین سے ٹکرایا تو ان کی کھوپڑیاں بج اٹھیں۔ میں نے انہیں اس طرح زمین سے ٹکرایا کہ ان کے سر خربوزوں کی طرح پھٹ گئے۔ اصل میں فوری طور پر انہیں مار ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن جو داؤ میں نے ان پر آزمایا تھا وہ اتفاقیہ طور پر خطرناک ہو گیا اور دونوں کے چہرے خون میں ڈوب گئے۔ ان کا بھیجا باہر نکل آیا تھا۔ کچھ لمحوں کے لئے ان کے جسم پھڑ پھڑائے اور پھر ساکت ہو گئے۔ میں پھرتی سے پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ادھر بوڑھے پروفیسر ڈریڈ نے جس آدمی کو اپنی آغوش میں لیا تھا وہ بھی زندگی کا آخری لمحہ گزار رہا تھا لیکن میں نے فوراً ہی کہا۔

''نہیں پروفیسر نہیں۔ اسے زندہ رکھنا ہے۔ یہ ہمیں آگے کے بارے میں بتائے گا۔''

بات پروفیسر کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے اپنی گرفت جیسے ہی ڈھیلی کی وہ شخص لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پکڑی اور اسے پوری طرح اپنے قبضے میں کر لیا۔

''ہاں۔ اچھا یہ بتاؤ۔ ڈیئر کامران! تم کار ڈرائیو کر سکتے ہو؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اچھا ایسا کرو اس گاڑی کو سڑک سے نیچے اتار دو اور اس وقت تک میں ذرا اس سے سلام دعا کر لوں۔'' پروفیسر کا موڈ بھی اس وقت بڑا خوشگوار ہو گیا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے کچھ اور بھی کرنا ہے۔ گاڑی کو سڑک سے نیچے اتارنے سے پہلے میں نے ان دونوں لاشوں کے پاؤں پکڑے اور انہیں گھسیٹتا ہوا سڑک کے دوسری سمت کے نشیب میں لے گیا اور یہاں سے میں نے انہیں نشیب میں لڑھکا دیا۔ ان کے سر سے بہنے والا خون لکیریں بناتا ہوا دور تک چلا گیا تھا لیکن اب اتنی گنجائش نہیں تھی کہ میں سڑک سے خون صاف کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کے بعد میں نے گاڑی میں بیٹھ کر اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور اسے اسٹارٹ کر کے سڑک سے نیچے اتارنے لگا۔ اس دوران

پروفیسر ڈریڈ اس نیم مردہ شخص کو جس کا سانس سینے میں اب تک نہیں سما پا رہا تھا' دبوچے ہوئے
تھا۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو پروفیسر نے کہا۔

''آؤ' ذرا اسے نیچے لے چلیں۔'' گرفتار شدہ آدمی اس طرح لڑکھڑا رہا تھا جیسے اس
تمام قوتیں ختم ہو گئی ہوں اور پھر ہم دونوں اسے گھسیٹ کر سڑک کے نشیب میں لانے لگے۔ ایک
بار پھر اس نے وحشت زدہ انداز میں بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اب بھلا وہ کہاں بھاگ سکتا
تھا۔ پھر ہم اسے سڑک کے نشیب میں لے گئے اور پروفیسر ڈریڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

''زندہ رہنا چاہتے ہو یا موت کے خواہش مند ہو؟''

''نن..... نہیں' نن..... نہیں۔'' وہ خوفزدہ انداز میں گھگھیایا۔

''ٹھیک ہے تمہیں زندگی دی جا سکتی ہے لیکن اس کے صلے میں تمہیں ہماری ضرو
کے مطابق ہمیں معلومات فراہم کرنا ہوں گی۔''

''مم..... میں سب کچھ بتا دوں گا۔ مجھے نہ مارو..... مجھے نہ مارو..... میں سب
ٹھیک بتا دوں گا۔'' وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

''ہوں..... ہمیں تم سے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں کرنی۔ یہ بتاؤ تمہارا اسلحہ
کہاں ہے؟ ہمیں اسلحہ چاہئے۔''

''وہ..... وہ..... وہ وہ۔''

''سنو..... ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ یہ بات اگر ہمیں تم سے نہ معلوم ہو
ہم کسی اور سے معلوم کر لیں گے۔ لیکن اس کے نتیجے میں تمہیں گردن دبا کر گاڑی میں پھینک
جائے گا اور ہم گاڑی کو آگ لگا کر یہاں سے آگے بڑھ جائیں گے۔ کیا خیال ہے؟''

''میرا کچھ اور خیال ہے' ہم پہلے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دیتے ہیں اور اس کے بعد

''نہیں..... میں تمہیں بتاؤں پہلے اس کے سر کے بال اکھاڑ لو۔ یہ اس پر بھی جوا
دے تو پھر اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینا۔''

''نن..... نہیں' مم..... میری بات مانو۔ میں اسلحہ' میں اسلحہ.....'' اس نے خوف
لرزتے ہوئے کہا۔ میں نے پھرتی سے اس کے بال پکڑے اور اس کی ایک لٹ کو اپنی گرفت
لے کر زور سے کھینچا۔ اکھڑے ہوئے بالوں کے ساتھ خون بھی نکل آیا تھا اور وہ

درد سے کراہنے لگا تھا۔ پروفیسر ڈریڈ نے اس وقت انتہائی بے دردی سے کام لے کر اپنا گھٹنہ اس
کے منہ پر رکھ دیا تھا اور اس کے دانت ہل گئے۔

''اگر میں اس گھٹنے ہی کو دبا دوں تو سب سے پہلے تمہارے دانت ٹوٹ کر تمہارے حلق
میں داخل ہو جائیں گے یہ آخری موقع ہے اگر تم نے اب بھی جواب دینے میں دیر کی تو ہم زیادہ
وقت تو نہیں دے سکیں گے دوست! کیا سمجھے؟'' پروفیسر نے گھٹنہ اس کے منہ سے ہٹایا۔

''اسلحہ خانہ' فوجی علاقے میں ہے لیکن دوسرا اسلحہ خانہ جو ہم لوگ استعمال کرتے ہیں
اس سڑک کے آخری حصے پر ایک عمارت میں ہے۔ وہ عمارت جس پر زیڈ ٹو لکھا ہوا ہے۔''

''اس عمارت میں اسلحہ خانہ کس جگہ موجود ہے۔''

''گیٹ سے داخل ہونے کے بعد بائیں سمت۔ ایک راہداری مڑتی ہے جو ایک ایسے
کمرے پر جا کر ختم ہوتی ہے جس کے دروازے سرخ ہیں۔''

''ہوں..... کتنے لوگ وہاں ہوتے ہیں؟''

''سرخ دروازے پر صرف چار گارڈ موجود ہوتے ہیں۔ اسی کمرے میں اسلحہ خانہ
ہے۔''

''باقی عمارت میں؟''

''صرف دو آدمی' جو گشت کرتے رہتے ہیں۔''

''گڈ..... اب کچھ اور باتیں ہو جائیں۔ تم تو بڑے اچھے آدمی نکلے۔ زندگی واقعی بچانی
چاہئے۔''

''اب پوچھو اور کیا پوچھتے ہو؟'' سیاہ وردی والے کراہتے ہوئے کہا۔

''کتنے افراد یہاں رہتے ہیں؟''

''گیارہ سو کے قریب۔''

''اس میں تمام لوگ بحری قزاق ہیں میرا مطلب ہے لڑائی بھڑائی والے۔''

''نہیں۔ وہ صرف چار سو کے قریب ہیں جو جہازوں پر لوٹ مار کرتے ہیں باقی یہاں
کے باسی ہیں جو پاپرا کے خدمت گزار ہیں۔''

''ہوں..... اسلحہ خانے میں کیا کیا ہتھیار موجود ہیں۔''

''سب کچھ......اسٹین گنیں' رائفلیں' پستولیں' ریوالور' دستی بم اور ٹائم بم وغیرہ۔''

''آخری بات۔'' پروفیسر ڈریڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں بولو؟''

''اس کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ ہے؟''

''اب بھی جھوٹ بولنے کی گنجائش چھوڑی ہے تم نے۔''

''ایک بات میں تمہیں بتاؤں۔ میں اس اسلحہ خانے کا جائزہ لینے جا رہا ہوں۔ یہ ساتھی تمہاری نگرانی کرے گا۔ اگر تمہارا بیان غلط نکلا تو پھر تمہیں زندگی دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔'' پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''میں نے بالکل سچ بتایا ہے۔ تم اندازہ لگا لو لیکن اپنے ساتھی سے کہہ دو کہ جب تک تم واپس نہ آ جاؤ اور میرا بیان غلط ثابت نہ ہو جائے۔ یہ میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرے گا۔'' گارڈ نے کہا اور پروفیسر ڈریڈ اس کی صورت دیکھنے لگا اور بولا۔

''کامران! تم واقعی اس کے ساتھ کوئی برا سلوک مت کرنا۔ میرا خیال ہے اس کا خدشہ ہی ختم کر دو تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔'' میں نے چونک کر پروفیسر ڈریڈ کو دیکھا اور دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس وقت اس کے چہرے پر بڑی سفاکی نظر آ رہی تھی۔ پروفیسر ڈریڈ نے غالباً اس بات محسوس کر لیا کہ میں اس کی بات کو سمجھ نہیں سکا ہوں۔ اس نے کہا۔

''وہ جو بزرگ کہتے ہیں نا کہ کل کرنا ہے سو آج کر لو اور آج کرنا ہے سو اب' میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ سچ بول رہا ہے اور زندگی میں پہلی بار کسی بدکار کو اس کے سچ کی سزا ملنی چاہئے اس نے بھی اپنی زندگی بچانے کے لئے بولا ہے ورنہ اس سے پہلے نجانے اس نے کتنی زندگیاں لی ہوں۔'' اب اس وقت اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس شخص کو بھی ختم کر دوں' وجہ میں جانتا تھا۔ یہ بچ گیا تو ظاہر ہے ہم نہیں بچیں گے۔ کبھی کبھی زندگی کو ان مشکلات سے بھی دوچار کرنا ہوتا ہے۔ پروفیسر نے دوسری بات بھی محسوس کر لی۔ ان دو افراد کا قتل اضطراری طور پر ہوا تھا لیکن تیسرے فرد کو قتل کرتے ہوئے میں جھجک رہا تھا۔ چنانچہ میں نے پروفیسر کا دوسرا روپ دیکھا۔ اچانک ہی پروفیسر نے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن اپنی کلائی کی گرفت میں لے لی اور اس کے بعد میں نے ایک زندہ انسان کو لمحوں کے اندر موت کے منہ میں جاتے ہوئے دیکھا۔ اس

میری گرفت میں آ کر زمین سے جا لگے تھے اور ان کے بھیجے باہر آ گئے تھے۔ وہ تو ایک اضطراری حادثہ تھا اگر پروفیسر مجھ سے کہتا کہ ان کا سر زمین سے ٹکرا کر انہیں ہلاک کر دو تو شاید اتنی آسانی سے میں یہ سب کچھ نہ کر سکتا۔ لیکن پروفیسر ڈریڈ کے اندر جو درندگی اس لمحے میں نے دیکھی تھی' وہ میرے لئے بڑی خوفناک تھی۔ گارڈ کی آخری چیخ ابھری تھی۔

''بچاؤ...... مجھے بچاؤ...... آہ' مجھے بچاؤ۔ لیکن یہ آخری ہی چیخ تھی اور اس کے بعد اس کی آنکھیں حلقوں سے نکل پڑی تھیں۔ اس نے پروفیسر کی گرفت میں دم توڑ دیا تھا اور پروفیسر اس طرح پرسکون نظر آ رہا تھا۔ جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔ میں خاموشی سے اس وقت پروفیسر کے اس عمل کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کی لاش کو ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا۔

''کبھی کبھی کسی خاص مشن کے لئے وہ کچھ کرنا پڑتا ہے جو عام زندگی میں ممکن نہ ہو۔ نہ میں کرائے کا قاتل ہوں نہ تم لیکن دیکھو ہمیں اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ اب اس وقت جو کچھ ہوا ہے وہ ان لوگوں کی زندگی بچانے کے لئے ضروری ہے جو بند بنانے کے لئے زندہ رکھے گئے ہیں اور اس کے بعد انہیں زندگی سے محروم کر دیا جائے گا۔ تم خود سوچو کون ہے وہ' اپنے اپنے پیاروں سے ملنے کے لئے جانے والے جہاز کے مسافر جنہوں نے نہ کسی کو نقصان پہنچایا ہے نہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں لیکن یہ لوگ' میرا مطلب انہی لوگوں سے ہے ان بحری قزاقوں سے یہ انہیں جانوروں کی طرح مار ڈالیں گے۔ ہم کیوں نہ ان لوگوں کو بھی زندگی سے محروم کر دیں۔ تم جذباتی ہونے کی کوشش بالکل مت کرنا۔ ہمیں اسلحہ درکار ہے اور اس کے لئے ہمیں یہ سب کچھ کرنا بے حد ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے پروفیسر! میں کچھ کہہ تو نہیں رہا۔ خود میرے ہاتھوں ابھی ابھی دو آدمی مارے گئے ہیں۔''

''ابھی تو اور نجانے کیا کچھ کرنا پڑے۔ اپنے آپ کو حوصلہ دو۔ اپنی زندگی سے ہر شخص کو دلچسپی ہوتی ہے۔ ہمیں بھی ہے۔ ہم یہ بالکل نہیں کہیں گے کہ ہمیں اپنی زندگی سے دلچسپی نہیں ہے لیکن اس وقت وہ معصوم لوگ بھی ہماری نگاہوں میں ہیں جو بے بسی سے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ موت کے خوف کا شکار ہیں اور ان کے بدن کا خون خشک ہوتا جا رہا ہے۔ اچھا اب یہ کرو۔ پہلے ان کی وردیاں اتار لو۔ ان کی وردیاں ہمارے لئے بہت کارآمد ہوں گی اور پھر اس کے بعد ہم اس

کام میں مصروف ہوگئے۔ سپاہیوں کی وردیاں اتار کر ہم نے بھیگے ہوئے لباس جسم سے جدا کئے
اور پھر دونوں وردیاں اپنے جسموں پر تان لیں۔ یہ وردیاں بمشکل ہمارے جسم پر آئی تھیں اور بہر
سی جگہ اس طرح جسم پر منڈھ گئی تھیں کہ ان کے بٹن تک نہیں لگتے تھے۔ خاص طور سے میرا جسم عا
جسم نہیں تھا۔ میری وردی کے بٹن تو لگ ہی نہیں سکے تھے۔ میرے ٹخنے اور ہاتھ کے حصے کھ
ہوئے تھے اور رہا پروفیسر جس سپاہی کی وردی اس کے بدن پر ڈالی گئی تھی اس کی پتلون کے پائے
کئی تہہ میں الٹنے پڑے تھے۔ کوٹ اس کے بدن پر بھی کافی ڈھیلا تھا۔ لیکن بہر حال رات کا وقت
تھا ان ڈھیلی اور تنگ وردیوں سے بھی کام چل سکتا تھا۔ ہم نے ان کی ٹوپیاں پہنیں اور تیار ہوگئے۔
پروفیسر نے مجھے دیکھا اور ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

''تم عام جوان نہیں ہو۔ بھلا ان کی وردیاں تمہارے جسم پر کیسے آ سکتی تھیں۔ چلو آ
ذرا...... ان لاشوں کو یہاں سے اور کھسکا دیں تاکہ یہ فوراً ہی دستیاب نہ ہوسکیں اور اس کے بع
پروفیسر کے کہنے پر ہم نے لاشوں کو سڑک سے دور پھینکا اور اس کے بعد گاڑی میں آ بیٹھے۔ گاڑ
ہم نے سڑک سے اس لئے اتار لی تھی کہ کسی گزرنے والی گاڑی کو ہم پر شبہ نہ ہوسکے لیکن خوش قسمت
یہ تھی کہ اس دوران کوئی اور گاڑی ادھر سے نہیں گزری تھی۔ اس کے بعد پروفیسر نے سٹیئرنگ
سنبھال لیا۔ میں نے اس سے کہا۔

''اگر آپ کہیں تو میں ڈرائیونگ کروں۔''

''نہیں بیٹھو آرام سے بیٹھو۔'' اس نے کہا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
سڑک بہت زیادہ لمبی ثابت نہیں ہوئی تھی۔ جزیرے کے طول وعرض کا کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن
تقریباً دس منٹ کے بعد ہم نے وہ عمارت دیکھ لی جس کی نشاندہی اس گارڈ نے کی تھی۔ دو گا
عمارت کے گرد گشت پر تھے۔ لیکن کسی نے ہماری گاڑی کی طرف توجہ نہیں دی کیونکہ وہ ایک
پٹرولنگ گاڑی تھی۔ ہم گاڑی کھڑی کر کے اطمینان سے ادھر ادھر دیکھتے رہے اور پھر اس عمارت
کے اندر گاڑی لے گئے۔ وسیع وعریض عمارت میں ایک جگہ کئی اور گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔
نے وہیں اپنی گاڑی بھی روکی اور عمارت کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوگئے۔ مین گیٹ پر مو
گارڈ سو رہا تھا۔ پروفیسر ڈریڈ نے اسے دیکھا' دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

''کیا خیال ہے اس کی بھی چھٹی کر دی جائے۔''

''سو رہا ہے اگر سوتا ہے تو کیا ہرج ہے۔ ہمارا راستہ تو نہیں روک رہا۔''

''ہوں...... آ جاؤ۔'' جس گارڈ نے مرنے سے پہلے اس عمارت کے بارے میں بتایا
تھا اس کا کہا ٹھیک ہی تھا۔ آخری وقت میں بے چارہ سچ بول گیا تھا۔ دروازے سے ایک راہداری
اندر تک گئی تھی اور اس کے اختتام پر سرخ دروازہ نظر آ رہا تھا۔ سرخ دروازے پر پہرے دار موجود
تھے اور خاصے مستعد نظر آ رہے تھے۔ پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''جو لوگ اس قدر مستعدی سے غلط کام کرتے ہیں ان کی زندگی تو مناسب نہیں
ہوتی۔''

''گویا' گویا۔''

''ہاں' لیکن احتیاط سے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے بے چارگی سے کہا جو کچھ اب میں کر رہا تھا وہ بڑا خطرناک تھا
اور یہ کرتے ہوئے میرے ضمیر نے کئی بار مجھے ملامت کی تھی۔ میں نے دل میں سوچا تھا کہ آخر میں
یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہوں۔ میرا کام تو صرف ایک تھا۔ لیو مکلارنس کی موت ایک آدمی کو قتل کرنا
تھا مجھے وہ بھی اس لئے کہ اس نے میری ماں کو قتل کر دیا تھا اور یہ بات تو میرے مذہب میں بھی تھی
کہ خون کا بدلہ خون لیکن اب جبکہ وہ شخص بظاہر اس دنیا میں نہیں تھا' میں ایک بے مقصد عمل کے لئے
یہ قتل وغارت گری کر رہا تھا لیکن میرے اندر ہی سے میری اس الجھن کا جواب ابھرا۔ اگر میں انہیں
قتل نہیں کروں گا تو یہ مجھے قتل کر دیں گے۔ بالکل صاف اور واضح بات تھی۔ اس میں کوئی شک وشبہ
نہیں تھا اور اس کا اظہار کتنی ہی بار ہو چکا تھا۔ بہر حال ہم دونوں آگے بڑھنے لگے۔ قدموں کی
چاپ پر سرخ دروازے پر متعین سپاہیوں نے ہمیں دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے انہوں نے اپنی
رائفلوں پر ہاتھ مارے لیکن پھر ہمارے جسموں کی وردی نے انہیں مطمئن کر دیا اور وہ ہمارے
قریب پہنچ جانے کا انتظار کرنے لگے۔ غالباً یہ جاننے کے لئے کہ ہم وہاں کیوں آئے ہیں۔ میں
دیکھ رہا تھا کہ ان چار افراد کو سنبھالنا کتنا مشکل کام ہوسکتا ہے۔ اگر ذرا بھی غلط عمل ہوا تو وہی ہوگا جو
ہم ان کے ساتھ کرنے جا رہے تھے۔ پروفیسر مجھ سے آگے تھا۔ چند ساعت کے بعد اس نے
گارڈوں کے قریب پہنچ کر بھاری آواز میں کہا۔

''چلو دروازہ کھولو۔''

"کیا......" اس نے حیرت سے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ان لوگوں میں سے کسی کی سمجھ میں بھی پروفیسر کی بات نہیں آسکی تھی۔ بھلا رات کے اس وقت اسلحہ خانے کا دروازہ کھلوانے کا کیا جواز تھا۔ اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی سوال کرتا' میں نے پروفیسر کو دیکھا جو ان میں سے ایک گارڈ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا اور گارڈ کے نقوش دھندلائے جارہے تھے۔ چند لمحے اسی طرح گزرے پھر پروفیسر نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"دروازہ کھلوادو میرے دوست! اس وقت میں تم لوگوں پر ایک اہم انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔" جس شخص کے پاس چابی ہے اس سے کہو کہ دروازہ کھول دے۔ ابتداء میں تو میں کچھ نہیں سمجھ سکا تھا لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد مجھ پر ایک اور انکشاف ہوا' وہ یہ کہ بوڑھا شعبدہ گر غالباً ہپناٹزم کا ماہر بھی ہے کیونکہ کچھ ہی لمحوں کے بعد میں نے اس گارڈ کی بھرائی ہوئی آواز سنی۔ جسے پروفیسر نے اپنے ٹرانس میں لیا تھا۔

"کھولو دروازہ۔" وہ شخص جس کے پاس چابیاں تھیں۔ باول نخواستہ آگے بڑھ آیا تھا اور پھر اس نے اسلحہ خانے کا دروازہ کھول دیا۔ پروفیسر شاید ان سب کو بیک وقت ٹرانس میں نہیں لا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"تم لوگ اندر آؤ۔ میں تم پر ایک اہم انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔" چونکہ وہ لوگ بوکھلا سے گئے تھے اور حقیقت حال ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس لئے بھی وہ پروفیسر کی ہدایت پر عمل کررہے تھے لیکن میں اس عجیب و غریب بوڑھے شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جو اتنا عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ہر بار ایک نئی کیفیت کا حامل نظر آتا تھا اور مجھے حیران کردیا کرتا تھا۔ اسلحہ خانہ وسیع و عریض تھا۔ اس میں بے شمار کارٹن چنے ہوئے تھے۔ ان پر نشانات بھی بنے ہوئے تھے۔ یقینی طور پر یہ اسلحہ لوٹا نہیں گیا ہوگا بلکہ باقاعدہ اسے خریدا گیا ہوگا۔ پاپرا کے پاس کیا کیا ذرائع موجود تھے۔ اس کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو پایا تھا لیکن بہرحال میں پروفیسر کے ہر عمل سے متفق تھا کیونکہ اس وقت جو کچھ ہو رہا تھا اس کے لئے پروفیسر بہت بڑا کام کر رہا تھا۔ پروفیسر اس اعتماد کے ساتھ آگے بڑھا جیسے کسی خاص چیز کی طرف نشاندہی کرنا چاہتا ہو لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی عقابی نگاہیں کارٹنوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر ایک کارٹن کے پاس پہنچ کر وہ رکا اور اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"یہ ہے وہ کارٹن کھولو اسے۔" پروفیسر کی آواز کا حکم میں نے بھی محسوس کیا تھا۔ سب سے پہلے وہی شخص آگے بڑھا جو میرے اندازے کے مطابق پروفیسر کے ٹرانس میں تھا اور وہ کارٹن کھولنے لگا۔ باقی دونوں دلچسپی اور تجسس سے کارٹن کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کارٹن میں ریوالور بھرے ہوئے تھے۔ پروفیسر نے ان ریوالوروں کو دیکھا اور پھر اس میں سے ایک ریوالور نکال لیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا اور معنی خیز لہجے میں بولا۔

"ہوں...... تو یہ بات ہے۔ ایمونیشن کہاں ہے اس کا؟"

"وہ سامنے اس کارٹن میں جناب!"

"نکالو......" اس کے حکم پر اسی آدمی نے کارٹن کھولا اور ایمونیشن نکال لیا۔ پروفیسر نے ریوالور اس شخص کے ہاتھ میں دے کر کہا۔

"لوڈ کردو اسے۔" اس شخص نے پروفیسر کی اس ہدایت پر عمل بھی کیا تھا۔ تب پروفیسر نے ریوالور ہاتھ میں لیا اور اسے دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں پہلے ہی اس حرکت کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ دیکھو ذرا......" یہ کہہ کر اس نے ریوالور سیدھا کیا اور اس کے بعد ان تینوں آدمیوں کی پیشانی کو نشانہ بنا ڈالا۔ میں اس کے نشانے پر بھی عش عش کرتا رہ گیا تھا کیونکہ ان تینوں کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی میں سوراخ ہوئے تھے اور گولیاں ان کی پیشانی کی ہڈی کو توڑتی ہوئی ان کے دماغوں میں گھس گئی تھیں۔ چوتھا فائر پروفیسر نے پلٹ کر اپنے معمول پر کیا تھا جو اس کے ٹرانس میں تھا۔ میں ایک بار پھر سکتے میں رہ گیا تھا۔ یہ شخص تو میری توقع کے خلاف بڑا درندہ صفت نظر آرہا تھا۔ پتہ نہیں وہ اتنے افراد کا خون کیوں کررہا تھا اور پھر اس قدر بے پناہ صلاحیت کا مالک تھا کہ ہر لمحہ حیران کردیا کرتا تھا۔ غور کیا جاتا تو اس کی شخصیت میں اس قدر پراسرار باتیں نظر آتی تھیں کہ وہ انسان لگتا ہی نہیں تھا۔ بس ایک مافوق الفطرت شخصیت۔ چار لاشیں اسلحہ خانے میں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ریوالور کو پھونک ماری اور پھر بولا۔

"یہ کچھ فالتو ایمونیشن اپنی جیبوں میں محفوظ کرلو۔ ہمیں اس کی اشد ضرورت پیش آئے گی۔ یقیناً تم ریوالور کا استعمال بھی جانتے ہوگے۔"

"زیادہ نہیں۔ کبھی اسلحے کے استعمال کی ضرورت نہیں پیش آئی۔"

''میں تمہیں بتادوں گا اور ویسے بھی سب کچھ بہت آسان ہے۔ کوئی خاص نشانہ لینے کی ضرورت پیش آئے تو بات الگ ہوتی ہے لیکن جہاں نشانے ہی نشانے ہوں وہاں بس اندھا دھند ایک ہلکا سا کام کرنا ہے اور پھر یہ آٹومیٹک ریوالور ہیں۔ ویسے حیرانی کی بات ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پاپرا کسی خاص ذریعے سے یہ جدید اسلحہ حاصل کرتا ہے۔ پروفیسران کارٹنوں کو دیکھنے لگا۔ ان پر مارک نہیں تھے۔ بہت سے کارٹنوں کو کھولنے کے بعد آخر کار اس نے ایک ایسا کارٹن کھولا جس میں ریموٹ کنٹرول ڈائنامائیٹ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

''مجھے یقین تھا۔ مجھے یقین تھا۔'' پھر وہ کہنے لگا۔

''کامران! ہمیں ایسے تھیلوں کی ضرورت ہے جن میں ہم یہ ڈائنامائیٹ اپنے ساتھ لے جائیں۔''

''لیکن ایسے تھیلے پروفیسر!؟''

''تلاش کرو ہمارے پاس کافی وقت ہے رات کے اس حصے میں اسٹور پر اور کوئی نہیں آئے گا۔ ہوسکتا ہے ہمیں ایسے تھیلے دستیاب ہو جائیں۔ میں اب اس کی ہر ہدایت پر آنکھیں بند کر کے عمل کر رہا تھا۔ میں یہ جانتا تھا کہ وہ ایک پراسرار شخصیت ہے اور کوئی بھی کام با آسانی لے سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے عمارت کی تلاشی لی اور آخر کار مجھے میری مطلوبہ شے دریافت ہوگئی۔ غالباً یہ اناج کے تھیلے تھے۔ جو کپڑے کے بنے ہوئے تھے۔ میں انہیں لے کر آیا تو پروفیسر نے پسندیدگی کے انداز میں گردن ہلائی۔ اس دوران وہ ڈائنامائیٹ چیک کرتا رہا تھا۔ اس نے خوشی کے عالم میں کہا۔

''اب ہمارے پاس ایسا اسلحہ موجود ہے جو اس پوری آبادی کو اڑا سکتا ہے۔ آؤ اور احتیاط سے انہیں ان تھیلوں میں رکھو۔ ہم ضرورت سے زیادہ کوئی چیز یہاں سے نہیں لیں گے میں پروفیسر کی ہدایت پر عمل کرتا رہا۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر اس نے تھیلوں کے منہ باندھ دیئے اور اس میں اس طرح بند بنائے کہ ہم انہیں آسانی سے اپنے ساتھ لے جاسکیں۔ پھر اس نے ... کے ریموٹ بھی اپنے ساتھ ہی لے لئے تھے اور اس کے بعد بولا۔

''اب ہمیں اسی احتیاط سے یہاں سے واپس نکلنا ہے۔ یہ رات پاپرا اور اس

جزیرے کے لئے بدترین رات ہے۔'' پھر ہم لوگ وہاں سے واپس چل پڑے۔ تھوڑے فاصلے پر ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا۔ چنانچہ پروفیسر نے فیصلہ کیا کہ اسی ٹرک سے آگے کا سفر کیا جائے اور میں وہاں سے چلا گیا۔ ٹرک اسٹارٹ کر کے لانا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ تھیلے سنبھال کر رکھے اور اس کے بعد ہم ٹرک لے کر چل پڑے۔ پروفیسر بالکل چست و چالاک نظر آ رہا تھا اور اپنے کام کرنے کے لئے مستعد تھا۔ اس نے باہر نکلنے کے بعد ٹرک ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اصل میں اس وقت ہماری وردی ہمارے لئے بڑی کارآمد ثابت ہو رہی تھی۔ دیکھ لئے جاتے تو کوئی توجہ نہیں دیتا تھا۔ پروفیسر نے ایک تھیلے سے ڈائنامائیٹ نکالے اور انہیں اسلحہ خانے کی اس عمارت کے پاس اس طرح جگہ جگہ زمین میں چھپا دیا کہ کسی کو ان پر شبہ نہ ہو سکے اور اس کے بعد رات کے تقریباً ساڑھے پانچ بجے تک پروفیسر جزیرے میں بنی عمارتوں کے مختلف حصوں میں یہ ڈائنامائیٹ چھپاتا رہا تھا اور ایک طرح سے اس نے اس جزیرے کو بارود کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ میں اس خوفناک شخص کی اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ جو کام اس نے کیا تھا اس کی مرضی کے مطابق ہی پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا تو اس وقت اس جزیرے پر ایسا المناک حادثہ رونما ہوتا جس کی مثال مشکل تھی اور یہ حادثہ رونما ہونے والا تھا۔ پروفیسر کی ذہنی کیفیت کا مجھے صحیح طور پر کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میرے ذہن میں شدید تجسس سر ابھارے ہوئے تھا۔ پھر پروفیسر اپنے کام سے فارغ ہوگیا۔ صبح کا مدھم مدھم اجالا آہستہ آہستہ نمودار ہوتا جا رہا تھا۔ ہم دونوں نے ایک خاص علاقے میں پناہ لی۔ یہ پتھریلا اور چٹیل علاقہ تھا۔ پاپرا نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اس کی اپنی آبادی میں کسی بیرونی اجنبی کا کسی طور گزر نہ ہو۔ اس سے باہر کا علاقہ بھی عمارتوں سے سجا ہوا تھا۔ لیکن یہ صرف انتظامی عملے کی عمارتیں تھیں یا پھر وہ جگہیں جنہیں عارضی قید خانوں کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ وہ بیرونی حصے میں تھیں اگر وہاں کوئی حادثہ ہوا تو اندر کے رہائشی لوگوں کو اس کا کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ لیکن پروفیسر نے ان کا اندرونی حصہ ہی نشانہ بنایا تھا اور اسے خوش بختی ہی کہا جا سکتا ہے کہ اس نالے کے ذریعے اس قید خانے سے یہاں تک کا سفر ممکن ہوا ہے۔ جو چند لوگ اس فرار سے واقف ہوئے تھے۔ وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ میں اندازہ لگانے لگا کہ اس رات میں نے اور پروفیسر نے مل کر کتنے قتل کئے اور اندازہ لگاتے ہوئے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔ اپنے شہر میں' اپنی آبادی میں' اپنے گھر میں' میں نے کبھی کسی جانور کو بھی ہلاک نہیں کیا تھا۔ میری طبیعت میں تو نرمی اور محبت تھی

اور یہ محبت مجھے عمر کے ایک مخصوص حصے میں سویرا نے عطا کی تھی۔ میں اب اس سارے ماضی کو اپنے ذہن سے بھلائے ہوئے تھا لیکن یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ایک ہلکی سی چوٹ کی آواز ہوتی ہے اور دل و دماغ میں ماضی روشن ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے چھٹکارا پانے والے یقینی طور پر انتہائی مضبوط قوت ارادی کے مالک ہوتے ہیں۔ عام لوگوں کے تو بس کی بات ہی نہیں ہوتی چنانچہ میری بھی یہی کیفیت تھی۔ بات کو دل سے نکالتا تو ہر خیال دل و دماغ کے ہر خانے میں روشن ہو جاتا۔ لیومکلارنس میری ماں کا قاتل بن گیا تھا۔ اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے دیوانگی کا عمل کر ڈالا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ بھی وہ بہت کچھ تھا۔ کون جانے وہ کیا تھا لیکن ایک بات حیران کن تھی جس کا سوال میں نے اس وقت پروفیسر سے کر ہی ڈالا۔

''آپ بہت پرسکون نظر آ رہے ہیں پروفیسر!''

''ہاں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ زندگی، وقت اور تقدیر ہمارا اس طرح ساتھ دے گی۔ اب اس وقت سمندر کے اس جانور کا بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سمندر کا یہ خوفناک جزیرہ اس وقت ہماری مٹھی میں ہے۔ ہمارے ہاتھوں کی معمولی معمولی جنبشیں اس جزیرے کو سمندر کی تہہ میں پہنچا دیں گی۔ اسلحہ خانے میں جو اسلحہ تم نے دیکھا ہے۔ جب پہلا دھماکہ ہوگا تو تم یہ سمجھ لو کہ وہ کسی ایٹم بم کے دھماکے سے کم نہیں ہوگا۔ وہی جزیرے کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوگا جبکہ باقی عمارتوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ مجھے ابھی انتظار کرنا ہے۔''

''پروفیسر! آپ تھک گئے۔''

''بالکل نہیں۔ جد و جہد اگر دل سے کی جائے تو تھکن کبھی نہیں ہوتی میرے نوجوان دوست!''

''ایک سوال کرتا ہوں آپ سے پروفیسر۔''

''پوچھو؟''

''جہاز پر آپ مجھے ملے تھے تو آپ ایک بالکل ہی بے ضرر سے انسان نظر آتے تھے۔ صاحب علم، روشن خیال، روشن دماغ۔ اس کے بعد آپ کے روپ بدلتے گئے۔ ایک بات جو میرے ذہن میں بار بار آتی ہے وہ یہ کہ کیا اس جزیرے پر آپ کی آمد متوقع تھی۔'' پروفیسر کے چہرے میں ایک دم تبدیلی رونما ہوگئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تو میں نے ہنس کر

کہا۔

''آپ مجھ پر ہپناٹزم نہ کر دیجئے پروفیسر! جو بات آپ مجھے بتانا نہیں چاہیں گے۔ میں ویسے ہی دوبارہ آپ سے نہیں پوچھوں گا۔'' پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں میرے بچے! تم میرے لئے ایک اتنی قابل محبت شخصیت ہو کہ تمہیں میں کوئی نقصان پہنچا ہی نہیں سکتا۔ میرا ایک مشن تھا اور میں اس مشن پر کام کر رہا ہوں۔ میرا کام جاری ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وقت مجھے اس جزیرے پر لاتا یا نہ لاتا۔ لیکن یہ سچ ہے کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ میں صرف ان مظلوم لوگوں کے لئے یہ ساری کارروائی کر رہا ہوں جو خود ہی ٹوٹے پھوٹے اور زندگی سے عاجز لوگ ہیں۔ کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ کچھ لوگوں کی زندگی کے مالک بن جائیں۔ وہ کمینی شخصیت جس کا نام پاپرا ہے۔ ان سب کے لئے جو کچھ کرا رہا ہے تمہیں معلوم ہے میں وہ نہیں کرنے دوں گا۔ تمہارے سوال کا جواب صرف اتنا ہے کہ اس جزیرے پر آنے کی مجھے کوئی امید نہیں تھی لیکن یہاں آ کر اور تمہارا ساتھ پا کر میں نے اپنے فرض کو آواز دی ہے اور یہ فرض پورا ہونے جا رہا ہے۔ کیا سمجھے، میرا مشن تو صندل کا وہ تابوت ہے جو وادیٔ شیلا اس میں محفوظ ہے۔ آہ...... میرے دوست! اس کے بارے میں مجھ سے ابھی کچھ نہ پوچھنا۔'' میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

O

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا کہ میں پروفیسر کے دل و دماغ کو ٹٹول رہا تھا اور ادھر قید خانے
کے مظلوم قیدیوں کی پوری رات آہ و زاری میں گزری تھی۔ رات پھر گارڈ ان کے چیخنے چلانے پر
کوڑے برساتے رہے تھے۔ عورتوں کی حالت تباہ تھی۔ مرد بھی بری طرح خوفزدہ تھے۔ جن
عورتوں کے بچے زندہ تھے وہ انہیں سینے سے لپٹائے بے آواز رو رہی تھیں۔ وہ سب دل ہی دل
میں ہمیں کوس رہے تھے جن کی وجہ سے ان کی زندگی مختصر ہو گئی تھی۔ پاپرا کا جھوٹ انہیں سچ معلوم
ہوا تھا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ اس ذلیل انسان نے ان سے جھوٹ بولا ہے۔ یہ بات تو صرف
میں اور پروفیسر ہی جانتے تھے۔ وہ سب دوسری صبح کے تصور میں اپنے سینوں کو پکڑے ہوئے بیٹھے
تھے۔ یہاں تک کہ جہاز کا کپتان اور اس کا عملہ بھی ہمت کھو بیٹھا تھا۔ ان سب کو بھی روتے چیختے
دیکھا جا رہا تھا۔ ان بے چاروں پر یہ پوری رات بلا کی رات گزری تھی۔ گارڈوں نے ان
بدنصیبوں کو ان کے انجام سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ سب جانتے تھے کہ زندگی کی گھڑیاں کتنی جلد
ختم ہو رہی ہیں اور موت کے سیاہ بازو کتنی تیزی سے سمٹ رہے ہیں۔ سورج کی پہلی کرن نے
جونہی زمین کو چھوا' کالی وردی والوں کا ایک دستہ قید خانے کے قریب پہنچ گیا اور پھر ان میں سے
ایک سپاہی نے بلند آواز میں کہا۔

''بدنصیب قیدیو تمہاری موت کے لمحات قریب آ گئے ہیں اور اب تمہیں زندگی سے
محروم ہونے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔''

''آہ...... ایسا نہ کرو۔ آہ' ہمیں زندہ رہنے دو۔ ہم بھوکے پیاسے بھی زندہ رہ سکتے ہیں
تم ہمیں خوراک نہ دو' تم ہمیں چھت نہ دو۔ بس اس جزیرے کا کوئی حصہ ہمیں جانوروں کی طرح
زندگی گزارنے کے لئے دے دو' ہم جی لیں گے اور اگر وقت کی سختی ہمیں موت دے گی تو ہم اس
موت کو بھی قبول کر لیں گے۔ ہمیں چھوڑ دو' ہمیں معاف کر دو۔ آہیں' سسکیاں اور چیخیں بلند ہونے
لگیں۔ تو گارڈ نے کہا۔

''نہیں...... رونے سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا اب۔ تمہارے ساتھیوں نے تم پر

مصیبت نازل کی ہے۔ ویسے ہم تمہیں یہ بات بتا دیں کہ پاپرا تمہیں کبھی زندگی نہ دیتا۔ تم لوگ بند
کی تعمیر کے بعد ہلاک کر دیئے جاتے کیونکہ ہم اپنے جزیرے میں غیروں کا وجود برداشت نہیں
کرتے۔ لیکن اس وقت تک تمہیں زندگی ضرور مل جاتی۔ جب تک کہ تم اپنی محنت سے وہ بند تعمیر نہ
کر دیتے۔ یہ پاپرا کا فیصلہ تھا لیکن قیمتی تھیں زندگی کی وہ گھڑیاں جو تمہیں بند کی تعمیر تک مل جاتیں
اور افسوس کرو اس برے آدمی کی حرکت پر جس نے تم سے وہ قیمتی زندگی کے لمحات چھین لئے۔ اس
نے پاپرا کی بہن کو ہلاک کر دیا۔ پاپرا کی بہن کو جس پر وہ جان دیتا تھا۔ وہ کس قدر غمزدہ ہے تم لوگ
نہیں جانتے۔ بددعائیں دو اس شخص کو جس نے پاپرا کے سینے سے جگر نکال لیا۔ اس کی اکلوتی چہیتی
بہن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یقین رکھو اس کا انتقام تم سے ضرور لیا جائے گا اور وہ لمحے دور نہیں
ہیں۔ موت کا گڑھا تیار ہو چکا ہے اور زندہ دفن ہونے کا مزہ کیا ہے یہ تم دیکھو گے۔ رونے چیخنے
والوں کی آوازیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ پھر اور بہت سے گارڈ اندر داخل ہو گئے اور انہیں
قید خانے سے باہر نکالا گیا۔ وہ لوگ رکنے والوں پر ہنٹر برسا رہے تھے اور قیدیوں کی دلدوز چیخوں
سے زمین لرز رہی تھی۔ کپتان اور اس کے ساتھی سکتے کی سی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اب ان
میں سے ہر ایک جانتا تھا کہ موت اس کا مقدر بن چکی ہے اور چیخنے چلانے سے کوئی فائدہ نہیں
ہے۔ پھر انہوں نے پاپرا کو دیکھا جو ان سے تھوڑے فاصلے پر چل رہا تھا۔ بند کی تعمیر کے بعد بھی
انہیں یہی دن دیکھنا پڑتا بلکہ شاید وہ موت اور تکلیف دہ ہوتی جب وہ اپنی محنت اور لگن سے وہ بند
تیار کر لیتے۔ زندگی کی آس پر اور اس کے بعد زندگی ان سے چھین لی جاتی۔ کپتان نے یہی الفاظ
اپنے سیکنڈ آفیسر سے کہے تھے۔

''شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میرے ذہن میں موت بیٹھ گئی تھی۔ مجھے اندازہ ہو
گیا تھا کہ یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے غلط کہہ رہا ہے۔ یہ بحری قزاق ہے۔ ایک دیوانہ' انسان نما دیوانہ
جس کے سینے میں دل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ضرور ہمیں ہلاک کر دیتا۔ ایک شدید محنت کرنے
کے بعد جب ہم زندگی کی آس میں آنکھیں کھولتے تو موت کی تاریکیاں ہم پر مسلط ہوتیں۔ اس
سے بہتر یہ ہے کہ اب روانگی کا سفر اختیار کیا جائے اور یہ حقیقت شاید سب نے محسوس کر لی تھی
کیونکہ رونے والے خاموش ہو گئے تھے۔ موت نے ان کی قوت گویائی سلب کر لی تھی اور انہوں
نے خود کو مردہ تصور کر لیا تھا اور اب وہ خاموشی سے اپنے مقتل کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ جگہ

جہاں گڑھا بنایا گیا تھا اس جگہ سے کافی دور تھی اور ان کی رفتار بہت سست تھی لیکن آخر کار وہ اس خوفناک گڑھے تک پہنچ ہی گئے۔ جس کے چاروں طرف گڑھے سے نکلنے والی مٹی کے پہاڑ سے بن گئے تھے۔ انہی پہاڑوں میں ایک چوڑا راستہ بنایا گیا تھا تاکہ قیدیوں کو گڑھے تک پہنچانے میں کوئی دقت نہ ہو۔ سارے کام ایک مخصوص اہتمام کے ساتھ ہو رہے تھے۔ ہر طرف ایک سوگ سا طاری تھا۔ بے شمار افراد وہاں آ کر جمع ہو گئے تھے۔ پھر بڑی دھوم دھام کے ساتھ ایک تابوت لایا گیا۔ اس تابوت میں جے سیکا کی لاش رکھی گئی تھی۔ سارا کام مخصوص طریقے سے ہو رہا تھا اور وہ سب بے بسی کی نگاہوں سے اس ساری کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ اس اجتماعی قبرستان کے چاروں طرف کالی وردی والوں کے ٹرک کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے ایک بڑا لکڑی کا اسٹیج بنایا تھا جس پر سیڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ تابوت کو اس لکڑی کے اسٹیج پر رکھا گیا اور پھر پاپرا آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس تابوت کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اس کا پورا چہرہ سوجا ہوا تھا اور اس کا رنگ انگارے کی طرح دہک رہا تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر اس کا دست راست ہیرن جا کھڑا ہوا۔ بدنصیب قیدیوں کو گڑھے تک جانے کے راستے میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ ایک پراسرار خاموشی ہر طرف طاری تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہوا بھی احتراماً بند ہو گئی ہو۔ ان سب کی نگاہیں کسی ایک سمت اٹھی ہوئی تھیں۔ وہ شاید کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ انتظار طویل ہوتا چلا گیا اور کچھ لمحوں کے بعد پاپرا کے چہرے پر بے چینی کے آثار نظر آئے۔ جس کا انتظار کیا جا رہا تھا' وہ کوئی اہم ہستی تھی۔ یہاں تک کہ پاپرا نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر بے چینی سے بولا۔

''ہیرن!'' قریب کھڑا ہوا ہیرن چونک پڑا اور اس نے ادب سے گردن خم کر کے کہا۔

''عظیم پاپرا!''

''وہ کتے کے بچے ابھی تک نہیں آئے۔ جبکہ محافظوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ انہیں سورج نکلنے سے پہلے یہاں لے آیا جائے۔''

''آنے ہی والے ہوں گے' عظیم پاپرا وہ شاید آ گئے ہیں۔'' ہیرن نے آنے والی ایک گاڑی کو آتے ہوئے دیکھا اور پاپرا کے ہونٹ بھینچ گئے۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور وہ خونی نگاہوں سے اس گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے اور اب خاموش کھڑے ہوئے دور سے آتی ہوئی موت

کو صاف دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تمام مذہبی کتابیں ہر صاحب درس ایک ہی بات کہتا ہے کہ موت کا کوئی وقت متعین ہے اور انسان اسے ٹال نہیں سکتا لیکن کوئی بھی شخص اپنے موت کے وقت سے واقف نہیں ہے۔ پھر ہم کیسے عجیب لوگ ہیں جنہیں چند لمحوں میں آنے والی موت کے بارے میں مکمل اندازہ ہے۔ دفعتاً ہی وہ سب پاپرا کی آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جس نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

''بدنصیبی کے ہاتھوں گرفتار ہونے والو! تم زندگی پانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ پاپرا کے ذہن کا کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا کہ کب وہ کسی کے ساتھ مہربانی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ میں نے تم لوگوں کو بند بنانے کے لئے حکم دیا تھا اور یہ سوچا تھا کہ اگر تم واقعی محنتی افراد ہوئے اور پاپرا کی وفاداری ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ممکن ہے میں تمہیں ایک دور دراز علاقے میں آباد کر دوں اور ضرورت کے وقت تم سے کام لئے جائیں۔ یہ بھی سوچا تھا میں نے کہ تمہارے ساتھ عورتیں ہیں۔ میں تم لوگوں کو اس جزیرے کی آبادی بڑھانے کی اجازت دوں اور تمہارے ہاں جو اولادیں پیدا ہوں انہیں اپنے خادموں کے لئے وقف کر لوں لیکن دیکھو کس طرح موت انسان کو گھیرتی ہے۔ تمہارے ایک ساتھی نے تم سے تمہاری زندگی چھین لی۔ سنو...... جے سیکا میری بہن تھی۔ اگر اس کائنات میں میرے لئے محبت کا کوئی نام زندہ تھا تو وہ صرف میری بہن کے حوالے سے تھا ورنہ میرے سینے میں محبت کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ ہر چیز کا ایک ماضی ہوتا ہے۔ میں تمہاری طرح دو ہاتھوں اور دو پیروں والا انسان ہوں۔ میرا سارا وجود انسانوں جیسا ہی ہے لیکن وقت نے' حالات نے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بالکل درست ہے کہ دنیا نے مجھے یہ مزاج بخشا اور آہستہ آہستہ یہ مزاج ہی میری زندگی بن گیا لیکن تقدیر ایک ننھا سا وجود میری آغوش میں چھوڑ گئی تھی اور یہ وجود جے سیکا کا تھا جسے میں نے پروان چڑھایا اور اگر محبت نام کی کوئی چیز باقی رہی میرے وجود میں تو صرف جے سیکا کی شکل میں جے سیکا نے تمہارے اس کتے ساتھی کو پسند کیا جس نے میری بہن کو قتل کر دیا' مار ڈالا اس ذلیل نے میری معصوم سی محبت کرنے والی بہن کو ختم کر دیا اس نے میرے دل سے محبت کا ہر جذبہ اور یہ سچ ہے کہ پہلے میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ بند کی تعمیر کے بعد میں تم سب کو اپنے راستے سے ہٹا دوں گا لیکن پھر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ میری بہن نے اگر تمہارے ایک ساتھی کو قبول کر لیا ہے تو اس بات کے امکانات ہیں کہ تمہارا وہ ساتھی تم سب

کی جاں بخشی کا بھی مطالبہ کرے اور یہ مطالبہ اگر مجھ سے میری بہن کے ذریعے کیا جاتا تو میں اِ
کبھی رد نہ کرتا اور اسی لئے میں نے سوچا تھا کہ اگر یہ مطالبہ میری بہن نے مجھ سے کیا تو پھر میں
لوگوں کو اپنی آبادیوں سے الگ ایک جگہ آباد کردوں گا اور تمہیں وہیں پھولنے پھلنے کی اجازت
جائے گی لیکن دیکھ لو تمہارا قاتل تمہیں میں موجود تھا۔ یہ قبر تم دیکھ رہے ہو اور یہ تابوت جس م
میری جے سیکا سو رہی ہے' میں اس کے محبوب کو اس کے ساتھ زندہ دفن کردوں گا۔ اسے جس نے
میری بہن کو ٹھکرا دیا۔ ہاں یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے کہ جے سیکا اسے قبول کر لیتی تو ہم اس کی
خواہش پر نہ صرف اس کے محبوب بلکہ تم سب کی جان بخش دیتے لیکن اس خودسر نے ہماری بہن
قتل کر دیا۔ اس کی آرزوئیں خاک میں ملا دیں اور اب ہم اپنی بہن کو آخری تحفہ پیش کر رہے ہیں۔
اس کے ساتھ اس کا محبوب بھی زندہ دفن ہوگا اور اس کے جرم کا خمیازہ تم بھی بھگتو گے۔ یہی تمہا
مقدر ہے۔ قیدیوں کے لئے یہ کوئی نئی اطلاع نہیں تھی۔ انہیں اپنے مقدر کا اندازہ پہلے ہی ہو
تھا۔ پاپرا خاموش ہو گیا۔ گاڑی والے قریب آ گئے تھے۔ پھر اس گاڑی میں سے چار آدمی نیچے
اترے' ان کے ساتھ چھ آدمی اور نیچے اترے۔ یہ قید خانے کے سپاہی تھے۔ جن کے ہاتھوں م
رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ گاڑی سے اترنے والے محافظ رسی پکڑ کر لوگوں کو گھسیٹتے ہوئے لائے ا
انہیں پاپرا کے سامنے دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"عظیم پاپرا! ان کتوں کی غفلت سے' ان بے غیرتوں کی بے غیرتی سے' ان اندھوں ک
نابینائی سے جے سیکا کے قاتل بچ کر نکل گئے۔ ہاں! عظیم پاپرا! یہ کتے عیش کرتے رہے۔ انہ
پیٹ بھر کر کھانا ملتا ہے۔ انہیں دنیا کی ہر آسائش دی جاتی ہے تو انہوں نے سوچا کہ محنت کرنے ک
کیا ضرورت ہے' عیش کرو عیش۔ قید خانے کے دونوں قیدی قید خانے کی عقبی دیوار توڑ کر فرار ہو
گئے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" پاپرا کی دھاڑ بے حد خوفناک تھی۔

"ہاں عظیم پاپرا! تو بڑا ہے ان چھوٹے لوگوں نے تیرے حکم سے انحراف کیا عظیم
پاپرا!" قریب کھڑے ہوئے سفید بالوں والے ہیرن کا چہرہ بھی اتر گیا تھا۔ اس نے غرائی ہوئی
آواز میں کہا۔

"کیا تم لوگ ہوش و حواس میں ہو۔ تم جو بکواس کر رہے ہو' اس کے بارے میں تم

یہ تم نے۔"

"ہاں ہمارے سربراہ ہیرن! ہم بدنصیب یہ خبر لائے ہیں ٹوٹی ہوئی دیوار ہم نے اپنی
آنکھوں سے دیکھی ہے لیکن وہاں سے نکلنے کا راستہ ہم تلاش نہیں کر سکتے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ
منحوس قیدی آبشار سے گر کر ہلاک ہو گئے۔"

"مگر دیوار کس طرح ٹوٹ گئی۔ کوئی بتا سکے گا مجھے؟" پاپرا نے غصے سے لرزتی ہوئی
آواز میں کہا۔

"ہم خود حیران ہیں عظیم پاپرا!"

"نہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کوئی سازش ہوئی ہے کوئی مکاری ہوئی ہے۔ دیوار ٹوٹی نہیں
توڑی گئی ہے اور کسی ایک آدمی نے نہیں توڑی ایک احمقانہ عمل کیا گیا ہے۔ ہمیں دھوکہ دینے کے
لئے یہ بدمعاش محافظ ان کے ساتھ مل گئے۔ یہ ایسا تو نہیں کر سکتے تھے کھلم کھلا انہیں دروازوں سے
فرار کراتے۔ انہوں نے ایک احمقانہ سازش کی اور ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ قیدی دیوار
توڑ کر نکل گئے لیکن ایک ایسی دیوار جو کسی طرح ٹوٹ ہی نہیں سکتی آخر کیسے ٹوٹی۔ نہیں مانتے ہم نہیں
مانتے۔"

"عظیم پاپرا! تیرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت اس جزیرے میں کسی نے نہیں
کی۔ ہم تجھ سے کوئی مکاری کوئی سفارش نہیں کر سکتے تھے۔"

"کیوں بے غیرتی کی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تمہیں دیوار ٹوٹنے کا علم نہیں ہوا۔ افسوس!
تم نے ہماری جے سیکا سے ہمارے اس آخری تحفے کو بھی چھین لیا۔ اب بتاؤ ہم اپنی بہن کو کیا دیں
گے۔ ہیرن! ان کی لاشیں تلاش کرو۔"

"عظیم پاپرا جانتا ہے کہ یہ کوشش بے سود ہو گی وہ بدنصیب باہر تو نکل آئے لیکن قید
خانے کے تمام راستے موت کی منزل کی طرف جاتے ہیں۔ یقیناً رات کی تاریکی میں وہ کائی سے
نیچے پھسل گئے ہوں گے اور آبشار کا تیز پانی انہیں بہا کر نجانے کہاں سے کہاں لے گیا ہو گا۔ ہیرن
کا لہجہ دبا دبا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت پاپرا کا غصہ آسمان کو چھو رہا ہے۔ تب پاپرا نے
خونی نگاہوں سے قید خانے کے محافظوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ان کتوں کو بھی انہی قیدیوں کے ساتھ کھڑا کر دو۔ بھلا ان کی زندگی کا کیا سوال

ہے۔ ہمارے مجرموں نے مرنے کے بعد بھی ہمیں چوٹ دی ہے۔ چلو انہیں ان قیدیوں کے ساتھ کھڑا کر دو۔ ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔'' فوراً ہی اس حکم کی تعمیل کی گئی اور قید خانے کے بندھے ہوئے محافظوں کو باہر سے آنے والے قیدیوں کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔ قیدی بھی حیرانی سے یہ ساری باتیں سن رہے تھے۔ بات ان کی سمجھ میں بے شک آ گئی تھی۔ لیکن بہت ساری حقیقتوں سے وہ بالکل ناواقف تھے۔ پھر پاپرا کی آواز ابھری۔

''جہاز کے کتو! تمہارے ساتھی قید خانہ توڑنے میں کامیاب تو ہو گئے لیکن اس جزیرے پر باہر سے آنے والوں کے لئے ہر طرف موت ہی موت ہے۔ انہوں نے زندگی بچانے کی کوشش کی لیکن موت نے انہیں نہیں چھوڑا اور وہ وقت سے پہلے موت کی منزل کو روانہ ہو گئے اور اب تمہاری باری ہے۔ جے سیکا اب اس وقت دفن ہو گی جب تمہاری زندگیاں اس کی موت کو خراج دیں گی۔ ہیرن ان سب کو گڑھے میں دھکیل دو اور اس کے بعد ان پر مٹی کے انبار ڈال دو۔ دفن کر دو انہیں زندہ دفن کر دو۔ چلو...... میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ انہیں زندہ دفن کر دو۔ سپاہی تیار ہو گئے اور قیدیوں کی آہ وزاری آسمان کو لرزانے لگی۔

O

یہ ساری کارروائی جس جگہ ہو رہی تھی، وہاں سے تھوڑے فاصلے پر بہت سے ٹرک اور جیپیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں مقامی گارڈ موجود تھے لیکن ایک ٹرک میں کالی وردی میں ملبوس پروفیسر ڈریڈ اور میں اس ساری کارروائی کو لفظ بہ لفظ سن رہے تھے اور کم از کم میرے دل میں بے پناہ لرزشیں تھیں۔ بھلا شہری آبادی میں وطن عزیز میں اس طرح کی وحشیانہ کارروائیوں کا کیا تصور تھا۔ ہم اس طرح کی کارروائیں عام قسم کی فلموں میں تو دیکھ سکتے تھے لیکن عملی زندگی میں ایسے کسی منظر سے واسطہ پڑے گا، کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا لیکن بے شمار ایسی باتیں ہوتی ہیں جو ہم خواب میں نہیں سوچتے۔ پاپرا کے سپاہی اب ان بدنصیب قیدیوں کو اس اجتماعی قبر میں دھکیلنے کے لئے تیار تھے۔ میں نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے پروفیسر سے کہا۔

''اب کیا انتظار کر رہے ہو پروفیسر؟ چند لمحے جا رہے ہیں کہ وہ لوگ ان کی زندگیاں ختم کر دیں گے۔''

''مزہ آ رہا ہے مزہ آ رہا ہے۔ جیسے جزیرے کا حکمران کس طرح بے بسی سے ہاتھ مل رہا ہے۔ وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ قید خانے کی عقبی دیوار توڑ کر قیدی زندہ باہر نکل سکتے ہیں۔ انہوں نے ہماری موت کا یقین کر لیا ہے۔''

''اور وہ قید خانے کے محافظ۔''

''یہاں موجود جو شخص بھی پاپرا کے لئے کام کر رہا ہے وہ قابل رحم نہیں ہے۔ تم دیکھ رہے ہو، ان میں سے کسی کے چہرے پر ان بدنصیب قیدیوں کے لئے کوئی ہمدردی اور ملال ہے۔ یہ سب درندے ہیں۔ پاپرا اپنی درندگی کے بارے میں بتا چکا ہے۔ بھلا ان لوگوں کے لئے کیا افسوس کرنا۔ اگر ہم فرار ہوتے ہوتے ان محافظوں کے ہاتھ لگ جاتے تو تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ ہمیں چھوڑ دیتے۔''

''اب ان باتوں کی بجائے ان بے چاروں کی زندگی بچانے کی کوشش کرو۔ ذرا دیکھو سپاہی ان کے عقب میں جا رہے ہیں اور انہیں آہستہ آہستہ گڑھے کی طرف لے جانے کا کام

شروع ہو چکا ہے۔''

''ہاں۔'' پروفیسر ڈریڈ نے کہا اور پھر اس نے کچھ اپنی مذہبی آیات پڑھیں اور اس کے بعد ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دیا۔ صرف ایک لمحہ اور اس کے بعد ایک خوفناک دھماکہ جس سے فضا لرز اٹھی تھی اور اجتماعی قبر کے پاس موجود تمام لوگ بری طرح اچھل پڑے تھے۔ کچھ گارڈز تو زمین پر بھی گر پڑے تھے۔ عورتیں اور بچے سہم کر خاموش ہو گئے تھے۔ ہیرن پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اسی وقت پروفیسر نے دوسرا سوئچ آن کیا اور ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا اور پاپرا بے چینی سے چبوترے سے نیچے اتر آیا۔ اس نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہیرن' ہیرن' یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہیرن ادھر آ......'' اور ہیرن دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا لیکن تیسرے دھماکے نے اس کے حواس معطل کر دیئے اور اس کے بعد دھماکوں کا طوفان جزیرے پر شدید زلزلہ آ گیا تھا اور وہ بری طرح لرزنے لگا تھا۔ دور شہری آبادیوں میں آگ اور دھوئیں کے بادل فضا میں بلند ہو رہے تھے۔ پاپرا خود بھی کئی بار گرتے گرتے بچا۔ اس نے ہیرن کا سہارا لیا تھا اور پھر وہ سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

''پاپرا! حملہ ہوا ہے' حملہ ہوا ہے شاید فضائی حملہ ہوا ہے۔ دوڑو' دوڑو۔'' پاپرا اپنی بہن کے تابوت کو چھوڑ کر ایک جیپ کی جانب لپکا۔ جب جزیرے کے لوگ اپنے آقا کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہے تھے تو پھر بھلا ان میں کہاں سکت تھی کہ وہ وہاں رکتے۔ ان سب نے بھی دوڑ لگانا شروع کر دی تھی۔ ٹرک اور گاڑیاں جو آس پاس موجود تھے اسٹارٹ ہو کر رخ بدل رہے تھے۔ ان سب کے رخ اپنی آبادی کی جانب تھے۔ جہاں ممکن ہے ان کے اہل خاندان بھی ہوں۔ ان کے سارے اثاثے' دولت' وہیں تو تھیں صرف ایک ٹرک باقی تھا جس میں' میں اور پروفیسر ڈریڈ بیٹھے ہوئے تھے اور پروفیسر ڈریڈ نے اپنے دوسرے منصوبے کے لئے فیصلہ کر لیا تھا۔ میں تو تھوڑا سا جھجکا بھی تھا لیکن پروفیسر ڈریڈ نے اپنا کام آدھا چھوڑ دیا تھا۔ ابھی تو بہت سی عمارتیں ایسی تھیں جنہیں ڈائنامائیٹ سے اڑایا جا سکتا تھا لیکن شاید پروفیسر نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جب یہ لوگ اپنی آبادی میں داخل ہو جائیں گے تو ان پر آگ اور خون کا طوفان نازل کیا جائے گا۔ اس سے پہلے کچھ اور کرنا ہے۔ چنانچہ پہلے پروفیسر ڈریڈ نے ایک اسٹین گن اٹھائی پھر میں نے...... پھر ہم دونوں نیچے کود گئے۔ ہم نے بھاگنے والوں کو گولیوں کی باڑ پر رکھ لیا اور انسان زمین پر بچھ رہے

تھے۔ میں بھی اس وقت جذباتی ہو گیا تھا کیونکہ میں جہاز سے آنے والے بے گناہ مسافروں کے چہروں پر بے بسی کے نقوش دیکھ چکا تھا جو انہوں نے اپنی موت کے خیال سے اپنے اوپر مسلط کر لئے تھے۔ وہ سخت غم و اندوہ کا شکار نظر آ رہے تھے اور ان کے چہرے بے بسی کی تصویر بنے ہوئے تھے اور اب ان بے بس چہروں پر حیرت کے شدید نقوش نمایاں تھے۔ وہ سب بیٹھ گئے تھے۔ دور دور تک لاشیں بکھر گئی تھیں۔ ہم لوگوں نے خوب دل کی بھڑاس نکالی اور بہت کم لوگ وہاں سے نکل کر بھاگ سکے۔ وہ سب کے سب اسی جگہ تڑپ رہے تھے اس اچانک آفت نے ان کے حواس چھین لئے تھے۔ دوسری طرف دھماکے اب بھی ہو رہے تھے۔ غالباً یہ وہ دھماکے تھے جو آگ سے آگ پکڑنے کی وجہ سے ہو رہے تھے۔ پھر ایک ایسا دھماکہ ہوا کہ ٹرک تک زمین سے دو دو فٹ اونچے اچھل گئے۔ یقیناً وہ اسلحہ خانہ اڑ گیا تھا اور نظر بھی آ رہا تھا۔ پہلے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی ایٹم بم کی طرح پھٹے گا۔ آگ اور دھوئیں کا ایک ایسا بادل بلند ہوا جس کا حجم بے پناہ تھا اور بہت دیر تک اس کی بازگشت فضا میں سنائی دیتی رہی۔ ایک ایسا خوفناک منظر پیدا ہو گیا تھا کہ انسانی ذہن معطل ہو جائے اور پھر پروفیسر ڈریڈ نے ٹرک کے پاس جا کر ریموٹ کنٹرول سنبھالے اور ایک ایک کر کے وہ سارے ڈائنامائیٹ بلاسٹ کر دیئے جو اس نے وہاں لگائے تھے اور اس کے بعد وہ قیدیوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔ ہمارے ساتھ مدافعت کرنے والا اب کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ ہم قیدیوں کی جانب چل پڑے اور سب سے پہلے پروفیسر ڈریڈ نے جہاز کے کپتان کو اشارہ کیا اور بولا۔

''کیپٹن! آؤ...... ہمارے پاس کافی اسلحہ موجود ہے جو ٹرک پر ہے۔ تم لوگوں میں سے وہ افراد جو اسلحے کا استعمال جانتے ہیں' یہ اسلحہ اپنے قبضے میں کر لیں۔ کیا سمجھے' جلدی کرو۔'' اسی وقت قید خانے کے محافظ ان کی جانب دوڑ پڑے وہ اپنے قیدیوں کو پہچان گئے تھے لیکن پروفیسر ڈریڈ نے ان کے ساتھ رحم نہیں کیا۔ اس کے ہاتھوں میں دبی ہوئی اسٹین گن نے انہیں ٹھکانے لگا دیا۔ ان دونوں کو پہچان لیا گیا تھا اور کپتان اور اس کے عملے کے تمام لوگ جوش و جذبات سے چیخنے لگے تھے۔ ایک ایک کر کے قیدیوں کو زندگی کا احساس ہوا تھا۔ وہ خوشی سے چیختے ہوئے ہم دونوں کی جانب دوڑ پڑے اور ہمارے قریب پہنچ گئے۔ کیپٹن اور دوسرے لوگوں نے ہم سے لپٹ کر ہم کو چومنا شروع کر دیا تھا۔

'' آہ.....تم نے ہماری زندگیاں عین وقت پر بچالیں ورنہ موت تو ہر انسان کو آتی ہے
لیکن جس بے بسی سے ہم مرنے والے تھے ہم اس سے بچ گئے۔''

'' کیپٹن! ان میں سے ہر جوان کو الگ کرلو۔ عورتیں اور بچوں کو الگ تم پر جو ذمہ داری
عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم فوری طور پر مسلح ہو جائیں۔ ہم نے ان کے جزیرے کو تباہ و برباد کر دیا
ہے لیکن ان کی تعداد کافی ہے اور جب ان لوگوں کو حقیقت کا علم ہو جائے گا تو وہ واپس پلٹیں گے
اس سے قبل کہ وہ حقیقت سے باخبر ہوں۔ ہم ان سے جنگ کر کے انہیں ختم کر دیں گے۔ ان میں
سے ایک ایک فرد کو ختم کرنا ضروری ہے کیونکہ اسی طرح ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوں
گے۔''

'' ٹھیک ہے ہم تیار ہیں۔'' کیپٹن نے ایک جنگجو سپاہی کی مانند کہا اور پھر وہ اپنے
آدمیوں کو ہدایت جاری کرنے لگا۔ یہاں اب بھی بہت سے ٹرک موجود تھے۔ اسلحہ بھی کافی تعداد
میں تھا اور بے شمار افراد نے یہ اسلحہ سنبھال لیا۔ زندگی بچ جانے کی خوشی اور اپنے دشمنوں سے انتقام
لینے کے جذبے نے ان سب کو آتش بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہ سب اسٹین گنوں سے اور دستی بموں سے
مسلح ہو گئے۔ ٹرک بھی کئی قبضے میں آ گئے تھے۔ کیپٹن اس وقت ایک بہترین سربراہ بن گیا تھا
ویسے بھی ایک پورے جہاز کو کنٹرول کرنا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے اس
نے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے ایسے لوگوں کو اسلحے کے ساتھ متعین کیا جو زیادہ عمر کے تھے
اور جدوجہد کی شدت سے بچنا چاہتے تھے۔ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ انہیں عورتوں اور بچوں کی
حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ جب تک یہ لوگ اس جزیرے کے گلی
کوچوں میں جنگ کر کے واپس نہ آ جائیں' عورتوں اور بچوں کی حفاظت کی جائے۔ اس وقت
شخص ہر بات ماننے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ عمر رسیدہ لوگوں نے اپنی ذمہ داری سنبھال لی اور اس
کے بعد باقی افراد ان ٹرکوں پر سوار ہو گئے جو یہاں رہ گئے تھے اور اس کے بعد یہ ٹرک برق رفتاری
سے شہر کی جانب چل پڑے۔ میں اور پروفیسر ڈریڈا اس وقت ان لوگوں کے لئے بہترین جرنیل
کردار ادا کر رہے تھے۔ ہمارے ساتھ چلنے والا ہر شخص جزیرے کے باشندوں کے خون کا پیاسا
رہا تھا۔ ٹرک تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے آخر کار شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر میں قیامت برپا تھی
چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ عمارتیں تباہ ہو گئی تھیں۔ بے شمار افراد عمارتوں کے ملبے میں دبے

چیخ چلا رہے تھے۔ زندہ بچنے والے بدحواسی سے چاروں طرف دوڑ رہے تھے کہ عقب سے موت
ان کے سر پر پہنچ گئی اور ٹرکوں سے گولیوں کی شدید بوچھاڑ ہونے لگی۔ جہاز کا کپتان ان کے ساتھی
بلا امتیاز فائرنگ کرنے لگے اور ہر اس شخص کو زندگی سے محروم کرنے لگے جس کا تعلق جزیرے سے
نظر آیا۔ یہ سب اس انداز میں ہو رہا تھا کہ اگر کوئی بھی ایک شخص اس خوفناک تباہی اور انسانی زندگی
کی سرزانی پر غور کر لیتا تو شدت خوف سے لرز جاتا۔ ہر طرف موت گردش کرتی پھر رہی تھی اور یہ
لوگ بلا امتیاز جزیرے کے ہر فرد کو قتل کر رہے تھے۔ چاہے وہ کسی بھی حیثیت کا مالک ہو اور اس
وقت جزیرے کے ان خونی باشندوں نے صحیح معنوں میں موت کا مزہ چکھا تھا۔ جو رات کی
تاریکیوں میں اپنے وحشی قافلے لے کر معصوم جہاز رانوں پر حملہ آور ہوتے تھے اور انہیں بے دریغ
قتل کر دیا کرتے تھے لیکن اس وقت وہ خود اسی موت کا شکار تھے۔ دستی بموں کے دھماکے' انسانوں
کی چیخیں' مارنے والوں کے وحشیانہ قہقہے' فضا لرز رہی تھی اور موت تیز رفتاری سے مصروف عمل تھی۔
جزیرے کے محافظوں نے ان آفاقی حملہ آوروں کو چند جگہ مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ان
کے اعصاب ان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اور ان کی کوئی کوشش بارآور نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سب
زمین پر مردہ ہو کر بچھتے چلے جا رہے تھے اور حملہ آور خونخوار بھیڑیوں کی طرح انہیں تلاش کرتے پھر
رہے تھے۔ یہاں تک کہ بے شمار لوگوں نے پناہ مانگنا شروع کر دی۔ انہوں نے اپنے سفید کپڑے
لہرانے شروع کر دیئے۔ تب کپتان نے پروفیسر ڈریڈ کی طرف دیکھا اور بولا۔

'' یہ لوگ جو غیر مسلح ہو کر زمین پر لیٹ جاتے ہیں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟
کیا انہیں پناہ دی جائے گی۔''

'' نہیں۔ یہ سب قاتل ہیں' خونی ہیں' درندے ہیں' پناہ کا کیا سوال ہے؟؟''

'' نہیں پروفیسر!'' اچانک ہی میرے حلق سے ایک غیر اختیاری آواز نکلی۔ کپتان اور
پروفیسر چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پروفیسر نے کہا۔

'' کیا کہنا چاہتے ہو تم؟''

'' پناہ مانگنے والوں کو پناہ دی جائے۔'' میری آواز ابھری۔

'' نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

'' ایسا ہی ہوگا پروفیسر! میرے اور تمہارے مذہب میں فرق ہے۔ میرے مذہب میں

میرے اللہ کا حکم ہے کہ جو شخص تمہارے آگے عاجزی سے گڑگڑائے اور تم سے زندگی کی بھیک مانگے' پناہ مانگے اسے پناہ دی جائے۔ اس پر ظلم کرنا میرے مذہب میں جائز نہیں ہے اور اس وقت وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔ کیا تم مجھ سے اختلاف کرو گے۔'' پروفیسر نے میری آنکھوں میں دیکھا اور میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ دیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے اور پروفیسر کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ غالباً اس وقت اس نے مجھے بھی ٹرانس میں لانے کی کوشش کی تھی لیکن میری آنکھوں میں کون تھا؟ میرے دل میں کون تھا؟ میرے دماغ میں کون تھا؟ اس کا اس وقت تو مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن پروفیسر کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے مدھم آواز میں کہا۔

''ٹھیک ہے کیپٹن! پناہ مانگنے والوں کو پناہ دی جائے۔ لیکن اب پناہ مانگنے والے بھی ہی کتنے تھے۔ بہت ہی کم لوگ زندہ بچے تھے۔ زیادہ تر عورتیں' بچے اور بوڑھے تھے۔ اب کوئی مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔ اس لئے فائرنگ بند کر دی گئی اور فرار ہونے والوں کو ایک جگہ جمع کیا جانے لگا۔ پاپرا اور اس کا دست راست ہیرن بھی ہاتھ آ گئے تھے اور زندہ ہاتھ آئے تھے۔ لیکن وہ شدید زخمی تھے۔ تمام لوگ مصروف عمل تھے۔ قیدیوں کو ایک جگہ جمع کیا جا رہا تھا اور جب یہ کام مکمل ہو گیا تو پروفیسر ڈریڈ نے پاپرا کا گریبان پکڑ کر اسے آگے کھینچ لیا اور طنزیہ لہجے میں بولا۔

''عظیم پاپرا! ایک ادنیٰ سے شعبدہ باز کا یہ شعبدہ پسند نہیں آیا۔'' پاپرا کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا لیکن وہ بے بس تھا چنانچہ وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ ہیرن بھی گردن جھکائے کھڑا تھا۔

''اور بحری قزاقوں کا یہ پورا جزیرہ تباہ کر دیا گیا ہے پاپرا۔ تیری طاقت کا غرور توڑ دیا گیا ہے۔ اب بتا تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟''

''مکروہ کتے! میری ساری زندگی قتل و غارت گری میں گزری ہے۔ تیرے خیال میں یہ خونریزی میرے لئے کوئی نئی بات ہے۔ اگر تیرے ذہن میں یہ خیال ہے کہ میں بہتے ہوئے خون سے خوفزدہ ہوں یا افسردہ ہو گیا ہوں تو تجھ جیسے گدھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتے میں آج تک مارتا آیا ہوں۔ اب مرنے کا وقت آیا ہے تو کیا تیرے خیال میں' میں تیرے سامنے

گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگوں گا۔ میں جو کرتا رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوتی رہی ہے۔ آج اگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے تو تیرا کیا خیال ہے میں افسردہ ہو جاؤں گا۔ میں نے اپنی روایات کے مطابق تم لوگوں کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار تمہاری چال کو نہ سمجھ سکا اور تم کامیاب ہو گئے۔ احمق بوڑھے ہار جیت کے یہ کھیل تو جاری رہتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر تو مجھ سے میرے انجام کے بارے میں پوچھے تو میں تجھے بتا دوں کہ تجھے اب میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔'' پاپرا کی آواز اور الفاظ غیر متوقع تھے۔ اس نے ایک مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''سن! میرے جسم سے پورا لباس اتار دے پھر خنجر کی نوک سے میری دونوں آنکھیں نکال لے۔ اس کے بعد مجھے ایک میدان میں چھوڑ دے۔ ایک دلچسپ تماشا تیرے سامنے آ جائے گا۔ ایک ایسا شخص جس کی دونوں آنکھیں تازہ تازہ نکلی ہوں' کیسی مضحکہ خیز حرکتیں کرتا ہے اور میرا یہ دست راست ہیرن۔ میں تجھے بتاؤں قتل و غارت گری کی تمام کوششوں میں یہ سرفہرست رہا ہے۔ تو یوں کر کہ اس کے دونوں بازو کندھوں کے پاس سے کاٹ دے اور پھر اس کے پورے بدن پر چیونٹے چھوڑ دے۔ خونخوار اور زہریلے چیونٹے میں تمہیں فراہم کر سکتا ہوں بلکہ تجھے بتا سکتا ہوں کہ وہ تجھے کہاں ملیں گے۔ اس جزیرے پر ایک مخصوص حصے میں یہ چیونٹے آسانی سے دستیاب ہو جاتے ہیں اور ان کی کاٹ ایسی ہوتی ہے کہ انسان تڑپ جائے اگر ان میں سے کسی ایک چیونٹ کو بغیر نقصان پہنچائے اپنا کام کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد یہ تیرے گوشت سے گزر کر یہ اندر داخل ہو جائیں گے۔ میں تجھے یقین دلا رہا ہوں کہ لطف آ جائے گا تجھے۔ بھلا سوچ تو سہی ایک ایسا شخص جس کے دونوں ہاتھ نہ ہوں' اپنے جسم سے چمٹے ہوئے چیونٹوں کے لئے کیا کیا جتن نہیں کرے گا۔ پھر کیے بعد دیگرے تمام لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کر۔ تجھے اور تیرے ساتھیوں کو ایک بہترین تفریح مل جائے گی۔ پاپرا اس طرح یہ الفاظ کہہ رہا تھا کہ اس کی آواز سے سننے والوں کے وجود لرز رہے تھے۔ لیکن اس کے لہجے میں بڑی لاپرواہی اور بڑا اکھنڈرپن تھا۔ پروفیسر ڈریڈ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

''واقعی! اگر شیطان کی کوئی اولاد ہے تو وہ صرف تو ہو سکتا ہے پاپرا صرف تو۔''

''شیطان کی اولاد نہیں۔ شیطان کا عطالیق اس کا استاد'' پاپرا نے قہقہہ لگایا اور

پروفیسر ڈریڈ وہاں سے واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے جہاز کے آدمیوں کو ایک جگہ جمع
کیا اور ان سے مشورہ کرنے لگا۔ وہ سب اس کی بے پناہ عزت کر رہے تھے۔ اسے احترام کی
نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور اسے اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے تھے۔ عقیدت کی یہ نگاہیں میری
طرف بھی تھیں۔ بہرحال وہ سب ہمارے حکم کی تعمیل کرنے لگے اور کپتان نے پروفیسر ڈریڈ سے
پوچھا۔

''ہاں۔ آپ ہماری رہنمائی فرمائیے پروفیسر! بلاشبہ انسان کی زندگی بچانے کی ذات
صرف ذات باری ہے۔ لیکن ذریعہ ایک چیز ہوتی ہے۔ آپ دونوں نے جس طرح ہماری زندگی
بچائی ہے، ہم اسے کبھی نہیں بھول سکتے۔''

''میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کیپٹن! کہ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا چاہتے ہو؟''

''ہم خود کچھ نہیں کہیں گے آپ ہمارے لئے آگے بھی رہنمائی فرمائیے۔''

''جس قدر قتل و غارت گری ہو چکی ہے۔ میرا خیال ہے باقی لوگوں کو قتل کرنے سے
فائدہ، میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے وہ وسائل ختم کر دیئے جائیں جن سے یہ قزاقی کرتے ہیں
تاکہ دوسرے لوگ ان کے پنجہ ستم سے بچ جائیں اور پھر یہ سمندر میں وہ کارروائیاں نہ کر سکیں۔ ہم
ان کے وہ تمام جہاز تباہ کر دینے ہوں گے، صرف چھوٹی کشتیاں باقی رہنے دی جائیں جن سے
لوگ زیادہ سے زیادہ ماہی گیری کر سکیں۔ ان کا اسلحہ تباہ کر دیا جائے۔ البتہ ایسے آلات باقی رہنے
دیئے جائیں جن سے یہ کھیتی باڑی کر سکیں۔ اس طرح یہ لوگ زندہ رہنے کے لئے سب کچھ کرنے
پر مجبور ہوں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنے جہاز کی صحیح طور سے مرمت کر کے اس میں ضرورت
تمام سامان بھرنا ہوگا جس قدر نقصان ہوا ہے اسے پورا کرنے کے لئے ان کے خزانوں میں سے
اتنا لے لیا جائے۔ جس سے اس نقصان کی تلافی ہو سکے باقی سب کچھ ان کے لئے چھوڑ دیا جائے
اور اس کے بعد ہم یہاں سے نکل چلیں۔ پروفیسر نے ایک لائحہ عمل پیش کیا اور میری جانب دیکھتے
ہوئے کہا۔

''اور میں اپنے عظیم دوست! اور صحیح معنوں میں اس تمام کارروائی کے محرک کامران
سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا انہیں میری کسی بات پر اعتراض ہے؟'' میرے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

''نہیں پروفیسر! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فیصلہ رحم دلی اور انصاف پر مبنی
ہے اور ایک باظرف فاتح کا فیصلہ ہے۔''

''اس سے پہلے میں جوش جنون سے دیوانہ ہو گیا تھا اور ان لوگوں کو پناہ دینے پر آمادہ
نہیں تھا لیکن اب مجھے اپنے اس احساس پر شرمندگی ہے اور میں اس کے لئے تم سے معافی چاہتا
ہوں۔ بے شک تمہارے مذہب نے تمہیں صحیح رہنمائی دی ہے اور میں اس کا دل سے احترام کرتا
ہوں۔ مجھے معاف کر دینا میرے دوست!''

''نہیں پروفیسر! آپ کی عزت میرے دل میں پہلے سے ہزار گنا بڑھ گئی ہے۔ بے
گناہ انسانوں کا خون بہانا کسی کو پسند نہیں ہوتا لیکن اب تک جو کچھ ہوا اس میں اپنی زندگی بچانے کا
تصور بھی تھا اب جبکہ ماحول ہمارے ہاتھ میں ہے ہم اپنے ہاتھ ان شکست کھاتے ہوئے لوگوں
کے خون سے کیوں رنگیں، ہمارا فیصلہ بہترین ہے۔ میں بھی آپ کے احکامات کی تعمیل کروں گا اور
اس کے بعد یہ کارروائیاں شروع ہو گئیں۔'' پروفیسر نے مجھ سے کہا۔

''آؤ...... اب ذرا تھوڑا سا سکون اختیار کیا جائے۔ میں تھک چکا ہوں آؤ......'' ہم
دونوں ایک جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑے تھے۔ ساری ذمہ داریاں اب کپتان کے سپرد کر
دی گئی تھیں اور وہ بہرحال بہترین انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ جزیرے پر چاروں طرف تباہی
کے آثار پھیلے ہوئے تھے۔ انسانوں کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ اول تو ان کی تعداد ہی بہت زیادہ نہیں
تھی اور پھر تقریباً سارے ہی جوان مرد مر چکے تھے۔ جو باقی بچے تھے وہ قید تھے۔ چنانچہ پورا جزیرہ
خالی پڑا ہوا تھا۔ بہت دیر تک میں اور پروفیسر ڈریڈ مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔
پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''جزیرے پر بہت کچھ ہوا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اس قدر انتظامی صلاحیتوں کا
مالک نہیں ہے کہ اس سارے جزیرے کو پہلے کی طرح پرسکون کر دیں۔ یہاں عورتیں اور بچے
موجود ہیں اور زیادہ سے زیادہ تھوڑے بہت مرد، یہ خود اپنے جزیرے کو سنبھال لیں گے۔ جہاں تک
تم نے اس سلسلے میں ان کے بارے میں سوچا ہے۔ میرا خیال ہے کپتان یہ ساری کارروائی بخوبی
مکمل کر دے گا۔ بہرحال یہی ایک مناسب عمل ہے۔ کاش! ہمارا جہاز پھر سے بہتر حالت میں ہو
جائے تاکہ اس جزیرے سے نکل جانے کے انتظامات ہوں۔ میں ایک بار پھر اس پراسرار پروفیسر

کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اس کی گفتگو میں جگہ جگہ تضاد پایا جاتا تھا۔ایک باراس نے یہ بھی کہا
کہ وہ اس جزیرے تک آنا چاہتا ہے اوراب وہ یہاں سے نکل جانے کے لئے بے چین تھا۔
نہیں اس کی زندگی کا پس منظر کیا تھا۔ ویسے بعض معاملات میں انتہائی اچھا انسان ثابت ہوا
وہ۔اس نے پوری تفصیل سے کبھی میرا ماضی کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔سرسری طور پر میں
اسے اپنے بارے میں جو کچھ بتادیا تھا اس نے اسی پر اکتفا کیا تھا اور نہ ہی اس نے اپنے بارے
کچھ بتانے پر اصرار کیا تھا۔کبھی کبھی اس کے چہرے پر ایک پراسرار کیفیت پھیل جاتی تھی جس
یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کی اپنی زندگی کا بھی کوئی خاص مشن ہے۔لیکن بہر حال میں اب یہ سوچ
تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔اس دوران کسی بھی طرح لیومکلارنس کی زندگی کے آثار نہیں ملے
اور یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ گئی تھی کہ وہ اب اس دنیا میں زندہ نہیں ہے۔اپنے بارے میں سوچ
ایک عجیب سی بے کسی کا احساس ہوتا۔وطن کی محبت تو دل کے ہر گوشے میں موجود ہوتی ہے۔
ہے جو اپنے وطن کی وادیوں میں زندگی گزارنا نہیں چاہتا لیکن کچھ بدنصیب ایسے بھی ہوتے ہیں
اپنوں کے ہوتے ہوئے ایک بے بسی کا احساس رکھتے ہیں۔جیسے میں' صحیح معنوں میں مجھ
میرے باپ نے بھی خودغرضی کا برتاؤ کیا تھا اور مجھے سولی پر لٹکا دیا تھا۔کتنی صفائی سے میرے
نے کہہ دیا تھا کہ ماں کی موت کا انتقام لینا صرف میرا ہی فرض ہے۔میں جانتا تھا کہ اس نے
کیوں کیا ہے۔پہلی بات تو یہ کہ وہ مجھے اپنی دولت میں حصے دار نہیں بنانا چاہتا تھا۔بنیاد ہی غلط
تھی نجانے کس جذبے کے تحت میرے باپ نے مجھے ساری جائیداد سے محروم کر کے یہ جا
میرے بھائی کے نام منتقل کر دی تھی جبکہ میں نے اپنے باپ سے کبھی انحراف بھی نہیں کیا تھا
کوئی عمل نہیں کیا تھا جس سے اسے یہ احساس ہو کہ میں ایک نافرمان بیٹا ہوں۔لیکن اس
باوجود اس نے ایسا ہی کیا تھا۔اس کے علاوہ ذیشان سویرا کو بھی اپنی زندگی میں شامل کرنا چا
اگر لے دے کر میری اپنے وطن سے کوئی دلچسپی باقی رہ گئی تھی تو وہ صرف سویرا تھی لیکن ایک
احساس میرے دل ودماغ میں سوراخ کرتا رہتا تھا۔وہ یہ کہ اگر میں اسی بے کسی اور بے بسی
عالم میں واپس اپنے دیس پہنچ جاؤں تو میری حیثیت کیا ہوگی جو شخص خود اپنی نگاہوں میں
وقعت ہو اس کی کوئی مالی حیثیت نہ ہو اس کا اپنا کوئی مقام نہ ہو وہ کسی کو کیسے اپنی زندگی میں شا
سکتا ہے۔بھائی سے لڑ کر دولت حاصل کرنا ایک آسان کام تھا مگر باپ کی وصیت آڑے تھی

میں دوسرے انداز میں کرسکتا تھا کیونکہ اب پرصعوبت زندگی نے میرے ہاتھ میں بندوق دے دی
تھی اور طاقت کی زبان دنیا با آسانی سمجھ لیا کرتی ہے میں بھی اپنے بھائی کو اپنی طاقت کی زبان سمجھا
سکتا تھا لیکن اس پر میرا ضمیر خود مجھ کو ملامت کرتا رہتا۔بہت سے احساسات دل ودماغ میں آتے
رہتے تھے۔ادھر جہاز کا کپتان' جہاز کے عملے کے لوگ اور دوسرے نوجوان مسلسل اپنے کاموں
میں مصروف تھے۔انہوں نے بوسیدہ جہاز کی مرمت شروع کر دی تھی۔اس کے علاوہ جزیرے پر
زبردست لوٹ مار شروع ہوگئی تھی۔حالانکہ یہ ایک برا عمل تھا لیکن جن لوگوں نے ساری زندگی بے
گناہوں کو لوٹا ہوا۔ان کے ساتھ کوئی بھی سلوک روا تھا۔جہاز کے مسافر حالانکہ شریف لوگ تھے
لیکن ان کی شرافت کو داغدار کر دیا گیا تھا۔زندگی ہی بچ گئی تھی بہت بڑی بات تھی۔بہر حال وہ جو
کچھ ان کے دل میں آ رہا تھا کر رہے تھے بس انہیں ایک ہدایت کر دی گئی تھی کہ اب نہ تو وہ کسی کو
زخمی کریں اور نہ ہی موت کے منہ میں پہنچائیں۔جو لوگ قید ہونے سے بچ گئے ہیں وہ اگر کہیں
چھپے ہوئے مل جائیں تو انہیں صرف گرفتار کیا جائے۔ویسے جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا انہیں
جزیرے ہی کی ایک عمارت میں قید کیا گیا تھا اور ان کے ہاتھ وغیرہ باندھ دیئے گئے تھے تاکہ وہ
کوئی برا عمل نہ کرسکیں۔کچھ لوگوں کو ان کی نگرانی پر بھی چھوڑ دیا گیا تھا۔کپتان تمام کام مکمل کرنے
کے بعد جہاز کے شکستہ حصوں کی مرمت کرانے میں مصروف ہوگیا تھا اور اس نے بڑی زبردست
مہارت کے ساتھ یہ کام بہت مختصر وقت میں پایہ تکمیل کو پہنچا لیا تھا۔پھر اس نے اپنی ہی نگرانی میں
پاپرا کے جہازوں کو کھلے سمندر میں پہنچایا اور ان پر ڈائنامائیٹ نصب کر دیئے گئے۔اب وہ بارود کا
ڈھیر تھے اور کسی وقت بھی انہیں تباہ کیا جاسکتا تھا۔کپتان پوری ذمہ داری کے ساتھ ہر معاملے میں
میرے اور پروفیسر ڈریڈ کے پاس آتا تھا اور ہم سے مشورہ لیتا تھا۔ان جہازوں کو اڑانے کے سلسلے
میں اس نے پروفیسر ڈریڈ سے پوچھا تو پروفیسر نے کہا۔

''نہیں ہمیں یہاں سے دور نکل جانے کے بعد یہ کام کرنا چاہئے کیونکہ اگر ہم نے اتنے
ہی علاقے میں ان جہازوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا تو ہمارے جہاز کو بھی خطرہ پیش آ جائے گا۔''
کپتان نے اس بات سے اتفاق کیا تھا۔پروفیسر ڈریڈ نے ان سے کہا۔

''اب تم آخری کام کرو اپنے ساتھیوں کو لے جاؤ اور پاپرا اور دوسرے ساتھیوں کو
ساحل پر لے آؤ۔'' کپتان نے نیازمندی سے گردن ہلا دی تھی۔میں نے اس سلسلے میں پروفیسر

ڈریڈ سے سوال کیا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں میری جان! کیا یہ جزیرہ تمہیں بہت زیادہ پسند آیا ہے؟''

''میں تو موت کے اس جزیرے پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے یہاں ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو بس میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہم یہاں سے نکل جائیں۔ یہ ہمارے حق میں بہتر رہے گا اور یہی ہمارے لئے ہر لحاظ سے مناسب ہے۔ کیپٹن کو اس سلسلے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ وہ بہت ہی تعاون کرنے والا آدمی تھا اور جو کچھ میں یا پروفیسر اسے کہہ رہا تھے وہ آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کر رہا تھا۔ ہمیں اس کے اس تعاون سے اپنے مقصد کی تکمیل میں بڑی مدد ملی تھی۔ بہرحال یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ ہر شخص اپنے کام میں مستعد تھا۔ آخرکار کپتان نے اطلاع دی کہ سب لوگوں کو ساحل پر پہنچا دیا گیا ہے اور کام مکمل ہو گیا ہے۔ ایک طرح سے ہم لوگوں نے جزیرے کی آبادی اب چھوڑ دی تھی۔ ساحل پر ہم نے ان لوگوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا جو قیدی تھے کچھ عرصے پہلے وہ ظلم و ستم کا بازار گرم کئے ہوئے تھے۔ لیکن آج ان کے چہروں پر خود مظلومیت برس رہی تھی۔ ان میں پاپرا، ہیرن اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ پروفیسر نے نجانے کہاں سے ایک میگافون حاصل کیا اور اس کے بعد اس کی آواز ابھری۔

''جزیرے پر زندہ بچ جانے والو! تم نے جہاز کے ان مسافروں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا تھا۔ تمہیں اس کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ تمہارے سربراہ پاپرا نے ان کے لئے جو قبر کھدوائی تھی وہ خالی پڑی ہوئی ہے اور اس خالی قبر کو کھودتے وقت کسی کے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں ہوگا کہ جو کچھ وہ کسی اور کے ساتھ کرنے جا رہے ہیں وہ ان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ تمہیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ ظلم کا بدلہ ظلم ہوتا ہے، لوٹ مار کی زندگی نے تمہیں عیش تو دے دیا لیکن تمہارا انجام یہی تھا جو آج اور اب ہونے والا ہے۔ یہ الفاظ پاپرا جہاز کے ان مسافروں سے کہہ رہا تھا جو مظلوم اور بے بس تھا۔ اب یہ الفاظ تمہیں ہی لوٹائے جا رہے ہیں۔ اب سے کچھ دیر کے بعد تمہیں اس قبر میں زندہ دفن کر دیا جائے گا اور اس کے بعد آہ وزاری کا جو طوفان اٹھے گا وہ بڑا دلدوز ہوگا۔ لوگ چیخ چلا رہے تھے، رو رہے تھے، گڑگڑا رہے تھے، زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ لیکن پاپرا کے چہرے پر ایک خوفناک کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔ وہ رونے اور گڑگڑانے والوں کو نفرت کی نگاہ

دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا یہ کردار بھی بے حد عجیب تھا۔ اب اسے دلیری پر مشتمل کیا جائے یا دیوانگی پر، یہ اپنے سوچنے کی بات تھی۔ بہرحال رونے پیٹنے والے گڑگڑا کر معافیاں مانگتے رہے تو پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''نہیں نہیں تمہیں معاف کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار پھر سمندر میں بحری جہاز لوٹے جائیں، بے گناہ انسانوں کو قتل کیا جائے۔''

''ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ہم زندگی بھر ایسا نہیں کریں گے۔ ہمیں زندگی دے دو۔''

''لیکن تمہارا سربراہ پاپرا ہے۔ تمہیں کنٹرول کرنے والا ہیرن ہے اور دیکھو ان دونوں کے چہرے تمہیں دیکھ کر سرخ ہو رہے ہیں۔ تم جس طرح زندگی کی بھیک مانگ رہے ہو۔ اس پر اگر انہیں موقع ملے تو وہ تمہاری بوٹیاں چبالیں گے۔ تم اس بات کی کیا ضمانت دے سکتے ہو کہ زندگی مل جانے پر تم پاپرا کے احکامات پر کام نہیں کرو گے۔ کیا تم پاپرا کے احکامات کو رد کر سکتے ہو؟''

''اب جبکہ پاپرا ہماری حفاظت کرنے میں ناکام رہا ہے نہ تو وہ ہمارا سردار ہے اور نہ اس جزیرے کا حکمران، ہم اس کی کوئی بات نہیں مانتے۔'' یہ بات پاپرا کے لئے انتہائی ذلت آمیز تھی۔ اس کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔

''خاموش...... خاموش ذلیل کتو! کیا تم اپنے اس عیش و آرام کی قیمت ادا نہیں کرو گے۔ میں نے تمہیں زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کی ہیں اور تم آج میرے خلاف بات کر رہے ہو۔''

''سمجھے...... کیا دیکھا تم نے...... تم نے دیکھ لیا یہ تمہارا سردار ہے۔ کیا کہہ رہا ہے یہ تم سے...... کیا ایسا شخص تمہیں دوبارہ اسی کام پر نہیں لگا دے گا اور اس پر بھی تم کہتے ہو کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں۔''

''ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے، ہم اسے قتل کر دیں گے۔ غصے میں بپھرے ہوئے لوگ چیخنے اور اس کے بعد پھر ایک خوفناک ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی۔ حالانکہ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے پاپرا، ہیرن اور دوسرے لوگوں پر حملہ کر دیا۔ وہ لاتوں اور ٹھوکروں سے انہیں مار رہے تھے اور اس کام میں تمام ہی زندہ بچ جانے والے حصہ لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ

چھوٹے بچے اور عورتیں بھی پاپرا پر پل پڑے تھے۔ ہم تمام لوگ عبرت ناک احساس کے ساتھ یہ تمام تماشہ دیکھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پاپرا اور اس کے چند ساتھیوں کے جسم لوتھڑوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ یہ سب کچھ بڑا عبرت ناک اور بڑا ہی عجیب تھا۔ غالباً پروفیسر ڈریڈ یہی چاہتا تھا جب وہ لوگ اپنے کام سے فارغ ہوئے اور پاپرا اور ہیرن وغیرہ گوشت کے لوتھڑوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے تو ڈریڈ نے کہا۔

''ہاں...... یہ تم نے درحقیقت بہتر کیا۔ صحیح معنوں میں تم نے اس ظالم کا خاتمہ کر دیا جو تم لوگوں کو اپنے اشاروں پر نچاتے ہوئے انسانیت سے بہت دور لے گیا تھا۔ سنو! ہم تمہارے سارے جہاز تباہ کر دیں گے۔ لیکن ہم تمہیں زندگی دے رہے ہیں۔ تمہارے جزیرے پر اتنا کچھ چھوڑ دیا گیا ہے کہ تم نئے سرے سے ایک پرامن زندگی شروع کر سکو۔ ہمارے جانے کے بعد تم کھیتی باڑی کرو۔ تمہاری زمین تم تھوڑے سے آدمیوں کو روٹی مہیا کر سکتی ہے۔ ہم جا رہے ہیں اب تم ایک دوسرے کی مدد کر کے ایک دوسرے کو آزاد کرا لینا لیکن خیال رکھنا یہ جزیرہ دنیا میں رہنے والوں کے لئے ایک مثال ثابت ہونا چاہئے۔ تم ایسا کر سکتے ہو؟'' قیدیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ چیخ چیخ کر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ کپتان نے پروفیسر ڈریڈ کی طرف دیکھا اور پروفیسر ڈریڈ نے مجھ سے کہا۔

''ہمارا اب یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔''

''آؤ پھر چلتے ہیں۔'' اور اس کے بعد نجانے کتنے عرصے کے بعد ہم ایک بار پھر اس جہاز پر پہنچ گئے اور جہاز کپتان کی نگرانی میں آہستہ آہستہ ساحل چھوڑنے لگا۔ جہاز کے مسافر اس غیر متوقع زندگی پر خوشیاں منا رہے تھے۔ انہوں نے موت کو اتنے قریب سے دیکھا تھا کہ اب زندگی انہیں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ ویسے اپنے اپنے عزیزوں کو کون بھول سکتا ہے۔ انہیں اپنا وطن بھی یاد آ رہا تھا اور ان کی آنکھوں میں مرنے والوں کی یاد میں آنسو بھی چمک رہے تھے۔ اس طرح جزیرے پر آ پہنچنے میں کسی کی کوئی خطا نہیں تھی۔ صرف حالات نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا لیکن جزیرے سے انہیں زندہ لے آنے میں جن لوگوں کا ہاتھ تھا وہ لوگ ان کے بڑے مشکور نظر آ رہے تھے۔ یعنی میں اور پروفیسر ڈریڈ ان لوگوں کے لئے دیوتاؤں کا درجہ اختیار کر چکے تھے۔ کئی گھنٹوں کے بعد جہاز کھلے سمندر میں پہنچا۔ رات ہو گئی تھی۔ پروفیسر ڈریڈ نے جہازوں پر

ڈائنامائیٹ لگا دیئے تھے اور اس کے کنٹرول ریموٹ اس کے پاس تھے۔ رفتہ رفتہ سمندر میں آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ دھماکوں سے فضا میں ارتعاش صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اب ان کا جہاز ان حدود سے نکل چکا تھا کہ ڈوبنے والے جہازوں سے پیدا ہونے والی لہریں اسے کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ جہاز کے مسافر زندگی اور موت کی کشمکش سے نجات پا کر نکلے تھے۔ سارے کے سارے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لئے تیار تھے۔ جہاز اب کافی دور نکل آیا تھا۔ کپتان ابھی تک کسی سمت کا تعین نہیں کر سکا تھا۔ وہ کوشش کر رہے تھے کہ جہاز کو صحیح سمت لے جایا جائے۔ لیکن ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ سمندر کے کس حصے میں نکل آئے ہیں۔ یہ خدشہ بھی تھا کہ اگر اس طرح یہ لوگ بھٹکتے رہے تو ایندھن ختم ہو جائے گا اور وہ کسی مقام تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ بہر حال ابھی تو ہر شخص ہی کشمکش کا شکار تھا جہاں تک میرا معاملہ ہے۔ میں خود بھی سوچوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ لیومکلارنس کی پراسرار گمشدگی یا پھر دوسرے الفاظ میں اس کی موت کے بعد میرا مشن تو ختم ہو جاتا تھا۔ میری زندگی میں بظاہر اور کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ چنانچہ سمندری ڈاکوؤں کے اس جزیرے سے ایک ہولناک زندگی گزارنے کے بعد واپسی میرے لئے بھی بڑی سنسنی خیز نوعیت کی حامل تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اب آگے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ سچی بات یہ ہے کہ اب میرا دماغ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ زندگی جس طرح موت سے آشنا ہو گئی تھی اس کے بعد زندگی بچ جانے کا احساس دلکش تو ضرور تھا لیکن مسئلہ وہی آ جاتا ہے کہ اب اس بچی ہوئی زندگی کو کس طرح اپنی ذات کے لئے کارآمد بنایا جائے۔ وطن واپسی لیکن کس انداز میں فرض کیجئے اگر باپ سے ملاقات ہوئی بھائی کے پاس گیا۔ شناساؤں کے درمیان پہنچا تو کیا یہ جھوٹ بولوں گا ان سے کہ لیومکلارنس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے ختم کر دیا ہے کیا کیا کہوں گا ان سے کوئی جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں سے خود غرضی کے جو مظاہرے ہوئے تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ میرا باپ اس میں کیوں شریک تھا۔ اس کے بعد بھی صورت حال دو ہی شکلوں میں واضح ہو سکتی تھی کہ اپنے حق کے لئے جنگ کروں دوسری یہ کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاؤں اور صبر کی زندگی گزاروں۔ جو شاید میرے لئے ہی نہیں بلکہ میرے جیسے کسی شخص کے لئے بھی ممکن نہیں تھا۔ بہر حال فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ دل کے کسی گوشے سے ایک ڈرتا ڈرتا احساس کبھی کبھی ابھرتا تھا وہ یہ کہ کہیں سویرا نے بھی وقت سے ہار نہ مان لی ہو۔ اگر وہ ذیشان کی بیوی اور میری بھابی بن گئی تو میرے لئے تو خود کشی کے علاوہ اور کوئی

چارہ کار نہیں ہے۔ پھر ایک اور خیال نے دل میں جگہ پائی۔ اگر میں ایک دولت مند انسان بن کر اپنے گھر واپس لوٹوں تو کیا یہ ایک بہتر مقام نہیں ہوگا۔ سویرا میری محبوبہ ہے۔ مقابلہ کرنا ہے تو پھر اس انداز میں ہی کیا جائے۔ کہ میں دنیا سے اپنا حق مانگوں اگر انکل ظاہر نے زبردستی کر کے سویرا کو ذیشان کی زندگی میں شامل کر بھی دیا ہے تو اپنی دولت کے بل پر اسے ان لوگوں کے چنگل سے آزاد کراؤں اور اپنی بیوی بناؤں۔ محبت کا تقاضہ تو یہی ہے۔ نہیں، میں جھوٹ نہیں بولوں گا اپنی منزل تو بے شک نہیں پا سکا ہوں۔ ماں سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ لیو مکلارنس مر گیا تھا لیکن اگر وہ میرے ہاتھوں مارا جاتا اور میں اس کی لاش کی بے حرمتی کر لیتا تو ماں کی قبر پر فخر سے سر اٹھا کر کہہ سکتا تھا کہ دیکھ لو۔ ہونہار سپوت ایسے ہوتے ہیں۔ تم نے ذیشان کو بھی جنم دیا اور مجھے بھی لیکن قابل فخر ہستی میری ہی ہے تو پھر یہ بات طے ہوئی کہ وقت سے تعاون کیا جائے اور دولت حاصل کرنے کے لئے کوئی مؤثر اور بھرپور طریقہ کار استعمال کیا جائے۔ بہرحال کپتان ذہین آدمی تھا۔ اپنے معاملات میں تجربے کار تھوڑی بہت مشکلات اٹھانے کے بعد وہ آخر کار اپنی منزل تو پا ہی لے گا لیکن میرا مقصد تبدیل ہو جانا چاہئے اور میں جس طرح بھی بن پڑے اب گھر سے باہر نکلا ہوں تو کچھ لے کر ہی گھر واپس جاؤں۔ اس احساس نے ایک ٹھہراؤ سا پیدا کیا تھا دل میں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کی زندگی میری ہی طرح ہوتی ہے۔ میں کوئی انوکھی بات نہیں کر رہا۔ اگر زندگی میں کوئی مقصد ہو تو جینے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کی جدوجہد میں جو زندگی گزرتی ہے وہ زیادہ دلکش ہوتی ہے۔ بہرحال میرے سامنے پروفیسر ڈریڈ بھی تھا جو میرے لئے ایک پراسرار شخصیت کا مالک اور ایک قابل احترام ہستی تھا۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن اگر وہ میرا ساتھی رہے تو مجھے اس بات کی خوشی ہوگی۔ اس شام آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے اور بہت سے لوگ عرشے پر وقت گزار رہے تھے۔ کپتان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس نے کسی منزل کا تعین کیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ جہاز کے مسافر بھی کچھ الجھی الجھی کیفیتوں کا شکار تھے۔ میں ٹہلتا ہوا عرشے پر نکل آیا اور اچانک ہی میں نے پروفیسر ڈریڈ کو دیکھا جو ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنی جانب بلا رہے تھے۔ میں اس کی جانب بڑھ گیا۔ ایک عجیب سی ذہنی کوفت ہو رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ بوڑھا پروفیسر ڈریڈ بھی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔

''سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔ تمہارے خیال میں یہ کیسا سفر ہے؟''

''جہاں تک میرا اندازہ ہے پروفیسر! یہ سفر بالکل ہواؤں کا سفر ہے۔ کپتان کی کیفیت دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابھی تک کوئی سمت تلاش نہیں کر سکا۔ جہاز کے کمپاس بھی بیکار ہو چکے ہیں۔ بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وہ ایک ٹوٹی پھوٹی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب اور کہاں اپنی منزل پائے گا۔ پروفیسر ڈریڈ سر ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

''پیشگوئیاں حماقت کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ لیکن کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ آنے والے وقت کے بارے میں کچھ کہا جائے اور تم یقین کرو یہ نہ تو ستاروں کا علم ہے اور نہ کوئی اور آفاقی علم بلکہ صرف مشاہدہ اور حالات کا تجزیہ ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ جہاز اس وقت بے نام راستوں پر رواں دواں ہے لیکن آخر کار کچھ نہ کچھ تو ہوگا ہی، میں اپنے اور تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اب ہمیں اپنے طور پر بہت سے فیصلے کرنا ہوں گے۔ ہماری کاوشوں نے ان بچے کھچے مظلوموں کو ہی موت کی گرفت سے نکال لیا ہے۔ جہاز کو اگر کوئی صحیح راستہ مل جائے تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ ہمیں اپنے بارے میں سوچنا ہوگا۔ تمہیں یاد ہے ایک بار جب میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا تو میں نے تم سے کہا تھا کہ میرا ایک مشن ہے جس کے لئے میں زندہ ہوں اور اس میں مجھے تمہارے جیسے کسی نوجوان کی ضرورت ہے۔ اس مشن کی تکمیل کے لئے بھی ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ زندگی اور موت کی کشمکش کا سامنا، بے شمار مشکلیں، جنگ و جدل کے لمحات گزارنے ہوں گے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں مکمل تفصیل تو نہیں بتا سکتا لیکن جیسا کہ میں نے تم سے اس بات کی خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس کا جواب ہاں یا نہیں کی شکل میں دو۔ اگر تم ابھی سے اپنی صحیح کیفیت کا اظہار مجھ پر کر دو گے تو میں تم سے اپنی امیدیں وابستہ نہیں کروں گا لیکن اگر تم نے ہاں کرنے کے بعد مجھ سے انحراف کیا اور مشکل وقت میں میرا ساتھ چھوڑنے کی کوشش کی تو میری پوری زندگی تاریک ہو جائے گی۔ کیا تم میری اس تکلیف دہ زندگی کو اپنا لو گے۔''

''سنو..... محترم بزرگ! میں شروع سے اب تک تمہاری عزت کرتا چلا آیا ہوں۔ بے شک میں نے تمہیں اپنی زندگی کے مختصر واقعات سنائے ہیں لیکن اب جب یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہو رہی ہے تو میں بھی تم سے کھری کھری باتیں کر لینا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری منزل کیا ہے لیکن اپنے بارے میں تمہیں بتا دوں۔ ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں وہ ایک

دولت مند باپ کی بیٹی ہے اور اس کا دولت مند باپ یہ چاہتا ہے کہ اس کی شادی ایک امیر آدمی سے کرے اور وہ امیر آدمی میرا بڑا بھائی ہے سگا اور بڑا بھائی۔ میری ماں کو ایک شخص نے قتل کر دیا تھا اس لئے کہ نوجوانی کی عمر میں وہ اس سے محبت کرتا تھا اور اسے حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن میری ماں کسی بھی قیمت پر اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لئے تیار نہیں تھی کیونکہ وہ ایک جرائم پیشہ آدمی تھا۔ میری ماں اسپینش ہے اور میرا باپ پاکستانی بہرحال میرے پاکستانی باپ سے میری ماں کی شادی ہوگئی۔ میری ماں اس جرائم پیشہ شخص سے خوفزدہ رہتی تھی جس کا نام لیومکلارنس تھا اور آخر کار اس کا خوف بالکل درست نکلا۔ ایک طویل عرصے کے بعد لیومکلارنس پاکستان پہنچا اور اس نے میری ماں کو تلاش کر کے قتل کر دیا۔ ماں کی موت مجھ پر جس طرح اثر انداز ہوئی، اس کے لئے میرے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں۔ دوسرا ذہنی صدمہ مجھے اس وقت ہوا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے اپنی تمام جائیداد میرے بڑے بھائی کے نام کر دی ہے۔ اس کا کوئی پس منظر نہیں ہے۔ نہ تو ایسا ہوا ہے کہ میرا باپ مجھ سے ناراض رہا ہو نہ میرے اندر کوئی ایسی برائی تھی جو اسے ناپسند ہو لیکن پھر بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ بہرحال میں نے اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اسپین کے سفر کا آغاز کیا اور اس کے بعد لیومکلارنس کا پیچھا کرتا ہوا آخر کار اس جہاز پر پہنچا۔ لیومکلارنس اس جہاز پر موجود تھا لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے قتل کرنے کی کوشش کرتا، جہاز طوفان میں پھنس گیا اور بے شمار مرنے والوں میں لیومکلارنس بھی شامل تھا۔ کاش! میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر سکتا۔ ماں سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں ہو سکا اور میں جانتا ہوں کہ انسان کی سوچ کیا ہوتی ہے اور وقت کی سوچ کیا ہوتی ہے۔ وقت کو یہ منظور نہیں تھا کہ میں اپنی پیشانی کو اس طرح سے روشن کروں لیکن بہرحال اتنا مجھے معلوم ہے کہ لیومکلارنس مر گیا۔ خیر بات اس جزیرے تک پہنچی جو بحری لٹیروں کا جزیرہ تھا اور اس کے بعد یہاں تک آئی اب میری آگے کی زندگی کا بظاہر کوئی مقصد نہیں ہے۔ لیکن میں نے اپنے آپ کو ایک محور پر مرتکز کر لیا ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں بے پناہ دولت لے کر اپنے وطن واپس جاؤں اور اس کے بعد ایک نئی مہم کا آغاز کروں اور وہ نئی مہم یہ ہوگی کہ اگر وقت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میری محبوبہ میرے بڑے بھائی یا کسی اور سے شادی کرنے پر آمادہ ہوگئی ہوگی تو میں اسے کسی بھی طرح دوسرے شخص کے چنگل سے نکالوں گا اور اسے اپنی زندگی میں شامل کروں گا۔ کسی بھی روایت کو نہیں اپناؤں گا میں۔ ایک نئی روایت کی تشکیل کروں

گا۔ تو محترم بزرگ! میں جانتا ہوں کہ تم بے شمار پراسرار قوتوں کے مالک ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے مشن کے ساتھ ساتھ میری زندگی کے لئے بھی کچھ ہو سکتا ہے تو یہ ایک سودا ہوگا کھرا کھرا سودا اور اس کے لئے مجھے کتنی ہی مشکلیں اٹھانا پڑیں میں اٹھاؤں گا۔ کیونکہ دو ہی باتیں ہیں یا تو میں اپنی منزل پالوں گا یا پھر موت اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ میں نے دیکھا کہ پروفیسر ڈریڈ کی آنکھوں میں زندگی کی چمک دوڑ گئی ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

''میرے عزیز دوست! تمہارا نام کامران ہے اور یہ بات شاید تم اتنے اعتماد سے تسلیم نہ کرو کہ ناموں کا زندگی سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ تمہارا نام بے شک دیر سے تمہیں تمہاری منزل تک لانے کا باعث بنے گا لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میرے مشن میں میرا ساتھ دے کر تم اپنا مقصد بخوبی پورا کر سکتے ہو۔ ایک اتنی بڑی دولت تمہیں حاصل ہو سکتی ہے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میرا وعدہ ہے اور میں تم سے پورے خلوص کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اگر میرا وعدہ پورا نہ ہو تو تم مجھے اپنے دشمنوں میں تصور کر کے سخت سے سخت سزا دے سکتے ہو۔ دولت کے حصول میں تمہاری مدد میں کروں گا۔ میں نے مسرور نگاہوں سے پروفیسر ڈریڈ کو دیکھا اور پھر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر یہ سمجھ لو کہ کسی بھی طرح کی مشکل درپیش ہو میں تمہارے شانہ بشانہ رہوں گا۔''

''آہ...... کیا ہی خوبصورت بات ہے۔ دیکھو اصل مسئلہ وہی ہوتا ہے۔ انسان کسی بھی کیفیت میں ہو اسے اعتماد اپنانا پڑتا ہے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اعتماد ہی زندگی ہے۔ ہم بہت بری بری باتیں سوچتے ہیں۔ نجانے کیا کیا منصوبے بناتے ہیں اپنے لئے لیکن اس کے بعد اپنے آپ کو وقت کے دھاروں پر چھوڑ دینا چاہئے اور وقت بہرطور صحیح رہبر ہوتا ہے۔'' پروفیسر ڈریڈ سے یہ معاہدہ کر کے نجانے کیوں مجھے بڑی خوشی کا احساس ہوا تھا۔

O

بے آسرا جہاز سمندر میں دربدر بھٹک رہا تھا اور کپتان کی بوکھلاہٹ عروج تک پہنچ گئی
تھی۔ شدید کوششوں کے باوجود اسے راستہ نہیں مل رہا تھا اور اب وہ مایوسی کی حدود چھوتا جا رہا تھا
عملے کے دوسرے افراد بھی پریشان تھے اور اس وقت بھی وہ جہاز کے حصے میں اپنے ساتھیوں کے
ساتھ بیٹھے میٹنگ کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اب کھانے پینے کی چیزوں پر پابندی لگا
جائے اور مسافروں کو بتا دیا جائے کہ وہ ایک خطرناک صورت حال سے دوچار ہے۔ نجانے ک
عرصے انہیں سمندر میں رہنا پڑے۔ اس کے لئے پینے کے پانی اور دوسری چیزوں پر کنٹرول
جائے۔ مسافروں کو اس صورت حال سے بے خبر رکھنا خطرناک تھا۔ کپتان ان سے کہنا چاہتا تھا
سب مل کر جدوجہد کریں اور ایک دوسرے کے تعاون سے اس مشکل پر قابو پائیں۔ وہ لوگ
گفتگو کر رہے تھے کہ پروفیسر ڈریڈ بھی ان کے درمیان پہنچ گیا اور انہوں نے اسے اپنے سا
شریک ہونے کی دعوت دی۔

''آیئے پروفیسر! ہم آپ کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس جہاز کو اس پر موجود لوگوں
زندگی کی طرف لوٹانے میں آپ کا سب سے بڑا ہاتھ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ مسلسل ہماری
رہنمائی کریں۔ اس وقت ہم ایک مشکل کا شکار ہیں اور اس سلسلے میں آپ سے مشورہ کرنا چا
ہیں۔''

''ہاں' بولو...... بتاؤ' کیا بات ہے؟'' پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''میں ان سب لوگوں کے سامنے اپنی نااہلی کا اعتراف کر رہا تھا اور انہیں یہ بتا
کہ میں راستے کا پتہ لگانے میں ناکام رہا ہوں۔ جہاز کسی ایسی منزل کی طرف نکل آیا
سمندری نقشوں میں موجود نہیں ہے۔ ایسی بے یقینی کی شکل میں ہم یہ سوچ رہے تھے کہ اب اہم
اور کھانے پینے کی اشیاء پر کنٹرول کیا جائے تاکہ ہم سمندر میں زیادہ سے زیادہ جی سکیں۔ ور
بے چارے مظلوم لوگ جو بار بار زندگی اور موت کی کشمکش سے گزرتے ہیں ایک بار پھر اس
میں گرفتار ہو جائیں گے اور آخر کار بے بسی کی موت مر جائیں گے۔'' پروفیسر ڈریڈ تھوڑی دیر

کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

''تم بے شک کھانے پینے کی اشیاء میں احتیاط رکھو لیکن میں تمہیں بہت جلد مناسب
راستہ بتاؤں گا۔ ہو سکتا ہے میں تمہارے لئے صحیح راستے بھی تلاش کر سکوں۔''

''بات اصل میں یہ ہے پروفیسر! کہ اس وقت جہاز پر ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو
آپ کو اپنا راہنما نہ مانتا ہو۔ ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ آپ نے جس ذہانت اور راست سے
سب کچھ کیا ہے وہ اپنی جگہ بے مثال ہے۔ پروفیسر ہم تو آپ کے بے حد احسان مند ہیں اور
جہاں تک ہمارا اندازہ ہے۔ آپ یقینی طور پر ایسی ذہانت کی قوتوں سے مالا مال ہیں جو ہم سب کی
زندگی کے لئے بہترین معاون ہوگی۔ آپ ہماری مدد کیجئے۔'' میں پروفیسر ڈریڈ کی پراسرار
صلاحیتوں سے واقف تھا۔ میں نے پروفیسر سے کہا۔

''کیا آپ واقعی ان کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کر سکیں گے۔ میرا مطلب ہے کوئی
ایسی جگہ جہاں سے یہ اپنی منزل کی جانب سفر کر سکیں۔'' پروفیسر نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر
تک سوچتا رہا پھر بولا۔

''ہاں...... یہاں سے تھوڑے فاصلے پر انسانی آبادی کے آثار ملتے ہیں۔ یقینی طور پر
بہت زیادہ وقت نہیں کہ یہ لوگ آبادیوں تک پہنچ جائیں گے لیکن میں تمہیں ایک بات بتاؤں جیسا
کہ میرے اور تمہارے درمیان طے ہو چکا ہے۔ ہمیں اس آبادی تک نہیں جانا بلکہ ایک اور سمت
سفر کرنا ہوگا۔ بولو...... کیا تم اس سے راضی ہو سکو گے۔ مگر ٹھہرو...... یہ ایک معاہدہ ہوگا اور جہاز کے
کپتان کو ہم سے یہ معاہدہ کرنا ہوگا۔'' پروفیسر ڈریڈ کی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی لیکن زیادہ
وقت نہیں گزرا تھا کہ اس نے مجھ سے کہا۔

''آؤ...... کپتان سے مل لیتے ہیں۔'' کپتان نے معمول کے مطابق ہم دونوں کا
استقبال کیا تھا۔ پھر کپتان کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''میں تمہیں ایک ایسی منزل بتا سکتا ہوں جہاں سے تم آبادی تک پہنچ سکو اور اس میں
تمہیں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ وہاں تک پہنچنے میں بہت مختصر وقت لگے گا تمہیں لیکن اس راستے کو
اپنانے کے لئے میری ایک شرط ہے۔''

''آپ کو جو بھی شرط ہوگی پروفیسر! ہم اسے مان لیں گے۔ ہم تو آپ کو بتا چکے ہیں کہ

آپ ہمارے رہنما ہیں۔" کپتان نے کہا۔

"تمہیں ایک ایسی لانچ میرے حوالے کرنا ہوگی جو ہمیں ہماری اپنی منزل تک
جائے۔ کیا سمجھے! ایسی لانچ میں دیکھ رہا ہوں جو اوپر ہینگر پر لٹکی ہوئی ہے۔"

"پروفیسر! ہمارا تو پورا جہاز ہی تباہ ہوگیا تھا اور آپ کی کاوشوں سے ہم وہاں سے
میں کامیاب ہوئے ہیں۔ جہاز تو اب ایک طرح سے آپ کی اپنی ملکیت ہے۔ اگر آپ ہمیں
کوئی صحیح راستہ بتا سکیں تو......"

"ٹھیک ہے۔ گویا تم وعدہ کرتے ہو۔"

"ہاں۔" کپتان نے جواب دیا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے میں تمہیں جہاز کا صحیح رخ بتاؤں گا۔" اس کے بعد پروفیسر
نے اسی رات کپتان سے دوسری ملاقات کر کے کہا کہ جہاز کا رخ تبدیل کر دیا جائے۔ اس
اس کہنے پر فوراً ہی عمل کیا گیا تھا۔ رخ بدلنے کے تقریباً دس گھنٹے کے بعد کپتان کو سمندر میں
لکیر نظر آئی۔ اس وقت شام ہو رہی تھی۔ کپتان طاقتور دوربینوں سے وہ لکیر دیکھتا رہا اور جب
مکمل طور پر یقین ہوگیا کہ وہ آبادی ہی ہے تو اس نے خوشی کی یہ خبر جہاز میں موجود تمام افر
دی۔ ایک زبردست ہنگامہ ہوگیا تھا۔ لوگ خوشی سے ناچنے لگے تھے۔ یہ سب زبردست
شکار تھے۔ لیکن زندگی ایسی ہی خوبصورت چیز ہوتی ہے کہ انسان اس کے لئے دیوانہ ہو جا
سب کی یہی کیفیت تھی۔ تب پروفیسر ڈریڈ نے کپتان سے کہا۔

"اور اب تم ہمارا کام کر دو۔ جس کا تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔"

"آپ مجھے حکم دیجئے پروفیسر!" کپتان نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"تم لوگ تو خشکی تک پہنچ جاؤ گے۔ یقینی طور پر وہ آبادی ہے وہاں تمہیں کھانے
اشیاء بھی حاصل ہو جائیں گی۔ ہمارے لئے تم اس لانچ میں تھوڑی بہت کھانے پینے
راستے کا ایندھن بھروا دو اور اس کے بعد لانچ کو سمندر میں اتار دو۔" کپتان نے انتہائی خلو
ساتھ پروفیسر کی اس بات پر عمل کیا تھا اور جب ہم جہاز سے لانچ میں اتر رہے تھے تو جہاز
مسافروں نے ہمیں الوداع کیا تھا اور اس کے بعد پروفیسر ڈریڈ نے لانچ کا رخ ایک نامع
کی طرف کر دیا تھا۔ میرے ذہن پر اس وقت کوئی تکدر نہیں تھا۔ بات وہی تھی یعنی میرا

واپس جاؤں گا تو کچھ لے کر جاؤں گا ورنہ کیا ضروری ہے کہ وطن واپسی کا رخ کیا جائے۔
بھی کسی بھی گمنام گوشے میں بیٹھ کر موت کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال جہاز سے جدائی ہو
اور لانچ سمندر میں کسی نامعلوم منزل کی جانب بڑھنے لگی۔ تاحد نگاہ ویران سمندر پھیلا ہوا تھا۔
پاگل موجیں تھیں جن کے سامنے یہ ننھی سی لانچ ایک کھلونا ہی معلوم ہوتی تھی جو لہروں کے رحم و
کرم پر تھا۔ کوئی بھی لہر اس کو ریزہ ریزہ کر سکتی تھی۔ میں نے اس سفر پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ نجانے
کیوں مجھے اس شخص پر بہت زیادہ اعتماد ہوگیا تھا۔ جس کا نام پروفیسر ڈریڈ تھا۔ بہرحال ہم کئی دن
سمندر میں سفر کرتے رہے۔ یوں لگتا تھا جیسے پروفیسر ڈریڈ کسی خاص منزل کو تلاش کر رہا ہو۔
اس سفر کے تیسرے یا چوتھے دن کی بات ہے سمندر سے اب وحشت سی ہونے لگی تھی۔ میں
اس دن پروفیسر ڈریڈ سے کسی قدر خشک لہجے میں بات کی۔

"میں نے آج تک تم سے تمہارے بارے میں کوئی تفصیل نہیں پوچھی پروفیسر! اور اس
وجہ تم پر بے پناہ اعتماد ہے لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ کم از کم مجھے تمہارے بارے کچھ
تفصیلات معلوم ہونی چاہئیں۔" پروفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے مدھم لہجے میں
کہا۔

"میرے بچے! میری زندگی! میرے دوست یا میرے ساتھی! یہ حقیقت ہے کہ میری
شخصیت مکمل طور پر پردے میں چھپی ہوئی ہے لیکن میں خود یہی کہنا چاہتا ہوں کہ تم نے مجھ سے آج
تک میرے بارے میں نہیں پوچھا۔ میری خواہش تھی کہ تم کم از کم مجھ سے کچھ تو تفصیلات معلوم
کرتے۔" میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے کسی قدر تعجب بھرے انداز میں کہا۔

"پروفیسر ڈریڈ! یہ تو میرا تم پر اعتماد تھا کہ میں نے تم سے یہ تک نہیں پوچھا کہ لانچ کا یہ
کہاں کے لئے ہے اور یہ بھی نہیں پوچھا میں نے تم سے کہ یہ سارا کھیل ہے کیا حالانکہ ایک بار تم
نے مجھ سے کسی انوشا کا تذکرہ کیا تھا اور اس کے بعد مزید کچھ بتائے بغیر خاموش ہو گئے تھے۔ یہ
میرے ذہن میں موجود ہے۔ بہت عرصے پہلے میں نے کوئی ایک داستان پڑھی تھی جس میں
ان کی ایک ملکہ کا تذکرہ تھا جو شعلوں میں نہاتی تھی اور جوان ہو جاتی تھی جبکہ اس کی عمر
صدیوں کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ ایسے واقعات میرے علم میں آئے کہ کوئی مہم جو اپنی مہم سر
انجام دینے کی فکر میں ایسے نامعلوم خطوں میں پہنچ گیا جہاں اس کا واسطہ کچھ نامعلوم شخصیتوں سے

پڑا۔ وہاں وہ اپنی کوئی اولاد چھوڑ آیا یا اس کی اپنی کوئی اولاد وہاں رہ گئی اور وہ اس کی جستجو میں سرگرداں ہوگیا۔ پروفیسر ڈریڈ معاف کرنا کچھ ایسا ہی خیال میرے دل میں تمہارے لئے ہے۔"
پروفیسر ڈریڈ کے ہونٹوں پر ایک غم بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"نہیں میرے دوست! ایسی بات نہیں ہے بلکہ میں تمہیں ایک ایسی مافوق الفطرت کی داستان سناؤں جو تمہارے لئے ناقابل فہم اور ناقابل یقین ہو لیکن تمہاری اس مہذب دنیا میں رہ کر میں نے انسانوں کے عقائد ان کے نظریات اور ان کے اپنی سوچوں کے متعلق بہت معلومات حاصل کی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ تمہارا نظریہ کیا ہے۔ تمہارے ہی نظریئے کے مطابق اس زمین پر قدرت نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں جو تمہاری عقل سے باہر ہیں۔ تم مہذب دنیا کے لوگوں کی بات کرتے ہیں جو اپنی معلومات اپنی سائنس میں نجانے کہاں کہاں پہنچ گئے ہیں لیکن میں تمہیں سچ بتا رہا ہوں کہ انہیں تو اپنی اس سرزمین کے بارے میں بھی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ جہاں عجائبات عالم پھیلے ہوئے ہیں اور انہی عجائبات میں ایک ایسی دنیا ہے جسے تم تصور میں بھی نہیں لا سکتے وہاں انسان ہیں۔ انسانوں جیسی آبادیاں ہیں۔ انسان ہی ہیں اور انسانوں ہی کی طرح رہتے ہیں۔ لیکن وہ تمہاری مہذب آبادیوں سے بہت دور پراسرار زمین ہے۔ ایک انوکھی سرزمین جسے تم سرزمین شیلاس کہہ سکتے ہو اور اسی سرزمین میں وادیٔ شیلاس ہے اور اس وادیٔ شیلاس میں ہی اس مقدس تابوت کا وجود ہے جس میں گہری نیند سو رہی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں اس انوکھی سرزمین کے راز بڑے انوکھے ہیں۔ دیوؤں اور دیوتاؤں کا راج ہے اور مقدس ہمبار یہ اپنی خانقاہ میں بیٹھا وہاں رہنے والوں کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہے۔ مقدس ہمبار یہ ہمارا روحانی پیشوا ہے۔ اس کی عمر ہزاروں سال ہے۔ ہزاروں سال سے وہ جیتا چلا آیا ہے۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے اگر میں تمہیں وہاں کی تفصیل بتاؤں تو تم حیران رہ جاؤ گے۔ میں تعجب بھری نگاہوں سے اس انوکھے شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی زبان سے جو الفاظ نکلے تھے وہ ناقابل فہم تھے۔ وہ تہذیب کی دنیا کو ہماری دنیا کہتا تھا۔ مطلب ہے کہ وہ خود کسی اور دنیا کا انسان ہے۔ میں نے جو باتیں اس سے کہی تھیں اس نے تردید نہیں کی تھی لیکن میرے لئے یہ بات بڑی سنسنی خیز تھی۔" میں نے اس سے دلچسپی سے کہا۔

"تو کیا تمہارا تعلق ہماری دنیا سے نہیں ہے لیکن تمہارا نام وغیرہ تو مقامی ہے۔"

بوڑھے نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر مدھم لہجے میں بولا۔

"اپنی شخصیت سے پردے اٹھا دوں تو تمہیں حیرت ہوگی لیکن وادیٔ شیلاس میں درحقیقت سرزمین سحر ہے۔ جادوگر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں۔ کبھی کبھی بڑی بڑی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ میں تمہیں وہاں کی کہانیاں کیا کیا سناؤں۔ میں ان کی تفصیل تمہیں بتاؤں دیکھو آسمان پر چاند نکل رہا ہے اگر میں تمہیں تصور کی دنیا میں سفر کراتا ہوا وہاں تک لے جاؤں جہاں وادیٔ شیلاس کے اسرار بکھرے پڑے ہیں تو تم ششدر رہ جاؤ میرے دوست! میرے ساتھی! میرے عزیز! میں تمہیں وادیٔ شیلاس کی سیر کراؤں۔ آہ...... دیکھو ذرا دیکھو ادھر دیکھو پھر میں تمہیں اس کے بارے میں مکمل تفصیل بتاؤں گا۔" بوڑھے نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور میری نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں لیکن اس وقت وہ وہ شعبدہ دکھا رہا تھا جو ناقابل یقین تھا۔ میری نگاہیں چاند کے اس ہالے میں جم گئیں جس سے رفتہ رفتہ کچھ تصویریں ابھر رہی تھیں۔ میں نے پہاڑوں کے اندر گول گول چٹانوں کو دیکھا جو بہت بڑی بڑی تھیں اور انوکھا رنگ لئے ہوئے تھیں۔ ان چٹانوں سے بنی خانقاہ کے صدر دروازے پر بیٹھے ہوئے کچھ افراد نظر آئے جو کالی کفنیوں میں ملبوس تھے۔ غالباً یہ اس خانقاہ یا عبادت گاہ کے کاہن تھے اور جس طرف وہ دیکھ رہے تھے وہاں انہیں کوئی سیاہ دھبہ حرکت کرتا نظر آ رہا تھا۔ میری نگاہیں اس طرح ان چٹانوں پر جم گئیں جیسے میں کوئی فلم دیکھ رہا ہوں اور میں نے دیکھا کہ جس طرف یہ کاہن دیکھ رہے تھے وہاں انہیں ایک سیاہ دھبہ حرکت کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ لمحوں کے بعد کاہن اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"کیا تم نے بھی اسے دیکھا وہ کوئی انسان ہے یا موسم کی سختیوں کا شکار کوئی جانور۔"

"انسان ہی معلوم ہوتا ہے ذرا اور قریب آ جائے تو اندازہ ہو۔" وہ دونوں اس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے آنے والا سمور کے لباس میں ملبوس تھا اس کا چہرہ بھرے بالوں کی کھال میں ٹوپی سے ڈھکا ہوا تھا۔ چال میں ایسی لڑکھڑاہٹ محسوس ہوتی تھی جیسے اس میں چلنے کی ذرا بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

"شاید وہ زخمی ہے یا بیمار۔" ایک کاہن آہستہ سے بڑبڑایا۔ وہ اس کے چہرے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن ٹوپی چہرے پر ڈھکی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کے نقش نمایاں نہیں

تھے۔ بہر حال یوں لگ رہا تھا کہ وہ یا تو زخمی ہو یا کچھ اور تکلیف کا شکار اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے
اور آہستہ آہستہ وہ اس معبد کے دروازے پر پہنچ پایا تھا یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ
زمین پر گر پڑا۔ کاہنوں نے ہمدردی کے جذبے سے سرشار ہو کر تیزی سے آگے بڑھ کر اسے سہارا
دیا اور اس کے دونوں بازو پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ ابھی وہ اس کے وزنی بدن کو
سنبھال بھی نہیں پائے تھے کہ دفعتاً نڈھال شخص کے بدن میں برقی رو دوڑ گئی۔ اس نے دونوں بازو
پھیلا کر ان کی گردن دبوچ لی اور ان کے سر اس زور سے آپس میں ٹکرائے کہ ان کے ہوش رخصت
ہو گئے۔ گردن پر سے دباؤ ہٹتے ہی دونوں کاہن زمین پر آرہے۔ ان کے سر آپس میں ٹکرانے سے
دماغی ضرب نے انہیں بے ہوش کر دیا۔ باقی کاہنوں کو بھی اسی کیفیت سے دوچار ہونا پڑا۔ آنے
والا جو چند لمحات قبل جس طرح نڈھال نظر آرہا تھا اب اس کا کوئی تصور اس کے بدن کی پھرتی سے
نہیں جھلکتا تھا اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور غالباً کوئی اشارہ کیا تھا اور پھر وہ اندر آگیا
تھا۔ اندر پہنچتے ہی اس نے دونوں کاہنوں کے بے ہوش جسم اٹھائے اور انہیں گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا
خانقاہ کے دروازے کے دونوں سمت دیواروں کے ساتھ ساتھ اس نے ان دونوں کے جسم سیدھے
کر کے لٹا دیئے اور کچھ اور کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ اتنی دیر میں چار افراد مزید وہاں پہنچ گئے
تھے ان کے جسموں پر بھی سیمور کے ایسے ہی لبادے نظر آرہے تھے جو برف کی سفیدی سے ہم
آہنگ ہو کر کسی کو بھی دور سے نظر نہیں آسکتے تھے۔ شاید وہ اسی طرح چھپتے چھپاتے خانقاہ کے
دروازے تک پہنچے تھے ورنہ انہیں برف کی سطح پر دیکھ لیا جاتا۔ اندر داخل ہوتے ہی ان پانچوں نے
اپنے لباس سے ہتھیار نکالے اور دبے قدموں آگے بڑھنے لگے۔ خانقاہ کے اندرونی حصے میں
مشعلیں موجود تھیں جن کی ملگجی روشنی فضا کی دھندلاہٹوں کو دور کرنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی
کاہن اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے کہ دفعتاً ایک زوردار دھماکہ سنائی دیا اور آنے والے
پانچوں افراد میں سے ایک کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ یہ سوراخ سیمور کی ٹوپی کے عین درمیان
ہوا تھا اور گولی دماغ پھاڑتی ہوئی ہڈی میں جا گھسی تھی۔ وہ شخص بے آواز اوندھے منہ زمین پر آ
ہو گیا لیکن اس کے چاروں ساتھی اچھل اچھل کر ایسی جگہوں کی آڑ لینے لگے جہاں وہ محفوظ
سکیں۔ عبادت کرتے ہوئے کاہنوں نے گردنیں اٹھائیں ایسے حالات میں وہ کیا کر سکتے تھے
ان چاروں افراد نے اپنے آپ کو محفوظ جگہ منتقل کرتے ہی اندھا دھند ہتھیاروں سے گولیاں ب

شروع کر دی تھیں۔ گولیاں خانقاہ کے در و دیوار ادھیڑنے لگیں۔ چوبی دروازے کے عقب میں
کھڑے ہوئے ایک کاہن کے سینے میں کئی گولیاں اتر گئیں اور وہ دلخراش چیخ کے ساتھ زمین پر آ
رہا۔ اس کے بعد تو گویا گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ آسمان سے برف کے سفید ذرات برس
رہے تھے اور خانقاہ کے اندر گولیاں چل رہی تھیں۔ ہر دروازے میں لاتعداد سوراخ ہو چکے تھے۔
اندر آنے والے چاروں افراد کو ایک لمحے کے اندر یہ احساس ہو گیا تھا کہ مقابلہ کرنے والے نہ
ہونے کے برابر ہیں۔ بس کسی ایک جگہ سے ایک فائر ہوتا ہے لیکن پہلی کامیابی کے بعد اندر سے
گولی چلانے والے کو اور کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ آنے والے چاروں حملہ آور بہت محتاط
بہت مستعد اور جنگ وجدل کے ماہر معلوم ہوتے تھے۔ وہ برق رفتاری سے اپنی جگہ تبدیل کر رہے
تھے اور ان ستونوں کی آڑ لئے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے جو خانقاہ میں جگہ جگہ استعادہ تھے۔
یہاں تک کہ وہ صدر دروازے سے اندر داخل ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے اپنے سامنے ہر
آنے والے کو بھون کر رکھ دیا۔ تیرہ کاہن خاک وخون میں لوٹ گئے اور خانقاہ کے بڑے کاہن
نے جو اس وقت اپنے حجرے میں عبادت میں مشغول تھا باہر نکل کر صورت حال معلوم کرنے کی
کوشش کی تو دو گولیاں اس کے بازو اور پیٹ میں لگیں اور وہ ایک آہ کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑا۔
سیمور کے لبادوں میں ملبوس لوگ اب گویا خانقاہ پر پوری طرح قابض ہو گئے تھے۔ وہ ایک ایک
کونے کھدر کی تلاشی لیتے پھر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے انہیں کسی کی تلاش ہو۔ وہ اندازہ لگانا
چاہتے ہوں کہ خانقاہ کے اندر سے گولی کس نے چلائی تھی۔ لیکن خانقاہ کے ایک ایک حصے کی تلاشی
لینے کے باوجود انہیں زخمی اور مردہ کاہنوں کے سوا کوئی نہ ملا۔ وہ وحشی درندوں کی طرح ادھر ادھر
گھومتے پھر رہے تھے۔ کسی کاہن کے زخمی بدن میں اگر ذرا بھی جنبش ہوتی تو وہ ہاتھوں میں پکڑے
ہوئے ہتھیاروں سے اس کے جسم میں متعدد گولیاں اتار دیتے۔ اس طرح خانقاہ کے در و دیوار خون
سے رنگین ہو گئے اور اب شاید وہاں کوئی ذی روح موجود نہیں تھا جو ان لوگوں کے راستے کی
رکاوٹ بنتا۔ خانقاہ کی تلاشی لینے والے بری طرح چلا رہے تھے۔ پھر وہ پریشان سے اس بڑے
کمرے میں آ کر کھڑے ہو گئے جہاں عبادت کے لئے آنے والوں کا اجتماع ہوتا تھا۔ ان میں
سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کہاں گئی وہ کتیا کی بچی! آخر کہاں مرگئی۔ لڑکی ہے یا چھلاوا؟''

"میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ساتھی کو اسی نے ہلاک کیا ہے۔ کیونکہ خانقاہ کے یہ عبادت گزار بوڑھے گولیاں نہیں چلا سکتے نہ ہی ان کے پاس ہتھیاروں کی موجودگی کا سراغ ملا ہے۔"

"ان تمام چیزوں پر لعنت بھیجو اب یہ بتاؤ کہ کیا کیا جائے۔ میرا خیال ہے وہ ایک بار پھر ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔" دوسرے آدمی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"نکل کر کہاں جہنم میں گئی۔"

"کسی نہ کسی سمت تو بھاگی ہی ہوگی۔"

"ہم سب ایک لڑکی کے ہاتھوں احمق بن رہے ہیں۔ کیا تم اس بات کو کبھی بھول سکو گے۔ آؤ جلدی کرو ہم اسے برف پر تلاش کریں۔" پہلے والے شخص نے کہا اور دوسرے لمحے وہ خانقاہ کے دروازے کی طرف دوڑنے لگے۔ اپنے مردہ ساتھی کے قریب رک کر ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"اور اس کی لاش کا کیا کرو گے؟"

"کیوں...... کیا تم لاشوں کا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہو۔" دوسرا بدستور جھلائی ہوئی آواز میں بولا اور اسے اپنے کمرے سے دھکیلتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے بعد وہ چاروں برف کی چادر پر پھیل گئے اور ہر جگہ کسی متحرک دھبے کو تلاش کرنے کے لئے نگاہیں دوڑانے لگے۔ ان کے چہروں سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک وہ برف کی سفید چادر پر سرگرداں رہے لیکن نجانے لڑکی کو برف نگل گئی تھی یا وہ آسمان میں پرواز کر گئی تھی۔ تھک ہار کو وہ دوبارہ خانقاہ میں آ گئے ان کے ساتھی کی لاش جوں کی توں پڑی ہوئی تھی۔ خانقاہ کے درودیوار خاموش تھے اور ایک سنگین اور ہولناک سناٹا چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ مشعلوں کی زرد روشنی خانقاہ کے چکنے فرش پر پڑی لاشوں کو انتہائی ہولناک بنا کر پیش کر رہی تھی۔ قرب و جوار میں دور دور تک کوئی آواز نہیں تھی۔ انہیں صرف اپنے سانسوں کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔ باقی رات انہوں نے خانقاہ کے کونوں اور کھدروں کی تلاشی میں گزار دی۔ شاید انہیں کسی خاص شے کی تلاش تھی اور اس تلاش میں ناکامی انہیں جھلائیوں کا شکار بنا رہی تھی۔ پھر صبح ہونے میں تھوڑی سی دیر رہ گئی تو ان کے سربراہ نے ان کو یہاں سے واپسی کا حکم دیا اور کہنے لگا۔

"ممکن ہے دن کی روشنی میں یہاں عبادت کے لئے آنے والے پہنچ جائیں ہمیں اتنی دور نکل جانا چاہئے کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ پائے۔"

"ٹھیک ہے چلو۔" وہ سب دروازے سے باہر نکل کر ایک سمت چل پڑے۔ بوڑھا پروفیسر ڈریڈ کچھ لمحے کے لئے رکا تو میری خوفزدہ آواز ابھری۔

"آہ...... کون سی دنیا کی کہانی سنا رہے ہو تم کہاں کی باتیں بتا رہے ہو؟ یہ تو بڑی سنگین منظر کشی کی ہے تم نے پروفیسر ڈریڈ کیا ہی ہولناک واقعہ ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسی میری آنکھوں کے سامنے وہ سارا منظر گھوم رہا ہو۔ خانقاہوں کے عبادت گزار بوڑھے اور بے ضرر کاہن جو اپنی لاشوں کو اسی خانقاہ میں بکھرائے ہوئے درودیوار سے فریاد کر رہے ہوں۔ میرے خدا...... میرے خدا۔" پروفیسر ڈریڈ کے چہرے پر ایک سنگین سی کیفیت طاری تھی۔ وہ جیسے کسی اور ہی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔

"ہاں میرے دوست! اب جبکہ تمہیں میری حقیقت معلوم ہو چکی ہے تو میں تمہیں یہ بتائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میری دنیا تو کوئی اور ہی تھی۔ وقت نے تقدیر نے حالات نے مجھے نجانے کہاں کہاں دربدر کر دیا لیکن آج بھی صندل کا وہ تابوت میرے دل کے ویرانوں میں چمک رہا ہے اور اس تابوت سے میری یہ آرزو منسلک ہے۔ اگر تقدیر نے میرا ساتھ دیا اور میں اس صندلی تابوت تک پہنچ سکا تو میں سمجھوں گا کہ جتنی بھی زندگی مجھے ملی ہے وہ کارآمد رہی جس وادی کی میں تمہیں کہانی سنا رہا ہوں وہ اس کائنات کی سب سے پراسرار وادی ہے۔ اس کے قرب و جوار میں قدرت نے ہر وہ چیز سجا دی ہے جس کا تصور تمہاری مذہبی کتابوں میں ہے۔ ہم دیوی دیوتاؤں کے قائل دیوتاؤں کی عبادت کرنے والے لیکن ہمارا تصور بھی یہی ہے جو تمہاری اس مہذب دنیا میں رہنے والے لوگوں کا۔ یعنی ربِ کائنات ایک ہے۔ ساری کائنات اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ سرسبز و شاداب وادیاں بلند و بالا پہاڑوں سے گرنے والا چشمہ اور آبشار زمین سے اگنے والے درخت' کھیت' پھل' پھول یہ سب کچھ ہماری ان وادیوں میں موجود ہے۔ شیلاس اس کائنات کا سب سے حسین علاقہ ہے۔ اگر تقدیر نے یاوری کی اور تم وہاں تک پہنچ گئے تو دیکھو گے کہ وادئ شیلاس کیا چیز ہے اور زمین شیلاس میں کیا کیا کچھ موجود ہے۔ میرے دوست! تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آہ...... کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا شیلاس میری پیاری سرزمین شیلاس!" پروفیسر ڈریڈ کی آنکھوں میں عجیب سے

تاثرات پھیل گئے اور میں اس کی آنکھوں میں نجانے کیا کیا پڑھتا رہا۔ میری نگاہیں وہ کچھ دیکھ رہی تھیں جو اپنے الفاظ کی شکل میں وہ مجھے دکھا رہا تھا۔ میں اس وقت ایک معمول تھا جس کا ذہن پروفیسر ڈریڈ نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ اب تو میں اسے پروفیسر ڈریڈ کہتے ہوئے عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ اس پراسرار دنیا کے اس باسی کو جو اس مہذب دنیا میں وقت گزار رہا تھا' نجانے اس کی دنیا میں کیا کیا جاتا ہوگا۔ لیکن اس نے اپنی کہانی آگے شروع کر دی اور میں ایک بار پھر اس کی کہانی میں کھو گیا۔ اس نے کہا۔

''خانقاہ کے ویران سناٹے میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں چھوڑی تھی۔ انہوں نے اس مقدس خانقاہ کو مقتل میں تبدیل کر دیا تھا اور جب خانقاہ سے اتنی دور نکل آئے کہ ان کے ہیولے بھی نظر آنا بند ہو گئے تو دفعتاً برف کی سفید چادر میں حرکت سی پیدا ہوئی۔ دو انسانی ہاتھوں نے برف کی نرم تہہ کو توڑا اور پھر ایک سر نمودار ہوا اور برف کو خود پر سے ہٹاتا ہوا باہر نکل آیا۔ یہ ایک خوبصورت سی لڑکی تھی اپنے بدن سے برف کا برادہ جھاڑنے کے بعد وہ مستعدی سے خانقاہ کے دروازے کی جانب بڑھ گئی اور پھر دوڑتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ سیمور کے لبادے والے وحشی کے بدن سے اسے ٹھوکر لگی اور اس نے سنبھل کر اپنے آپ کو گرنے سے بچایا۔ پھر پلٹ کر اسے دیکھنے لگی اس وقت اس کے انداز میں کسی بلی کی سی وحشت اور چستی پائی جاتی تھی اس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا اور شاید اسی پستول سے نکلی ہوئی گولی نے ان پانچوں میں سے ایک کو زندگی سے موت کی جانب دھکیل دیا تھا یہ وہی تھی جس نے ان کاہنوں کے درمیان رہ کر آنے والے سے ان کی زندگی چھین لی تھی اور پھر کس طرح یہاں سے نکل کر باہر بھاگ گئی تھی اور خود کو برف کی گہرائی میں پوشیدہ کر لیا تھا۔ بس اتنی جگہ کھلی رہنے دی تھی اس نے کہ سانس لے سکے۔ اس نے سیمور کے لبادے والے کی ٹوپی کو کھینچ کر دور پھینک دیا اور جھک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر اس نے نفرت بھرے انداز میں کھڑے ہو کر ایک ٹھوکر اس کے چہرے پر لگائی اور اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ صدر دروازے سے اندر داخل ہو کر اس نے وہ خونی منظر دیکھا جس کی خانقاہ کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی تھی۔ جگہ جگہ عبادت گزاروں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور چاروں طرف ہولناک سناٹا طاری تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی خانقاہ کے بڑے کاہن کی رہائش گاہ تک چلی گئی۔ وہاں اس نے بڑے کاہن کو بھی زمین پر پڑے دیکھا اور اس کا سانس جیسے رک سا گیا۔ وہ انتہائی غم آلود لہجے میں

بولی۔

''آہ...... یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ تم بھی زندگی سے دور ہو گئے مقدس باپ! تم بھی زندگی سے دور ہو گئے۔ آہ...... اب میں کیا کروں؟ اب تو...... اب تو......'' وہ تھوڑی دیر تک کھڑی سوچتی رہی۔ اس کے انداز میں بے بسی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزارنے کے بعد وہ خانقاہ کے مختلف حصوں میں چکر لگانے لگی۔ اس کے منہ سے بڑبڑاہٹیں نکل رہی تھیں۔

''کہاں ہے وہ...... مقدس باپ! تم نے تو مجھے ایک بار پھر سے ویران کر دیا۔ آخر تم نے اسے کہاں چھپایا ہے۔ آہ...... یہ تو میرے لئے بہت بڑی ناکامی ہے اب کیا کروں؟'' جگہ جگہ کاہنوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان بے ضرر اور معصوم انسانوں کی جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر صرف برف کے ان ویرانوں میں اپنے دیوتاؤں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ لڑکی کے چہرے پر غم کے نقوش منجمد ہو گئے تھے۔ وہ خاموشی سے ایک دیوار سے ٹک کر کھڑی ہوئی۔ اپنے سامنے پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کے منہ سے مدھم مدھم آوازیں نکل رہی تھیں۔

''آہ...... مجھے اس حد تک امید نہیں تھی کہ تم سب میری وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیئے جاؤ گے۔ میں تمہاری روحوں سے شرمندہ ہوں اور تمہیں تمہاری اس قربانی کا کوئی صلہ نہیں دے سکتی' کچھ بھی نہیں دے سکتی ہوں۔'' اس کے قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور پھر وہ دوبارہ پھر ایک بار مقدس کاہن کے حجرے میں پہنچ گئی۔ اسکے بعد اس نے ہر وہ ممکن جگہ دیکھ ڈالی جہاں کسی چھوٹی سی شے کی موجودگی کے امکانات ہو سکتے تھے۔ اس کمرے کے درمیان میں کھڑے ہو کر اس نے اس انداز میں سوچا کہ اگر وہ کوئی چیز خود چھپانا چاہتی تو کس جگہ چھپا سکتی تھی۔ لیکن جن جگہوں کی اس نے تلاشی لے ڈالی تھی اس کے علاوہ اور کوئی شے اسے نظر نہ آئی جہاں کسی شے کی موجودگی ممکن ہوتی۔ اس کے علاوہ اسے ایسے نشانات بھی مل رہے تھے جس سے اسے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے دشمنوں نے بھی اس شے کی تلاش میں ہر ممکن جگہ دیکھ ڈالی ہے۔ ظاہر ہے وہ ساری رات خانقاہ میں بلاوجہ ہی نہ رہے ہوں گے اور یقیناً وہ نایاب شے تلاش کرتے پھرے ہوں گے جس کی وجہ سے یہ قتل و غارت گری ہوئی تھی پھر اس کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔

''تم سوچ بھی نہیں سکتے کتے کے بچو! تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ تم جان نہیں سکتے کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔'' وہ یہ جملے ادا کر کے غراتی ہوئی خانقاہ سے باہر نکل

آئی۔صدر دروازے کے پاس دشمنوں میں سے ایک کی لاش پڑی ہوئی تھی اور یہی اس کی گولی کا شکار ہوا تھا۔ایک لمحے کے لئے رک کر وہ سوچتی رہی پھر جھک کر اس نے اس کے لباس کی تلاشی لی۔پھر قریب پڑی ہوئی وہ بندوق بھی اٹھا لی جو بھری ہوئی تھی۔سیمور کے لبادے کے نیچے گولیوں کی پیٹی بھی مل گئی۔یہ تمام چیزیں اپنے قبضے میں کرنے کے بعد لڑکی بھاری قدموں سے صدر دروازے سے باہر نکل آئی اور ان لوگوں کی مخالف سمت چل پڑی۔جو خانقاہ میں یہ ساری غارت گری کر کے نکلے تھے۔یہ ایک جھلک تھی کامران شاہ ایک جھلک تھی۔ذرا غور کرو جیسا کہ تم نے اپنی بستی اپنے شہر اور وطن کے بارے میں بتایا۔عالم مراد شاہ اور گوٹھ داد علی کی کہانی تم نے مختصر انداز میں مجھے سنائی اور یہ بھی بتایا کہ کس طرح لیو مکلارنس نے تمہیں اپنی ہوس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی ماں سے محروم کر دیا اور یہ بھی بتایا تم نے کہ انتقام کی آگ تمہارے سینے میں سلگ رہی تھی اور اسی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے تم اسپین کی جانب رواں دواں ہوئے تھے۔میرے عزیز دوست! زندگی اسی کا نام ہے ہماری زندگی کا آغاز کہیں سے ہوتا ہے اور انجام ہمیں کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔وادیٔ شیلاس کی جو جھلک میں نے تمہیں دکھائی وہ یہ سمجھ لو کہ وہ وہاں کی خونریز زندگی کا ایک باب تھی جبکہ ایک سرسبز و شاداب وادی میں داخل ہو کر تم اس کے حسن کا جائزہ لو گے تو تمہیں زندگی یہاں تمہاری اپنی پوری کائنات سے زیادہ حسین نظر آئے گی اور تم سوچو گے کہ تمہاری یہ حسین زندگی تمہاری مذہبی کتابوں میں کہی ہوئی باتوں سے مختلف نہیں ہے لیکن بات صرف حسن تک ہی محدود نہیں رہتی تصویر کے ہمیشہ دو رخ ہوتے ہیں۔سیاہ سفید، روشن تاریک اسی طرح وادیٔ شیلاس میں بھی تاریکیوں اور روشنیوں دونوں کی گنجائش ہے اب اگر میں تم سے بات کروں۔وادیٔ شیلاس کے ایک مخصوص حصے زوربانہ کی تو تم فوراً ہی سوال کرو گے کہ یہ زوربانہ کیا چیز ہے؟ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔میں نے کہا۔

''مجھے تو یوں لگتا ہے میرے معزز دوست کہ تم سمندر کی صعوبتوں کو کم کرنے کے لئے مجھے ان وادیوں کی داستانیاں سنا رہے ہو۔''

''آہ......نہیں میرے عزیز! ایسی بات نہیں ہے انسان کے دل میں یہی سب کچھ تو سویا ہوا ہوتا ہے۔تم سمجھ لو ماضی ہمارے لئے ایک خزانہ ہوتا ہے اور ہم اس خزانے میں سے تھوڑا تھوڑا خرچ کرنا پسند کرتے ہیں۔اب اگر تم سے تمہاری سرزمین پاکستان کے بارے میں پوچھا

جائے تو تمہاری آنکھوں میں محبت اور چہرے پر شگفتگی آ جائے گی۔تم اپنے گوٹھ علی داد کے بارے میں بتاؤ گے کہ وہاں کی سرزمین وہاں پر بہتا ہوا پانی، وہاں پر رہنے والے لوگ کیسے ہیں۔آہ...... اب جبکہ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں تو تم یہ سمجھ لو کہ میری کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔

''لیکن پروفیسر! ایک بات آپ بتائیے مجھے کیا آپ نے مہذب دنیا کا کوئی نام نہیں اپنا رکھا ہے۔''

''یہ سوال تم مجھ سے پہلے بھی کر چکے ہو لیکن بہت سی باتوں کو صیغۂ راز میں رہنے دو۔ ابھی تو تمہیں اس بات پر ہی حیرت ہے کہ میں ایک شعبدہ گر ہوں یا اس سے آگے کی کوئی چیز۔''

''خیر...... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے جو واقعات تم مجھے سنا رہے ہو وہ میرے لئے بڑی دلکشی کے حامل ہیں۔''

''تو ہم گزر رہے تھے زوربانہ کی سرزمین سے لیکن گرم اور سیاہ جلی چٹانوں کی اس بستی سے گزرتے ہوئے میں تمہیں سب سے پہلے اس بستی کی سب سے حسین لڑکی بلکہ اس علاقے کی سب سے حسین مورت جس کا حسن بے مثال تھا اور اس سرزمین پر اس جیسی حسین لڑکی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔سیاہ چٹانوں کی یہ بستی جو اپنی تمام تر بدنمائی کے بعد اس لڑکی کو پیدا کر کے شیلاس کی سب سے حسین بستی بن گئی تھی اور یہ شیلاس دیوی جو آب نسیاں کی مانند آسمان سے کھلی سیپ میں آ گری تھی اور سیپ نے اسے انسانی شکل دے کر اگل دیا تھا۔آسمانی دیوتاؤں کے پجاری اسے دیوی ہی مانتے تھے اور اس کی زیارت کے لئے آنکھیں بچھائے رہتے تھے۔لیکن یہ بھی ایک بڑی سچائی تھی کہ کسی کی آنکھ میں اس کے حسن جہاں سوز کو دیکھ کر بدی نہیں اترتی تھی کہ کہیں یہ آنکھ ہمیشہ کے لئے بینائی سے محروم نہ ہو جائے۔ان کا عقیدہ تھا کہ آسمان سے بھٹک آنے والے زمین کے باشندوں کے لئے نہیں ہوتے اور ان کا احترام ہی زندگی کی ضمانت ہوتا ہے۔چنانچہ زوربانہ کے باشندے جب مونتاشیہ کی جانب دیکھتے تو ان کی آنکھوں میں احترام ہوتا ان کے خیال میں صبح کی سفیدی شام کی شفق، برسات کی دھنک، انسانی پیکر میں ڈھلی تو مونتاشیہ تخلیق ہو گئی۔جوانی کا چاند روشن ہوا تو ہواؤں نے شاطہ وقت کی حیثیت اختیار کر لی۔نو شگفتہ گلابوں کے رنگ پھوٹے اور اس کے چہرے پر سج گئے۔یاقوت کے حسین تراشے ہونٹوں کی شکل میں نمایاں ہوئے غزالوں

کی معصوم آنکھوں کو شوخی کا ہلکا سا رنگ دے کر کشادہ پیشانی کے نیچے روشن کر دیا گیا اور دیویوں کی
تخلیق ہوگئی اور یہی صحیح معنوں میں زوربانہ کی ناک تھی اور اس کے باپ کا نام شیگان تھا۔ شیگان
زوربانہ کا سردار تھا اور یہ سرداری اسے ورثے میں نہیں ملی تھی اور نہ ہی اس کا تعلق زوربانہ سے تھا
بلکہ وہ اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے ایک دن زوربانہ میں داخل ہوا تھا اور
شام تک زوربانہ خون میں نہا گیا تھا۔ چاند چمکا تو شیگان نے اپنی سرداری کا اعلان کر دیا اور اب
بھلا کون ایسا باقی تھا جو اسے للکارتا کیونکہ للکارنے والوں کی لاشیں تو زوربانہ کے سرحدی برگد کے
نیچے پڑی ہوئی تھیں۔ ہاں زوربانہ کے وہ گنہگار لوگ اپنے گناہوں کو یاد کرنے لگے تھے۔ جن کی
پاداش کے نتیجے میں آسمانوں سے یہ عذاب نازل ہوا تھا اور اب ان پر سردار کی حیثیت سے مسلط
ہوگیا تھا۔ شیگان کسی پہاڑی ریچھ کی اولاد تھا۔ اس کے بدن پر ایسے ہی لمبے لمبے بال اگے ہوئے
تھے۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی تھیں۔ بہت ہی عجیب فطرت کا مالک تھا۔
سرداری کے لئے اس نے جس انداز میں خونریزی کی تھی وہ خون بہانے والوں کی تاریخ میں ایک
باب بن گئی تھی اور اس کے بعد زوربانہ کے لوگ ہر لمحے اس کا انتظار کرتے رہے تھے کہ کب وہ
دوبارہ خونریزی کے موڈ میں آتا ہے اور قتل عام شروع کر دیتا ہے لیکن اس نے کسی کو کوئی نقصان
نہیں پہنچایا۔ اپنی سربراہی کے بعد اس نے ایک عجیب و غریب کیفیت کا مظاہرہ کیا جو سرکش تھے
ان کی گردنیں اس کے دروازے پر پڑی نظر آتی تھیں اور جو اچھے انسانوں کی مانند زندگی گزارتے
انہیں اس کے ہاتھوں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ یوں رفتہ رفتہ اس نے اپنی اس عجیب فطرت سے
زوربانہ کے باشندوں کو اپنے آپ سے مانوس کر لیا لیکن صرف وہ جن سے اس کی دشمنی نہیں
تھی۔ اپنے دشمنوں کے لئے تو وہ واقعی دیوتاؤں کا قہر تھا اور اس کے عذاب کی داستانیں بڑی لرزا
خیز تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے زوربانہ کی سب سے حسین لڑکی سے شادی کر لی اور کئی بچوں کا
باپ بن گیا۔ مونتاشیہ اس کی سب سے بڑی بیٹی تھی اور اس کے بعد کوئی اس جیسا نہ ہوا۔ مونتاشیہ
بلند و بالا قد کی مالک تھی۔ مزاج میں باپ جیسی سختی تو نہیں تھی لیکن غرور حسن بے پناہ تھا اور وہ اپنے
باپ کی طرح اپنے سامنے ہر سر کو جھکے دیکھنا چاہتی تھی۔ ویسے تو اس کے حسن جہاں سوز کے سامنے
سر اور آنکھیں جھکی جایا کرتی تھیں۔ کوئی ایسی آنکھ نہ تخلیق ہوئی تھی جو اسے ایک بار دیکھنے کے بعد
دوبارہ دیکھنے کی آرزومند نہ رہی ہو۔ لیکن ایک دن سیاہ گھوڑے کی سرکش پشت پر سوار مونتاشیہ

اپنے باپ کے علاقے کی سیر کر رہی تھی اور اس کے غلام دست بستہ اس کے پیچھے گھوڑوں پر سوار
تھے۔ انہیں میں مونتاشیہ کا خاص غلام جو اسے بہت پسندیدہ تھا اور جو اس کے سب سے زیادہ
قریب ہوتا تھا' اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ گھوڑے کی رفتار بہت سست تھی اور وہ بڑے آرام
سے چل رہا تھا۔ دفعتاً ہی مونتاشیہ کی حسین آواز ابھری۔

''غلام ساگا!''

''آقازادی۔'' ساگا نے اپنا گھوڑا اس کے نزدیک کر لیا۔

''ساگا! ہم نے آنکھیں کھول کر جو شے سب سے پہلے دیکھی یا محسوس کی وہ اس
علاقے کی پتھریلی زمین تھی جس کا رنگ کالا ہے۔ یہاں کے لوگوں کے رنگ بھی کالے ہیں۔ اس
زمین پر ابھری ہوئی چٹانوں کے رنگ بھی کالے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا تو ہمیں اس کی وجہ بتا
سکتا ہے۔ کیونکہ تیرا تجربہ بے مثال ہے۔''

''آقازادی! زمانہ قدیم میں یہ زمین بھی خوبصورت تھی لیکن پہاڑوں سے دور سمندر
میں آگ اگلنے والے پہاڑ چھپے ہوئے ہیں۔ قبیلے کے قدیم لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک رات ان
پہاڑوں کو ان کے گناہوں کی سزا ملی۔ ان پہاڑوں کے سینے کھل گئے اور ان سے آگ ابل پڑی
اور یہ بہتی ہوئی آگ پہاڑوں میں پھیل گئی۔ بستیاں تباہ ہوگئیں اور نجانے کتنے افراد لقمۂ اجل بن
گئے۔ چٹانیں دھواں اگلنے لگیں اور ان کے رنگ ہمیشہ کے لئے کالے پڑ گئے۔ کھیت جل کر خاکستر
ہوگئے اور زمین نے اناج اگلنا بلند کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ پہاڑوں کی آگ سرد ہوئی اور یہ زمین
اپنا رنگ بدلنے لگی لیکن جلی ہوئی چٹانوں نے اپنی شکلیں تبدیل نہیں کیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ
صدیاں گزارنے کے بعد ہوائیں اُن چٹانوں کے رنگ تبدیل کر دیں اور دیوتا ان کے گناہ معاف
کر دیں جن کی وجہ سے اس زمین پر گناہ نازل ہوئے تھے۔''

''غلام ساگا! ان چٹانوں کے نیچے زمین پر آگ اگلنے لگی ہے۔ درختوں کے جنگل بھی
ہیں۔ عذاب کیا انہیں چٹانوں پر آیا تھا۔ زمین تو اپنی شکل تبدیل کر رہی ہے۔''

''ہاں عظیمہ! جس کا جتنا قصور ہوتا ہے وہ اتنی ہی سزا پاتا ہے۔ ممکن ہے ان چٹانوں کا
ظلم آسمان کی بلندیوں تک پہنچ گیا ہو اور زمین کی فریاد نے یہ قہر نازل کیا ہو۔'' ساگا کے لہجے میں
ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ شیگان بے شک زوربانہ والوں کے لئے کوئی نقصان دہ چیز نہیں

تھا لیکن بے شمار دل ایسے تھے جن میں اس کے خلاف نفرت اور بغض بھرا ہوا تھا۔ اپنے دشمنوں کے لئے وہ نئے نئے عذاب تلاش کرتا تھا اور انہیں ہر طرح کی اذیت سے دوچار کر دیتا تھا۔ جاننے والے یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ شیگان کے چنگل سے نکلنا کتنا مشکل کام ہے۔ وہ کسی رعایت کے بغیر ہر اس شخص کو بدترین سزاؤں سے دوچار کر دیتا تا جس سے اسے تھوڑا سا بھی اختلاف ہو جاتا۔ مونتاشیہ نے غلام ساگا کی باتوں پر غور کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اس کی پرشوق نگاہیں چٹانوں کی بلندیوں سے گرتی ہوئی سفید پانی کی دھار پر جمی ہوئی تھی جو بے حد دلکش لگ رہی تھی اور اس سے ذرا پرے سربلند اور سرکش پہاڑوں کے درمیان' اونچے اور پتھریلے سیاہ پہاڑی سلسلے کی بلندی پر ایک عمارت نظر آ رہی تھی جسے مونتاشیہ نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا اور وہ بھی اس لئے کہ اس بار وہ زوربانہ کے ایک ایسے علاقے میں نکل آئی تھی جہاں پہلے اس کی آمد کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس عمارت کو دیکھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں اور ساگا پھر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس نے ادب سے سر خم کر کے کہا۔

''عظیمہ! غلام کے لئے کوئی حکم ہے؟'' مونتاشیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تعجب سے اس عمارت کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنی حسین انگلی عمارت کی جانب اٹھاتے ہوئے کہا۔

''یہاں کون رہتا ہے؟'' ساگا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آہستہ سے بولا۔

''وہی جوان چٹانوں کی مانند گنہگار ہوتے ہیں' جن پر آسمان سے آگ برسی تھی لیکن یہاں کے رہنے والے زمین کی آگ کے شکار ہیں۔ بس رب کائنات کا یہی حکم ہے۔''

''کیا تو صاف صاف اور سیدھی سیدھی باتیں نہیں کر سکتا۔ غلام ساگا! میں جب بھی تجھ سے کچھ پوچھوں۔ تو تیرا جواب اس انداز کا ہونا چاہئے کہ بات میری سمجھ میں آ جائے۔ الجھی ہوئی باتوں پر مجھے غصہ آتا ہے' سمجھے۔'' غلام ساگا کے پورے بدن میں ایک جھرجھری سی آ گئی۔ دل کی گہرائیوں سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ اپنا مفہوم تو رکھتے تھے لیکن کبھی کبھی وہ زندگی چھیننے کا سبب بھی بن جاتے تھے اور یہ الفاظ اس کے دل کی گہرائیوں سے ہی نکلے تھے۔ چونکہ اس کی زندگی میں اس کا ایک سب سے حسین چراغ گل ہو چکا تھا۔ اس کا بھائی اور وہ بھی چھوٹا جوز وربانہ کے سردار شیگان کی وحشت کا شکار ہوا تھا اور اس نے اسی قید خانے میں دم توڑا تھا لیکن غلام ساگا اپنے بھائی کی طرح بے بسی کی موت نہیں مرنا چاہتا تھا۔ اس نے گردن خم کر کے کہا۔

''میں اس ہدایت کو ہمیشہ ذہن میں رکھوں گا عظیمہ! یہ زوربانہ کا قید خانہ ہے اور اس قید خانے کی کہانیاں دلوں کو دہلانے کے لئے سنائی جاتی ہیں۔ اس کا نام سن کر بڑے بڑے سرکشوں کے سر جھک جاتے ہیں۔ ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لوگ دعائیں کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کی روح ادھر سے نہ گزرے۔''

''آہ...... یہ تو عجیب بات ہے۔ بہت ہی عجیب لیکن دلکش' بہت ہی دلکش۔'' مونتاشیہ نے پرمسرت لہجے میں کہا۔ پھر بولی۔

''لیکن کیا یہ قید خانہ ہمارے باپ کی ملکیت ہے؟''

''ہاں! عظیم شیگان نے اپنے سرکش دشمنوں کے لئے ایسی عبرت کا سامان مہیا کر دیا ہے کہ اگر وہ ایک بار یہاں سے گزر جائیں تو اس کے بعد سرکشی کا تصور بھی اپنے ذہن میں نہ لائیں بلکہ اپنی آنے والی پشتوں کو نصیحت کر جائیں کہ شیگان کے خلاف بھی کوئی بات تنہائی میں بھی نہ سوچیں۔''

''بڑی دلچسپ باتیں بتائی ہیں تو نے غلام ساگا! میں اس قید خانے کو اندر سے دیکھنا چاہتی ہوں۔'' غلام ساگا ایک لمحے کے لئے لرز گیا۔ لیکن پھر اس نے کہا۔

''عظیمہ اگر چاہے تو بھی کس کی مجال ہے کہ آقازادی کو اس کی خواہش سے باز رکھے۔''

''تو پھر چل ادھر چل' یہ تو بڑا دلچسپ اور عجیب قید خانہ ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ ہمارے باپ نے اپنے دشمنوں کے لئے کیا کیا انتظامات کئے ہیں۔ گھوڑے بلندیوں کی جانب چل پڑے۔ وسیع و عریض قید خانے کی حالت انتہائی ہولناک تھی۔ قیدیوں کی رہائش کے لئے یہاں پکی مٹی کی کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ وسیع و عریض قید خانوں میں قیدی اپنے اپنے کاموں میں مصروف نظر آتے تھے۔ پتھر پہاڑ کے چاروں طرف گہرے اور ناقابل یقین ڈھلان تھے۔ نیچے جانے کا صرف ایک راستہ تھا اور یہ راستہ محافظوں سے ٹپا پڑا ہوا تھا۔ اس قید خانے کی تاریخ میں کبھی کسی قیدی نے قید خانے سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی اور اس کی وجہ یہی تھی کہ اس کے فرار کا انجام اسے معلوم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان بلندیوں سے نیچے پہنچنا ہی اول تو ناممکن ہے اور اگر کسی طرح انسان پہنچ بھی جائے تو پھر شیگان کے محافظ اسے زمین کی گہرائیوں میں بھی نہیں

چھوڑتے۔ آس پاس کا کوئی قبیلہ اس قابل نہیں ہے جو شیگان کے کسی قیدی کو پناہ دے سکے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بعد راتوں رات ان کے جھونپڑے سلگ اٹھیں گے اور ان کے سرگردہ سے محروم ہو جائیں گے۔'' شیگان اسی قسم کا انسان تھا۔ چنانچہ یہاں آ کر قید ہو جانے والے تصور کر لیتے تھے کہ اگر تقدیر کا کوئی ستارہ اپنا رخ بدل لے تو ممکن ہے شیگان کے دل میں ان کے لئے رحم کی گنجائش پیدا ہو جائے۔ ورنہ پھر موت تو ان کا مقدر رہی ہے۔ قید خانے کے بڑے محافظ نے دور ہی سے اس سواری کو دیکھ لیا اور اندازہ لگا لیا کہ اس طرح آنے والے معمولی لوگ نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اس نے فوراً ہی صف بندی کر کے شیگان کی بیٹی کا استقبال کیا اور مونا شیہ قید خانے میں داخل ہو گئی۔ اس کی دلچسپ نگاہیں اطراف میں پھیلے ہوئے مناظر دیکھ رہی تھیں اور اس نے اشارے سے غلام ساگا کو اپنے نزدیک بلایا اور کہا۔

''آہ...... ساگا! کیا زندگی اس طرح بھی قید ہو جاتی ہے؟''

''ہاں عظیمہ! بدکردار اپنے کیے کی سزا پاتے ہیں۔'' ساگا کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ الجھے ہوئے انداز میں گفتگو نہ کرے۔ چنانچہ اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

''تو ایک بات بتا کیا یہاں صرف وہی لوگ آتے ہیں جو ہمارے باپ کے احکامات سے گردن پھیرتے ہیں۔''

''بعض اوقات ایسے لوگ بھی آ جاتے ہیں جو مجرم نہیں ہوتے۔'' ساگا کہے بغیر نہ رہ سکا لیکن مونا شیہ ان تمام باتوں سے بے نیاز کام کرنے والے قیدیوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے قید خانے کے محافظ سے کہا۔

''سنو...... میں اس قید خانے کی سیر کرنا چاہتی ہوں۔ یہاں رک کر ان قیدیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔'' قید خانے کے محافظ نے خوفزدہ نگاہوں سے مونا شیہ کے ساتھ آنے والوں کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

''آقا زادی کا حکم ٹالنے کی جرأت کس میں ہو سکتی ہے لیکن اس قید خانے میں ایسے سرکش قیدی بھی ہیں جو ہر لمحہ سرکشی کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے حکم ہو تو کچھ محافظوں کو آپ کے ساتھ کر دوں۔''

''نہیں۔ میں سرکشوں کو اپنے پیروں میں جھکانا جانتی ہوں۔'' مونا شیہ نے بڑ

لہجے میں کہا۔

''بے شک میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ عظیم شیگان کی بیٹی ایسی ہی قوتوں کی مالک ہے لیکن یہ ہمارے فرائض میں ہے کہ سرکش قیدیوں سے انہیں دور رکھیں جنہیں ان کے ذریعے نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

''میں تنہا ان قیدیوں کو دیکھوں گی۔'' مونا شیہ کا لہجہ خشک تھا اور پھر اس نے محافظ کی طرف رخ کر کے کہا۔

''تم مجھے اس قید خانے کے بارے میں بتاؤ تا کہ میں اس کا جائزہ لے سکوں۔'' محافظ نے غلام ساگا کو دیکھا پھر مجبور لہجے میں بولا۔

''عظیم شیگان نے اس قید خانے میں سرکشوں کے لئے بڑی بڑی دلچسپ چیزیں مہیا کر دی ہیں۔ آقا زادی اس سامنے والے دروازے سے اندر داخل ہوں گی تو آپ کو بے شمار انسانی ڈھانچے نظر آئیں گے۔ یہ سب موت کی سزا پانے والے قیدیوں کے ہیں۔ ان قیدیوں کی موت بہت ہی مخصوص انداز میں ہوئی ہے۔ مثلاً ان میں سے بہت سوں کو دھوپ میں سکھایا گیا ہے۔ کچھ کو گرم پانی میں بھگو کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسانی ہڈیاں کتنی گرمی برداشت کر سکتی ہیں۔ گوشت کا تو خیر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اسے تو ہڈیوں سے اتر جانا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس یہاں مختلف انسانی اعضاء مثلاً ناک، کان، ہاتھ، پاؤں سب چیزیں موجود ہیں۔ جنہیں قیدیوں کو دکھایا جاتا رہتا ہے تا کہ وہ اپنے بدن پر موجود اعضاء کی حفاظت کریں اور ایسی کوئی حرکت نہ کریں جس سے انہیں بھی ان چیزوں سے محروم ہونا پڑے۔

''ارے واہ...... کیا اچھے الفاظ میں تم نے اپنی وحشت کی نشاندہی کی ہے لیکن جو کچھ بھی ہے دلچسپ ہے۔'' مونا شیہ محافظ کے انداز بیاں پر ہنس پڑی۔

''اور میرے عظیم آقا نے یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں کیا ہے۔ یہاں لائے جانے والے قیدی معمولی لوگ نہیں ہوتے، اس قید خانے میں صرف ان لوگوں کو بھیجا جاتا ہے جس کے بارے میں یہ یقین ہوتا ہے کہ کوئی اور قید خانہ اتنا مضبوط نہیں ہے کہ ان جیسے سرکشوں کو روک سکے۔ چنانچہ یہاں آنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زندگی میں زبردست شہرت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ ان کے کارنامے بھی ایسے ہوتے ہیں کہ انسان سنتا رہے اور کانپتا رہے۔''

”آہ......تم تو میری دلچسپی کو حد سے زیادہ بڑھائے جا رہے ہو‘ میں ان سے ملاقا
کروں گی۔ دیکھوں گی کہ کیسے انسان ہیں وہ۔“ موناشیہ نے کہا۔ اسے اپنے حسن پر ناز تھا او
تھی کہ اسے دیکھنے والے اسے ایک نگاہ دیکھنے کے بعد اپنے حواس میں ہی نہیں رہتے۔ ان کی
شخصیت کیا ہوتی ہے وہ بھول جاتے ہیں۔ پھر جب غلام ساگا اس کے ساتھ آگے بڑھا تو مونا
نے اسے سخت نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تیرے کان بند ہیں یا جو کچھ میں نے کہا ہے تو سمجھ نہیں پایا۔ سنا نہیں تو نے کہ م
ہی ان سے ملنا چاہتی ہوں اور اس کے بعد سب کے حوصلے پست ہو گئے۔ اس کے بعد کس کی ہ
تھی کہ آگے بڑھے۔ موناشیہ آہستہ قدموں سے قید خانے کے سامنے کے حصے کی طرف
پڑی۔ اس کی چال میں بے حد خود اعتمادی تھی۔ جبکہ وہاں موجود لوگ خوفزدہ نگاہوں سے اسے
رہے تھے۔ ساگا موناشیہ کے گھوڑے کی لگامیں تھامے کھڑا تھا۔ اس نے بڑبڑانے والے ا
میں کہا۔

”رب کائنات ہم پر رحم کرے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہاں آنا ہماری زندگی کے آخ
لمحات کو قریب لانے کا باعث بنا ہے۔ رب کائنات! موناشیہ کی حفاظت بھی کرے کیونکہ اس
ہماری بھی زندگی ہے ورنہ ہم سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔“ محافظ نے ساگا
طرف دیکھا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

”تیری ماں تجھے روئے‘ تو نے مجھے بھی کس عذاب میں گرفتار کرنے کی کوشش کی
ہے۔ اس نوعمر لڑکی کو راستے ہی میں روک لینا چاہئے تھا تجھے‘ قید خانے ایسی جگہ نہیں ہوتے جنہ
تفریح گاہ سمجھا جائے۔“ ساگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قید خانے کے وسیع احاطے میں بہت
قیدی موجود تھے۔ یہ سارے کے سارے مختلف کاموں میں مصروف تھے‘ بہت سی گردنیں اٹھیں
انہوں نے موناشیہ کو دیکھا اور جب تک وہ سامنے رہی اسے دیکھتے رہے۔ قریب پہنچی تو رعب
سے نگاہیں جھک گئیں اور ہاتھوں میں لرزشیں پیدا ہو گئیں۔ موناشیہ ان کے درمیان سے آ
بڑھتی رہی۔ سخت چہرے والے یہ انسان بہر طور تھے تو انسان ہی لیکن ان سے جو کام لئے جا ر
تھے وہ غیر انسانی کام تھے۔ انسانوں کی قوت برداشت سے کہیں زیادہ مشکل۔ موناشیہ ا
بوڑھے اور تندرست و توانا قیدی کے سامنے جا کر رک گئی۔

”کیا کر رہے ہو تم؟“ اس نے قیدی کو مخاطب کیا اور بوڑھا قیدی چونک کر اس کی شکل
دیکھنے لگا۔ پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

”سانسیں گن رہا ہوں زندگی کی۔ انسان کسی بھی حالت میں زندگی سے پیار کرنا نہیں
چھوڑتا۔ تو جانتی ہے بیٹی! زندگی کیا چیز ہوتی ہے؟“

”نہیں۔“ موناشیہ نے مسکرا کر نفی میں گردن ہلائی۔

”یہ دیکھ میں تجھے دکھاتا ہوں۔“ بوڑھے نے اوپری لباس اوپر اٹھا دیا۔ اس کی پشت
کی کھال ادھڑ کر ادھر ادھر لٹکی ہوئی تھی اور اس کے بدن کے گوشت سے خون کی ننھی ننھی بوندیں
ٹپک رہی تھیں۔ بوڑھے کی آواز ابھری۔

”یہ سانسوں کا قرض ہے زندہ رہنے کے لئے یہ قرض اتارنا ضروری ہوتا ہے۔“

”آہ......مگر یہ تو زخم ہیں۔“ موناشیہ آہستہ سے بولی۔

”تو زندگی اور کیا ہے بیٹی! زندگی صرف ایک زخم ہے جو کبھی نہیں بھرتا‘ جاؤ ان زخموں کو
دیکھو تمہاری دنیا الگ ہے۔“ یہ کہہ کر بوڑھا اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ موناشیہ کچھ دیر وہاں
کھڑی رہی پھر وہاں سے آگے بڑھی۔ قیدیوں کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں لیکن موناشیہ کو اس کی
پرواہ نہیں تھی۔ وہ ان کے درمیان سے گزرتی رہی اور پھر وہ اس وقت قید خانے کے بغلی حصے سے
گزر رہی تھی کہ اس نے ایک قیدی کو دیکھا جو زمین کھود کر ایک کیاری بنا رہا تھا۔ لمبے قد اور توانا
بدن کا مالک جس کے نقوش غیر دلکش تھے اس کے باوجود بھی نجانے کیوں اس میں ایک کشش سی
تھی۔ اس کے سر کے بال بے حد خوبصورت تھے۔ موناشیہ اس کے نزدیک پہنچی لیکن وہ نگاہیں
اٹھائے بغیر اپنے کام میں مصروف رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بہرہ ہے اور موناشیہ کے قدموں کی
آواز نہیں سن سکا ہے۔ اس کی اس بے نیازی پر موناشیہ کے قدم رک گئے۔ اس نے دل میں سوچا
کہ کیا اسے میرے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے یہ بہرہ ہو۔ اب تک وہ جن قیدیوں کے
درمیان سے گزرتی رہی تھی ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کی توجہ موناشیہ کی جانب مبذول
نہ ہوئی ہو۔ بلند و بالا قد کے مالک اس شخص کو دیکھ کر موناشیہ کا دل چاہا کہ وہ بھی اسے دیکھے اور
دیکھے اور دیکھتا ہی رہ جائے۔ وہی کیفیت پیدا ہو جائے جو دوسرے قیدیوں کی آنکھوں میں پیدا ہو
جاتی ہے اور جسے موناشیہ مسلسل محسوس کرتی رہی تھی اور جسے وہ پسند بھی کرتی تھی۔ یہی اس کی طلب

تھی اور کس وقت سے پیدا ہوئی تھی یہ طلب اس کا مونتاشیہ کو کوئی احساس نہیں تھا۔ بس اس
جب اسے محسوس کیا تھا تب وہ اس سے واقف ہوگئی تھی اور اس کے بعد سے اس کے دل میں
خواہش پیدا ہوگئی تھی کہ آنکھیں اسے دیکھیں اور حسرتوں کا شکار بن جائیں۔ اس جذبے کی گہرائی
میں کیا تھا اس پر اس نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔ بس اس کی ذات کے لئے تو تسکین ہی تسکین تھی لیکن
جو اس کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی لیکن یہ احمق انسان تعجب ہے اس نے ابھی تک اسے محسوس نہیں
کیا۔ وہ جھلائے ہوئے انداز میں آگے بڑھی اور اس کے نزدیک پہنچ گئی۔

''اے!'' اس نے قیدی کو مخاطب کیا اور قیدی کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے گردن اٹھا
کر مونتاشیہ کو دیکھا۔ کچھ لمحے تک سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر کدال اٹھا کر اپنے کام
میں مصروف ہوگیا لیکن مونتاشیہ کو اس کی بے نیازی اپنی توہین محسوس ہوئی۔ اس کے ذہن میں
چنگاریاں بھر گئیں۔

''کیا تو سماعت سے محروم ہے؟'' وہ غرائی اور قیدی نے پھر اسے اسی انداز میں دیکھا۔

''سن سکتا ہوں۔'' اس کی گونج دار آواز ابھری۔

''کیا کہنا چاہتی ہو؟'' قیدی کی گہری سیاہ آنکھوں میں ایک عجیب سا ٹھہراؤ تھا۔ ایک
عجیب سی گہرائی تھی لیکن مونتاشیہ کو اس کا یہ انداز بہت ہی برا محسوس ہوا۔ اسے یوں لگا جیسے اس
حسن کی کشش ماند پڑ گئی ہو یا پھر قیدی کی بینائی متاثر ہو۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''بہت سرکش، بہت بدتمیز انسان ہے تو۔''

''اگر یہ تیرا اندازہ ہے میرے بارے میں تو شاید درست ہو۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''میں تیرے بدن سے کھال اتروا دوں گی۔'' مونتاشیہ نے بدستور غرائی ہوئی آواز
میں کہا اور قیدی نے کدال زمین پر ٹکا دی۔ اس پر ہاتھ رکھ کر سر سے پاؤں تک مونتاشیہ کو دیکھا اور
پھر آہستہ سے بولا۔

''شیگان کی بیٹی معلوم ہوتی ہے۔'' اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

''ہاں! میں شیگان کی بیٹی ہوں۔ ان علاقوں کے سب سے طاقتور سردار کی بیٹی! اور تم
جیسے سرکشوں کو ایک ہاتھ کی ایک جنبش سے ٹھیک کر دیتا ہے۔ شیلا اس میں اس جیسا اور کوئی نہیں
ہے۔'' مونتاشیہ نے غضب کے عالم میں کہا۔

''حسین لڑکی! یہ سب کچھ مجھ سے نہ کہہ، یہ دنیا میرے لئے ایک مذاق کی جگہ ہے۔ میں
نے اپنی ہر آرزو ایک قبر بنا دی ہے اور اب میں ان میں سے کسی قبر پر پھول چڑھانے نہیں جاتا۔
میرا زندگی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ زندگی کا جو مقصد میں نے منتخب کیا تھا میں اس کی تکمیل کر چکا
ہوں اور جب انسان اپنے مقصد کی تکمیل کر لیتا ہے تو پھر وہ اس زمین پر ایک بے مقصد بوجھ بن
جاتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ سانسوں کے یہ تار سانسوں کی یہ زنجیر کب درمیان سے ٹوٹ جائے
کیونکہ جس شے کو لوگ زندگی کہتے ہیں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے اپنا مقصد پالیا
ہے۔ میں نے رب کائنات سے کچھ دعائیں مانگی تھیں، میں نے آسمان والے سے کہا تھا کہ وہ
میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری کرنے میں میری مدد کرے۔ اس کے بعد میرے وجود
میں کوئی آرزو نہیں ہوگی۔ میرا اس سے یہ وعدہ ہے۔ اس کے بعد میں زندگی سے ہر رشتہ توڑ لوں
گا۔ چنانچہ لڑکی! آسمان والوں نے میری مدد کی اور میں نے اپنے دشمن خاندان کے آخری فرد کو بھی
موت سے ہم آغوش کر دیا اور جب میں نے اپنا فرض پورا کر لیا تو خود میں نے خود کو آسمان والے
کے سپرد کر کے اس سے کہا کہ میں اپنے وعدے پر کاربند ہوں۔ اب میں اس سے کچھ نہیں مانگوں گا
زندگی بھی نہیں۔ پاگل لڑکی! تو کیا جانے کہ اگر میں چاہوں تو کچھ اور لوگ بھی خون میں نہا جائیں۔
میں اگر چاہوں تو اس قید خانے کے بے شمار محافظ اپنی گردنوں سے محروم ہو جائیں۔ لیکن وہ آخری
آرزو تھی خون بہانے کی جو میں نے پوری کی اور اس کے بعد میں نے کوئی خواہش نہیں کی۔ میں
اپنے رب عظیم سے بدعہدی نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے تیرا حسن میرے دل میں کوئی چراغ روشن کر دیتا
لیکن میں ان ویرانوں کو منور نہیں کر سکتا مجھے معاف کر دے۔'' اس نے کدال اٹھائی اور دوبارہ
زمین کھودنے لگا لیکن مونتاشیہ کے کانوں میں اس کے الفاظ نہیں گونجے تھے۔ اس کے دل میں تو
غصے کی آگ سلگ اٹھی تھی۔ وہ نچلا ہونٹ غصے سے چبائے جا رہی تھی۔ اس ذلیل قیدی کی یہ مجال
کہ...... کہ لیکن اس کے بعد اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ وہ اس قیدی کو زمین میں مسل دینا چاہتی
تھی۔ وہ اسے روتے گڑگڑاتے دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کے دل میں نفرت کا لاوا کھول رہا تھا۔ شدید
نفرت کا۔ وہ تھوڑی دیر وہاں کھڑی رہی پھر تیز تیز قدموں سے واپس پلٹ گئی اور تھوڑی دیر کے
بعد اس جگہ پہنچ گئی جہاں قید خانے کا محافظ اور غلام ساگا زرد چہرہ لئے اس کی واپسی کا انتظار کر رہے
تھے۔ اسے خیر و عافیت سے واپس آتا دیکھ کر ان کی آنکھوں میں سکون کی پرچھائیاں اتر آئیں۔

غلام ساگا چند قدم آگے بڑھا اور گردن خم کر کے بولا۔

''عظیمہ! کیا قید خانے کی سیر سے طبیعت سیر ہو گئی؟'' مونتاشیہ کچھ لمحات تو کچھ نہ بول سکی۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''واپس چل۔'' قید خانے کے محافظ نے یہ الفاظ سن کر سکون کی گہری سانس لی تھی۔

کچھ لمحوں کے بعد مونتاشیہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس چل پڑی۔ ڈھلوان پر وہ اس قدر برق رفتاری سے گھوڑا دوڑا رہی تھی کہ ساگا کا گھوڑا اس کی برابری نہیں کر پا رہا تھا۔ لیکن مونتاشیہ کو تنہا چھوڑنا بھی ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اپنی پوری قوت سے اس کا ساتھ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ بلندیاں طے ہوئیں اور وہ لوگ میدانوں میں پہنچ گئے۔ میدان میں پہنچ کر گھوڑوں کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ غلام ساگا طویل عرصے سے مونتاشیہ کی غلامی کر رہا تھا اور اس کے مزاج کا شناسا ہو چکا تھا۔ اس نے چند ہی لمحوں میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ضرور کوئی ایسی بات ہوئی ہے جو اسے ناگوار گزری ہے۔ اس کا دل لرزنے لگا۔ وہ اس خوف کا شکار ہو گیا کہ کیا مونتاشیہ اس سے ناراض ہے۔ لیکن یہ سوال تو پوچھا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ گھوڑے دوڑتے رہے۔ مونتاشیہ نے اس سے آگے کی سیر کا پروگرام ملتوی کر دیا تھا۔ حالانکہ وہ گھر سے یہ کہہ کر نکلی تھی کہ اگر کوئی جگہ اسے پسند آ گئی تو ممکن ہے وہ وہاں ایک آدھ دن قیام کر ڈالے اور اس کے لئے بھی تمام انتظامات کر لئے گئے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی واپسی اس بات کی مظہر تھی کہ کوئی بات اس کے ذہن کو ناگوار گزری ہے۔ لیکن ساگا یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ یہ کون سی بات ہے۔ وہ لرزتا رہا اور مونتاشیہ اپنے خاص محل میں داخل ہو گئی۔ اس کی وقت سے پہلے واپسی کو سب نے تشویش کی نگاہ سے دیکھا تھا لیکن وہ کسی سے کچھ کہے بغیر اپنی آرام گاہ میں داخل ہو گئی۔ پھر اس نے ایک کنیز کو طلب کیا اور اس سے کہا۔

''عالیان سے کہو کہ مونتاشیہ ان کی خدمت میں باریابی چاہتی ہے۔'' پیاری بیٹی باپ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرے اور باپ اس خواہش کو قبول نہ کرے۔ چنانچہ کچھ لمحوں کے بعد مونتاشیہ کو اطلاع ملی کہ شیگان اس کا انتظار کر رہا ہے اور مونتاشیہ شعلہ جوالہ بنی اپنی آرام گاہ سے باہر نکل آئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی شیگان کے پاس پہنچی۔ جو اس کے خیر مقدم کے لئے تیار اس کے سامنے بہت سے پھل رکھے ہوئے تھے۔ مونتاشیہ سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکی اور سیدھی ہو گئی۔ تب شیگان کی گونجدار آواز ابھری۔

''شیلاس کے آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کی پرنور شعاعوں میں سرخی کی کچھ جھلکیاں پاتا ہوں میں یہ میری نگاہ کا قصور ہے یا سچائی ہے۔''

''یہ سرخی نہیں عالیان! بے بسی ہے اس بات کا اظہار ہے۔ اس بات کا احساس ہے کہ اب عالیان کے اہل خاندان کو وہ عزت اور وہ وقار حاصل نہیں ہے کیونکہ شیگان بوڑھا ہو چکا ہے۔'' مونتاشیہ نے غصے سے لرزتی آواز میں کہا اور شیگان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ پیار سے بولا۔

''بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو والدین خود بخود بوڑھے ہو جاتے ہیں لیکن ایسی کون سی بات محسوس کی تو نے مونتاشیہ! میرا خیال ہے، ہم اتنے بوڑھے تو نہیں ہوئے۔''

''میں نے سنا تھا کہ شیگان وہ ہے جس کا نام سن کر لوگ بیمار ہو جاتے ہیں لیکن مجھے لگتا ہے یہ ماضی کی بات ہے۔''

''ہم اب بھی تیری بات سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' شیگان کے چہرے پر ایک سختی رونما ہونے لگی۔

''شیگان کا نام حقارت سے لیا جاتا ہے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ شیگان کی بیٹی معلوم ہوتی ہے اور لہجے میں اس قدر حقارت ہوتی ہے کہ ناقابل برداشت ہو۔'' مونتاشیہ کے چہرے کی سرخی شیگان کی آنکھوں میں منتقل ہو گئی۔ وہ خاموشی سے مونتاشیہ کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

''کہاں گئی تھی تو؟''

''پہاڑوں کے درمیان ایک قید خانہ ہے۔ بلند و بالا آبشاروں کے پاس چٹانوں پر۔''

''اور یہ الفاظ تجھ سے کس نے کہے؟'' شیگان نے اس کی بات کاٹ دی۔

''قید خانے میں موجود ایک قیدی نے جو اپنے چوڑے چکلے سینے پر ناز کرتا ہے اور جس کی آنکھوں میں پہاڑوں جیسا غرور ہے۔''

''اور اس قیدی کا سر کہاں ہے؟'' شیگان نے ہتھیلی پر ہاتھ مار کر پوچھا۔

''وہی تو افسوس ہے کہ اس کا سر اس کے شانوں پر موجود ہے۔'' مونتاشیہ نے کہا۔

''ساگا کہاں تھا؟ قید خانے کا نگران کہاں مر گیا تھا اس وقت؟'' شیگان کی آواز میں بادلوں جیسی گڑگڑاہٹ تھی۔

"یہ دونوں...... یہ دونوں تو عالیان!" موناشیہ کے لہجے میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ آ گئی۔

"آسمان والے کی قسم! صرف اس قیدی کا تنہا سر ہمارے پاس نہیں آئے گا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ غلام ساگا اور قید خانے کے محافظوں کے سر بھی ہمارے سامنے پہنچیں گے جو اپنے منصب کے قابل نہیں ہیں اور جو نہیں جانتے کہ یہ الفاظ ادا کرنے والے زمین پر چند لمحے بھی سانس لینے کے قابل نہیں ہوتے اور جب وہ یہ نہیں جانتے تو انہیں ہمارے غلاموں میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" شیگان غیض وغضب کا شکار نظر آ رہا تھا۔ موناشیہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"نہیں عالیان! ان دونوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہیں تھا جب اس بدبخت قیدی نے یہ توہین آمیز رویہ مجھ سے اختیار کیا تھا۔ میں نے خود ان لوگوں کو خود سے دور رکھا تھا کیونکہ میں شیگان کے قیدیوں کو اپنے طور پر دیکھنا چاہتی تھی۔ نہ ہی غلام ساگا کو یہ بات معلوم ہے اور نہ ہی قید خانے کے محافظ کو" موناشیہ نے کہا اور شیگان نے گہری نگاہوں سے موناشیہ کو دیکھا اور پھر بولا۔

"کیا تو سچ کہتی ہے یا صرف ان کی زندگی بچانا چاہتی ہے۔"

"جسے شیگان اپنے عتاب کا شکار بنانا چاہے بھلا اس کی مدد کون کر سکتا ہے۔ خود موناشیہ بھی نہیں اور جو بے قصور ہیں ان کے بارے میں حقیقتیں بتانا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔"

"بلاشبہ اس وقت یہ دونوں میرے نزدیک موجود نہیں تھے تو پھر مجھے اس بدنصیب قیدی کا نام بتا۔ اس کے بارے میں تفصیل بتا موناشیہ! تاکہ میں اسے اس کے الفاظ کے شایان شان سزا دے سکوں۔ کون ہے وہ؟"

"اگر شیگان اپنی بیٹی کو باپ ہونے کی حیثیت سے کچھ حقوق دینا پسند کرے تو ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔"

"بول کیا کہنا ہے تجھے میں انتظار نہیں کر سکتا۔"

"اس بدنصیب قیدی کو موت کے گھاٹ نہیں اترنا چاہئے اس کے لئے تو کوئی ایسی سزا منتخب کی جائے کہ وہ جب تک زندہ رہے پشیمان رہے۔ اسے یاد آتا رہے کہ جوش جذبات میں اس نے موت کو کس قدر آسان سمجھا تھا اور شیگان کو کس قدر بے حقیقت اس کے نتائج کیا ہوتے تھے تلوار کے ایک وار سے یا بندوق کی ایک گولی سے اگر اسے نجات مل گئی تو پھر تو کچھ نہیں ہوا۔ خاموشی سے زمین کی گہرائیوں میں چلا جائے گا اور کہانی ختم ہو جائے گی۔ یہ کہانی تو ایک بار

ہونی چاہئے۔ اس کے لئے باقی جو عالیان کا فیصلہ ہوگا مجھے وہ منظور ہے۔ میں اس قیدی کا نام نہیں جانتی لیکن اس کے بارے میں معلوم کر کے بتا سکتی ہوں۔" شیگان سوچ میں ڈوب گیا اور پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے تیری تجویز منظور ہے مجھے بتا وہ کون ہے؟"

"میں نے کہا ناں میں اس کا نام نہیں جانتی۔ وہ ایک طویل القامت اور بھدے نقوش والا مضبوط جسم کا مالک ہے۔ نوجوان ہے کسرتی جسم کے ساتھ خاموش فطرت کا مالک ہے۔ میرا خیال ہے قید خانے کے محافظوں سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہے۔"

"نہیں جس شخص کی تو بات کر رہی ہے میں اس سے واقف ہوں۔ لیکن وہ......"

"کیا مطلب؟" موناشیہ نے چونک کر اپنے باپ کو دیکھا۔

"قید خانے میں وہ سب سے شریف اور سب سے نفیس انسان کہا جاتا ہے۔ قید خانے کے محافظ اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ اس نے انہیں کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ سن...... کیا اس کے بال گھنگھریالے اور آنکھیں خوبصورت ہیں۔"

"بے حد۔" موناشیہ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا لیکن پھر چونک کر بولی۔

"تعجب کی بات ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے عظیم شیگان ایک قیدی کی تعریف کر رہا ہے۔"

"نہیں میں تعریف نہیں کر رہا یہ کہانیاں مجھے اس کے بارے میں سنائی گئی ہیں۔"

"تو پھر کہانیاں سنانے والے شیگان کے وفادار نہ ہوں گے ان سب کو سزا دی جائے اور ان سے جواب طلبی کی جائے کہ وہ اس کی تعریف وتوصیف کے لئے اس سے کیا پاتے ہیں۔" موناشیہ نے تلخ لہجے میں کہا۔ شیگان کے چہرے کا غصہ آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا تھا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"لیکن یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے موناشیہ! کہ زبک ایک نیک نفس نوجوان قرار دیا گیا ہے اور میں نے بھی یہ محسوس کیا ہے کہ جذبات کی شدت نے اسے جرم کے راستوں کی طرف دھکا ضرور دیا تھا لیکن اپنی فطرت سے وہ مجرم نہیں تھا لیکن جو سرکش ہوتے ہیں اور جو قبیلوں کے قانون کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس قانون کو اپنی ملکیت سمجھ لیتے ہیں سزا کے مستحق تو ہوتے ہی ہیں

اور شاید تو اس بات پر یقین نہ کرے کہ میرا ایک ایسا دوست' ایک ایسا ساتھی جس نے شیلاس میں میری حکومت قائم کرنے میں میری مدد کی تھی' اسی شخص کے ہاتھوں قتل ہوا لیکن اس کے باوجود میں اسے سزائے موت نہیں دے سکا کیونکہ وہ اپنے طور پر حق بجانب تھا۔ مجھے اپنے اس دوست سے زیادہ محبت تھی اس لئے میں نے زبک کو معاف نہیں کیا لیکن تو کہتی ہے۔ مجھے تعجب ہے ضرور کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس نے ابھی ......'' شیگان اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ مونتاشیہ غصیلے انداز میں اسے دیکھتی ہوئی کھڑی ہوئی۔

'' میں نے غلط تو نہیں کہا تھا عالیان! کہ عالیان کا خاندان اب بے حقیقت ہو گیا ہے اور کوئی بھی شخص زبان کھول کر اسے کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ میں صرف یہی بتانے آئی تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا مجھے۔'' وہ واپسی کے لئے مڑی تو شیگان کی گرجدار آواز ابھری۔

'' تو میرا قانون توڑ رہی ہے اس طرح جانے والے پھر کبھی میرے پاس واپس نہیں آتے۔ کیا یہ شیگان کی توہین نہیں ہے۔''

'' ہاں عالیان! شیگان صرف اپنی بیٹی کے انداز کو اپنی توہین محسوس کرتا ہے۔ اس بیٹی کے انداز کو جو اس کی اپنی ہے اور وہ دوسروں کی تعریفیں کرتا ہے وہ ٹھیک ہے۔ مجھے موت کی سزا دی جائے۔ بہتر یہی ہو گا میرے لئے۔'' مونتاشیہ نے کہا۔ بیٹی کے حسین دمکتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر شیگان کی آنکھوں میں پیار امڈ آیا۔ یہ تو شیلاس میں شیگان کی پہچان تھی۔ اس کا حوالہ دے کر تو لوگ یہ الفاظ کہتے تھے کہ شیگان بلاشبہ اس سرداری کے قابل تھا کیونکہ اس کے ہاں آسمان کی دیوی اترنے والی تھی اور آسمانی پری کو ناراض کر کے شیگان کو خوشی نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر بیٹی کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھے اور بھاری لہجے میں بولا۔

'' شیگان کا خاندان اس وقت تک حقارت کا شکار نہیں ہو سکتا جب تک شیگان کی موت واقع نہ ہو جائے۔ تو نے یہ کیسے سوچ لیا کہ تیری بات ٹال دی جائے گی۔ زبک کے لئے سزا تجویز کی جاتی ہے اور اگر تو چاہے تو اس کی سزا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہے۔ تیرا یہ کہا بھی مان لیا گیا کہ یہ سزا اسے تاحیات ملتی رہے گی اس وقت تک ملتی رہے گی جب تک وہ مر نہ جائے۔ اب تو خوش ہے ہماری منظور نظر۔'' شیگان نے کہا اور مونتاشیہ کے چہرے کے نقوش تبدیل ہو گئے۔ اس کے ننھے ننھے حسین ہونٹ مسکرا دیئے تھے۔

دن کی روشنی شیطان کی کارکردگی کا مظہر ہوتی ہے اور جب رات کی تاریکیاں زمین پر آتی ہیں تو شاید شیطان بھی سو جاتا ہے اور اس وقت انسان کے اندر کا انسان جاگتا ہے اپنی خلوت میں مسہری پر دراز ہو کر مونتاشیہ کے تصور میں ایک بار پھر وہ قیدی ابھر آیا۔ پورا دن اس کی وجہ سے ذہنی انتشار کا شکار رہی تھی۔ اس لئے اس وقت بھی وہ اس کے ذہن سے دور نہیں تھا۔ اس نے اسے کیاریاں کھودتے ہوئے دیکھا تھا وہ اپنے کام میں مصروف تھا۔ دفعتاً ہی مونتاشیہ کے اندر ایک آواز گونجی۔

'' آخر اس کا قصور کیا تھا؟'' یہ آواز اس کے ذہن کے کسی خلیے سے ابھری تھی۔ دوسرے خلیے نے اسے جواب دیا۔

'' مونتاشیہ' شیلاس کی دیوی ہے اسے دیکھ کر ہر آنکھ میں پسندیدگی احترام یا حسرت ابھر آتی ہے لیکن ان سپاٹ آنکھوں میں اس کے لئے کوئی جذبہ نہیں ابھرا تھا۔ کیوں ...... کیا اس سے بڑا جرم کوئی اور ہو سکتا ہے۔ اس عظیم جرم کی سزا تو ملنی ہی چاہئے اسے۔ پھر کسی اور خلیے سے ایک سوال ابھرا۔

'' لیکن وہ کون ہے؟ کہ شیگان جیسا انسان اس کے نام سے متاثر ہوا تھا۔ کون ہے آخر وہ۔'' اور جب اس سوال کا جواب اسے اپنے اندر سے نہ ملا تو وہ بے چینی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر اس نے غلام ساگا کو بلانے کے لئے گجر بجایا تو غلام ساگا جو دن اور رات اس کے قریب ہوتا تھا' پُر ادب انداز میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے نگاہیں جھکا کر اس حسین شہزادی سے سوال کیا جو اپنے وجود کی لطافتوں سے بے نیاز ایک عجیب سے انداز میں اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

'' ساگا! یہ زبک کون ہے؟'' اس نے سوال کیا اور ساگا بری طرح چونک پڑا۔

'' زبک!'' اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ '' کیا مونتاشیہ نے اسے قید خانے میں دیکھا ہے؟''

'' سوال کے جواب میں جواب دیا جاتا ہے سوال نہیں کیا جاتا ساگا! میں تجھ سے زبک کے بارے میں معلوم کر رہی ہوں اور تو کہتا ہے کہ کیا میری ملاقات اس سے ہوئی ہے۔'' مونتاشیہ نے ترچھی نگاہوں سے ساگا کو دیکھ کر کہا اور ساگا نے کانپتے ہوئے گردن خم کر دی۔

''معافی چاہتا ہوں عظیمہ! یہ نام سن کر کچھ حیران ہو گیا تھا۔ زبک کی کہانی تو بہت ہی عجیب ہے۔ میرا مالک شیلاس کا سربراہ شیگان درحقیقت اس قبیلے کا باشندہ نہیں ہے جس میں وہ خود اس وقت حکمرانی کر رہا ہے۔ وہ تو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر رہتا تھا اور وہیں سے یہاں آیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اس قبیلے کی پستیوں کو بلندیوں میں تبدیل کر دیا اور یہاں کی سرداری سنبھال لی۔ اس وقت اس کے ساتھ صرف چار افراد تھے جو اس کے معاون تھے اور جنہوں نے اپنی دلیری اور جاں فروشی سے شیگان کو اس قبیلے کی سرداری دلوانے میں مدد کی۔ شیگان نے انہیں جاگیروں سے نوازا اور انہی میں ایک شخص جس کا نام جیگان تھا اور جو قبیلے کے نواحی علاقے میں اپنی جاگیر سنبھالے بیٹھا ہوا تھا قابل ذکر ہے اور یہ شخص جس کا نام زبک ہے' اسی کے علاقے کا باشندہ ہے۔ جیگان ایک رنگین مزاج آدمی تھا اور لوگوں کا کہنا ہے کہ اپنی جاگیر پر رہنے والے لوگوں کے لئے وہ آسمانی قہر تھا اس کی فطرت میں حسن پرستی بھی تھی اور زبک کی بہن اس کی نگاہ میں آ گئی اور یہ اس قبیلے کی بدنصیبی تھی کہ وہاں کے رہنے والے لوگوں کی کوئی حسین عورت' بیٹی' ماں یا بہن جیگان کی نگاہوں میں آ جائے اور اسے پسند ہو تو وہ اس کی ملکیت نہ بنے۔ چنانچہ زبک کی بہن کو بھی جیگان نے اپنی خلوت میں طلب کر لیا لیکن وہ زبک کی بہن تھی۔ زبک کے چوڑے سینے پر گویا کسی نے جلتی ہوئی سلاخ رکھ دی۔ وہ پاگل ہو گیا لیکن اس کے سمجھدار باپ نے اسے روکا اور کہا کہ جیگان سردار شیگان کا جگری دوست ہے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی مناسب نہیں ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ جیگان سے ملاقات کی جائے اور اس سے درخواست کی جائے کہ میری عزت محفوظ رہنے دے۔ اس کے لئے میں قبیلے کے ان بزرگوں کو بھی ساتھ لے جاؤں گا جو بہت دنوں سے یہ سوچ رہے ہیں کہ جیگان سے مل کر اس سے کہیں کہ وہ ان کے آقا کی حیثیت سے انہیں تحفظ دے اور ان کی عزت پر نگاہ نہ ڈالے چنانچہ اس کے باپ نے بڑی مشکل سے زبک کو روکا اور بستی کے آٹھ بزرگ جیگان کی خدمت میں پہنچے وہ اس سے بستی کی ماں بیٹیوں اور بہنوں کی عزت کا تحفظ مانگنا چاہتے تھے لیکن جب وہ واپس آئے تو ان کے بدن آٹھ گھوڑوں سے بندھے ہوئے تھے اور ان کی گردنیں ان کے شانوں پر نہیں تھیں۔ یہ لاشیں بستی کے بڑے چوک پر پہنچ گئیں اور انہیں دیکھ پوری بستی میں کہرام مچ گیا۔ یہ بستی کے معزز گھرانوں کے بزرگ تھے۔ جن کے ساتھ یہ سلوک گیا تھا اور بات یہیں تک محدود نہ رہی۔ زبک کے باپ نے چونکہ جیگان سے اپنی عزت کا تحفظ

مانگا تھا اس لئے جیگان نے اس گھرانے کو بڑے باعزت طریقے سے نذر آتش کر دیا۔ زبک اس وقت بستی میں موجود نہیں تھا۔ حالات کے پیش نگاہ اس کے چالاک باپ نے اسے کسی اور بستی کی طرف کوئی کام دے کر روانہ کر دیا تھا۔ پوری بستی خوف کا شکار تھی۔ قبیلے میں شیطان رقص کر رہا تھا۔ جیگان کے ہرکارے زبک کے گھر کو خاکستر کرنے میں مصروف تھے اور بستی کے دہشت زدہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبکے ہوئے زبک کے گھر والوں کی دلدوز چیخیں سن رہے تھے۔ جن کو زندہ جلایا جا رہا تھا انہوں نے اپنے کان بند کر لئے تھے۔ جیگان کے ہرکاروں نے منادی کرا دی تھی کہ باہر نکلنے والے ہر شخص کو زندہ جلا دیا جائے گا اور جب جیگان کے ہرکارے واپس چلے گئے تو سہمے ہوئے لوگ واپس چلے گئے۔ ان کے دل خوف سے لرز رہے تھے۔ جلے ہوئے مکانوں میں اب ہر چیز خاکستر ہو چکی تھی۔ زبک کے اہل خاندان کی خستہ حال لاشیں نکالی گئیں اور انہیں بستی کے ایک انتہائی گوشے میں اجتماعی طور پر دفن کر دیا گیا۔ اس گھرانے کا ایک ہی شخص زندہ بچ سکا تھا اور وہ تھا زبک۔ پھر زبک واپس آ گیا۔ بھرے پرے گھر کی جگہ جلے ہوئے کھنڈر کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔ اس نے بستی کے لوگوں سے اپنے تباہ شدہ گھر کی داستان پوچھی تو انہوں نے اسے اس جگہ پہنچا دیا جہاں مٹی کے نیچے اس کا گھرانہ دفن ہو گیا تھا۔ زبک اپنے بدلے ہوئے گھر کو دیکھتا رہا پھر اس نے لوگوں سے اس گھر کی داستان پوچھی۔ بہت سوں کی زبانیں نہ کھل سکیں لیکن چند ایسی بھی تھیں جن کے ذہنوں میں موت کا خوف نہیں تھا۔ انہوں نے زبک کو پوری کہانی سنا دی اور زبک نے یہ کہانی صبر و سکون سے سنی۔ ایک لفظ بھی منہ سے ادا نہ کیا اور ان قبروں کے نزدیک سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ بستی والے ایک ایک کر کے اپنے گھروں کو واپس آ گئے لیکن دیکھنے والوں نے رات کی تاریکی میں اور صبح کی روشنی میں یہی دیکھا کہ زبک ان قبروں کے نزدیک ایک ستون کی مانند کھڑا ہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے قبر کے قریب گوشت پوست کی ایک چٹان استعادہ ہے۔ جس میں کوئی جنبش نہیں تھی اور جب سورج سروں پر پہنچ گیا اور زبک نے اپنی جگہ سے کوئی جنبش نہیں کی تو بستی کا ایک بزرگ اس کے قریب پہنچا اور اس نے محبت بھرے انداز میں زبک کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔

''یہاں کب تک کھڑا رہے گا بدنصیب! چل واپس چل۔'' زبک نے اس کی جانب نگاہیں گھمائیں تو بوڑھے کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ یہ آنکھیں انسانی آنکھیں نہیں تھیں وہ قسم

کھا کا کر لوگوں کو بتا تا رہا کہ آنکھوں سے شعلے نکلنے کا محاورہ صرف محاورہ نہیں ہے۔ زبک کی آنکھوں میں جلتی ہوئی آگ کی آنچ اس نے اپنے چہرے پر محسوس کی تھی۔ بوڑھا چند قدم پیچھے ہٹ گیا تو زبک نے مسکرا کر پلکیں جھپکائیں اور آہستہ سے بولا۔

''تم سب سہمے ہوئے کیوں ہو؟''

''زبک اس بستی کی تقدیر میں اب یہی لکھ دیا گیا ہے۔ یہاں رہنے والوں کی سرداریاں چھن چکی ہیں۔ نئے آنے والے یہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جو اپنی بستیوں کا تحفظ نہیں کر پاتے وہ صرف محکومی کی زندگی گزارتے ہیں اور محکومی کی زندگی یہی ہوتی ہے جو ہم گزار رہے ہیں۔ ہم سب ایک ہی حشر کے منتظر ہیں۔ زبک! کاش ہماری بستی میں طاعون پھیل جائے اور سب ہلاک ہو جائیں۔ کاش! اس بستی کی لڑکیاں بھی ایسی وباء کا شکار ہو جائیں کہ ان کی زندگی ممکن نہ رہے۔ کاش! اس بستی کی عورتیں بیٹیاں پیدا کرنا بند کر دیں۔'' زبک نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

''نہیں بابا! بستی کی بیٹیاں زندہ رہیں گی۔ وہ نہیں رہیں گے جو ان کی آبرو کے دشمن ہیں۔ آنے والا وقت اس کہانی میں تبدیلی پیدا کر دے گا۔'' اور اس کے بعد زبک آہستہ آہستہ وہاں سے واپس مڑ گیا۔ بوڑھے بزرگ کی دوبارہ ہمت نہیں ہوئی تھی کہ اسے روکنے کی کوشش کرے۔ پھر زبک بستی سے غائب ہو گیا۔ دن اور رات گزرتے رہے۔ لوگ جب اس جلے ہوئے کھنڈر کے سامنے سے گزرتے تو انہیں زبک کی کہانی یاد آ جاتی لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا۔ جلے ہوئے کھنڈر کی سیاہی اپنی شکل نہیں کھو سکی تھی کہ ایک رات قبیلے میں کہرام مچ گیا اور اس کہرام کی کہانی یہ تھی کہ جیگان کے دو جوان بیٹے اور ایک جوان بیٹی چار گھوڑوں کی بگھی میں سوار ہو کر کرنے گئے تھے۔ کوچوان بھی ان کے ساتھ تھا لیکن کوچوان واپس آیا تو خون میں نہایا ہوا تھا اور گاڑی کے اندر جیگان کے بیٹے اور بیٹی کی سر کٹی لاشیں موجود تھیں۔ کوچوان ہوش میں آیا تو اس نے بتایا کہ اسے زبک نے قتل کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اسے اس لئے زندہ رہنے دیا گیا ہے کہ جیگان کو حقیقت کا پتہ چل جائے۔ قیامت آ گئی تھی۔ آقا زادی! قیامت آ گئی تھی۔ پورے قبیلے میں بستی کے ہر شخص بوڑھے، جوان، مرد، عورت، بچے کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ زبک کو تلاش کرے۔ جیگان کے پاس جتنے افراد موجود تھے ان سے یہی کہا گیا تھا کہ زبک کی تلاش ان کی زندگی ہے۔

لیکن موت دونوں جانب سے ان کا تعاقب کر رہی تھی۔ بستی کے ہر انسان پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے جو کسی بھی طرح زبک سے متعلق پایا گیا لیکن وہ جو زبک کو تلاش کرنے گئے تھے اور جن کا تعلق جیگان کے آدمیوں سے تھا، لاشوں کے انبار کی شکل میں واپس آ جایا کرتے تھے۔ یہ لاشیں قبیلے کی سرحد پر سجا دی جاتی تھیں اور یہ کام زبک ہی کر رہا تھا۔ جیگان پاگل ہو گیا اور اس کے بعد اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ شیگان کے پاس پہنچے۔ اس نے شیگان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غم انگیز داستان سنائی اور عظیم شیگان نے حکم دیا کہ زبک کو تلاش کر کے گرفتار کیا جائے۔ زبک کی طرف سے بھی شیگان کو پوری کہانی سنائی گئی تھی اور زبک نے معذرت کرتے ہوئے یہ داستان شیگان تک پہنچائی کہ وہ شیگان کے آدمیوں کے ہاتھوں ابھی گرفتار نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے دل کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی ہے۔ اس نے شیگان کے ساتھیوں کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ انہیں بے بس اور لاچار کر کے اپنی یہ داستان اپنا یہ پیغام شیگان تک پہنچایا تھا ''ابھی۔'' اس نے کہا۔

''ابھی جیگان کے خاندان کے کچھ افراد باقی ہیں جنہیں ختم کرنے کے بعد میں خود اپنے آپ کو شیگان کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ اس نے کہا تھا اور یہی ہوا۔ ہر ممکن کوشش ناکام ہو گئی اور وہ لوگ زبک کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ وہ جیگان کے اہل خاندان کو تلاش کر کے ہلاک کر رہا تھا اور جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح جیگان سے نکل آتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس تعلق کو ظاہر کرنے سے باز رکھتے تھے اور خوفزدہ تھے لیکن زبک کی معلومات بہت زبردست تھیں۔ پھر ایک رات لوگوں نے جیگان کی رہائش گاہ سے شعلے بلند ہوتے ہوئے دیکھے۔ یہ شعلے اس قدر بلند تھے کہ آگ بجھانے والوں کو ان پر قابو پانے میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ جیگان کا زندہ جسم شعلوں کی بلندی پر ایک درخت کی شاخ میں تڑپ رہا ہے اور اس کے جلتے ہوئے بدن میں سے خون کے قطرے چھن چھناتے ہوئے زمین پر ٹپک رہے ہیں۔ بہر حال زبک نے قبیلے کی اس کہانی میں تبدیلی پیدا کر دی تھی اور قبیلے سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ بہت جلد وہ اس قبیلے کی تقدیر بدل دے گا۔ جیگان شیگان کا دوست تھا لیکن آقا وہ سب نہیں چاہتے تھے جو جیگان نے اس قبیلے میں کیا تھا۔ انہیں یہ بھی پسند نہیں تھا کہ ان کے دوست کا قاتل آزاد رہے لیکن ان کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ پھر ایک چمکدار دن جب

میرے آقا کے ہاں جشن منایا جا رہا تھا آپ کے بھائی کی پیدائش کا تو زبک ان کی خدمت میں
پہنچا اور اس نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتے ہوئے کہا۔

''معزز شیگان! میں تیری بستی کا رہنے والا معزز شخص ہوں اور ان لوگوں میں سے
ہوں جنہوں نے تیری سرداری قبول کی اور تیری غلامی اختیار کی لیکن جیگان نے میرے خاندان کو
زندہ جلا دیا تھا اور میں نے آسمان والے سے اس وقت تک کی زندگی مانگی جب تک کہ میں جیگان
کے خاندان کے آخری فرد کو بھی قتل نہ کر دوں۔ پہاڑوں کے حکمراں! میں آسمان والے سے
بدعہدی نہیں کر سکتا اس نے میری مراد پوری کر دی ہے اور اب میری زندگی ختم ہو جانی چاہئے
اس کے لئے میں تیری خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ بدعہد نہیں ہوں۔ میں اگر زندہ رہنا چاہتا
کہیں روپوش ہو جاتا اور زندہ رہتا تو شاید میرے دل میں بھی کوئی آرزو ابھرتی۔ میں مرنے کے
لئے تیری خدمت میں پہنچا ہوں۔ شیگان! اور چاہتا ہوں کہ تو جلد از جلد میری زندگی کا خاتمہ کر
دے۔'' اور آقازادی شیگان یہ سن کر حیران رہ گیا کہ یہی شخص زبک ہے وہ جیگان کی موت کو نہیں
بھولا تھا لیکن وہ دن قبیلے کے سردار کی سالگرہ کا دن تھا اور اس دن کسی کے خون کا پروانہ جاری کرنا
آقا شیگان! بدشگونی تصور کرتے تھے یا شاید یہ ان کی خاندانی روایت تھی چنانچہ انہوں نے زبک کو
تا زندگی قید کا حکم سنا دیا اور لوگوں سے کہا کہ اسے قید خانے میں بھیج دیا جائے اور یہ وہی شخص ہے
یہ ہے اس کی کہانی۔ غلام ساگا نے نگاہیں اٹھا کر مونتاشیہ کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن مونتاشیہ
کے چہرے پر کچھ اور ہی تحریریں نظر آئیں اور خوف' دہشت' پشیمانی اور نجانے کیسے کیسے احساسات
کا شکار تھی۔ اس نے ساگا سے پھر کوئی بات نہیں کی۔ اس کی گردن خاموشی سے جھک گئی تھی۔ ساگا
نے اس سے واپسی کی اجازت مانگی تب بھی وہ کچھ نہ بولی اور جب ساگا کو بہت دیر گزر گئی تو وہ خود
ہی واپسی کے لئے مڑ گیا۔ مونتاشیہ کی اس کیفیت کا اسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ نجانے اس کے دل
میں اس وقت کیا کیا خیالات جنم لے رہے تھے۔ بہرحال وہ وہاں سے واپس چلا گیا تھا۔

O

کسی بڑی مچھلی نے لانچ پر ٹکر ماری اور لانچ گھوم سی گئی۔ ہم دونوں آسمان سے زمین پر
آرہے۔ لانچ چکر کھا گئی تھی۔ چیزیں گرنے کی آوازیں بھی بلند ہوئی تھیں۔ پروفیسر ڈریڈ نے
گردن اٹھا کر سمندر کی جانب دیکھا اور پھر تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''آہ...... تھوڑا سا راستہ غلط ہو گیا ہے۔ میں تو اس وقت وادئ شیلاس کے اس ماحول
میں کھویا ہوا تھا۔ ہم شارک قبیلے کی زد میں آ گئے۔ یہ سمندر کا وہ علاقہ ہے جہاں شارک مچھلیاں
رہتی ہیں۔ ٹھہرو...... مجھے رخ تبدیل کرنا ہے ورنہ اس وقت ہم ساری کہانیوں سے نجات حاصل کر
لیں گے۔'' میں نے بھی شارک مچھلیوں کے وہ غول دیکھے جو ادھر سے ادھر قلیلیں کرتے پھر رہے
تھے اور ان میں اتنی بڑی مچھلیاں تھیں کہ دیکھ کر وحشت ہوتی تھی۔ کراچی کے ساحل پر کبھی کبھی مردہ
مچھلیوں کے ڈھانچے آ لگتے ہیں اور اخبارات ان کے بارے میں بڑی بڑی کہانیاں سنایا کرتے
ہیں۔ اس کے علاوہ کتنی ہی بار ایسے چینلز پر ایسی فلمیں دیکھی تھیں جو سمندری جانوروں کی کہانیاں
سناتے ہیں۔ ان میں نیشنل جغرافک بھی ایک چینل ہے۔ اس پر میں نے کچھ ایسے ہولناک مناظر
دیکھے تھے جنہیں دیکھ کر ہی دل پر ایک لرزہ طاری ہو جائے لیکن کبھی میرا واسطہ خود ان واقعات سے
پڑے گا اور میں یہ سب کچھ دیکھوں گا' یہ میں نے خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا لیکن آج وہ میری
نگاہوں کے سامنے تھا۔ میں دہشت بھری نگاہوں سے ان مچھلیوں کو دیکھتا رہا۔ پروفیسر لانچ کو
پوری طرح سنبھالے ہوئے تھا۔ بار بار جھٹکے لگ رہے تھے۔ مچھلیاں غالباً ٹکریں مار مار کر لانچ کو
الٹ دینا چاہتی تھیں۔ پروفیسر نے چیخ کر مجھ سے کہا۔

''کامران! کوئی مضبوط چیز پکڑ لو۔ ہم بڑے خوفناک ماحول میں آ پھنسے یں۔ مچھلی کی
ٹکر سے لانچ الٹ بھی سکتی ہے۔ سنبھالو اپنے آپ کو۔''

''پروفیسر! ان سے مقابلہ کرنے کی کوئی ترکیب نہیں ہے۔''

''نہیں۔ اگر اکا دکا مچھلی ہوتی تو مقابلہ کیا جا سکتا تھا لیکن اس وقت ان حالات میں بلکہ
ٹھہر ذرا ایک کام کرتے ہیں۔ شارک مچھلیاں خون کی بو پر دیوانی ہو جاتی ہیں۔ کیا تم رائفل سے ان

مچھلیوں پر نشانہ لگا سکتے ہو لیکن اتنے فاصلے پر کہ باقی مچھلیاں اس طرف متوجہ ہو جائیں۔ میں نے اس بات کی ذمہ داری قبول کی اور رائفل سنبھال لی۔ یہ کچھ چیزیں ہمیں جہاز کے کپتان نے فراہم کر دی تھیں اور وہ بھی ہمارے اپنے تحفظ کے خیال سے چنانچہ پروفیسر ڈرید کی بات کا مقصد سمجھ کر میں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو لانچ پر مضبوط کیا اور ایسی جگہ سنبھال کر بیٹھ گیا جہاں میرا پاؤں ایک موٹی سلاخ میں پھنس گیا تھا اور اس کے بعد میں نے شارک کا نشانہ لیا حالانکہ اس قسم کی ہنگامہ آرائیوں سے زندگی میں کبھی کوئی واسطہ نہیں پڑا تھا لیکن جب انسان پر پڑتی ہے تو بہت سی قوتیں اس کا ساتھ دیتی ہیں۔ میں نے دو شارک مچھلیاں زخمی کیں اور جب ان کا خون سطح سمندر پر پھیلا مچھلیوں کے غول کے غول ان پر ٹوٹ پڑے اور ایک طرف کا راستہ صاف ہو گیا۔ پروفیسر نے لانچ اسی راستے پر ڈال دی تھی۔ پھر یہ ترکیب ہمارے لئے بڑی کارآمد ہوئی۔ ہم راستہ صاف کرنے کے لئے دوسری سمت کا نشانہ لے کر فائرنگ کرتے اور جب مچھلیاں زخمی ہو جاتیں اور ان کا خون سطح سمندر پر پھیلتا تو مچھلیوں کے غول سمٹ کر اس خون کی طرف دوڑ پڑتے۔ چنانچہ لانچ تیز رفتاری سے اس علاقے سے باہر نکل آئی اور جب مچھلیوں کے غول اتنی دور رہ گئے کہ ہمیں ان کے نشانات بھی نظر نہ آئے تو پروفیسر ڈریڈ نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

''ہم بڑی مشکل سے گزر کر آئے ہیں کیا تھوڑی دیر آرام کر لینا زیادہ مناسب نہیں ہے۔''

''ہاں کیوں نہیں۔'' میں نے پروفیسر سے اتفاق کیا تھا۔ کھانے پینے کے لئے چیزیں موجود تھیں' ان کی مقدار بھی بہت زیادہ تھی اور ہم سمجھتے تھے کہ اگر سمندر میں ہمیں ایک طویل سفر طے کرنا پڑے تب بھی ہمیں کم از کم کھانے پینے کی چیزوں کی تکلیف نہیں ہو گی۔ شارک مچھلیوں کے نرغے سے جس طرح ہم نکل کر آئے تھے وہ بھی ایک سنسنی خیز عمل ہی تھا ورنہ یہ مچھلیاں لانچ کے لئے بے حد خوفناک ثابت ہوتیں۔ خود پروفیسر ڈریڈ نے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ وہ مچھلیاں کہیں لانچ کو الٹ نہ دیں۔ بہر حال یہ شخص جو پہلے ایک عام انسان کی حیثیت سے میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا پھر ایک شعبدہ گر کی حیثیت سے اور اب جو داستان وہ سنا رہا تھا حقیقت میں طلسمی داستان ہی محسوس ہوتی تھی۔ بالکل یوں لگتا تھا جیسے کسی آسمانی سیارے کی باتیں کر رہا ہوں۔ زمین کے کسی گوشے میں ایسی کوئی دنیا آباد ہو گی جسے وہ وادیٔ شیلاس کا نام دیتا تھا۔ تو یہ ایک

ناقابل فہم سی بات تھی لیکن لاتعداد مہم جو اسی طرح کی کہانیاں سناتے ہیں۔ خود میں اپنے آپ کو ان کہانیوں کا ایک کردار محسوس کر کے بڑی عجیب کیفیت محسوس کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ شخص مجھے وادیٔ شیلاس ہی کی طرف لے جا رہا ہے تو اس کا مقصد کیا ہے؟ مجھ سے یہ کیا چاہتا ہے؟ ایک عجیب سی سنسنی دل و دماغ پر طاری تھی اور حقیقت یہ ہے کہ میں یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ کیا قصہ ہے۔ کبھی کبھی آسمان کی وسعتوں میں کچھ چہرے رقصاں نظر آ جاتے تھے لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ تصور کی آنکھ کو نجانے کہاں کہاں تک دسترس حاصل ہے۔ اسے کہیں بھی پہنچا دیا جائے اور اپنی من پسند داستانیں تلاش کر لی جائیں۔ میری من پسند داستانیں بھی تھیں اور ان میں اول داستان وہی تھی جس کا میری زندگی سے گہرا تعلق تھا۔ چشم تصور سے میں نجانے کیا کیا دیکھا رہتا تھا۔ بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ وادیٔ شیلاس کا یہ شخص خود اپنی وادیوں میں کیا کردار رکھتا تھا اور جیسا کہ وہ بتا چکا ہے کہ مہذب دنیا میں زندگی گزار کر وہ اپنے ساتھ کچھ تصورات لایا ہے۔ وہ تصورات کیسے ہیں؟ کیا ہیں؟ یہ بات ناقابل فہم تھی اور اسی کو سمجھنے کی کوششیں جاری تھیں۔ بہر حال لانچ پر آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہوئے رات کے نجانے کون سے گوشے میں نیند آ گئی اور اس کے بعد اس وقت جاگا تھا جب سورج کی کرنوں نے جگانے کی کوشش کی تھی۔ پروفیسر لانچ کے ایک گوشے میں خاموش بیٹھا سمندر کی خلاؤں میں گھور رہا تھا۔ نجانے وہ کیا تلاش کر رہا تھا۔ میرے جاگنے کی آہٹ پا کر اس نے گردن گھمائی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

''ناشتہ کراؤ یار بڑی بھوک لگ رہی ہے۔'' میں نے خاموشی سے گردن ہلائی اور ناشتے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

O

کہانی کا آغاز دوبارہ ہوا جو وقت گزر گیا تھا وہ یوں لگا تھا جیسے ہم بھٹک کر سمندر میں
گئے ہوں ورنہ ہماری نگاہوں کے سامنے تو ایک پراسرار سرزمین تھی۔ سرزمین شیلاس جو نجا
اپنے اندر کیسی کہانیاں سموئے ہوئے تھی۔ پروفیسر ڈریڈ نے کہنا شروع کیا۔

''شیگان! جنگلی سؤروں کے شکار کے لئے نکلا تھا۔ شیلاس کی وادیوں میں اس وقت
موسم انہی جانوروں کے شکار کا ہوتا ہے اور سال کے اس مہینے میں اس کی تیاریں بہت پہلے
شروع کر دی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی بہادر
مونتاشیہ بھی تھی۔ جو ہمیشہ ہی شکار کے دنوں میں اس کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔ سفر کا آغاز ہو چکا
اور معمول کے مطابق مونتاشیہ کا گھوڑا اپنے باپ کے گھوڑے کے برابر دوڑ رہا تھا۔ ترائی کے جنگل
شروع ہو گئے تھے اور جانور نظر آنے لگے تھے لیکن شیگان نے شکار کی جانب توجہ نہیں دی۔ اس
نے اعلان کیا۔

''ترائی کے جنگلوں میں داخل ہونے کے بجائے ہم جنوبی سمت سے آگے بڑھیں گے
اور اس وقت تک کوئی شکار نہیں کیا جائے گا۔ جب تک کہ میں اپنی بندوق سے گولی نہ چلاؤں۔''
کی تعمیل ہوگئی اور سفر کا رخ بدل دیا گیا۔ تب ان کا پہلا پڑاؤ اس جگہ ہوا جہاں پانی کی سفید دھا
چٹانوں سے نیچے آ رہی تھی اور اس پر سے سرکش اور بلند پہاڑیوں کے ایک اونچے سلسلے کی ابتدا
ہوئی تھی۔ اسی اونچے سلسلے کے آخری سرے پر ایک عظیم الشان عمارت موجود تھی۔ مونتاشیہ نے اس
جگہ کو پہچان لیا اور اس کا دل دھک سے ہو گیا۔ ترائی کے جنگلوں کا راستہ ملتوی کر کے اس طرف آ
کیا معنی رکھتا ہے۔ اس نے پریشان انداز میں سوچا اور دوسری صبح حقیقت اس کے سامنے آ گئی
صبح کی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ناشتہ کیا گیا اور اس کے بعد غلام ساگا نے مونتاشیہ
شیگان کی طلبی کی اطلاع دی۔ مونتاشیہ باہر نکلی تو شیگان گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے ساتھ جنگ
سواروں کا ایک دستہ موجود تھا۔ اس کے قریب ہی مونتاشیہ کا گھوڑا بھی کھڑا ہوا تھا۔ شیگان نے
مونتاشیہ سے کہا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ بہرحال مونتاشیہ نے خاموشی سے باپ کے حکم کی

تعمیل کی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شیگان کس مزاج کا انسان ہے۔ اس سے کسی سوال کی جرأت
مونتاشیہ کو نہ ہوئی اور وہ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گئی۔ شیگان نے اسے بالکل نہیں بتایا تھا کہ یہ
سفر کہاں کے لئے اختیار کیا جا رہا ہے لیکن نجانے کیوں مونتاشیہ کا دل کہہ رہا تھا کہ بدنصیب زبک
کی بدنصیبیاں اس تک پہنچ رہی ہیں اور یقینی طور پر شیگان کا رخ اسی جانب ہے اور یہی ہوا شیگان
پہاڑوں کی بلندیاں طے کرنے لگا اور قید خانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ آن کی آن میں بے شمار محافظ
دستے قطاروں کی شکل میں کھڑے ہو گئے اور جب شیگان ان کے درمیان پہنچا اور محافظ نے زرد
چہرے اور خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو شیگان کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔

''زبک کو میرے سامنے لاؤ'' محافظ دوڑ کر گئے اور انہوں نے پورا دستہ بنا لیا۔ زبک
اس وقت بھی ان کیاریوں کو درست کر رہا تھا جو اس کے سپرد کی گئی تھیں۔ محافظ اس سے قبل اس کے
ساتھ کسی بدتمیزی کے محرک نہیں ہوئے تھے لیکن اچانک ہی انہوں نے زبک کو پیشی کی اطلاع دی
اور اس کے بعد اسے زنجیروں میں جکڑ لیا۔ زبک سمجھ بھی نہیں سکا تھا کہ اچانک اسے کس جرم کی
پاداش میں اس عتاب کا شکار ہونا پڑا تھا۔ محافظ جانتے تھے کہ جس انداز میں زبک کو طلب کیا گیا
ہے اس میں کوئی عزت افزائی نہیں تھی۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسے گھسیٹتے ہوئے شیگان کے سامنے
لانے کا کارنامہ انجام دیا تھا۔ بہرحال زبک کو شیگان کے سامنے پیش کر دیا گیا اور اس نے ایک
نگاہ شیگان اور اس کے بعد اس کے برابر کھڑی ہوئی مونتاشیہ اور دوسرے لوگوں پر ڈالی۔ زبک کا
کشادہ سینہ اسی طرح تنا ہوا تھا جو اس کی فطرت کے مطابق تھا۔ شیگان انتظار کرتا رہا کہ زبک ان
آداب کو پیش کرے جو قبیلے کے سرداروں کے لئے عام کو پیش کرنا ہوتے تھے لیکن زبک خاموشی
سے کھڑا ہوا اسے دیکھتا رہا۔ تب شیگان کی آواز ابھری۔

''تو نے جس وقت اپنی گرفتاری پیش کی تھی زبک! اس وقت تو نے کہا تھا کہ تیرا جھگڑا
صرف جیگان سے تھا اور تو نیک جذبے کے تحت بے شمار انسانوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے لئے
موت کی سزا حاصل کرنے میرے پاس آیا تھا اور اس وقت میں نے تیرے لئے موت کے بجائے
زندگی منتخب کی تھی صرف اس لئے کہ تو جیگان کا دشمن اور شیگان کا نمک خوار تھا لیکن کیا اب تیرے
ذہن سے یہ تصور نکل گیا ہے۔

''نہیں بڑے سردار! درحقیقت میں اب صرف ایک ایسے انسان کی حیثیت سے زندگی

گزار رہا ہوں جسے اپنی موت کا انتظار ہے۔ آداب زندگی زندہ انسانوں کے لئے ہوتے ہیں ان کے ئے جو دلوں میں آرزوؤں کا مدن رکھتے ہیں اور انہیں پورا کرنے کی غرض سے ہر طاقتور وجود کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن میں نے اس قید کے دوران بھی اپنے آپ کو مردوں کی صف میں تصور کیا ہے اور مردے بے جان ہوتے ہیں نہ ان کی گردنوں میں خم پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ کسی کے آگے جھکتے ہیں۔"

"تیرے یہ الفاظ گستاخی کی حد میں داخل ہوتے ہیں زبک! اور ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ ہم نے تجھ پر رحم کھا کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"شاید ایسی ہی بات ہو۔ وہ جو تجھ سے رحم کی درخواست کرتے ہیں، تجھ سے کون سا رحم پاتے ہیں لیکن تو مجبور تھا شیگان! کیونکہ میری زندگی کے مخصوص کردہ سانسوں پر تیرا بس نہیں تھا جو دیوتاؤں نے میرے لئے مقرر کر دی تھیں۔ خیر چھوڑ اب کیا کہنا چاہتا ہے۔ کیا میرے بارے میں کوئی فیصلہ کر کے آیا ہے۔ بڑے سردار! تیری سرداری سے میں اب بھی منحرف نہیں ہوں اور نہ کبھی تھا لیکن مجھے اس بات سے اختلاف ہے کہ تو فیصلے میں دیر کرتا ہے جلدی کہہ میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"مجھے تجھ سے کچھ سوالات کرنے ہیں بیوقوف انسان! کیا تو نے شیگان کی بیٹی مونتاشیہ کی توہین کی ہے؟ کیا تو اس جرم کا مرتکب ہوا ہے؟" شیگان کے سوال پر زبک نے چونک کر مونتاشیہ کو دیکھا جس کی آنکھیں جھک گئی تھیں۔ پھر وہ بولا۔

"میرے کسی نادانستہ عمل سے اس بات کا اظہار ہوا ہو تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن میں ایک سچے انسان کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ میں نے کسی کی توہین نہیں کی۔ ہاں اگر میری کسی حرکت کو توہین تصور کیا گیا ہے تو بھی میں اپنی اس نادانستگی کے لئے کبھی معذرت خواہ نہیں ہوں گا۔"

"گستاخ، بے ادب! اب تو شاید قید خانے میں رہ کر دیوانگی کا شکار ہو گیا ہے۔ تجھے احساس نہیں ہے کہ تو کس سے گفتگو کر رہا ہے۔"

"یہ بات نہیں مجھے احساس ہے شیگان! اور یہ بھی احساس ہے کہ تو فطرتاً درندہ ہے میں تیری اس درندگی کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اس سے نفرت کرتا ہوں۔ بے شک یہ قید خانہ ہے یہاں خطرناک مجرم آتے ہیں لیکن ہوتے تو وہ انسان ہی ہیں اور تو ان انسانوں کے ساتھ

جیسا سلوک کرتا ہے یا تو تو اندھا ہے کہ اپنے نمک خواروں کی درندگی سے ناواقف ہے یا پھر یہ درندگی تیری ہی طرف سے انہیں بخشی گئی ہے اور پیار انسانوں سے کیا جاتا ہے، درندوں سے نہیں۔ محبت انسان انسانوں سے کرتا ہے کسی جانور نہیں۔ تو تو ایک جانور ہے شیگان بے شک میں نے دوسروں کی طرح تیری سرداری کو قبول کیا ہے، تیری درندگی کو نہیں۔ زبک کے الفاظ اس قدر ہولناک تھے کہ جس نے سنے کانوں کو ہاتھ لگا کر رہ گیا اور یہ سوچنے لگا کہ اس دیوانے کو موت کی کتنی طلب ہے، کیا چاہتا ہے یہ آخر کیا چاہتا ہے۔ کچھ سمجھ میں تو آئے۔ خود شیگان پر ایک سکتہ سا طاری تھا۔ وہ سکتے کے عالم میں کھڑا ہوا تھا۔ مونتاشیہ نے اس سے پہلے کبھی اپنے باپ کی اس توہین کا تصور تک نہیں کیا تھا۔ اس کائنات میں کوئی ایسا وجود بھی ہے جو اس کے باپ کے لئے اس طرح کے الفاظ استعمال کر سکتا ہے۔ آخر کار شیگان جاگا اور اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"جو کچھ تو نے میرے سامنے کہا، کیا اس سے زیادہ بھی کچھ کہنا چاہتا ہے یا میں تیرے جسم کی کھال اتروانے کا آغاز کروں۔"

"دیکھ شیگان! میں تجھے ایک دوستانہ مشورہ دے رہا ہوں میں شاید مار برداشت نہیں کر سکوں گا۔ ممکن ہے میرے سوئے ہوئے زخم جاگ اٹھیں۔ میرے وجود کی سوئی ہوئی اذیتیں جاگ اٹھیں۔ اگر تو نے مجھے زندگی بخشی تو اس بات کا امکان ہے شیگان! کہ میرے اندر کا درندہ پھر سے جاگ جائے اور مجھے یہ احساس ہو کہ جیگان ایک بار پھر زندہ ہو گیا ہے اور اگر مجھے جیگان کی زندگی کا احساس ہو گیا تو شاید میں بدعہدی پر اتر آؤں۔ تیرے حق میں بہتر ہے کہ میرے ساتھ اور کوئی سلوک کرنے کی بجائے مجھے موت کی سزا دے۔ موت کے علاوہ مجھے اور کوئی سزا نہ دے۔ یہ تیرے حق میں بہتر ہوگا۔ شیگان کے حلق سے ایک ہذیانی سا قہقہہ نکل گیا اور اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"گویا تو یہ کہتا ہے کہ میں تیری یہ آرزو بھی پوری کروں۔ چلو اسے شکنجوں میں جکڑ دو اور اتنے کوڑے لگاؤ کہ اس کے بدن پر جگہ جگہ سے اس کی کھال نکلنے لگے اور سنو! اس کے لئے یہ سزا صرف اس وقت میرے سامنے ہی نہیں ہے بلکہ ہر روز سورج کے آغاز کے ساتھ اس کے بدن پر کوڑے مارنے کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اور یہ بھی سن لو کہ اگر اس کا ایک ایک زخم ناسور نہ بنا تو ایسے ہی زخم تم سب کے جسموں پر بنائے جائیں گے۔ اس کے بدن پر زخم لگیں لیکن ایک بھی زخم

خشک نہ ہونے پائے۔ یہ میرا حکم ہے اور اگر میرے حکم سے انحراف کیا گیا تو جو کچھ میں نے کہا ہے وہی تم لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ قید خانے کے بڑے محافظ کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ آس پاس کھڑے لوگوں کے چہرے بھی خوف سے لٹک گئے اور انہوں نے اپنی وفاداریوں کے اظہار کے طور پر فوراً ہی زبک کو رسیوں میں جکڑ لیا اور ایسے جانوروں کی طرح گھسیٹتے ہوئے شکنجے کی جانب چلے جو انتہائی خونخوار اور انسانی زندگی کے لئے نقصان دہ ہو لیکن اس دوران کسی نے مونتاشیہ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اس کا رنگ خزاں کے پتوں کی طرح زرد ہو گیا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے اس کی ذہنی قوتیں اس کا ساتھ چھوڑتی جا رہی ہوں۔ اس کے ذہن کو کئی جھٹکے لگے تھے لیکن وہ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔ محافظوں کے سامنے زمین پر گر کر بے ہوش ہونے پر وہ موت کو ترجیح دیتی تھی۔ یہ اس کے پورے خاندان شیگان اور اس کے قبیلے کی توہین تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا وہ اسی وقت سے اپنی اس خواہش پر پشیمان ہو گئی تھی جب غلام ساگا نے زبک کی کہانی سنائی تھی۔ بلاشبہ اس کا حسن دلوں کی کائنات کو تہہ و بالا کر دینے والا تھا اور اسے ہر آنکھ سے یہی تاثر ملا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ زبک کی بے تعلقی نے اسے اپنی ذات کے لئے گالی محسوس کرنے کے لئے مجبور کر دیا تھا اور وہ گالی برداشت نہیں کر پائی تھی اور اس نے تمام تر نفرتوں کا زبک کے خلاف اظہار کر بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ زبک صرف ایک قیدی ہے اور وہ اس قبیلے کے اس جنگجو سردار کی بیٹی ہے جس کے نام کا ڈنکا دور دور تک بج رہا ہے۔ پھر زبک کو یہ ہمت کیسے ہوئی کہ وہ اسے نظر انداز کر دے اور جب وہ اس سے گفتگو کرے تو زبک کہے اور اس کے انداز میں طنز ہو۔

''شیگان کی بیٹی معلوم ہوتی ہو'' یہ گویا شیگان پر ایک طنز تھا۔ اسے ظالم، وحشی درندہ ثابت کرنے کی ایک کوشش تھی اور مونتاشیہ نے اپنی توہین کا انتقام لینے کے لئے فوراً ہی یہ الفاظ شیگان تک پہنچا دیئے تھے اور اس کے آتش غضب کو بھڑکا دیا تھا۔ اسی آگ میں ڈوبی ہوئی وہ اپنی رہائش گاہ تک پہنچی تھی۔ لیکن جب غلام ساگا نے زبک کی کہانی سنائی تو نجانے اس کے دل کی زمین کے کون سے نرم حصے سے ہمدردی کا چشمہ پھوٹ اٹھا اور اس کے چشمے نے اس کے دل کی دنیا کو سیراب کر دیا اور اسے شدت سے یہ احساس ہونے لگا کہ زبک اس قابل نہیں ہے کہ اسے اس کی بے اعتنائی کی سزا دی جائے۔ درحقیقت ان الفاظ کے بارے میں اب صحیح طور سے تجزیہ ہو سکا تھا جو زبک نے اس سے کہے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنی ہر آرزو کو ایک قبر بنا چکا ہے اور اب

وہ ان قبروں پر کبھی پھول چڑھانے نہیں جاتا۔ اسے صرف آسمان سے نازل ہونے والی موت کا انتظار ہے اور وہ صرف اس کے انتظار میں جی رہا ہے تو ایک ایسا شخص جو زندگی کے مراحل سے گزر چکا ہو بھلا حسن و عشق کے دریچوں میں کیسے جھانک سکتا ہے۔ اس کے پاس اس کی گنجائش ہی کہاں ہے اور وہ کسی کے رعب حسن سے متاثر ہو کر اپنی آرزو کے مدفن میں ہلچل کیسے پیدا کر سکتا ہے۔ ہاں اگر ایسا نہ ہوتا، اگر زبک صرف ایک مجرم ہوتا، ایک ایسا قیدی جو کسی گناہ کی پاداش میں قید خانے تک پہنچ گیا ہو تو شاید مونتاشیہ کا لازوال حسن اس پر اثر انداز ہو جاتا۔ گویا وہ بے قصور ہے اور مونتاشیہ نے اس کے لئے سزا کی جو سفارش کی ہے اور جس طرح شیگان کو اس کے خلاف کھڑا کر دیا ہے وہ اس کی بدنصیبی پر ایک اور مہر ہے لیکن باپ کی خود سر اور چہیتی بیٹی ہونے کے باوجود وہ اپنے باپ کی مزاج آشنا تھی اور جانتی تھی کہ شیگان جب کسی بات کی قسم کھا لیتا ہے تو وہ قسم اس کی زندگی بن جاتی ہے اور پھر شاید وہ ہستی بھی اسے اس اقدام سے نہ ہٹا سکے جس نے اسے کوئی قدم اٹھانے پر آمادہ کیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس دوران وہ شیگان سے زیادہ تر دور رہی تھی۔ اس تصور کے ساتھ کہ کہیں اس کی شکل دیکھ کر شیگان کو اپنا عہد یاد نہ آ جائے، اس کی فرمائش یاد نہ آ جائے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ بیٹی اپنے باپ سے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے بار بار مل رہی ہے اور جب کئی دن اسی طرح گزر گئے اور بظاہر یہ محسوس ہوا کہ شیگان زبک کے خلاف کارروائی کرنا بھول گیا ہے تو مونتاشیہ کو خوشی ہوئی تھی۔ اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ اگر کبھی شیگان اس سے اس کی خواہش کے بارے میں دوبارہ سوال کرے گا تو وہ اس سے کہہ دے گی کہ جوش جذبات میں اس نے جو کچھ کہا تھا اس میں کچھ رنگ آمیزی بھی کی گئی تھی اور وہ شخص اس قابل نہیں ہے کہ اسے ان بدترین سزاؤں سے گزارا جائے لیکن کوئی موقع نہیں ملا تھا۔

یہ اضمحلال اس کی زندگی پر بری طرح حاوی ہو گیا تھا اور قبیلے کے گوشوں میں چہکنے والی بلبل ان دنوں خاموشی سے وقت گزار رہی تھی۔ بہت سے انوکھے احساسات کا شکار تھی وہ اگر اسے خبر ہوتی کہ اس کا باپ شکار کے بجائے قید خانے کا رخ کرے گا تو شاید وہ اپنے باپ کو شکار پر آمادہ کر لیتی اور ادھر نہ آنے دیتی کیونکہ اس کی وحشیانہ فطرت ایک مظلوم انسان کے لئے عذاب بن گئی تھی اور اس کے بعد جب شیگان نے اپنی دلچسپیوں کو تبدیل کر کے اس سمت کا رخ کیا تھا تو مونتاشیہ کا دل لرز کر رہ گیا تھا۔ تمام تر کوشش کے باوجود اور تمام تر ترجیحوں کے باوجود وہ اپنے باپ

سے یہ نہ کہہ سکی کہ اس قیدی کو معاف کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ برا وقت آ گیا جب زبک کی تقدیر پر خون کی چھاپ لگا دی گئی۔

شیگان کے سامنے اس نے جو گفتگو کی تھی اس کے بعد اس کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ شیگان اسے معاف کر دے۔ شیگان کے احکامات پر اس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی لیکن اب افسوس کے علاوہ کیا ہاتھ آ سکتا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر زبک کو شکنجے میں کسا جا رہا تھا۔ وہ خاموش تھا اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں ایک سپاٹ سی کیفیت تھی پھر اس کے اوپری بدن کو برہنہ کر دیا گیا اور اسی وقت شیگان نے بیٹی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری دلیر بیٹی کا خیال ہوگا کہ میں اس کی توہین کو بھول چکا ہوں۔ لیکن شیگان نہ اپنے دوستوں کو بھولتا ہے نہ دشمنوں کو۔ ہاں اس شخص کے بارے میں جو اطلاعات مجھے ملی تھیں انہوں نے مجھے اس کی طرف سے نرم دل کر دیا تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے سینے میں بغاوت کے پودے پھوٹ رہے ہیں اور آج مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد اس نے اپنی تقدیر ہمیشہ کے لئے تاریک کر لی۔ آؤ مونتاشیہ دیکھو اس شخص کی دلیری کو جس نے میرے نام کے ساتھ طنز کا لہجہ اختیار کیا تھا اور جس نے تمہاری توہین کی تھی۔'' شیگان اسے شانے سے پکڑ کر آگے بڑھا لے گیا اور اس جگہ جا کھڑا ہوا جہاں زبک کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے کس دیئے گئے تھے اور شکنجے نے اس کے پورے بدن کو جنبش سے محروم کر دیا تھا۔ لیکن حیرت انگیز بات تھی کہ زبک کی آنکھوں میں ابدی سکون تھا۔ اس کے انداز میں ٹھہراؤ تھا۔ کوئی الجھن، کوئی پریشانی، کوئی تردد نہیں تھا اس کے چہرے پر۔ گہری سیاہ آنکھوں میں کوئی ایسا تاثر نہیں تھا جس سے مظلومیت کا احساس ابھرے۔ وہ کھلی ہوئی تھیں اور اپنے اطراف میں دیکھ رہی تھیں۔

دیو پیکر محافظ کا پہلا کوڑا اس کی پیٹھ پر پڑا تو اس کے ہونٹ تکلیف سے سکڑ گئے اور اس کی آنکھیں آسمان کی جانب اٹھ گئیں۔ وہ ٹکٹکی باندھے آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا اور دیو پیکر محافظ کے نہ رکنے والے ہاتھ چل رہے تھے۔ آن کی آن میں زبک کی صاف ستھری پشت پر خونی دھاریاں ابھرنے لگیں۔ لیکن زخموں کی یہ لکیریں اس کے چہرے کے نقوش پر اثر انداز نہیں ہو سکی تھیں۔ اس کے ہونٹ ساکت تھے، بس آنکھیں زمین کی طرف نہیں تھیں وہ آسمان کی وسعتوں میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ سرخ دھاریوں نے خون اگلنا شروع کر دیا۔ اس کی کھال ادھڑنے

لگی۔ لیکن چیخنے یا بلبلانے کی کوئی تحریک اس کے وجود میں نہیں پیدا ہوئی تھی۔ شیگان بغور اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے گرجدار لہجے میں کہا۔

''یہ اس بدبخت کی ایک اور بدنصیبی ہے۔ شیگان کے سامنے سخت جان ہونے کا مظاہرہ کر کے یہ شیگان کی حیثیت پامال کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس وقت تک مارتے رہو جب تک کہ اس کے حلق سے دلدوز چیخیں نہ نکلنے لگیں۔ مارنے کی رفتار تیز کرو، کسی اور طاقتور شخص کو لاؤ۔ اس محافظ کے بازو عورتوں کی مانند معلوم ہوتے ہیں۔''

چنانچہ قید خانے کے محافظ نے فوری طور پر دو خوفناک آدمیوں کا انتخاب کیا جو شکل ہی سے درندے نظر آتے تھے۔ ان دونوں نے زبک کے جسم پر کوڑوں کی بارش شروع کر دی اور زبک کی گردن آسمان کی جانب اٹھی رہی۔ ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے یہ چابک کسی پتھر کی چٹان پر برسائے جا رہے ہوں۔ انسانی بدن تو محسوس ہی نہیں ہوتا تھا۔

مونتاشیہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کے اپنے ہوااس اس کا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ نجانے کس طرح وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھے ہوئے تھی۔ پھر آہستہ آہستہ قیدی کی گردن آسمان سے زمین کی جانب جھکنے لگی اور پھر اس کا سر سینے پر لٹک گیا۔ آسمان کی طرف نگران آنکھیں اب بند ہو چکی تھیں۔

شیگان نے غصے سے ہونٹ چبائے اور محافظ کی طرف رخ کر کے بولا۔

''ایسے خطرناک آدمی کے بارے میں تمہیں مجھے پہلے اطلاع دینی چاہئے تھی۔ یہ شخص تو اپنے سینے میں بغاوت کا ایک جہنم سلگائے ہوئے ہے۔ سنو جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دو۔ اتنی اذیتیں پہنچاؤ اسے کہ اگر اس کی زبان، اس کی قوت ارادی کے تابع رہے تو اس کے عضو عضو چیخ کر فریاد کریں۔ آؤ مونتاشیہ۔ بہت جلد میں تمہیں کہانی سناؤں گا کہ اس نے کس طرح تڑپ تڑپ کر دم توڑا اور مرتے وقت یہ کس طرح ذبح کئے ہوئے جانور کی مانند چیخ رہا تھا۔''

شیگان نے مونتاشیہ کا بازو پکڑا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس کی اپنی ذہنی کیفیت بھی اس وقت بہتر نہیں رہی تھی کیونکہ جو الفاظ اس نے محافظوں کے سامنے ادا کئے تھے، جو کچھ اس نے کہا تھا اس کی تکمیل نہ ہو پائی تھی۔ قیدی کے حلق سے ایک سسکاری بھی نہ نکلی تھی، چیخنا تو کجا۔ اس

طرح اس نے شیگان کے ان الفاظ کو شکست دی تھی جو اس نے ادا کئے تھے اور اس سے قبل شیگان کو کبھی شکست سے دوچار نہ ہونا پڑا تھا۔

نجانے کس طرح مونتاشیہ اس کے قدموں سے قدم ملاتی ہوئی گھوڑے تک پہنچی تھی اور نجانے کس طرح اس نے گھوڑے کی پشت پر واپس اپنے ساتھیوں تک پہنچنے کا سفر کیا تھا۔ اس کا وجود تو ہوا میں اڑ رہا تھا اور ہوش وحواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔

زبک توہین حسن کا شکار ہو گیا تھا۔ زندگی سے اتنا دور نکل آیا تھا کہ اب اسے زندگی کی کسی دلچسپی سے کوئی رغبت نہیں رہی تھی۔ بس سانسوں کے تار کے ٹوٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس دوران میں سے جو بھی ذمہ داری سونپی جاتی تھی' اس لئے پوری کرتا تھا کہ اس کی فطرت میں بدخوئی نہ تھی اور جو کچھ کر چکا تھا اس کے بعد کچھ نہ کرنے کا خواہش مند تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حسین لڑکی کو اس نے نگاہ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ یوں ہی وہ اسے بہتر نہیں سمجھتا تھا لیکن اسے اس کی سچائی کی سزا دی جا رہی تھی۔ وہ مسلسل عذاب میں گرفتار تھا۔ شیگان جن الفاظ میں قید خانے کے محافظوں کو حکم دے گیا تھا وہ اتنے سنگین تھے کہ اب محافظوں کی مجال نہیں رہی تھی کہ زبک کی تمام تر نیک نامیوں کے باوجود اس کے ساتھ کوئی رعایت برت سکتے۔ ہمدردی کا ذرا سا احساس خود ان کی زندگی خطرے میں ڈال سکتا تھا۔ چنانچہ نتیجے میں زبک کی پشت زخموں سے چور تھی۔

ہر صبح اس کے جسم پر چمڑے کے کوڑوں سے گل کاری کی جاتی تھی' نئے زخم بن جاتے تھے' پرانے زخم منہ کھول دیتے تھے اور ان میں شدید تکلیف ہوتی تھی۔ لیکن زبک نے ابھی تک منہ سے اُف تک نہیں کی تھی وہ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی دیوتاؤں کے حوالے کر دی ہے۔ اس نے عہد کیا ہے کہ اپنے انتقام کی تکمیل کے بعد وہ دیوتا سے کسی اور چیز کی دعا نہیں مانگے گا۔ اپنی موت کی دعا بھی نہیں جو اسے زندگی کے اس عذاب سے نجات دلا دے اور وہ بدعہد نہیں تھا۔ کسی بھی قیمت پر وہ اپنے دیوتاؤں سے بدعہدی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن زخموں کی یہ تکلیف اور موت کی روگردانی بڑھتی جا رہی تھی۔ دن رات کا حساب لگانا اس کے بس کی بات نہیں تھی کیونکہ ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ صبح ہوتی تو اس پر عذاب شروع کر دیا جاتا اور ساری رات زخموں سے اٹھنے والی ٹیسیں اسے پلکیں نہ جھپکانے دیتیں۔ نجانے کتنے دن گزر چکے تھے۔ اب تو اس کے بدن پر نئے زخموں کے لئے کوئی جگہ بھی نہیں تھی۔ سب پرانے زخم

نئے بن جاتے تھے۔

اس وقت بھی وہ انہی کربناک ٹیسوں کا شکار تھا اور اس کی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ چاند کائنات کو منور کر رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چاندنی بھی اس کے زخموں کو کرید رہی ہے اور چاندنی کے یہ گھاؤ اس سے برداشت نہ ہو پا رہے تھے۔ اس کے حلق سے کرب کی ہلکی کراہیں نکل رہی تھیں۔ بے چینی کسی ایک جگہ بیٹھنے نہیں دے رہی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ جیسے یخ پانی میں ڈوب جائے تا کہ زخموں کی اس جلن سے نجات ملے لیکن پانی کا ایک قطرہ ان زخموں پر ٹپک جاتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے کسی نے نیا خنجر اتار دیا ہو۔

اس وقت تکلیف ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور اپنے منہ سے والی بے ساختہ کراہوں کو روکتا رہا۔ تب اس کی نگاہیں چاند کی طرف اٹھ گئیں اور ہوں میں ایک کرب ابھر آیا۔

"میرے دیوتا! تو دیکھ رہا ہے' تو گواہ ہے میں اپنے عہد کا پابند ہوں لیکن میں اپنے ان کے اس [illegible] پایا۔ میری آرزوؤں کی تکمیل کی گئی' میری دعاؤں کو پورا کیا گیا تو میں ہو چکا کہ میں بدی کے راستے پر نہیں ہوں اور جن لوگوں نے میرے اہل خاندان' میرے بھرے گھر کو زندہ پھونک کر مٹی کی گہرائیوں میں سلا دیا' وہ قابل سزا ہیں اور یہی کہا تھا میں نے اپنے ؤں سے کہ اگر میں سچائی کے راستوں پر ہوں تو میری مدد کی جائے ورنہ مجھ پر ایک ایسی موت مار کر دی جائے جس کا میں متوقع نہ ہوں۔ لیکن میری آرزو پوری کرنے کے بعد مجھے دلی یاں عطا کرنے کے بعد یہ ایسا امتحان کیوں ہے؟ میں نے تو پہلے ہی اپنا عہد پورا کرنے کے ت کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ شیگان نے مجھے موت نہ دی تب میں نے سوچا تھا کہ یہی دیوتاؤں کی مرضی ہو۔ وہ مجھے زندہ رکھنا چاہتے ہوں۔ میرے دیوتا! تو گواہ ہے کہ میں بدعہدی نہیں کی۔ میں نے اس دنیا کو خود پر حرام کر لیا' اپنی سانسوں سے میں نے کوئی دلچسپی نہ لیکن یہ تکلیف اب میرے لئے ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔ میری رہنمائی کر دیوتا! کہ اب کیا کروں؟ کیا میں اپنے ہاتھوں سے اپنی گردن کاٹ لوں۔ کیا کوئی بڑا سا پتھر اٹھا کر اپنے سر پر یہ اذیت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی عظیم دیوتا! آسمان پر سکون سے رہنے والوں میں اپنی قوتوں کو بحال نہیں رکھ پا رہا' ڈرتا ہوں کہ عالم دیوانگی میں مجھ سے بدعہدی نہ ہو

جائے۔ میں اتنا سخت امتحان نہیں دے سکتا' اگر میں بہک جاؤں تو یہ سب تمہاری ذمہ داری ہوگی
میں کمزور انسان ہوں' میری مدد کرو' مجھے راستہ دکھاؤ۔ مجھے راستے کی تلاش ہے۔ آسمان والو! اگر
نے مجھے راستہ نہ دکھایا تو میں بھٹک جاؤں گا۔ میری مدد کرو' میری مدد کرو۔''

وہ پتھر لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی انگلیوں سے رستے ہوئے خون والے زخم
ڈالے۔ جگہ جگہ سے اپنے بدن کو بھنبھوڑ دیا اور اس کے منہ سے یہی آواز نکلتی رہی۔ میری رہنمائی
کرو' مجھے تمہاری رہنمائی درکار ہے۔ اس کی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں لیکن چاند
خاموش تھا۔ اس کے چمکتے ہوئے چہرے پر ایک بھی شکن نہیں آئی تھی وہ چاند کو دیکھتا رہا۔ پھر اس
کے حلق سے ایک غراہٹ سی نکلی۔

''تم مسکرا رہے ہو' تمہیں اپنے اس امتحان پر ناز ہے۔ میری بات نہیں سنی تم نے۔ میری
برداشت کی حد سے گزرتا جا رہا ہوں۔ میں اب اور برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اب اور برداشت
نہیں کر سکتا۔ سنو! میں کل کا انتظار نہیں کروں گا۔ مجھے موت دو' آسمان سے قہر کی بجلیاں برسا کر
مجھے پھونک ڈالو ورنہ کل کا دن بدعہدی کا دن ہو گا۔ میں اب ان چوہوں سے کوڑے نہیں کھا سکتا
اس نے اپنے خون آلود ہاتھ آسمان کی جانب بلند کر دیئے۔ رات کی تاریکیوں میں اس کا پہاڑ جیسا
وجود لرز رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ملتجی انداز میں چاند کی جانب دیکھ رہی تھیں لیکن آسمان سے
کوئی اشارہ نہ ملا تو آہستہ آہستہ اس کی خون آلود انگلیاں مٹھی کی شکل میں تبدیل ہو گئیں۔ اس نے
دونوں مٹھیاں بھینچ لیں اتنی زور سے اس کے بازوؤں کی مچھلیاں ابھر آئیں۔ اس کے جبڑے
دوسرے پر جم گئے اور اس کے حلق سے ایک غراہٹ نکلی۔

''تو پھر سنو میں زبک کو جگا رہا ہوں تم اگر میری مدد نہیں کر سکتے تو پھر میں اس درندے کو
آواز دے رہا ہوں جو خود اپنا مددگار ہو گا۔ میں عہد نہیں توڑنا چاہتا تھا آسمان والو! لیکن تم بتاؤ
جائز ہے کہ نہ میرے لئے موت ہے نہ زندگی۔ میرا پورا بدن زخموں سے چور ہے اور کوئی ان زخموں
کو دیکھنے والا نہیں ہے۔ زبک آزاد ہو رہا ہے اب بھی وقت ہے اسے روک دو دیوتاؤ!''

اس نے گھورتی آنکھوں سے آسمان کی جانب دیکھا اور انتظار کرتا رہا اور پھر اس نے
اپنی بھینچی ہوئی مٹھیاں کھول دیں۔ اب اس کے ذہن میں دیوتاؤں کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اب اسے
اپنے کسی جرم کا احساس نہیں تھا۔ بہت دور محافظ گشت کر رہے تھے۔ ان کے ہتھیار چاند کی

میں صاف نظر آ رہے تھے۔ زبک نے انہیں دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ
پھیل گئی۔ یہ لوگ اس بات پر نازاں ہیں کہ انہوں نے جو قید خانہ تعمیر کیا ہے وہ ناقابل شکست ہے
لیکن جیگان کے بے شمار ساتھی زبک کی تلاش میں سرگرداں تھے اور زبک آزاد تھا' وہ ان کے لئے
موت تھا' صرف موت یہ قید خانے زبک کی قوتوں کو نہیں للکار سکتے۔''

''میں بالآخر یہاں سے نکل جاؤں گا۔'' وہ بڑبڑایا۔ اس سے قبل اس کے ذہن میں کبھی
یہاں سے فرار کا خیال نہیں آیا تھا۔ لیکن اب وہ قید خانے کے ایک ایک گوشے کی تصویر ذہن میں
دوہرانے لگا۔ فرار کا ایک ہی راستہ تھا لیکن اس راستے پر جانے کا تصور ہی روح کو لرزا دینے کا
باعث بن جاتا تھا۔ تین اطراف ڈھلوان تھی ایسی ڈھلوان کی پھسلن تھی کہ پاؤں ٹکانے کی کوئی جگہ
نہیں تھی لیکن زبک سب انسانی قوتوں سے آگے بڑھ چکا تھا۔ اس نے جب پہلی بار اپنے اطراف
میں پھیلے ہوئے لوگوں کے خلاف انتقامی کارروائی کا آغاز کیا تھا تو دیوتاؤں نے اسے بہت سی
قوتوں سے نواز دیا تھا اور انہی قوتوں کے تحت اس نے ایسے کارنامے انجام دیئے تھے کہ جیگان
ہی نہیں بلکہ بستی کے ایک ایک فرد کو حیرت ہوئی تھی۔ آج وہ جانتا تھا کہ اس کے ساتھ دیوتاؤں کی
قوتیں نہیں ہیں لیکن اب وہ ان تمام ذہنی قوتوں کو استعمال کر رہا تھا جو خود اس کی اپنی ذات میں
پوشیدہ تھیں۔

تھوڑی دیر تک وہ حالات کا تجزیہ کرتا رہا اور پھر واپس اپنی آرام گاہ کی طرف چل پڑا۔
جسم کے چیختے ہوئے زخم اور ان کی تکلیف جیسے اچانک ختم ہو گئی ہو یا پھر اس نے ان کے لئے اپنے
ذہن میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی تھی یا پھر وہ ایک شعلہ تھا جس کا کوئی جسمانی وجود نہیں ہوتا جس میں
سے ہر چیز پار ہو جاتی ہے۔

اپنی آرام گاہ میں پہنچ کر اس نے ایک نگاہ سونے والوں پر ڈالی۔ یہ اس قید خانے کے
بدبخت قیدی تھے جو تمام تر اذیتیں برداشت کرنے کے بعد صرف رات ہی کو سکون سے سو جاتے
تھے اور یہی لمحات گویا ان کے لئے زندگی سے معمور ہوتے تھے۔

وہ ان قیدیوں پر ایک نگاہ ڈال کر باہر آیا۔ گشت کرنے والے محافظ کبھی کبھی اس طرف
بھی آ نکلتے تھے۔ وہ ان کی تاک میں سرگرداں ہو گیا۔
محافظ خاصی دیر سے اس طرف نہیں آئے تھے لیکن اسے ان محافظوں کا انتظار کرنا تھا

اور پھر دور سے ایک بندوق بردار اسے اسی سمت آتا نظر آیا اور زبک تیار ہو گیا۔ یہاں قیدیوں کے لئے دروازے بند نہیں کئے جاتے تھے اور قیدی رات کی تاریکی میں بھی آزادانہ حرکت کر سکتے تھے کیونکہ قید خانے کی حفاظت کا قدرتی انتظام موجود تھا اور فرار کے راستے اس طرح ناقابل استعمال بنا دیئے گئے تھے کہ فرار ہونے کا تصور صرف موت ہی رہ گئی تھی۔ اس کے علاوہ فرار ممکن نہیں تھا۔ شاید اسی لئے اس قید خانے کی تاریخ میں فرار کا کوئی واقعہ موجود نہیں تھا۔

زبک سپاہی کا انتظار کرنے لگا اور جونہی سپاہی قریب سے گزرا اس کا مضبوط ہاتھ آگے بڑھا اور سپاہی کی گردن سے لپٹ گیا۔ شاید زبک نے اپنی دانست میں وہ قوت نہیں استعمال کی تھی جو سپاہی کو ہلاک کر دے لیکن اب وہ قسموں کے طلسم سے آزاد ہو گیا تھا اور اس کے جسم میں کسی وحشی درندے کی سی قوت جاگ اٹھی تھی۔ چنانچہ سپاہی کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ اس نے سپاہی کو اس وقت تک دبائے رکھا جب تک کہ اس کے جسم میں ہلکی سی کپکپاہٹ بھی باقی رہی اور جب وہ نیچے گرا تب اس نے سپاہی کے سینے پر گھٹنا رکھ دیا۔ پسلیاں چٹخنے کی آواز بلند ہوئی اور سپاہی آخری بار تڑپ کر سرد ہو گیا۔ زبک نے اسے اچھی طرح دیکھا اور پھر...... اس کے بعد اس کے ہاتھ پھرتی سے دوسرا عمل کرنے لگے۔ سپاہی کا لباس اس نے اپنے جسم پر پہن لیا حالانکہ یہ لباس زبک کے جسم سے مطابقت نہیں رکھتا تھا بس کام چلانے والی بات تھی۔ اس کا لمبا کلہاڑا زبک نے اپنی کمر کی پیٹی میں اڑسا، بندوق ہاتھ میں سنبھالی اور پھر سپاہی کو گھسیٹ کر ایک ایسے گوشے میں ڈال دیا جو رات کی تاریکی میں نگاہوں سے اوجھل تھا۔ اپنا اتارا ہوا لباس اس نے گٹھڑی بنا کر ساتھ لے لیا تھا۔ اس لباس کی شاید اسے ضرورت پڑتی اور اس کے بعد وہ بندوق پکڑ کر ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا، بالکل اسی سپاہی کی مانند جو تھوڑی دیر قبل پہرہ دے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا تقدیر پر اسے کوئی بھروسہ نہیں رہا تھا۔ دیوتاؤں کو وہ بھول چکا تھا جو کچھ کرنا تھا خود ہی کرنا تھا، زندگی کی انتہا موت ہے اور موت اس نے پہلے ہی قبول کر لی تھی۔

بدن پر اگر سپاہیوں جیسا لباس نہ ہوتا تو اب تک صورت حال بدل گئی ہوتی کیونکہ بہت سے محافظ دور سے نظر آئے تھے لیکن وہ استقامت سے بڑھتا رہا تھا۔ اسی لئے کسی کو اس پر شبہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ڈھلوان کے پاس پہنچ گیا۔ آسمان پر چاند کھلا ہوا تھا۔ اس کے با کے کنارے سے اس کی انتہا نظر نہیں آ رہی تھی۔ اتنی ہی ہولناک گہرائیاں تھیں وہ اور اب

انہی گہرائیوں کا سفر کرنا تھا۔ یہ دیوانگی کا سفر تھا۔ کوئی فرد ان ڈھلوانوں کے قریب بھٹکنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ نیچے نجانے کیا تھا، نوکدار چٹانیں، کانٹے دار جھاڑیاں یا نجانے کیا؟

ساتھ لائے ہوئے ہتھیار اس نے ڈھلوان کے قریب رکھ دیئے۔ ایک بار آسمان کی طرف شاکی نگاہوں سے دیکھا۔ وہ خودکشی کرنے جا رہا تھا اور یہ خودکشی دیوتاؤں کی نامہربانیوں کی وجہ سے تھی اور پھر اس نے ڈھلوان میں پاؤں اتار دیئے لیکن پاؤں رکے کہاں، وہ کئی فٹ نیچے جا گرا۔ پاؤں کسی پتھر سے الجھے اس کے وزن سے پتھر نے جگہ چھوڑ دی لیکن یہ کوئی چوڑی وزنی سل تھی جس پر وہ ٹک گیا اور سل نیچے پھسلنے لگی۔ کھردری پتھریلی ڈھلوان پر مضبوط سل اسے نیچے لے چلی لیکن اس کا سہارا ناپائیدار تھا۔ کسی بھی جگہ وہ اچھلتی تو وہ آسانی سے نیچے گر جاتا۔ گردوغبار اور ٹوٹے پتھروں نے اسے دامن میں لپیٹ لیا۔

پتھروں کے ٹکڑے اس کے زخمی بدن کو چھیل رہے تھے۔ ہواؤں کے تھپیڑے کانوں کے پردے پھاڑ رہے تھے۔ سل کئی جگہ معلق ہوئی لیکن اتنی دیر میں اسے احساس ہو گیا تھا کہ اگر وہ اپنی مہارت اسی پر صرف کر دے کہ اس کے پاؤں سل پر جمے رہیں تو شاید یہ سل اس کی مشکل آسان کر دے۔ چنانچہ وہ مضبوطی سے اس کا سہارا لئے رہا۔ اپنی تمام مہارت خود کو اس سل پر قائم رکھنے میں صرف کر دی۔ انوکھا سفر تھا کوئی بھی لمحہ موت کا کھیل بن جاتا لیکن زندگی اسے پناہ میں لئے ہوئے تھی۔ ڈھلوان پھیل گئی تھی اور چٹان کو سہارے مل رہے تھے پھر جب وہ رکا تو ڈھلوان ختم ہو چکی تھی۔ پتہ نہیں اوپر والوں کو قید خانے کی تاریخ کے پہلے قیدی کے فرار کا علم ہوا تھا یا نہیں۔

بدصورت چٹانیں اپنے درمیان سے گزرنے والے اس انوکھے مسافر کو دیکھ رہی تھیں اس کے زخموں سے اب خون سیاہ ہو کر جم گیا تھا، آنکھیں نیم غنودہ ہو رہی تھیں۔ انہیں سورج کی تیز روشنی میں کھولنا ممکن نہیں ہو رہا تھا لیکن اس کے پاؤں مشینی انداز میں اٹھ رہے تھے۔ اس کے قدموں میں لغزش نہیں تھی۔ جیسے ان کا باقی جسم سے کوئی تعلق نہ ہو۔ کتنا سفر طے کر چکا ہے اسے علم نہیں تھا۔ وہ تو بس چل رہا تھا اپنے آپ سے بے نیاز ہو کر، ماحول کی ہر چیز سے عاری۔ اس کا ذہن یہ تھا کہ صرف قدم بڑھاتا رہے کوئی تصور کوئی خیال نہیں تھا اس کے ذہن میں۔ ایک بار بھی اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا کہ کوئی اس کے تعاقب میں ہے یا نہیں اور جب بدن کی قوت اپنی آخری حدوں کو پہنچ گئی تو وہ زمین پر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر کسی کتے کی مانند ہانپنے لگا۔

سانس چڑھا ہوا تھا اور آہستہ آہستہ وہ زمین پر لیٹتا جا رہا تھا۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور
نجانے کب تک وہ اس عالم میں زمین پر پڑا رہا۔

پھر جب سورج سر سے گزر چکا اور شام کی سیاہیاں زمین پر اترنے لگیں۔ دھوپ
تپش کم ہو گئی تو اسے ہوش آیا۔ اس نے ہوش و حواس کے عالم میں پہلی بار اپنے اطراف کے ماحول
کو دیکھا۔ گزرتے ہوئے واقعات یاد کئے تو اس کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔ وہ خوفناک
ڈھلوان کس طرح طے ہوئی‘ اسے یاد نہیں تھا۔ اس کے زخموں کی ٹیسیں اب بھی اسی طرح تھیں
اب شاید وہ ان زخموں سے لاتعلق نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے آنکھیں بھینچ کر دو تین بار
جھٹکا اور پھر وہ واقعات یاد کرنے لگا جو قید خانے سے نکلنے پر بیتے تھے لیکن کچھ یاد نہ آسکا۔ ا
انتہائی حیرت تھی کیونکہ قید خانے کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ یہ ویرانہ تو ناقابل عبور تھا۔ یہاں
نجانے کیا کیا تھا اس جگہ سے گزرنا معمولی بات نہیں تھی۔

دیر تک وہ اپنے چاروں طرف دیکھتا رہا اور پھر اس کی نگاہ آسمان کی جانب اٹھ گئی
دفعتاً اس کے ہونٹوں پر قہقہہ پھوٹ پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور ہنستے ہو
بولا۔

”آسمان والو! میں تمہیں نہیں سمجھ سکا‘ واقعی تم سمجھ میں نہ آنے کے قابل ہو۔ نجا
کب سے میں تم سے سکون کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ نجانے کب سے میں کیا کیا چاہتا ہوں
نے ایک نہ سنی اور جب میں نے موت کی جانب قدم بڑھائے تو تم نے مجھے موت کی آغوش
بھی نہ جانے دیا۔ تم کیا چاہتے ہو‘ میں نہیں جانتا۔

زخموں میں سخت سوزش ہو رہی تھی۔ جسم کا وہ لباس بے حد چبھ رہا تھا جو اس پر بہت
تھا۔ بس وقت گزارنے کے لئے یہ لباس کام آ گیا تھا ورنہ ایسے زخم آلود بدن پر کسی لباس کا وجود
اذیت کا باعث تھا۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے اوپری بدن کو لباس سے عاری کر دیا۔ لبا
اتارنے سے اسے کافی سکون ملا تھا بدن کے زخم اگر نظر آتے تو حیرت ہوتی کہ ان کے با
موت کیوں نہیں آئی۔ زخموں پر زخم لگتے رہے اور ان کی ہیئت عجیب سی ہو گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں
تھا کہ ان زخموں کا کیا علاج کیا جائے‘ کون سی چیز سوزش کو فوری طور پر بند کر سکتی ہے۔ کوئی با
میں نہ آسکی۔ اسے ان زخموں کی تکلیف برداشت کرنی ہی تھی۔ پھر اس نے اس علاقے کے جا

میں غور کیا۔ بالکل اجنبی جگہ تھی۔ دور دور تک سخت اور چٹیل پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ دل میں
فیصلہ کرنے لگا کہ کون سی سمت اختیار کی جائے لیکن سمت کیا ضروری ہے۔ اسے کون سا اپنی منزل کا
رخ کرنا ہے اس کی منزل ہے ہی کون سی۔

چنانچہ جس طرف منہ اٹھا‘ اسی طرف منہ کر کے چل پڑا۔ سخت اور طویل سفر طے کیا تھا۔
پہلے سے کچھ حالت بہتر ہو گئی تھی لیکن اب بھی اس کا بدن تھکن سے چور چور تھا لیکن وہ اس وقت
تک چلتا رہا جب تک روشنی رہی اور پھر اس کے کانوں نے ایک آواز سنی۔ ایک ایسی آواز جس
نے اس کی روح میں تازگی دوڑا دی تھی۔ زبان خشک ہو کر تالو سے چپک گئی تھی لیکن اس نے یہ غور
ہی نہیں کیا تھا کہ وہ پیاسا ہے لیکن یہ آواز...... یہ آواز اسے احساس دلا رہی تھی۔ یہ پانی کی شر شر
کی آواز تھی۔ کہیں پاس ہی پانی موجود تھا۔ اس نے گم ہوتے ہوئے اجالے میں چاروں طرف
نگاہیں دوڑائیں۔ آنکھوں کی روشنی بھی تھکن اور تکلیف سے کم ہو گئی تھی لیکن پانی کی سفید چادر نظر آ
گئی۔ کسی آبشار سے نکلنے والی کوئی ندی تھی جو پتھروں کے درمیان سے گنگناتی ہوئی گزر رہی تھی۔
ایک بار پھر اسے اپنی جسمانی قوت مجتمع کرنی پڑی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا ندی کی طرف چل پڑا۔ فاصلے
کم ہو گئے اور جونہی پانی قریب آیا وہ اوندھے منہ ندی میں گر پڑا۔ اس نے منہ کھول کر کتوں کی
طرح زبان پانی میں ڈال دی۔ اس کی روح میں تازگی اترنے لگی۔ پتھروں سے ٹکرا کر پیدا ہونے
والی پھوار اس کے زخموں پر پڑ رہی تھی اور اسے ایک انوکھا سرور مل رہا تھا۔ نجانے کتنی دیر اسی طرح
گزر گئی اور جب اس نے سر اٹھایا تو رات ہو چکی تھی۔

معدے میں پانی اتر گیا تھا۔ طبیعت میں عجیب سی تازگی پیدا ہو گئی تھی لیکن اس وقت
ہمت نہیں تھی کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کوئی اور عمل کرے۔ معدہ خوراک چاہتا تھا لیکن اب اس کے
لئے کچھ کرنا بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ وہ ندی سے تھوڑے فاصلے پر ایک صاف سی جگہ دیکھ کر
لیٹ گیا۔ ذہن میں سنسناہٹ ہو رہی تھی اور پھر وہ نیم غنودگی تھی یا بے ہوشی کچھ بھی تھا لیکن اس نے
وقتی طور پر حالات سے بے خبر کر دیا تھا۔

نیند سینکڑوں تکلیفوں کا علاج ہے۔ شاید ساری رات کروٹ بھی نہ بدلی تھی اس نے۔
اور صبح جب سورج کی کرنوں نے زخموں میں چڑچڑاہٹ پیدا کی تو آنکھ کھل گئی۔
اس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چیختے ہوئے پرندوں کو دیکھا اور پھر دونوں ہاتھوں

کے سہارے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سخت نقاہت طاری تھی' بھوک کی وجہ سے پیٹ میں درد ہو رہا تھا۔
اس درد کا کوئی درماں نہیں تھا۔ وہ بے بس نگاہوں سے چاروں طرف پھیلتی ہوئی چٹانوں کو دیکھ
اور اسے اندازہ ہو گیا کہ یہاں خوراک نہیں مل سکتی۔ دیوتاؤں پر سے اس کا اعتماد اٹھ چکا تھا۔
نے جو مانگا وہ نہیں ملا تھا۔ دیوتاؤں نے اس کی مدد نہیں کی تھی چنانچہ اب وہ ان سے اور کچھ
چاہتا تھا۔

ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی اور اس نے ایک بار پھر پانی کی طرف
نگاہ دوڑائی اور دفعتاً اس کی نگاہوں میں ایک ایسی چیز آ گئی جس نے اسے چونکا دیا۔

ندی کے بہت سے حصے ایسے تھے جو بہتے ہوئے پانی کی زد سے دور تھے لیکن ان
پانی بھرا ہوا تھا۔ ایسا ہی ایک حصہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا اور اس میں اس نے آنکھیں
ہوئی مچھلیوں کو دیکھا۔ یہ مچھلیاں شکل میں یہاں موجود تھیں۔ کبھی وہ بہتے ہوئے پانی
طرف دوڑ جاتیں اور کبھی وہاں سے اس پناہ کی جگہ آ جاتیں۔

زبک کی آنکھوں میں عجیب کیفیت پیدا ہو گئی۔ وہ چند لمحات تک سوچتا رہا اور پھر
کر اس گڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ مچھلیاں اپنی زندگی کی کارروائی میں مصروف تھیں۔ اس
مخلوق کی اس پناہ گاہ میں وہ درندہ بن کر داخل ہو جائے یا بھوک کی نقاہت برداشت کرے
برداشت کی قوتیں تو کھو چکا تھا وہ۔ اب تو اسے صرف زندگی کی تلاش تھی۔ چنانچہ وہ گڑھے
کنارے اوندھا لیٹ گیا اور پھر جیسے ہی مچھلیوں کا ایک غول اندر آیا اس نے برق رفتاری سے
جھپٹا مارا اور ایک بڑی مچھلی اس کی گرفت میں آ گئی۔ مچھلی نے بھرپور مدافعت کی اور اس کے
اپنے کانٹے سے ایک گہرا زخم لگا گئی لیکن ایسے زخم تو اس کے پورے بدن پر سجے ہوئے تھے۔
چھوٹے سے زخم کی اسے کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ ہاں مچھلی کے ساتھ ناانصافی کا جواز اسے مل گیا
اس نے مچھلی کو نکال کر اوپر ڈال دیا۔ ہاتھ سے بہتے خون پر اس نے ذرا بھی غور نہیں کیا تھا۔
چ ے اچھلتی رہی اور پھر اس کی اچھل کود کی قوتیں جواب دے گئیں تو زبک نے اسے اٹھا
بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ں نے اسے اپنے دانتوں میں دبایا۔ پھر مچھلی کے وجود میں جو کچھ بھی
اس نے اپنے معدے میں اتار لیا اور اس کے معدے میں وزن پیدا ہو گیا۔ اس وزن نے
بڑی تقویت بخشی تھی لیکن ابھی بھوک تھی۔ بھوک دور کرنے کا طریقہ اسے معلوم ہو گیا تھا۔ بس

بلکہ ایک دو زخم اور اس کے بعد خوراک۔

چنانچہ اس نے مزید دو مچھلیاں اسی انداز میں پکڑیں اور انہیں چبا گیا۔ اب وہ شکم سیر ہو
چکا تھا۔ شکم سیر ہونے کے بعد زمین پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی اور وہ اس گڑھے سے تھوڑے
فاصلے پر ہٹ کر لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ نیند کا احساس ذہن کے کسی گوشے میں
نہیں تھا۔ بس ایک ہلکی سی غنودگی اس کے سارے وجود پر طاری تھی۔ ذہن میں خیالات کے رتھ
چل رہے تھے۔

دفعتاً اس کے ذہن میں ایک چونکا دینے والا ہیولا ابھرا۔ وہ تو ایک خوبصورت ناگن تھی'
غرور حسن میں ڈوبی ہوئی ایک نوجوان لڑکی جو دوسروں کے شانوں پر سوار ہو کر اپنی قوتوں کا اظہار
کرتی تھی۔ ہاں میرا کیا قصور تھا' کیاریاں ہی تو بنا رہا تھا اس وقت وہ آئی تھی تو زیادہ سے زیادہ
اسے تعظیم دے سکتا تھا لیکن میں نے تو غور ہی نہیں کیا تھا اور تعظیم دینے کا رواج قیدیوں کے لئے تھا
بھی نہیں۔ وہ تو صرف محافظوں کا کام تھا پھر میرا کیا قصور تھا۔ میں نے کیا بگاڑا تھا اس کا۔ اس جلاد
لڑکی کا سوائے اس کے کہ میں نے احترام حسن نہیں کیا تھا لیکن اس دنیا سے منہ موڑنے والا حسین
چہروں سے کیا دلچسپی رکھ سکتا ہے۔ میں تو یہ دنیا چھوڑ چکا تھا لیکن...... لیکن مجھے دیوتاؤں کے خلاف
بغاوت پر اکسانے والے تیرے حسن کو خاک میں نہ ملایا تو پھر یہ بغاوت ایک لعنت ہے میرے
لئے' میں تجھے اس غرور کی ایسی سزا دوں گا کہ تو زندگی کے آخری لمحوں میں بھی فراموش نہ کر سکے
گی۔

وہ سوچتا رہا۔ جیگان سے انتقام لیتے ہوئے اسے دیوتاؤں کی حمایت حاصل تھی۔ اس
نے یہ قدم سوچے سمجھے بغیر اٹھایا تھا۔ صرف دیوتاؤں کے بل بوتے پر لیکن اب وہ ان کا باغی تھی۔
اب یوں نہ ہو گا کہ شیگان کے سپاہی اسے دیکھ کر اندھے ہو جائیں گے اور اس کے قریب سے
گزرے چلے جائیں گے۔ اب تو جو کچھ ہونا ہو گا' اپنے بل بوتے پر مگر ابتداء کہاں سے کروں۔
ان زخموں نے تو زندگی کرب بنا دی ہے آہ۔ کتنی تکلیف ہے ان میں۔

وہ دانت بھینچ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک سمت منتخب کر کے چل پڑا۔ سمت کے بارے
مگر اسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کہاں جاتی ہے بس وہ چل رہا تھا' کہیں نہ کہیں تو پہنچ ہی جائے گا۔
کافی دور نکل آیا۔ شاید یہ کوئی باغ تھا۔ پھلوں سے بھرے درخت جھول رہے تھے۔ ان

پھلوں کو دیکھ کراس کی بھوک چمک اٹھی۔ درختوں کے قریب پہنچ کراس نے بہت سے پھل توڑے اوران سے پیٹ بھرنے لگا۔شکم سیر ہونے کے بعد دماغ کے دوسرے خانے کھلے۔ یہ باغ کسی کی ملکیت تو ہوگا۔کیا کوئی آبادی قریب ہے مگرکون سی آبادی؟ آس پاس کے تمام علاقے توشیگان کی ملکیت تھے اوراب تک اس کے فرار کی داستانیں عام ہوچکی ہوں گی۔شیگان کے جانبازاسے تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔اس کا مطلب ہے کہ ہوشیار رہنا ضروری ہے۔

دفعتاً اسے کسی گھوڑے کی کھر کھر سنائی دی اور وہ کسی چیتے کی طرح چوکنا ہوگیا۔اس کی چمکدار آنکھیں ادھرادھر دیکھنے لگیں۔اس نے خود کو لمبی گھاس میں چھپالیا۔تبھی اس نے سیاہ رنگ کے ایک گھوڑے کو دیکھا۔توانا جانور کی پشت پرایک انسانی بدن جھول رہا تھا۔اس کے ہاتھ پاؤں بے جان تھے یا تو وہ بے ہوش تھا یا مرچکا تھا لیکن زکب کی آنکھیں اس کے آس پاس کسی اورانسانی وجود کو تلاش کر رہی تھیں۔تب اسے یقین ہوگیا کہ گھوڑا تنہا ہی ہے تو وہ اپنی جگہ سے نکل آیا۔ پیاسے گھوڑے کو پانی کی تلاش تھی اورایک بہتی ہوئی نالی کے پانی کے پاس پہنچ کراس نے پانی میں منہ ڈال دیا۔

زبک گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔جانور نے چونک کرگردن اٹھائی۔چند لمحات حالات کا جائزہ لیتا رہا پھروہ دوبارہ پانی پینے لگا۔زبک اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

گھوڑے کی پشت پرایک لاش پڑی ہوئی تھی۔اس کے سینے پر تین زخم تھے جن سے بہے ہوئے خون نے گھوڑے کی پشت بھگو دی تھی۔قوی ہیکل وجود کو زبک نے اس کے لباس سے پہچان لیا تھا۔اس کی رائفل ایک سمت لٹک رہی تھی۔

کوئی دشمنی؛ جس کا یہ شکار ہوا۔وہ سوچتا رہا پھراس نے گھوڑے کے قریب آ کراس کی گردن تھپتھپائی اور پھر باآہستگی لاش نیچے اتار لی۔لباس کی پیٹی میں مرصع خنجر اڑسا ہوا تھا۔ کارتوسوں کی دو پیٹیاں بھی اس کے بدن پرسجی ہوئی تھیں۔شکل وصورت سے وہ کوئی تندخوانسان معلوم ہوتا تھا۔

’’تو جو کوئی بھی ہے دوست!اس دنیا سے رشتہ توڑ چکا ہے۔تیری اجازت سے اب میں تیرے اس گھوڑے اورلباس کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔مجھے معاف کردینا۔‘‘

زبک نے قوی ہیکل کا خون آلود لباس اپنے جسم پر چڑھالیا۔جسم کے زخم تڑخنے لگے تو

...چیخ کر بولا۔’’مجھے میرے ارادے سے روکنے کی کوشش نہ کرو۔مجھے وہی کرنا ہے جو میرا عہد ہے۔‘‘ کارتوسوں کی پیٹیاں جسم پرسجا کراس نے بڑے بالوں والی ٹوپی پہنی اوراس کا حلیہ بدل گیا۔

گھوڑے نے پیاس بجھائی اورآس پاس اگی ہوئی گھاس پر منہ مارنے لگا۔زبک نے ...چرنے دیا۔اس دوران اس نے لاش احترام سے ایک سمت ڈال دی اورگھوڑے کے فارغ ...ہونے کا انتظار کرنے لگا۔نالی کے بہتے ہوئے پانی سے اس نے لاش کے لباس کی اس جگہ کو خوب ...رگڑ کر دھولیا تھا جو خون آلود تھا اوراب اس پرخون کے دھبے نہ رہے تھے۔اب صرف گولیوں کے ...سوراخ باقی رہ گئے تھے جسے اس نے کارتوسوں کی پیٹیوں سے چھپالیا تھا۔اس دوران میں اس کی ...نگاہیں بھٹکتی رہی تھیں لیکن وہاں کسی انسان کو وجد نہیں تھا۔گھوڑا اسیر ہوگیا تو زبک نے اسے پکڑلیا ...اورپھراس کی پشت پرسوار ہوکر چل پڑا۔اسے کسی ایسی پگڈنڈی کی تلاش تھی جو کسی آبادی کا پتہ ...دے سکے۔تین مختلف سمتوں پرتھوڑی دور چلنے کے بعد اسے ایک ایسی پگڈنڈی نظر آگئی جو بتدریج ...بلندی کی طرف جاتی نظر آرہی تھی اور پھر جب وہ اس بلندی کے آخری سرے پر پہنچا تو اسے ایک ...اورآبادی نظر آئی جو شیگان کے قبیلے سے زیادہ دور نہیں تھی۔

O

مونتاشیہ کو پہلی بار سینے میں دل کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ جب وہ پہلی بار قید خا
سے واپس آئی تھی۔ تو اس کا سارا وجود آگ میں دہک رہا تھا اور یہ توہین حسن کے انتقام کی آ
تھی لیکن کم بخت ساگا نے زبک کی کہانی دیر سے سنائی تھی اور اس کے بعد زبک کی زندگی
مونتاشیہ کے بس میں نہیں رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی آنکھوں سے زبک کا عزم اور اس کی قو
برداشت دیکھی تھی اور وہ لمحے اس کے ذہن پر نقش ہو گئے تھے۔ بار ہا اس نے اپنے آپ کو سمجھا
کی کوشش کی کہ شیگان کے دوست جیگان کے خاندان کا قاتل کسی بھی طرح قابل رحم نہیں ہے
ہر چند کہ اس کی وجوہات کچھ بھی ہوں اور پھر اس نے تو آخری وقت تک مونتاشیہ کو وہ حیثیت
دی تھی جس کی وہ مستحق تھی۔ پھر وہ اس کے لئے پریشان کیوں ہے؟ اگر وہ عزم و ہمت کا پیکر
بالآخر اس کا غرور خاک میں مل جائے گا۔ نجانے کس بات پر نازاں تھا کم بخت اور اب سپاہی
کے جسم پر چمڑے کے ہنٹر مار مار کر ٹکڑوں میں تقسیم کر دیں گے۔ شیگان سے انحراف بھلا کس
مجال ہو سکتی تھی لیکن ذہن کے خالی گوشوں میں اب کوئی چیز جاگزیں ہو گئی تھی اور یہ زبک کی صور
تھی۔

اس کا دل کرب سے تڑپنے لگتا تھا۔ راتوں کو خواب میں اسے زبک کی چیخیں سنائی د
تھیں۔ وہ چیخیں جو اس کی موجودگی میں اس کے حلق سے آزاد نہیں ہوئی تھیں لیکن ایک انسان کب
تک ان چیخوں کو روک سکتا ہے۔

صبح ہوئی تو وہ بے کل تھی اور اس بے کلی میں دن گزر گیا۔ بے خوابی اس پر مسلط ہو گ
تھی۔ ہر لمحہ کا سکون رخصت ہو گیا تھا لیکن اپنی یہ کیفیت وہ سب سے چھپائے ہوئے تھی۔ اس
محبوب مشغلہ تھا کہ داد حسن وصول کرنے کے لئے وہ مقررہ اوقات میں بانکپن کے ساتھ
گھوڑے پر سوار ہو کر آبادیوں کی طرف نکل جاتی تھی اور ان لوگوں کا تجزیہ کرتی تھی جو صرف اس
بات کا احترام نہیں کرتے تھے کہ وہ شیگان کی بیٹی ہے بلکہ اس کی شکل و صورت دیکھ کر ان کی
آنکھوں میں حسرت و یاس پیدا ہو جاتی تھی۔ سرد آہیں اور بے بسی کا یہ انداز مونتاشیہ کو بہت پسند

یہ گویا اس کی روح کی غذا تھی۔

لیکن اب اس کی روح ہی بیمار ہو گئی تھی اور اس کا دل ان تمام باتوں کو نہیں چاہتا تھا۔
بے کلی جب حد سے بڑھ گئی تو کئی دن کے بعد وہ باہر نکلی اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر چل پڑی۔
غلام ساگا اور ایک کنیز حسب معمول اس کے ساتھ روانہ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے گھوڑے مونتاشیہ
کے گھوڑے سے پچاس گز پیچھے رکھ کر سفر کرتے تھے۔ لیکن غلام ساگا نے آج مونتاشیہ کو بستی میں
داخل ہونے کی بجائے اس پتلی پگڈنڈی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا جو خانقاہ کی جانب جاتی تھی
تو وہ چونک پڑا۔

اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے بڑھ کر مونتاشیہ کے نزدیک پہنچ گیا اور مؤدبانہ
انداز میں بولا۔

"کیا آقازادی! خانقاہ کی طرف جا رہی ہیں؟"

"ہاں۔ خانقاہ کے کاہن سے میں اپنے دل کا سکون مانگوں گی۔"

غلام ساگا کی یہ جرأت نہ ہو سکی تھی کہ وہ اس بے سکونی کا سبب پوچھے۔ گردن خم کر کے
اپنی جگہ پر آ گیا اور مونتاشیہ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ تب کنیز نے مدھم لہجے میں کہا۔

"یہ حقیقت ہے کہ مونتاشیہ ان دنوں کافی بدلی بدلی نظر آتی ہے۔"

"آقاؤں کے بارے میں تجزیہ کرنا غلاموں کا کام نہیں ہے سارینا! بہتر ہے کہ اپنی
زبان بند رکھ۔" خوفزدہ عورت خاموش ہو گئی۔ اس نے تو مونتاشیہ کو خانقاہ کی طرف رخ کرتے دیکھ
کر اپنی معلومات کا اظہار کیا تھا۔ لیکن یہ جانتی تھی کہ ساگا بندہ بے دام ہے صرف آنکھیں بند کر کے
احکامات بجالانے کا عادی۔

عبادت گاہ کے دروازے پر اس نے گھوڑا ساگا کے حوالے کر دیا اور اندر داخل ہو گئی۔
کاہن خوشبوئیں سلگائے عبادت میں مصروف تھا۔ مونتاشیہ خود بھی اس کے قریب دو زانو بیٹھ گئی اور
جب عبادت کا ایک دور ختم ہوا تو عبادت گزاروں نے اس شعلہ حسن کو دہکتے دیکھا، سب ہی
مونتاشیہ سے واقف تھے۔ چنانچہ گردنیں خم کر کے ادب سے باہر نکل گئے۔ صرف کاہن رہ گیا۔
کاہن نے محبت بھری نگاہوں سے مونتاشیہ کو دیکھا اور اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے بخور
دانوں میں لوبان کی چٹکی ڈالی اور فضا میں خوشبوئیں پھیل گئیں۔

''شیگان کی بیٹی بڑے عرصے بعد عبادت گاہ کی سمت آئی' خیر تو ہے؟'' مونتاشیہ نے
بند آنکھیں کھولیں اور کاہن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''آسمان والے سے میرے دلی سکون کی دعا کرو کاہن! میں بے سکون ہوں۔''

''رب کائنات تیری بے چینی دور کرے مونتاشیہ! کوئی ایسی بات ہے جو تیرے دل
کے نرم گوشوں کو متاثر کر رہی ہے تو مجھ سے کہہ ڈال کہ یہ سینہ رازوں کا مدفن ہے اور اس کی گہرائی
میں کوئی بھی بات آنے کے بعد باہر نہیں نکلتی لیکن کہہ دینے سے بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔''

''نہیں۔ میں اس بوجھ کو اپنے سینے میں رکھنا چاہتی ہوں۔ دل کی بات کسی سے نہیں کہنا
چاہتی۔''

خانقاہ کے کاہن نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر بولا۔

''میں تیرے لئے سکون کی دعا کرتا ہوں۔'' اور اس کے بعد وہ آنکھیں بند کر کے
مونتاشیہ سے کچھ فاصلے پر دوزانو ہو گیا۔

ماحول پر تاریکی چھائی جا رہی تھی۔ مونتاشیہ آنکھیں بند کئے گردن خم کئے ہوئے بیٹھی
ہوئی تھی۔ یہ دن خانقاہ میں آنے والوں کا عام دن نہیں تھا۔ اس لئے باہر موجود عبادت گزاروں
کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

خانقاہ کے باہر کھڑے ہوئے غلام ساگا نے پہلے بھی اس شخص کو دیکھا تھا جو چرمی
لباس پہنے' بڑے بالوں والی ٹوپی لگائے' سیاہ رنگ کے گھوڑے پر آ رہا تھا۔ خانقاہ کی طرف آنے
والوں کے سلسلے میں کوئی تجسس نہیں کیا جاتا تھا۔ بے چین دلوں کو سکون حاصل کرنے کے لئے ادھر
کا رخ کرنا ہی ہوتا تھا۔ پھر جب وہ خانقاہ کے دروازے پر پہنچا اور گھوڑے سے نیچے اترا تو غلام
ساگا نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور نجانے کیوں بڑے بالوں کی ٹوپی سے چھپے ہوئے
آدھے چہرے کے نیچے کے خدوخال اسے شناسا سے محسوس ہوئے۔ اس نے متعجبانہ نگاہوں سے آنے
والے کو پہچاننے کی کوشش کی لیکن وہ اپنا گھوڑا ایک سمت کھڑا کر کے خانقاہ میں داخل ہو گیا۔ غلام
ساگا آہستہ سے بولا۔

''سار بینا! نجانے مجھے اس شخص کا چہرہ شناسا سا کیوں محسوس ہوا۔ جبکہ میں کسی ایسے
نقوش والے شخص سے شناسا نہیں ہوں۔''

کنیز سار بینا نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن غلام ساگا کے حساس کانوں نے اندر ایک
نسوانی چیخ سن لی تھی اور آقازادی کی اس آواز کو وہ کیوں نہ پہچانتا۔ چنانچہ بے اختیار وہ اندر کی
جانب دوڑا اور اندر ایک ہنگامہ سا محسوس ہوا۔

عبادت گزار اس شخص کے راستے میں آنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ انہیں کسی
طوفان کی طرح دھکیلتا ہوا باہر نکلا جا رہا تھا اور اس کے شانوں پر بے ہوش مونتاشیہ پڑی ہوئی تھی۔

غلام ساگا نے آگے بڑھ کر اس طوفان کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو لمبے بالوں والے
شخص کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر اس کے پہلو کو چیرتا ہوا نکل گیا۔

''بہتر ہے کہ میرا راستہ روکنے والے مجھ سے دور رہ' انتقام کی سلگتی ہوئی آگ کو سرد کرنا
آسان نہیں ہو گا۔''

وہ بے ہوش مونتاشیہ کو شانوں پر ڈالے اپنے گھوڑے کے قریب پہنچا اور اس نے
نہایت بے دردی سے مونتاشیہ کو اپنے گھوڑے کی پشت پر اچھال دیا اور خود بھی اچھل کر گھوڑے پر
سوار ہو گیا۔

سار بینا کے حلق سے بے پناہ چیخیں نکل گئیں۔ عبادت گزار اس کے پاس پہنچ گئے تھے
لیکن کوئی صورت حال کو سمجھ نہیں پا رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ گھوڑا فضا کے دھندلکوں میں گم ہو
گیا۔ سار بینا چکر کھا کر نیچے گر پڑی۔

غلام ساگا اپنی ان آنتوں کو سمیٹ کر چاک شدہ پیٹ میں داخل کرنے کی کوشش کر رہا
تھا جو اس کے چیرے ہوئے پیٹ سے باہر نکل آئی تھیں۔

عبادت گزاروں نے اسے سنبھال لیا اور کاہن خانقاہ میں ہونے والے اس جرم پر
حیران و پریشان بڑے دروازے پر کھڑا ہو کر عبادت گزاروں کی ان کارروائیوں کو دیکھنے لگا۔

''شیگان کی بیٹی کو خانقاہ سے اس طرح اغوا کر لینا کسی ایسے ہی سر پھرے کا کام معلوم
ہوتا ہے جو اس دنیا سے بیزار ہو گیا ہو۔'' بمشکل تمام مقدس کاہن نے کہا۔

''تم میں سے چند لوگ جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور جا کر شیگان کو اس
حادثے کی اطلاع دو۔''

وہ لوگ تیز رفتاری سے آبادی کی طرف چل پڑے۔ ان کے دل لرز رہے تھے کہ

شیگان کو یہ اطلاع دینے پر وحشی حکمران ان کے ساتھ کیا سلوک کرے۔

واپسی میں زبک نے آبادی کی طرف رخ نہیں کیا تھا بلکہ اس نے ان پہاڑی پگڈنڈیوں کی طرف گھوڑے کو دوڑا دیا تھا جو اسے ویرانوں میں لے جاسکتی تھیں۔ انسانوں کی آبادیوں سے اس نے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور صرف انتقام کی آگ سپرد کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنی تمام تر توجہ اس سنگدل لڑکی پر صرف کر دے اور کسی دوسرے سے نہ الجھے۔

گھوڑا برق رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ زبک جانتا تھا کہ شیگان دوہری مار کا شکار ہوا ہے۔ ممکن ہے قید خانے سے اسے زبک کے فرار کا علم ہو چکا ہو۔ اس بات پر وہ تلملایا تو ہو گا اور اس کے بعد مونتاشیہ کی گمشدگی تو اسے پاگل کر دے گی لیکن کچھ بھی ہو جائے' مونتاشیہ سے وہ انتقام لینا چاہتا تھا۔ جس نے اسے دیوتاؤں کے سائے سے دور کر دیا تھا۔

رات پوری طرح مسلط ہو چکی تھی۔ گھوڑے نے طویل سفر طے کیا تھا لیکن اس کی چال میں تھکن نہیں پائی جاتی تھی۔ پھر جب اتنی تاریکی ہو گئی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے تو مجبوراً زبک کو گھوڑا روکنا پڑا۔ درختوں کے اونچے اونچے جھنڈ اس کے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ یہ ناریل کے درخت تھے۔

مونتاشیہ ابھی تک بے ہوش تھی۔ اس طویل ترین سفر کے درمیان اس نے ایک بار بھی جنبش نہیں کی تھی۔ زبک نے اس کی گردن پر دباؤ ڈالا تھا اور مونتاشیہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک اس میں ہوش کے کوئی آثار نظر نہیں آئے تھے۔ بڑی مشکل سے زبک کو مونتاشیہ تنہا مل سکی تھی۔ وہ سیدھا اس بستی کی طرف آیا تھا اور یہاں اس نے مونتاشیہ کی بازیابی کے سلسلے میں کافی جدوجہد کی تھی اور یہ شاید اس کی تقدیر ہی تھی کہ اس دن مونتاشیہ خانقاہ کی طرف چل پڑی تھی ورنہ زبک اندازہ لگا چکا تھا کہ اب مونتاشیہ کو حاصل کرنا ناممکن ہے۔

بے ہوش مونتاشیہ کو ایک درخت کی آڑ میں لٹانے کے بعد اس نے اپنی ٹوپی اتار پھینکی اور پھر خود بھی تھکے تھکے انداز میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ درخت کے نیچے چند ٹوٹے ہوئے ناریل پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک ناریل اٹھایا اور اسے توڑ کر اس کا پانی پینے لگا۔ اس طویل سفر سے اس کے زخم چٹخنے لگے تھے اور سخت تکلیف ہو رہی تھی لیکن اس تکلیف کا کوئی علاج نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر اس کے ذہن پر غنودگی چھانے لگی۔

وقت تیز رفتاری سے گزر رہا تھا۔ وہ نیم غنودہ کیفیت میں تھا کہ دفعتاً اس کے کانوں میں مونتاشیہ کی ہلکی سی چیخ سنائی دی اور وہ چونک کر سنبھل گیا۔

بے حواس لڑکی جاگ گئی تھی۔

زبک خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ رات تاریک تھی۔ لیکن پھر بھی تاریکی کی عادی آنکھیں مونتاشیہ کے چہرے کو دیکھ سکتی تھیں۔ جو کھڑی ہو کر پاگلوں کی طرح ادھر ادھر آنکھیں پھاڑ رہی تھی۔ اس کے منہ سے ڈری ڈری چیخیں نکل رہی تھیں۔ لیکن زبک نے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خاموشی سے مونتاشیہ کو دیکھتا رہا تھا۔

لیکن جب مونتاشیہ کی نگاہیں تھوڑے فاصلے پر موجود گھوڑے پر پڑیں اور وہ اس کی جانب بڑھی تو زبک کو اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا۔ اس بات کے امکانات تھے کہ شیگان کی چالاک بیٹی حالات کا صحیح طور سے جائزہ لئے بغیر گھوڑے پر سوار ہو کر فرار ہونے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ مونتاشیہ کی جانب بڑھا اور قدموں کی چاپ سن کر مونتاشیہ چونک کر پلٹی۔ زبک کو دیکھ کر اس کے حلق سے چیخ سی نکل گئی تھی۔ ہر چند کہ وہ تاریکی میں زبک کے نقوش نہیں پہچان سکی تھی اس کے علاوہ زبک جس لباس میں تھا اس کے خدوخال مونتاشیہ کی نگاہوں میں نہیں آسکے تھے۔ شاید اس لئے بھی وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔

زبک آگے بڑھ کر اس کے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"گھوڑے پر چڑھنے کی کوشش مت کر۔ تو اس پر سوار نہیں ہو سکے گی۔"

مونتاشیہ نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے اور دہشت زدہ نگاہوں سے زبک کو دیکھنے لگی۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں تاریکی میں نقوش پہچاننے کی صلاحیتیں حاصل کرتی جا رہی تھیں لیکن جو چہرہ اس کے سامنے ابھرا وہ فریب نظر تھا۔ یقیناً وہ یہ نہیں تھا جو محسوس ہوا تھا۔ قید خانے کا وہ عجیب قیدی تو زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا ہو گا۔ یہ صرف اس کا وہم ہے جو ان لمحوں میں اس کی شکل پیش کر رہا ہے لیکن گزرے ہوئے حالات' مقدس خانقاہ اور اس کے بعد بے ہوشی' یہ ساری تحریریں رفتہ رفتہ اسے یاد آ رہی تھیں۔

اس نے آنکھیں بند کر کے سر زور سے جھٹکا اور چند قدم آگے بڑھ کر زبک کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ سب کچھ وہم نہیں ہے' فریب نظر نہیں ہے بلکہ زبک ایک۔

حقیقت کی طرح اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ مونا شیہ کے حلق سے پھر ایک چیخ نکل گئی اور شاید
بھی وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکی کہ اس چیخ میں خوشی کا عنصر غالب ہے یا خوف کی کیفیت۔
زبک کو دیکھ کر اسے یقین نہیں آ رہا تھا قید خانے سے نکل بھاگنا آسان کام نہیں تھا
پھر شیگان کے محافظوں کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ زبک کے ساتھ کوئی رعایت کر سکے۔ پھر
سب کچھ کیسے ممکن ہوا۔ زبک یہاں تک کیسے آیا؟ اور پھر خانقاہ میں اس کی بے ہوشی اور ان منظر
نگاہوں سے گم ہونا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ وہ متعجبانہ نگاہوں سے زبک کو دیکھتی رہی پھر اس کی ہلکی
آواز ابھری۔

''کیا تم...... کیا تم زبک ہو؟''

رات کی تاریکی میں زبک کی چمکتی ہوئی نگا ں نے اسے دیکھا اور مونا شیہ کانپ
اٹھی۔ کیسی شدید آگ روشن تھی ان آنکھوں میں، کیسی نفرت تھی ان آنکھوں میں، رات کی تاریکی
میں ان نگاہوں کا مفہوم کسی عام آنکھوں میں اجاگر نہیں ہو سکتا تھا۔ زبک کی سرد آواز ابھری جو کسی
جاندار کی آواز نہیں معلوم ہوتی تھی۔

''شیگان کی بیٹی! نام بھی جانتی ہے تو میرا۔ یقیناً اپنے گمشدگان کو تو یاد رکھتی ہوگی۔
انسانوں کے ساتھ وحشت اور درندگی کا رسیا اپنی حیوانی فطرت کی تسکین کے لئے بڑی محنت کرتے
ہیں۔ ہاں میں زبک ہی ہوں وہی قیدی جو تیرے عتاب کا شکار ہوا۔

''نن نہیں...... میں...... میں......''

''شیگان کی بیٹی تیرا باپ اس بستی کا رہنے والا نہیں ہے۔ تم لوگ نامعلوم علاقوں سے
آئے اور اپنی سازشوں سے اس بستی کے حکمران بن بیٹھے لیکن ہمیں کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ تم
ان لوگوں نے قبول کیا تھا جو ہم سے زیرک اور ہم سے بڑے تھے لیکن اس کے بعد یہ بات ثابت
ہو گئی کہ شیگان ایک وحشی جانور ہے جو انسان کا روپ دھار کر ہماری بستیوں میں آ گھسا ہے اور
جانور کی اولاد جانور ہی ہوتی ہے۔ میری کہانی تجھے نہیں معلوم بیوقوف لڑکی، لیکن اتنا تو تجھے معلوم
ہی ہوگا کہ قید خانے کی زندگی میں میرے نام کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ منسوب نہیں تھا جس کی بنا پر
میں کسی سزا کا مستحق قرار پاتا۔ میں تو زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا، دنیا سے بیزار ہو چکا تھا
لیکن تو نے زبک کو ایک بار پھر وحشی بنا دیا اور میری یہ وحشت تیری ذات سے شروع ہو کر تیری

ذات پر ہی ختم ہو جائے گی اس بات پر تو یقین رکھ۔''

مونا شیہ اس سے نفرت بھرے جملے سن رہی تھی، محسوس کر رہی تھی کہ اس کے دل کی
آگ انہی الفاظ میں ڈھلنی چاہئے تھی اور اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ زبک کو وہ لمحہ بتاتی جو
قید خانے سے واپسی کے بعد اس کے لئے عذاب بن گیا تھا۔ ہر کہانی زبک کو فریب کی کہانی ہی
معلوم ہوتی اور یہ اندازہ لگا لیا تھا مونا شیہ نے کہ قید خانے سے رہا ہونے والا یہ طاقتور انسان کوئی
بات تسلیم نہیں کرے گا اس سے کچھ کہنا بیکار ہے۔ چنانچہ وہ آہستہ سے بولی۔

''میں پیاسی ہوں۔''

زبک چند لمحے غور کرتا رہا اور پھر اس کی نگاہ سامنے پڑے ہوئے ناریلوں پر پڑی۔ اس
نے ایک ناریل کو ٹھوکر ماری اور ناریل لڑھکتا ہوا مونا شیہ کے قدموں میں آ پڑا۔

کسی انسان سے ایسی بے نیازی اور ایسے سلوک کی توقع مونا شیہ نے خواب میں بھی
نہیں کی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے ذہن میں غصہ بیدار ہوا لیکن پھر اس کے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔ نجانے کیوں اسے اپنی اس بے چینی میں کسی قدر کمی محسوس ہوئی تھی جو کئی دن
سے اس کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کئے ہوئے تھی۔ اس نے زمین پر گرا ہوا ناریل اٹھا لیا اور اسے
توڑنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اس میں ناکام رہی۔ تب وہ آہستہ سے بولی۔

''میں اسے توڑ نہیں سکتی۔''

''اگر نہیں توڑ سکتی تو پھر پیاسی مرجا' یہ تیری اوقات ہے جسے تو چند لمحوں کے لئے بھول
گئی تھی اس وقت' جب تو نے اپنے وحشی باپ کو مجھے سزا دینے کے لئے آمادہ کیا تھا اور تیری
نگاہوں کے سامنے میرے چیتھڑے اڑائے جا رہے تھے۔''

ان باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا مونا شیہ کے پاس، ابھی تو سوچنے سمجھنے کی قوتیں بیدار
نہیں ہوئی تھیں۔ وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ زبک کو دیکھتی رہی اور پھر اس کے دیئے ہوئے
ناریل کو ایک درخت سے مار کر توڑنے لگی۔ تھوڑی سی کوشش سے ناریل ٹوٹ گیا اور اس نے پیاس
بجھائی اور پھر وہ اسی درخت سے کمر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ زبک اس سے کچھ فاصلے پر ایک اور درخت کے
نیچے جا بیٹھا تھا۔

کافی دیر خاموشی سے گزر گئی تو مونا شیہ نے کہا۔

''قید خانے کے محافظوں نے تجھے کیسے چھوڑ دیا؟''

''بستی کا چوہا سب کو اپنی نسل سمجھتا ہے اگر میں خود کو اس کے حوالے نہ کرتا تو وہ ساری زندگی مجھے نہیں پکڑ سکتا تھا پھر اس کا قید خانہ مجھے کیسے روک سکتا تھا۔''

''تو نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش ہی کیوں کیا تھا؟''

''یہ باتیں تیرے جاننے کی نہیں ہیں۔ تو انہیں سمجھ ہی نہیں پائے گی۔'' زبک حقارت سے بولا۔

موناشیہ پھر خاموش ہوگئی۔ زبک کی تلخ باتیں نجانے کیوں اسے گراں نہیں گزر رہی تھیں۔ اپنی زیادتی کا احساس تھا اسے' بے قصور سمجھتی تھی زبک کو لیکن یہ احساس کچھ دیر پہلے ہوا تھا۔

وہ بستی کے بارے میں سوچنے لگی۔ غلام ساگا' کنیز ساربینا کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ شیگان انہیں کچا ہی چبا جائے گا۔ جب وہ یہ اطلاع لے کر بستی میں شیگان کے پاس پہنچیں گے اور یہ بھی بعید نہیں کہ شیگان مقدس خانقاہ پر ہی چڑھ دوڑے' بلاشبہ اس کا باپ ایک وحشی انسان تھا۔

وہ جیسے خود بخود چونک پڑی۔ اس سے قبل تو اسے اپنا باپ وحشی نہیں محسوس ہوا تھا بلکہ اس کی درندگی کو وہ دلیری سے تشبیہہ دیتی تھی اور اپنے باپ پر فخر کرتی تھی' پھر یہ تبدیلی کیوں؟

تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس نے زبک کی طرف دیکھا۔ زبک اس کی دلی کیفیت سے بے نیاز آنکھیں بند کر کے بیٹھا تھا۔

تب ہی موناشیہ نے سوچا کہ یہ شخص اپنے انتقامی جذبوں میں صادق ہے لیکن کہیں یہ انتقامی کارروائی موناشیہ کے لئے خطرناک نہ ہو جائے۔ بظاہر تو ابھی تک اس نے زبک کے رویئے میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی تھی۔ یہ قوی ہیکل لڑکا اس کے برق پوش حسن کا جواب تو نہیں بن سکتا۔ وہ اسے اپنی زندگی میں وہ مقام تو نہیں دے سکتی جو اس نے چاند سے اترنے والے کسی حسین سردار کے لئے متعین کیا تھا جسے وہ اپنے قابل سمجھتی تھی۔

''چوڑے چکلے بدن والا یہ شخص اس لحاظ سے قابل رحم ضرور تھا کہ موناشیہ کی [illegible] اسے اذیتیں برداشت کرنا پڑی تھیں لیکن یہ اس قابل نہیں تھا کہ کسی بھی طرح موناشیہ کی آرزوؤں کا مرکز بن سکے اور اگر اس نے ایسی کوئی حرکت کی تو......''

موناشیہ کو اپنے دل میں شدید بے چینی کا احساس ہوا اور اس نے دزدیدہ نگاہوں سے

گھوڑے کی جانب دیکھا جو کچھ فاصلے پر موجود تھا۔ اگر زبک سو جائے تو اسے فرار کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس خیال سے اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا لیکن رات کے کسی حصے میں اس نے زبک کو غافل نہیں پایا تھا۔ شاید اس نے ایک لمحے کے لئے بھی پلک نہیں جھپکی تھی۔ یہاں تک کہ موناشیہ خود ہی ایک درخت کی جڑ پر سر رکھ کر سو گئی اور پھر اس وقت جاگی جب صبح کی روشنی پھوٹ چکی تھی۔

نرم و گداز بستروں پر سونے والی موناشیہ کے لئے یہ صبح انتہائی کربناک تھی۔ حد نگاہ ناریلوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے یا پھر چٹانیں۔ اسے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ جگہ اس کی بستی سے کتنی دور ہے اور یہ کون سا علاقہ ہے۔ تب اس نے زبک کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور وہ تھوڑے ہی فاصلے پر نظر آ گیا۔ گھوڑے کی ٹانگوں کی مالش کر رہا تھا۔

موناشیہ نے ایک درخت کی جڑ میں دھواں بھی اٹھتے دیکھا۔ اس دھوئیں میں گوشت کے جلنے کی چراند تھی۔ پتہ نہیں یہ کیسی بدبو تھی' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تب ہی زبک کو اس کے جاگنے کا احساس ہوا اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر اس کے قریب آ گیا۔ اس نے ایک درخت کی جڑ سے کوئی چیز اٹھائی اور موناشیہ کے نزدیک پہنچ گیا۔

ایک بھنا ہوا خرگوش اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے خرگوش موناشیہ کی طرف اچھال دیا اور کرخت لہجے میں بولا۔

''بھوک سے مر جائے گی۔ یہ لے یہ کھا لے۔''

موناشیہ کے بدن میں چنگاریاں بھر گئی تھیں۔ اس نے بھنے ہوئے خرگوش کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا اور خونخوار نگاہوں سے زبک کو دیکھنے لگی۔ زبک نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں دی تھی۔ وہ پھر گھوڑے کے نزدیک جا بیٹھا تھا اور اس کی مالش کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے گھوڑا تیار کیا اور اس کی پشت پر چڑھ کر موناشیہ کے قریب پہنچ گیا پھر اس کی کرخت آواز ابھری۔

''کھڑی ہو جا۔''

''نہیں کھڑی ہوتی۔ میں نہیں جاؤں گی تیرے ساتھ۔'' موناشیہ ضبط کے باوجود جھلا کر بولی۔

''کھڑی ہو جا۔'' زبک کی آواز میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔

مونتاشیہ نے بے اختیار گردن اٹھا کر اسے دیکھا تب زبک جھکا اور اس نے مونتاشیہ کے بال پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا اور پھر جھک کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور کسی نازک پھول کی طرح اسے اٹھا کر سامنے بٹھا دیا۔ دوسرے لمحے اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی۔

مونتاشیہ بے بسی سے بیٹھی رہی اور گھوڑا دوڑتا رہا۔

نجانے زبک کا رخ کس جانب تھا۔ شاید رات سے پہلے وہ یہاں سے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔ سرسبز میدان ختم ہو گئے اور اب خشک پہاڑیاں شروع ہو گئی تھیں۔ گھوڑے کی رفتار اب زیادہ تیز نہیں تھی۔ وہ اطمینان سے چل رہا تھا کیونکہ سوار نے اسے تیز دوڑنے کا اشارہ نہیں کیا تھا یہاں تک کہ سورج چھپا اور تاریکی چھا گئی۔

مونتاشیہ پر بھوک کی نقاہت طاری تھی لیکن اس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا۔ زبک نے قیام کے لئے ایک جگہ منتخب کی اور گھوڑا روک دیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے کودا اور پھر اس نے مونتاشیہ کو نیچے کھینچ لیا۔ اس کے بعد اس نے گھوڑے کو ایک پتھر سے باندھ کر اس کے سامنے گھاس کی گٹھڑی کھول کر ڈال دی اور خود ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر قیام کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔ پھر اس نے قیام کے لئے ایک چوڑی چٹان کے سائبان کے نیچے رات گزارنے کا فیصلہ کیا جو یہاں سے چند گز کے فاصلے پر تھی۔ اس جگہ کو صاف کرنے کے بعد اس کے نیچے بیٹھ گیا اور اس نے پاؤں پھیلا دیئے۔ گھوڑا اس سے کچھ ہی فاصلے پر موجود تھا۔

مونتاشیہ کی حالت اب خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے پھولوں کے بستر پر آنکھ کھولی تھی۔ اسے تیز ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی تھی لیکن آج...... آج وہ اتنی بے حیثیت تھی کہ کوئی اس کی طرف دیکھنے والا بھی نہیں تھا۔ ایک بار اس نے زبک کو سرد نگاہوں سے دیکھا اور اپنی بے بسی پر آہ بھرنے کے علاوہ کچھ نہ کر سکی۔

زبک بلاشبہ اس کے ہاتھوں عذاب کا شکار ہوا تھا لیکن وہ اس سے اتنا متنفر کیوں ہے؟ اس کی وحشت سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر مونتاشیہ کچھ اور گفتگو کرے تو شاید وہ اسے مارنے پر بھی آمادہ ہو جائے۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ زبک نے گھوڑے کی پشت سے بندھا ہوا سامان اتار کر ایک طرف رکھ دیا تھا۔ جس میں شاید ناریل اور بھنا ہوا گوشت تھا جو اس نے پہلے ٹھکانے پر جلا کر

...بھون لیا تھا۔ اس نے چند ناریل نکالے اور پھر گوشت چبانے لگا۔ ایک بار بھی تو نہیں دیکھا ...نے مونتاشیہ کی طرف۔ پھر اس نے دو تین ناریل توڑ کر ان کا پانی پیا اور اطمینان سے چٹان ...سائبان کے نیچے دراز ہو گیا۔

مونتاشیہ گردن جھکائے ہوئے بیٹھی تھی اور رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ بھوک کے ...اس کی جان نکلنے لگی تھی۔ لیکن اب تو اس نے اسے کھانے کی پیشکش بھی نہیں کی تھی۔ یہ ...نہیں جانور ہے۔ اس نے دل میں سوچا۔ جوں جوں وقت گزرتا رہا تھا زبک کے لئے اس ...دل سے وہ احساسات ختم ہوتے جا رہے تھے۔ جو زبک کی موافقت میں تھے۔ اب اسے یوں ...ہو رہا تھا جیسے یہ شخص تھا ہی ظلم کے قابل' اس کے ساتھ جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا۔

آدھی رات گزر چکی تھی وہ بے بسی کے عالم میں اٹھی اور زبک کے قریب پہنچ گئی۔ زبک ...بدن کو جنبش نہیں ہوئی تھی۔

مونتاشیہ چند لمحات اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے اس کے سامان سے گوشت نکالا اور ...کھانے لگی۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے اور وہ گوشت کھا رہی تھی۔ ایک ...ل اٹھا کر اس نے اسے پتھر سے توڑا اور منہ سے لگا کر پیاس بجھائی۔ یہ بے بسی کی انتہا تھی لیکن ...ت گزر چکا تھا کہ اب اس سے بھوکا رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی بار اس کی انا ...تی۔

کھانے کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں میں سنسنی ہونے لگی اور وہ جس جگہ بیٹھی تھی اسی ...لیٹ گئی۔ زبک سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ جسم میں کھردری زمین بری طرح چبھ رہی تھی۔ ...نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ کروٹیں بدلتی رہی۔ کئی بار اس نے اٹھ کر زمین ...ی اور پھر لیٹ گئی۔ ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ وہ حسین راتیں جو پرسکون بستروں پر ...ری تھیں، کبھی اس بات کا احساس نہیں دلا سکی تھیں کہ کچھ لوگ کھردری زمین پر بھی زندگی بسر ...تے ہوں گے۔

شیگان! کیا واقعی اتنا بے بس انسان ہے کہ اپنی بیٹی کو تلاش نہیں کر سکا۔ اب تو بہت ...گزر گیا تھا۔ ایک بار بھی سپاہی پہاڑوں میں دوڑتے نظر نہیں آئے۔ کیا وہ اس کی تلاش میں ...ہو گئے ہیں۔ کیا بستی کے سردار نے اپنی بیٹی کا غم برداشت کر لیا ہے۔ کیسا باپ ہے وہ؟ وہ

زمین و آسمان ایک کیوں نہیں کر دیتا۔ بستیوں کی اینٹ سے اینٹ کیوں نہیں بجا دیتا۔ اگر
پاس تو بے شمار سپاہی ہیں۔ کیا ان سپاہیوں کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ ان علاقوں کے چپے چپے
پھیل جائیں اور مونتاشیہ کو تلاش کر لیں یا پھر مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔

وہ سوچتی رہی اور دفعتاً اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ زبک گہری نیند سو رہا ہے
گھوڑے پر بیٹھ کر فرار ہونے کی کوشش کی جائے تو کیا اس میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ چند لمحے
سوچتی رہی۔ اس سے پہلے بھی یہ خیال اس کے دل میں آیا تھا لیکن اس وقت وہ اپنے ارادے
میں کچھ زیادہ مضبوط ہو گئی تھی۔ چند لمحے وہ زبک کی طرف دیکھتی رہی۔ اندازہ لگانے کی کوشش کر
رہی تھی کہ وہ سو رہا ہے یا نیم غنودہ کیفیت میں ہے لیکن زبک کے تیز تیز سانس بتا رہے تھے کہ اس
کی نیند کافی گہری ہے۔ تب وہ آہستہ سے اٹھی اور گھوڑے کے نزدیک پہنچ گئی۔ گھوڑے کی لگام
پتھر کی چٹان میں الجھی ہوئی تھیں۔ اس نے لگاموں کو پتھر کی چٹان سے نکالا اور پھر گھوڑے کے
قریب پہنچ گئی۔

دفعتاً گھوڑے کے حلق سے ہنہناہٹ نکلی اور مونتاشیہ دہشت سے اچھل پڑی۔ زبک
نے کروٹ بدلی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اب حالت یہ تھی کہ مونتاشیہ گھوڑے کی لگام ہاتھوں میں پکڑے دہشت بھری نگاہوں
سے زبک کو دیکھ رہی تھی۔

زبک اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے
مونتاشیہ کو گھور کر دیکھا اور دوسرے لمحے اس کا بھرپور ہاتھ مونتاشیہ کے ہاتھ پر پڑا۔ مونتاشیہ
کر دور جا گری تھی۔

''تیرے لئے یہ کبھی ممکن نہیں ہوگا مونتاشیہ کہ تو میرے چنگل سے نکل جائے۔
گھوڑے کی پشت تیری سواری کے لئے نہیں ہے۔ جو کچھ تجھ سے کیا جاتا ہے کرتی رہ لیکن
بات ذہن نشین کر لے تو دوبارہ زندہ کبھی اپنے قبیلے میں نہیں پہنچ سکتی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے
مرجائے تو میں تیری لاش اس گھوڑے کی پیٹھ پر سجا کر اسے تیری بستی کی طرف ہانک دوں۔''
کی آواز بے حد سفاک تھی۔ مونتاشیہ نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

''اگر تو اتنی ہی نفرت کرتا ہے مجھ سے تو پھر مجھے ہلاک کیوں نہیں کر دیتا۔ وحشی جانور

مجھے جان سے کیوں نہیں مار دیتا۔'' وہ روتی ہوئی بولی۔

''ابھی نہیں مونتاشیہ! ابھی نہیں قبیلے کے سردار کی بیٹی ہے تو۔ کچھ تو اس کا بھرم رکھ۔
ابھی اتنی سی دیر گزری ہے اور تو موت مانگنے لگی۔ مجھے دیکھ، تیری ستم شکاری، تیرے باپ کی درندگی
کے باوجود بھی ابھی تک زندہ ہوں۔ میں نے بھی تیرے ہی انداز میں موت مانگی تھی دیوتاؤں سے
لیکن موت اتنی آسانی سے نہیں آتی۔ ابھی تو تیرے جسم پر ایک بھی زخم نہیں ہے۔ میرے زخموں کو
دیکھ، میں ان کے باوجود زندہ ہوں۔'' زبک نے اپنی پشت اس کے سامنے برہنہ کر دی۔

اور مونتاشیہ نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی نگاہ زبک کی پشت پر پڑی اور دوسرے
لمحے اس کا بدن دہشت سے کانپ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے زبک کے جسم کو دیکھ رہی تھی جس
پر خون آلود لکیریں پھیلی ہوئی تھیں۔ کھال ٹکڑوں کی شکل میں جگہ جگہ سے ادھڑ گئی تھی۔ ایسے زخم تھے
اس کے پورے بدن پر کہ ان پر نگاہ جمانا مشکل ہو جائے۔ وہ بے اختیار ان زخموں پر جھک گئی اور
پھر اس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔

''یہ...... آہ یہ...... آہ یہ......'' اس سے زیادہ وہ کچھ نہ بول سکی۔

''ہاں قصور صرف اتنا تھا زبک کا کہ اس نے غرور حسن کے سامنے گردن خم نہ کی۔ میں
نے تجھ سے کہا تھا مونتاشیہ کہ میں دنیا ترک کر چکا ہوں۔ میں نے اس کائنات کے حسن سے نگاہیں
موڑ لی ہیں کیونکہ میں نے دیوتاؤں سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد میں زندگی
کو بھی زندگی نہیں سمجھوں گا بلکہ اسے دیوتاؤں کی امانت سمجھوں گا اور مونتاشیہ! میں نے دیوتاؤں
سے عہد نبھایا تھا۔ مجھے کسی کا حسن لازوال کیا مسحور کر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میری نگاہیں تیری طرف
نہ اٹھی تھیں اور اٹھیں تو ان میں زندگی کا احساس نہ جاگا۔ اس کی سزا ملی ہے نا مجھے، یہ زخم تیری ہی
عنایت ہیں نا، تجھے خوشی نہیں ہوئی مونتاشیہ! دیکھ ان زخموں کو دیکھ، اس میں تیرا غرور جھانکتا ہے۔
لیکن مونتاشیہ یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ میں نے دیوتاؤں سے موت مانگی تھی کہ مجھے ان
زخموں کی اذیت سے نجات مل جائے۔ دیوتاؤں نے مجھے موت نہ دی۔ تو میں نے ان سے کیا ہوا
عہد توڑ دیا۔ ان زخموں کی وجہ تو ہے مونتاشیہ اور اب صرف تو میرے انتقام کا شکار ہے اور یہ انتقام
اس لئے اور شدید ہو گیا ہے کہ میں دیوتاؤں کا عہد شکن ہوں۔'' زبک کی آواز میں خوفناک
غراہٹ تھی۔ مونتاشیہ کے منہ سے ایک بھی لفظ نہ نکل سکا۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے ان زخموں کو

دیکھ رہی تھی۔

زبک شاید کسی ایک جگہ اس لئے نہیں رکتا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ قبیلے کے سردار کے کتے اس کے تعاقب میں ہوں گے اور زمین کے چپے چپے پر اس کی بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے چنانچہ وہ اپنی قیام گاہیں تبدیل کرتا رہتا تھا۔

مونتاشیہ کی تمام تمکنت تمام غرور ختم ہو چکا تھا۔ زبک کے زخم اس کے دل پر منتقل ہو گئے تھے لیکن اس کی کوئی کوشش زبک کو متاثر نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ جو کچھ بھی کہے گی زبک اس پر قیامت تک یقین کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ یہ الفاظ بھی زبک کے سامنے کہے گئے تھے کہ مونتاشیہ کی توہین کے نتیجے میں زبک کو زندگی اور موت کا یہ عذاب برداشت کرنا پڑا ہے۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں زبک سے کہنا چاہتی تھی کہ بے شک غرور حسن نے توہین حسن کا انتقام لیا لیکن جذبات کا وہ ابال تو اسی وقت بیٹھ چکا تھا جب غلام ساگا نے زبک کی کہانی اسے سنائی تھی۔ زبک کا نقش لازوال اس کے دل پر منجمد ہو گیا تھا اور وہ دیوتاؤں سے یہی دعائیں مانگتی رہی تھی کہ اس کا باپ شیگان اپنی وحشت کو بھول جائے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس میں مونتاشیہ کی تحریک ضرور تھی لیکن خواہش نہیں۔ ہاں وہ مانتی تھی کہ زبک جو انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا کبھی ان الفاظ پر یقین نہیں کرے گا اور یہی سوچے گا کہ مونتاشیہ اپنی زندگی بچانے کے لئے اپنے سر سے الزام ہٹانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس نے زبان بند کر رکھی تھی۔ وہ زبک کے زخموں کا علاج کرنا چاہتی تھی۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ اپنے جسم کی ساری کھال اتار کر ان زخموں کو ڈھانپ دے جن سے مسلسل خون رستا رہتا ہے اور زبک کی آنکھوں میں بے چینی نمایاں رہتی ہے۔

اس وقت بھی وہ ایک چٹانی علاقے میں' جہاں دور دور سبزہ نظر نہیں آتا تھا وہ دونوں قیام پذیر تھے۔ زبک بلا کا دلیر تھا۔ ایسے زخموں کے ساتھ تو انسان ایک قدم بھی نہیں چل سکتا تھا لیکن وہ اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کرتا تھا کہ وہ مستعدی سے اپنا سفر جاری رکھ سکے۔

مونتاشیہ یہ بات بھی سمجھ نہیں پائی تھی کہ زبک انتقام کی آگ میں سلگ کر اس کے ساتھ وحشیانہ بدسلوکی کیوں نہیں کرتا جو کوئی دشمن کر سکتا ہے۔ زبک صرف اسے ذہنی اذیتوں کا شکار بنا رہا تھا۔ اس نے نہ تو مونتاشیہ کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور نہ اس کا کوئی احسان قبول کیا تھا۔ وہ اس سے اس طرح دور رہتا تھا جیسے کسی غلیظ شے سے دور رہا جاتا ہے اور بعض

اوقات مونتاشیہ سوچتی تھی کہ یہ سزا صرف زبک کی طرف سے نہیں ہے بلکہ رب کائنات نے اسے ان تمام آہوں کا بدلہ دیا ہے جو اس کے لئے بھری گئیں۔ اسے ان لمحوں کی سزا دی جا رہی ہے جن لمحوں میں اس نے اپنے حسن کے بارے میں سوچا تھا اور کہا تھا کہ اس کا ثانی ہو تو پورے شیلاس سے جا کر لے آؤ۔

اس وقت بھی وہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور زبک اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ایک پتھر کو چٹان سے رگڑ رگڑ کر گول کر رہا تھا۔ بہت دیر سے اس نے مونتاشیہ سے کوئی بات نہیں کی تھی بلکہ اب تو وہ کسی حد تک جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا اور اس جھنجلاہٹ کا سبب مونتاشیہ کا رویہ تھا۔ جس نے زبک کے مظالم اپنی تقدیر سمجھ لئے تھے۔ کس کس طرح زبک نے اسے ذلیل نہیں کیا تھا۔ وہ کسی وحشی جانور کی طرح اس کے بال نوچتا' اس کے حسین گالوں پر تھپڑ لگاتا اور مونتاشیہ کے گال خون اگلنے لگتے لیکن صورت حال یہی تھی کہ اگر زبک اس کے گال پر تھپڑ لگاتا تو وہ دوسرا گال پیش کر دیتی۔ زبک اگر اسے کھانے کو نہ دیتا تو وہ فاقے کرتی۔ کتے کی طرح خوراک اس کے سامنے پھینک دیتا تو وہ اٹھا کر کھا لیتی۔ اس کے چہرے میں بے پناہ نرمی پیدا ہو گئی تھی۔ جہاں بھی رات ہوتی وہ زبک کے قدموں میں سو جاتی۔ زبک اگر اسے ٹھوکر مارتا تو لڑھک کر وہ جہاں بھی گرتی وہیں پڑی رہتی اور یہ زبک کی پسندیدہ بات نہیں تھی۔ وہ تو چاہتا تھا کہ مونتاشیہ پاگلوں کی طرح چیخے' جھنجلائے' اسے قتل کرنے کی کوشش میں ناکام رہے۔ وہ اس کا مذاق اڑاتا رہے' اسے بے بس دیکھ کر قہقہے لگائے۔ لیکن صورت حال یہ نہیں تھی مونتاشیہ تو جیسے پہاڑوں کی چٹانوں میں سو گئی تھی۔ زبک کے زخم دیکھ کر تو اس کی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ اس وقت کے بعد جب اس نے پہلی بار ڈبڈباتی آنکھوں سے زبک کے زخم دیکھے تھے۔ آج تک اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس سے زبک کی توہین ہو۔ وہ اس کی ہر زیادتی پر سر خم تسلیم کر دیتی تھی اور اس کی زبان عموماً بند رہتی تھی۔

اس بات پر بھی زبک بری طرح جھنجلایا ہوا تھا۔

کافی دن گزر چکے تھے۔ اس نے کسی ایک جگہ ایک رات سے زیادہ قیام نہیں کیا تھا۔ یہ رات بھی ایک بلند پہاڑی پر بسر ہو رہی تھی لیکن اس نے چٹانوں کے اس حصے میں پہنچ کر اپنے زخموں میں ایک عجیب سی چرچراہٹ محسوس کی تھی۔ یہاں کا موسم خشک تھا اور خشک موسم میں اس کے زخم ابھار دے رہے تھے۔ وہ خود گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر جتنی بلندی پر آ سکتا تھا' آیا تھا اور

مونتاشیہ اس کے ساتھ پیدل ہی چلتی رہی تھی۔ عموماً وہ اسے میلوں پیدل چلاتا تھا اور مونتاشیہ کے
پیروں میں بڑے بڑے چھالے پڑ جاتے تھے لیکن اس نے ایک بار بھی ان چھالوں کی شکایت
زبک سے نہیں کی تھی۔ ہاں زبک نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ جب وہ سونے کے لئے لیٹ جاتا ہے
تو مونتاشیہ اس کے زخموں کی دیکھ بھال کرتی ہے لیکن اس بات نے بھی زبک کے دل میں مونتاشیہ
کے لئے ہمدردی پیدا نہیں کی تھی۔ اس نے انسانوں کی مانند سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

زبک کے زخم اس وقت کچھ زیادہ ہی تکلیف دہ ہو گئے تھے۔ اس کا پورا جسم گویا آگ
میں جل رہا تھا۔ ان زخموں کے لئے اس کے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ دھوپ کی تمازت، گرد اور
شام کی سردی ان زخموں کو مسلسل خراب کئے جا رہی تھی اور آج تو اس پر بحرانی کیفیت طاری تھی۔
آنکھیں اور کان جل رہے تھے، سر چکرا رہا تھا اور حواس رخصت ہوتے جا رہے تھے۔
نجانے کب تک وہ برداشت کرتا رہا اور جب بالکل ہی ہوش و حواس ساتھ چھوڑ گئے تو وہ زمین پر
چت لیٹ گیا۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی کراہیں نکل رہی تھیں۔ ہوش کے عالم میں کبھی اس نے ان
زخموں کا اظہار بھی نہیں کیا تھا لیکن اب نیم مدہوشی کی کیفیت میں اس کے حلق سے کراہیں نکل رہی
تھیں۔

مونتاشیہ بے قرار ہو کر اٹھی اور اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے زبک کی پیشانی پر ہاتھ
رکھ کر دیکھا۔ زبک بخار سے پھنک رہا تھا۔ وہ بے چین ہو گئی۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

''کیا کروں میں تیرے لئے کیا کروں۔'' اس نے کہا اور بے اختیار رو پڑی۔ پھر اس
کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔

''دیوتا! اسے میری زندگی دے دو۔ اسے میری زندگی دے دو۔ دیوتا! میں اس کی
زندگی چاہتی ہوں۔ بے شک میں نے ساری زندگی انسانوں پر ترس نہیں کھایا لیکن اس میں میرا
قصور نہیں تھا۔ قصوروار میرا باپ تھا۔ میں اپنے باپ کی ان تمام حرکتوں سے اب نفرت کرتی ہوں
جن پر کبھی فخر کرتی تھی۔ دیوتا! تم اسے میری ناسمجھی قرار دے سکتے ہو۔ زبک کو زندگی بخش دو ورنہ
میں...... ورنہ میں......'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً ہواؤں نے اس کے کانوں میں کچھ سرگوشی کی۔ یہ
گھوڑوں کے قدموں کی چاپ تھی جو اسی سمت آ رہی تھی۔ مونتاشیہ ایک لمحے کے لئے تو کچھ نہ سمجھ

سکی۔ لیکن دوسرے لمحے وہ چونکی ہو گئی۔ اس نے دہشت زدہ نگاہوں سے چٹان کے بائیں سمت
دیکھا جدھر سے آوازیں ابھر رہی تھیں۔ یہ تین آدمی تھے اور انہیں دیکھ کر مونتاشیہ کو یہ اندازہ لگانے
میں کوئی مشکل نہ ہوئی کہ وہ قبیلے کے سپاہی تھے۔

اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ پریشان نگاہوں سے اس نے زبک کی طرف دیکھا
اور اس کے جبڑے ایک دوسرے پر بھینچ گئے۔ پھر اس کے حلق سے بھینچی بھینچی آواز نکلی۔

''نہیں زبک...... نہیں زبک...... میں تمہیں دوبارہ شیگان کے ہاتھ نہیں لگنے دوں
گی۔ چاہے مجھے اس کے لئے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ کیا سمجھتا ہے تو کیا صرف تو ہی
ایک انسان ہے اس کائنات میں۔ میرے سینے میں بھی دل ہے۔ اپنے کئے کی سزا میں خود بھگتوں
گی۔ وہ جانتی تھی کہ آنے والے سپاہی چند لمحوں کے بعد اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور زبک بھی
ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔ زبک اس وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔

مونتاشیہ کچھ لمحے سوچتی رہی اور اس وقت وہ تینوں سپاہی اس کے بالکل قریب پہنچ
گئے۔ انہیں شاید اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ جس عظیم مقصد کے لئے وہ ان پہاڑوں میں
بھٹک رہے ہیں، اس کی تکمیل ان کی تقدیر ہے۔ ان کی نگاہیں مونتاشیہ پر پڑیں اور وہ آنکھیں مل مل
کر اسے دیکھنے لگے۔ دوسرے لمحے ان کے حلق سے خوشی کی قلقاریاں نکل گئیں۔

''آہ...... وہ دیکھو، وہ دیکھو قبیلے کی حور شیگان کی بیٹی۔'' تینوں نے گھوڑوں سے
چھلانگیں لگا دی تھیں اور پھر دوڑتے ہوئے مونتاشیہ کے پاس پہنچ گئے۔

''عظیم مونتاشیہ! ملکہ حسن! قبیلے کا وقار! تو یہاں ان پہاڑوں میں'' ان کی نگاہیں ادھر
ادھر بھٹکنے لگیں۔ پھر انہوں نے زبک کو دیکھ لیا۔

''آہ...... وہ وحشی جانور بھی موجود ہے۔ واہ دیوتا! مقدس دیوتا تم نے بالآخر ہماری سن
لی۔ ہماری تقدیریں بدل گئیں۔ شیگان ہمیں مالا مال کر دے گا۔ ہم نے وہ کیا ہے جو شیگان کے
بڑے بڑے لوگ بھی نہیں کر سکے۔ جلدی کرو، جلدی کرو، اسے گرفتار کر لو۔''

''رکو...... رک جاؤ'' مونتاشیہ سرد لہجے میں بولی اور وہ رک گئے۔

''تم اسے زندہ نہیں لے جا سکتے۔ اگر وہ جاگ گیا تو یوں سمجھ لو کہ تم تینوں کی زندگی بھی
ممکن نہیں ہو گی۔''

تینوں آدمی ٹھٹھک کر مونتاشیہ کو دیکھنے لگے۔ مونتاشیہ نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"لاؤ اپنی بندوق مجھے دے دو۔ پہلے میں اس کی ٹانگیں ناکارہ کر دوں گی۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ توڑ دوں گی اور اس کے بعد ہم اسے گھوڑے کی پشت پر ڈال کر قبیلے میں لے جائیں گے۔ میں اسے تمہارا ہی کارنامہ قرار دوں گی۔ لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری نادانی تمہیں ناکامی سے ہمکنار کر دے۔ خاموشی سے دبے پاؤں میرے پیچھے آؤ اور اپنی بندوق مجھے دے دو۔"

قبیلے کے سپاہی نے فوراً ہی اپنی بندوق مونتاشیہ کو پیش کر دی تھی۔ مونتاشیہ نے بھری ہوئی بندوق کو دیکھا اور وہ آہستہ آہستہ زبک کی طرف پلٹی۔ دوسرے لمحے بندوق سے گولیاں چلیں اور تینوں سپاہی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کی ملکہ ان کی دیوی قبیلے کی بیٹی اپنے باپ کے سپاہیوں کے ساتھ یہ سلوک کرے گی۔ مرتے وقت بھی ان کی حیرت زدہ پھٹی پھٹی آنکھیں مونتاشیہ کو دیکھ رہی تھیں۔

گولیوں کی آواز سن کر زبک کی بے ہوشی بھی شاید ٹوٹ گئی تھی۔ اس نے چندھیائی ہوئی نگاہوں سے اردگرد کے ماحول کو دیکھا۔ مونتاشیہ کو دیکھا اور اپنی آنکھوں کی دھندلاہٹ دور کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ بخار کی تپش نے اسے نڈھال کر رکھا تھا۔ لیکن اپنی ہمتوں کو آواز دے کر وہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ گولیاں چلائی گئی ہیں اور گولیاں چلانے والے اس کے دشمنوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے تھے۔

لیکن اس نے پھر دوسرا منظر بھی دیکھا۔ قبیلے کے تین سپاہی خاک و خون میں لوٹ رہے تھے اور ان پر گولیاں مونتاشیہ نے چلائی تھیں۔ زبک نے متحیرانہ انداز میں مونتاشیہ کی جانب دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ آیا۔

"یہ...... یہ تو...... یہ تو نے......" لیکن اس سے زیادہ اس کے حلق سے الفاظ نہ نکل سکے۔ بڑی زور سے اس کا سر چکرایا تھا اور وہ زمین پر گر پڑا تھا۔ ایک پتھر کا کونا اس کے سر کو لگا اور ایک بار پھر اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

مونتاشیہ سرد اور خاموش نگاہوں سے ان تینوں کی لاشوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے زبک کو دیکھا اور پھر پھرتی سے آگے بڑھ کر سپاہیوں کی تلاشی لینے لگی۔

اس نے دو سپاہیوں کی بندوقیں اتاریں۔ ان کے کارتوسوں کی پیٹیاں اپنے گلے میں ڈالیں اور اس کے بعد اس کی نگاہیں ان گھوڑوں کی جانب اٹھ گئیں جو گولیوں کی آواز پر بدک کر دور جا کھڑے ہوئے تھے لیکن اس کی دسترس سے باہر نہیں تھے۔ ان میں سے ایک توانا گھوڑا منتخب کر کے گھوڑے کی لگامیں پکڑیں اور زبک کے قریب پہنچ گئی۔

زبک کا گھوڑا ابھی موجود تھا۔ مونتاشیہ نے زبک کے قوی ہیکل جسم کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن یہ کام انتہائی مشکل تھا۔ کافی جدوجہد کے بعد وہ زبک کو گھسیٹتی ہوئی گھوڑے تک لائی۔ اس کی پشت پر ڈالا اور اس کے بعد دوسرے گھوڑے پر وہ خود سوار ہو گئی اور زبک کے گھوڑے کی لگامیں پکڑ کر وہاں سے چل پڑی۔ اسے اندیشہ تھا کہ شیگان کے تین سوار یہاں تنہا نہیں ہوں گے۔ ممکن ہے آس پاس کوئی اور ٹولی بھی اس کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ وہ اگر چاہتی تو آسانی سے یہاں نکل سکتی تھی۔ لیکن اس کے ذہن میں ایسا کوئی تصور بھی نہیں ابھرا۔ زبک کو اس حالت میں چھوڑ کر تو وہ کہیں نہیں جا سکتی تھی۔

گھوڑے زیادہ تیز رفتاری سے نہیں چل پا رہے تھے کیونکہ بے ہوش زبک کے گھوڑے سے گر جانے کا اندیشہ تھا لیکن وہ اسے اتنی دور لے گئی کہ اگر قبیلے کے سپاہی آس پاس موجود بھی ہوں تو اس تک آسانی سے نہ پہنچ سکیں۔ اسے خدشہ تھا کہ وہ لوگ اپنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ کر اس کی تلاش میں نہ چل پڑیں۔ اس وقت اس کا ذہن پر زبک کا تحفظ سوار تھا۔

چنانچہ وہ کوئی ایسی جگہ منتخب کرنے لگی جہاں زبک کو ان کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

ایک بلند پہاڑی سلسلہ اسے مناسب محسوس ہوا۔ چنانچہ اپنے گھوڑے سے اتر کر اس نے زبک کے گھوڑے کی لگامیں پکڑ لیں اور احتیاط سے اسے بلندیوں کی طرف لے جانے لگی۔ یہ کام اس کے لئے کافی مشکل تھا لیکن وہ اپنی پچھلی زندگی کو بھول گئی تھی۔ ناز و نعم کی زندگی تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی جب وہ زبک کے قبضے میں آئی تھی۔

بمشکل تمام اس نے زبک کو گھوڑے کی پشت سے اتارا اور اسے چٹان پر لٹا دیا۔ زبک بدستور بے ہوش تھا۔ وہ سپاہیوں سے حاصل کی ہوئی پانی کی چھاگل سے اس کے چہرے پر پانی ٹپکانے لگی۔ اس پانی میں ایک اور پانی بھی شامل تھا اس کی آنکھوں کا پانی۔

"رب کائنات کی قسم زبک! میں تیری حفاظت کروں گی۔ تیرا ایک ایک زخم مجھ پر قرض ہے۔ میں اس وقت تک تیری حفاظت کروں گی جب تک تیرے بدن کا ایک ایک زخم میرے بدن میں منتقل نہ ہو جائے۔" وہ بے اختیاری کے عالم میں کہہ رہی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ زبک آنکھیں کھول چکا ہے، اسے ہوش آ گیا ہے۔

زبک نے مونتاشیہ کے الفاظ سن لئے تھے۔ بخار کی شدت، جسم کے زخم اور سر کی تکلیف اسے بدحواس کئے ہوئے تھی۔ لیکن یہ الفاظ دیر تک اس کے ذہن میں گونجتے رہے تھے اور اسے بے چینی ہو رہی تھی لیکن اس نے مونتاشیہ پر ہوشمندی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ ساری رات مونتاشیہ بندوق سنبھالے بیٹھی رہی تھی اور زبک اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ وہ مونتاشیہ کے لئے دل میں نجانے کیا کیا فیصلے کر رہا تھا لیکن کسی فیصلے سے اس کا دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔

پھر جب روشنی پھوٹ آئی تو مونتاشیہ نے اس کی کھلی ہوئی آنکھیں دیکھیں اور اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے زبک کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو زبک نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"نہیں۔ دشمن کو دلجوئی کا حق نہیں ہوتا۔"

"تو سفر کے قابل ہے زبک گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر آگے بڑھ سکتا ہے۔"

"مجھے بے بسی کا طعنہ دینا چاہتی ہے۔" زبک غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"نہیں...... یہاں سے آگے جانا چاہتی ہوں۔ ہمت ہے تو گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جا۔" یہ الفاظ زبک کی حمیت پر چوٹ تھے۔ اس کی خونخوار نگاہوں نے مونتاشیہ کو دیکھا اور پھر مضبوط قدموں سے چلتا ہوا گھوڑے کے قریب پہنچ گیا۔ بخار کی وجہ سے جسم پر شدید نقاہت طاری تھی لیکن مونتاشیہ کے الفاظ زخموں میں چبھ رہے تھے۔ وہ مردانہ وار گھوڑے پر سوار ہوا تھا۔ مونتاشیہ نے ایک بندوق اس کے ہاتھ میں تھما دی تھی لیکن کارتوسوں کی تمام پٹیاں اس نے اپنے نازک جسم پر سجائی تھیں۔ پھر وہ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو گئی۔

"مجھے اپنا دست نگر رکھنا چاہتی ہو۔" زبک غرایا اور مونتاشیہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"یہ سارے کارتوس تیرے پاس کیوں ہیں؟"

"یہ پٹیاں تیرے زخموں کو تکلیف دیں گی زبک۔" مونتاشیہ نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔

"یہ کیوں نہیں کہتی کہ مجھے نہتا رکھنا چاہتی ہے۔" زبک نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تیری بندوق بھری ہوئی ہے۔"

"صرف چند کارتوس، جو تیری خواہش کے مطابق چلیں گے اور تو اپنی بندوق تان کر کہے گی کہ نہتے زبک خود کو میرے حوالے کر دو۔" زبک اسی انداز میں بولا۔

مونتاشیہ نے خاموشی سے کارتوسوں کی پٹی اتاری اور زبک کی طرف بڑھا دی۔ زبک نے پٹی کندھے پر ڈالی تو زخم چیخ اٹھے لیکن یہ چیخ اس نے ہونٹوں تک نہیں آنے دی تھی۔

دونوں گھوڑے آگے بڑھ گئے۔ زبک کی آنکھوں میں بار بار اندھیرے اترنے لگتے تھے لیکن وہ قوت ارادی سے خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ کسی بھی طرح اپنی کمزوری نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

دوپہر کے وقت وہ ایک سرسبز علاقے میں داخل ہو گئے۔ یہاں درخت جھول رہے تھے جانوروں کی ڈاریں قلانچیں بھر رہی تھیں۔ زبک نے گھوڑے کی پشت پر بیٹھے بیٹھے ایک ہرن شکار کیا اور گھوڑا دوڑا کر مردہ ہرن کے پاس پہنچ گیا۔ مونتاشیہ نے آگے بڑھ کر اسے خنجر پیش کیا جو اس نے سپاہیوں کے لباس سے ہی حاصل کیا تھا اور پھر وہ گھوڑوں سے اتر کر خشک گھاس اور ٹہنیاں جمع کرنے لگی۔ چقماق سے آگ روشن کرنا مشکل نہ ہوئی۔ اس دوران زبک ہرن کی کھال اتار چکا تھا۔

بھنے ہوئے گوشت کا ایک بڑا سا ٹکڑا کاٹ کر اسے دانتوں سے بھنبھوڑنے لگا اور اس وقت اس کی نگاہ مونتاشیہ پر پڑی جو اس سے چند گز کے فاصلے پر زمین پر بیٹھی ایک شاخ سے زمین پر لکیریں بنا رہی تھی۔ زکب نے بھنے ہوئے ہرن کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہرن کے گوشت میں گڑھے ہوئے خنجر کو اکھاڑ کر اس نے گوشت کے ایک ٹکڑے کو کاٹنا چاہا کہ حقارت سے اس کی طرف پھینک دے جس طرح کتے کو خوراک دی جاتی ہے لیکن پھر اس کے ہاتھ رک گئے۔ ایک دم اسے اپنے ہلکے پن کا احساس ہوا۔ یہ بندوق مونتاشیہ کی دی ہوئی تھی جس سے اس نے شکار کیا تھا۔ یہ خنجر بھی اسی نے پیش کیا تھا اور زبک نے اس سے یہ تک نہیں پوچھا

تھا کہ یہ چیزیں کہاں سے آئیں۔ گویا اسے معلوم تھا کہ اس کی مدہوشی کے عالم میں مونتاشیہ کیا کر چکی ہے۔ اس کے بعد بھی اس پر برتری کا اظہار کرنا کمینگی ہے۔ اس نے خنجر واپس گوشت میں گاڑھ دیا اور گوشت دانتوں سے نوچنے لگا۔ بار بار اسے بے چینی ہو رہی تھی۔ یہ ذلیل عورت خود گوشت کیوں نہیں کھاتی۔ وہ اپنے ہاتھ کا ٹکڑا چٹ کر گیا۔ پیٹ بھر گیا تھا۔ چنانچہ وہ ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا۔

بیماری کے عالم میں بھاری خوراک زیادہ بہتر ثابت نہیں ہوئی تھی، اسے چکر آنے لگے اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جسم دوبارہ پھنکنے لگا تھا۔ دماغ بحرانی کیفیت کا شکار تھا، ہوش ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ آخری بار اس نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تو مونتاشیہ دونوں ہاتھوں میں گوشت کا ایک ٹکڑا کھا رہی تھی۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔

مونتاشیہ نے خود کو پتھر بنا لیا تھا۔ وہ اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر رہی تھی۔ اس کے دل کے گوشوں میں زبک کی مظلومیت کا احساس تھا اور یہ احساس شاید کچھ اور شکلیں اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اسے صرف ایک ہی دھن تھی کہ کسی طرح زبک ٹھیک ہو جائے لیکن زبک کی بگڑتی ہوئی حالت تشویشناک تھی۔ اس کے زخم ٹھیک ہونے کو نہیں آ رہے تھے اور اب تو وہ شدید بخار میں مبتلا تھا۔ یہ نئی افتاد تھی۔

سورج سر سے گزر گیا۔ وہ دو تین بار زبک کو دیکھ چکی تھی اور ہر بار اسے لوہے کے ٹکڑے کی طرح تپتا ہوا پایا گیا۔

سورج ابر میں چھپ گیا جب اس نے اپنے گھوڑوں کو کنوتیاں بدلتے دیکھا۔ گھوڑے چوکنے ہو رہے تھے۔ وہ اچھل پڑی لیکن دیر ہو چکی تھی۔ وہ پانچ گھڑسوار بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ شیگان کے سپاہیوں کے علاوہ کوئی نہ تھے۔

مونتاشیہ نے بجلی کی طرح کوند کر بندوق اٹھا لی اور انہیں گھڑسواروں پر تان کر کھڑی ہو گئی۔ سپاہیوں نے مونتاشیہ کو پہچان لیا تھا۔ وہ گھوڑوں سے اتر پڑے۔

"شیگان کی بیٹی! ہم تیرے غلام ہیں۔ ہم تجھ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ صرف بدبخت زبک کو گرفتار کرنا ہے۔ اس نے قبیلے کی تقدیر تاریک کر دی ہے۔ جس نے شیگان کو گوشہ نشین کر دیا ہے۔ جس نے اس کے غرور کو شکست دی ہے۔ اس ذلیل غلام نے ہمارے تین سپاہی ہلاک کر

دیے ہیں۔" ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"شیگان کے وفادار سنو! زبک میرا مجرم ہے۔ میں اسے خود لے کر قبیلے آؤں گی۔ کسی اور کو میں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تم لوگ واپس چلے جاؤ اور شیگان سے کہہ دو کہ مونتاشیہ اپنی تقدیر خود بنا رہی ہے۔ اس کے راستے نہ روکے۔"

"نہیں آقازادی! ہمیں ہمارا فرض پورا کرنے دے۔ تو نہیں جانتی ہم پر کیا قیامت ٹوٹی ہے۔ شیگان بے شمار سپاہیوں کو قتل کر چکا ہے۔ غلام ساگا اور کنیز سار بینا کو گھوڑوں سے بندھوا کر چٹانوں پر گھسیٹا گیا ہے۔ وہ عبادت گاہ زمین بوس کر دی گئی ہے جہاں سے زبک تجھے اٹھا لایا تھا۔ ہر سپاہی کی زندگی خطرے میں ہے۔ ہمارے اہل خاندان شیگان کے قیدی ہیں۔ اس نے انہیں یرغمال بنا لیا ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ تجھے تلاش کریں ورنہ خودکشی کر لیں۔ ہم مجبور ہیں مونتاشیہ اسے ہمارے حوالے کر دے۔" سپاہی آگے بڑھے تو مونتاشیہ نے بندوق کے ٹریگر پر انگلی رکھ دی۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کرو۔ جاؤ زندگی کی حفاظت کرو۔ میں تم میں سے کسی کو زبک تک نہیں پہنچنے دوں گی۔" مونتاشیہ کی غراہٹ ابھری۔ لیکن سپاہیوں کے قدم نہیں رکے تھے تب مونتاشیہ نے گولی چلا دی اور سب سے آگے موجود سپاہی ڈھیر ہو گیا۔ تب دوسرے سپاہیوں نے بھی بندوقیں اتار لیں اور مونتاشیہ زبک کی ڈھال بن گئی۔ اس نے سپاہیوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ کوئی سپاہی اس پر گولی نہیں چلا سکا اور آن کی آن میں ان پانچوں کی لاشیں زمین پر پڑی تھیں۔

"میں بھی مجبور ہوں میرے باپ کے وفادارو! میں جانتی ہوں شیگان زبک کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ لیکن زبک ایک تاریخ ہے اور اب میں اس کے علاوہ کسی سے دلچسپی نہیں رکھتی۔" اس نے غمگین آواز میں کہا۔ بے گناہ سپاہیوں کو قتل کر کے اسے دلی رنج ہوا تھا لیکن اگر زبک کو ان کے حوالے کر دیا جاتا تو شیلاس کی تاریخ میں بدترین گناہ کو فراموش نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے زبک کو دیکھا جو ان حالات سے بے خبر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ وہ بندوق سنبھال کر ایک بلند جگہ جا بیٹھی جہاں سے وہ دور دور تک نگاہ رکھ سکتی تھی۔ کارتوسوں کی پیٹی اس نے اپنے پاس رکھ لی تھی۔

زبک جاگا تو اسے اپنی حالت کافی بہتر محسوس ہوئی تھی۔ پتہ نہیں یہاں کا موسم یا کوئی شے اس کے لئے بہتر ثابت ہوئی تھی۔ پھر اسے مونتاشیہ کا خیال آیا اور وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ نگاہیں گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ مونتاشیہ نظر نہیں آئی تھی۔ نجانے کیوں دل کے کسی گوشے میں ایک کسک سی ہوئی۔

چلی گئی' اسے چلے جانا چاہئے تھا۔ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانا تو بے وقوفی تھی لیکن میرے دل میں کوئی حسرت نہیں رہی۔ میں نے غرور حسن کو چکنا چور کر دیا۔ ایسی ٹوٹی ہے وہ کہ اب کبھی نہ جڑ سکے گی۔ اس نے سوچا اور پھر اس کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔

''بلندیوں کے باسیو! میرے اور تمہارے درمیان سارے رشتے ٹوٹ چکے ہیں جب تک زندہ رہوں گا لوگوں کو بتاؤں گا کہ دیوی دیوتا جھوٹے ہیں۔ وہ ایک فرضی حیثیت رکھتے ہیں۔ کاہن راہب سب فریب ہیں۔ مذہب ایک خوف کا نام ہے ہم کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو اسے دیوتاؤں کے نام سے ڈراتے ہیں۔ اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے ہم نے یہ نام گھڑے ہیں۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دفعتاً اس نے چونک کر اس جگہ کو دیکھا جہاں بندوق رکھی ہوئی تھی۔ بندوق جوں کی توں تھی۔ کارتوسوں کی پیٹی بھی اس کے برابر رکھی ہوئی تھی۔ پھر اس کی نگاہ گھوڑے کی طرف اٹھی لیکن وہاں ایک کے بجائے دو گھوڑوں کو دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔

''کیا؟ وہ گھوڑا نہیں لے گئی۔ یا پھر اس نے فرار کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور پھر ایک جگہ رک گئیں۔ کوئی انسانی جسم ہی تھا۔ وہ اس طرف بڑھ گیا اور پھر اس کے قریب پہنچ گیا' دور ہی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ شیگان کا کوئی سپاہی ہے۔

زبک کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔ اس لاش سے کچھ فاصلے پر چار اور لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ یہ بھی شیگان کے سپاہیوں کی لاشیں تھیں۔ انہیں کس نے ہلاک کیا؟

دل کی کسک میں ایک دم اضافہ ہو گیا۔ اس کے کانوں میں کچھ آوازیں گونجنے لگیں۔

''رب کائنات کی قسم میں تیری حفاظت کروں گی۔ تیرا ایک ایک زخم مجھ پر قرض ہے میں اس وقت تک تیری حفاظت کروں گی جب تک تیرے جسم کا ایک ایک زخم میرے بدن پر منتقل نہ ہو جائے۔'' یہ آواز اس نے سنی تھی۔ یہ الفاظ بھی سنے تھے' کس کی آواز تھی یہ۔ اس وقت نیم غنودگی کی کیفیت تھی۔ آواز یاد تھی اسے الفاظ بھی یاد تھے لیکن ایک خواب کی مانند۔ وہم ہے یہ سب کچھ یا

حقیقت۔

وہ لاشوں سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر غور کرنے لگا اور ایک کے بعد ایک انکشاف ہونے لگا۔ اس دوران میں تو بہت کچھ ہوا ہے۔ یہ دوسرا گھوڑا بندوق کا کارتوس۔ ہاں میں نے شکار بھی کیا تھا اور یہ سب چیزیں۔ میں تو اس دوران میں ہوش وحواس سے عاری رہا ہوں۔ کیا مونتاشیہ مجھے بے ہوشی کے عالم میں قتل نہیں کر سکتی تھی۔ یقیناً قتل کر سکتی تھی۔ میں نے تو اس کے ساتھ انتہائی اذیت ناک سلوک کیا تھا۔ خود گھوڑے پر سفر کیا تھا اور اسے پیدل گھسیٹا تھا۔ اس کے پیروں سے خون رستا تھا اور زمین پر لکیریں اس کے ساتھ سفر کرتی تھیں۔ اس کے پیروں میں آبلے پڑتے اور پھوٹ جاتے تھے۔ یہ سب کچھ کیا تھا میں نے اس کے ساتھ۔ اسے کتوں کی طرح خوراک دیتا تھا اس کی انا پاش پاش کر دی تھی میں نے اس وقت تک۔ کس وقت تک وہ مجھ سے نفرت کرتی تھی اس نے سوچا اور اسے یاد آ گیا۔ ہاں صرف اس وقت تک جب تک اس نے میرے جسم کے زخم نہیں دیکھے تھے اور اس کے بعد۔

زبک کو ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا۔ اس کے بعد تو وہ موم ہو گئی تھی جس طرح میں نے چاہا اس نے کیا۔ راستے کا کوئی خوف نہیں ہو سکتا اسے۔ شیگان کے سپاہی بھی تو آ گئے تھے ان کے لئے کیا مشکل تھی۔

اس کا ذہن سائیں سائیں کرنے لگا۔ دل کی کسک اب...... ٹیسوں میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے آسمان کی طرف رخ کر کے کہا۔

کیا اب تم مجھ سے انتقام بھی لو گے؟ کیا تمہارا انتقام شروع ہو چکا ہے؟ کہاں ہے وہ کہاں ہے وہ۔ زبک کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔ اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اچانک اس کی نگاہ ایک بلند چٹان پر پڑی۔ مونتاشیہ کے لباس کا ایک گوشہ نیچے لٹک رہا تھا۔ وہ دیوانہ وار اس طرف بڑھ گیا۔ چٹان پر پہنچ کر اس نے دیکھا۔ مونتاشیہ بیٹھے بیٹھے سو رہی تھی۔ اس کے پاؤں پھیلے ہوئے تھے۔ بال منتشر تھے' لباس بوسیدہ تھا۔ چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے اور بندوق اس کی گود میں رکھی ہوئی تھی۔

''رب کائنات کی قسم زبک! میں تیری حفاظت کروں گی۔''

زبک کی نگاہیں اس کے پھیلے ہوئے پیروں پر پڑیں اور اس کا کلیجہ خون ہو گیا۔ موناشیہ
کے پاؤں گوشت کا لوتھڑا محسوس ہو رہے تھے۔ پھولے ہوئے آبلوں سے گوشت جھانک رہا تھا۔
زخموں کی سوزش سے خود واقف تھا۔ ان زخموں کی آگ جان لی تھی اس نے۔

اور اب اس کی انا کی کرچیاں بکھر رہی تھیں اب تو ان آبلوں سے جھانکتا گوشت زمین
میں ناسور بن رہا تھا۔ ایک بار پھر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک خودرو
درخت کے چوڑے چوڑے پتے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ دوڑ کر ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے چند
سبز پتے توڑے اور پھر ان پر انہیں کا رس ٹپکایا اور انہیں خوب بھگو کر موناشیہ کے پاس آ گیا۔ دل
میں جھجک تھی لیکن اب وہ اور برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بات فرد کی منزل سے گزر چکی تھی۔ اس نے
پتے موناشیہ کے زخموں پر رکھ دیئے۔ اپنے لباس سے کچھ ٹکڑے پھاڑے اور ان پر لپیٹنے لگا۔

اور موناشیہ جاگ گئی۔ اس نے کسی وحشت زدہ ہرنی کی مانند چونک کر دیکھا اور
بندوق اٹھا لی۔ لیکن پھر اس نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ اسے یقین نہیں آیا تھا کہ وہ زبک
ہے۔ لیکن بصارت ساتھ دے رہی تھی۔ عقل بھی جاگ گئی تھی۔ وہ زبک ہی تھا لیکن اس کی یہ
کارروائی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

پیروں کی تکلیف میں کمی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ پتے کیسے تھے؟ زبک خود بھی نہیں جانتا
تھا۔ بس اسے سوجھ گئی تھی اور اس نے عمل کر ڈالا تھا۔ موناشیہ خاموشی سے دیکھتی رہی۔ زبک نے
اس کے زخم ڈھک دیئے تھے۔ تب اس نے موناشیہ سے آنکھ ملائی۔ وہ بالکل سنجیدہ تھا اور اس نے
عجیب سی شکل بنائی تھی

"یہ سب کیا ہے زبک؟" اس نے کہا۔ اچانک ہی اس کے رخساروں کے پھول کھل
گئے تھے۔ زبک نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"میرے قریب آؤ زبک۔" اور زبک تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

موناشیہ نے بے چینی سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا اور پھر مسرور لہجے میں بولی۔

"تیرا بخار تو بالکل اتر گیا۔"

"ہاں۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"لیکن تو نے میرے لئے یہ تکلیف کیوں کی زبک۔ تو دشمن پر ترس کھا سکتا ہے؟ یہ

بھی ہیں تیرے پاس کہاں سے آئے یہ۔ یہ تو بڑے فرحت بخش ہیں اور کہاں ہیں؟ شاید وہ
درخت انہی پتوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ تیرے زخموں کو بھی ان کی ضرورت ہے مجھے یقین
ہے۔"

وہ ایک دم اٹھ کر کھڑی ہونے لگی تو زبک نے اسے زمین پر پاؤں نہ دھرنے دیئے۔
اس نے ایک دم جھک کر موناشیہ کو پھول کی مانند اٹھا لیا اور بے اختیار خود کو سنبھالنے کے لئے
موناشیہ نے اس کی گردن میں ہاتھ حمائل کر دیئے۔ زبک اسے بازوؤں میں سنبھالے درختوں
کے پاس آ گیا اور پھر اس نے موناشیہ کو بہ آہستگی ان کے پاس بٹھا دیا۔

"میں پتے توڑتا ہوں تو انہیں میرے زخموں پر باندھ دے۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔
موناشیہ کی آنکھوں میں خمار اتر رہا تھا۔ یہ نرم لہجہ یہ نرم انداز بالکل انوکھا تھا۔ زبک کے فولادی جسم
کو اس نے بارہا محسوس کیا تھا لیکن صرف اس وقت جب اس کا کوئی تھپڑ موناشیہ کے منہ پر پڑتا، سر
چکرا جاتا تھا۔ اس وقت اور وہ آنکھیں بند کر لیتی تھی یا پھر ان لمحات میں جب زبک اسے اٹھا کر
گھوڑے پر بٹھا لیتا تھا۔ لیکن اس کا یہ لمس اجنبی تھا۔ جس میں کسی شے کے ٹوٹ جانے کا احساس
چھپا ہوتا ہے۔

زبک نے پتوں کے انبار لگا دیئے اور پھر انہیں اپنی مضبوط مٹھی میں دبا دبا کر کچلنے لگا۔
موناشیہ نے ان پتوں کو اس کے زخموں پر باندھنا شروع کر دیا۔ زبک سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا
تھا۔ موناشیہ بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھی پھر وہ فارغ ہو گئی۔

کچھ دن اور گزر گئے۔ زبک کے زخم بھر گئے تھے۔ ان پتوں نے عجیب مسیحائی دکھائی
تھی یا پھر وہ جذبے مرہم بن گئے تھے۔ زبک اب کچھ نڈھال سا ہو گیا تھا۔ موناشیہ سے بہت کم
گفتگو کرتا تھا۔ پھر ایک دن اس نے موناشیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیرا لباس ابتر ہو گیا ہے، تیرا رنگ پھیکا پڑ گیا ہے۔ یہ سب کچھ...... یہ سب کچھ......"
نجانے وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں زبک۔"

"ایک فیصلہ کیا ہے میں نے تیرے لئے۔"

"کیا؟"

"میں تجھے تیرے قبیلے پہنچادوں گا۔ تیار ہو جا اب ہمارا رخ قبیلے کی طرف ہوگا۔"

"اور تو کہاں جائے گا؟"

"میں۔" زبک سوچتا رہا پھر بولا۔

"میں انہی پہاڑوں میں سانسوں کی قید گزاروں گا ان کے علاوہ اب اور کیا ہے میری زندگی میں۔"

"میں...... میں ہوں زبک۔" مونتاشیہ کی آنسو بھری آواز ابھری۔

"تو؟"

"ہاں...... میں ہوں تیری زندگی میں۔"

"تو میری زندگی میں صرف انتقام تھی۔ میرا قصور نہیں تھا۔ جب تو قید خانے میں آئی تھی تو میں یہ دنیا ترک کر چلا تھا۔ میں نے تجھے بتایا تھا کہ اب اس دنیا سے میرا کیا تعلق ہے میں کسی کے حسن کو دیکھ کر کیا کروں۔ تو نے......"

"تو بھلا نہیں سکتا ان باتوں کو زبک۔" مونتاشیہ دکھ بھرے لہجے میں بولی۔

"بھلا سکتا ہوں۔"

"بھلا دے زبک! بھول جا سب کچھ...... تو میرے غرور کو شکست دینا چاہتا تھا۔ دیکھ لے مجھے کیا میں شکستہ نہیں ہوں۔ کیا میں شکست خوردہ نہیں ہوں۔ میں نے بڑی گالیاں لاتیں اور تھپڑ کھائے ہیں۔ میں ایک لمحہ ایسا نہیں گزار سکی جب میں ٹوٹ ٹوٹ کر نہ بکھری ہوں اور اب تو اس شکستہ وجود کو واپس بھیجنا چاہتا ہے۔ اس وقت زبک جب میں تیری محبت میں ڈوب چکی ہوں۔ اس وقت جب مجھے کائنات میں تیرے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا۔ مجھے تجھ پر کوئی حق نہیں ہے زبک لیکن خود پر اپنا اتنا حق تو رکھتی ہوں میں کہ...... کہ خود کو فنا کر لوں۔"

"نہیں مونتاشیہ میں تیری زندگی چاہتا ہوں۔"

"میری زندگی تو ہے زبک۔ میری زندگی صرف تو ہے۔ تیرے بغیر اب میری نگاہ میں زندگی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ میں اب تیرے بغیر جینا نہیں چاہتی زبک۔" مونتاشیہ سسکنے لگی اور زبک نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ سب...... یہ سب کیا ہے مونتاشیہ؟ میں کیا کروں؟ تو روتی ہے تو میرے سینے میں

درد ہونے لگتا ہے۔ کیا دے سکتا ہوں میں تجھے؟ کیا ہے میرے پاس؟ یہ پہاڑ...... یہ جنگل اور...... اور......"

"مجھے وہ جگہ دے دے زبک! جہاں تو مجھے نظر آتا رہے۔ صرف تو میرے سامنے ہو باقی مجھے کچھ نہیں چاہئے۔"

"جب دو محبت کرنے والے یکجا ہوتے ہیں تو آسمانی دیوتا اپنے ہرکاروں کو بھیجتے ہیں۔ وہ ان کے گرد حصار کر دیتے ہیں اور کوئی بری قوت اس حصار میں داخل نہیں ہو سکتی کہ یہی قانون محبت ہے۔"

ایک بھاری آواز نے دونوں کو چونکا دیا۔ یہ ایک سیاہ کفن میں لپٹا درویش تھا۔ بکھرے ہوئے بال، بڑھی ہوئی ڈاڑھی، نجانے وہ کہاں سے نمودار ہوا تھا۔

"کون ہو تم؟" زبک نے چونک کر پوچھا۔

"آسمان سے بھیجا ہوا تمہارے تحفظ کے لئے۔"

"میں دیوتاؤں کا باغی ہوں آسمانوں سے میری مدد نہیں ہو سکتی۔"

"ان دیوتاؤں کے باغی ہو تم جو جھوٹے ہیں جو صرف راہبوں کے طلسم ہیں۔ کسی کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ ہم اپنی دیوتاؤں کا طلسم توڑنے اس دنیا میں آئے ہیں۔"

"کیا تم راہبوں کے دین کو نہیں مانتے؟"

"دین وہی ہے لیکن اس سے سچ نکال لیا گیا ہے۔ تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ آؤ میں تمہیں رہبانیت کی حقیقت سے آگاہ کروں۔ چلے آؤ...... چلے آؤ......" زبک نے مونتاشیہ کی طرف دیکھا اور پھر دونوں اس کفن پوش کے ساتھ چل پڑے۔ کفن پوش انہیں لے کر ایک خوبصورت پہاڑی علاقے میں پہنچ گیا اور پھر وہ دونوں دنیا کو بھول کر اس حسین علاقے کے ایک غار میں فروکش ہوئے۔

پروفیسر ڈریڈا اچانک خاموش ہو گیا۔ اس کا چہرہ عجیب سے جذبات کی عکاسی کر رہا تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے کہا۔

"کچھ وقت آرام کر لو...... میں اس کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لیکن دوسری صبح ہمارے لئے بے حد دلکش تھی۔ راتوں رات سب کچھ بدل گیا تھا۔

ہماری لانچ کسی حسین جزیرے پر پہنچ گئی تھی۔ بھوری چٹانوں کے ساتھ سبزہ زار نظر آ رہے تھے۔
پروفیسر ڈریڈ کے چہرے کی خوشی قابل دید تھی۔
لانچ برق رفتاری سے ساحل کی طرف چل پڑی اور آخر کار ہم ساحل سے جا لگے۔

O

ایک نگاہ دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا تھا کہ حسین ترین علاقہ ہے۔ بھوری چٹانوں کے دوسری
رف حسن و جمال کی ایک دنیا آباد تھی۔ پروفیسر ڈریڈ لانچ سے نیچے اتر آیا۔ لیکن اس نے دوسری
حرکت کی اس پر میں ششدر رہ گیا...... اس نے لانچ اسٹارٹ کر کے اس کا رخ سمندر کی طرف
کر دیا تھا۔

"ارے...... یہ کیا...... یہ...... کیا ہمیں دوبارہ اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" میں
نے پریشان لہجے میں کہا۔

"یہاں تک آنے میں جو مجبوریاں جو رکاوٹیں تھیں وہ وقت کی ضرورت تھیں لیکن
یہاں آنے کے بعد میں اتنا بے بس نہیں ہوں کیونکہ یہ میری دنیا ہے۔ ایک بار پھر میں نے چونک
کر پروفیسر ڈریڈ کو دیکھا اور کچھ لمحے تک خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ یہ اندازہ لگانے کی
کوشش کر رہا تھا کہ اس وقت پروفیسر ڈریڈ کس کیفیت کا شکار ہے۔ آخر کار اس نے کہا۔

"کیا اب بھی تم مجھے اس جگہ کے بارے میں نہیں بتاؤ گے پروفیسر! جبکہ تم میری دنیا کا
باشندہ ہونے ہی سے انکار کر چکے ہو۔"

"نہیں باشندہ تو میں اسی دنیا کا ہوں کیونکہ زمین کا یہ خطہ بھی اسی دنیا کا ایک حصہ ہے۔
یہاں سے میں اپنی مرضی سے گیا تھا اور میں جانتا ہوں کہ اپنی مرضی سے یہاں سے کیسے جایا جا سکتا
ہے۔ یعنی یہ کہ تمہارے لئے وہ راستے کشادہ ہیں جن سے گزر کر تم اپنی دنیا میں واپس جاؤ گے۔
چونکہ ان راستوں کو میں جانتا ہوں لیکن وہاں سے یہاں تک آنے کے راستے میرے علم میں نہیں
تھے اور نہ ہی میں سمندر میں چلنے والے جہازوں کو جو اپنی منزل کا تعین کر کے سفر شروع کرتے ہیں
اور اپنی منزل ہی پر جا کر دم لیتے ہیں۔ اپنی مرضی سے ادھر لا سکتا تھا۔ اس لحاظ سے میں ان دونوں
خطوں کو اپنی اور تمہاری دنیا کے نام سے تقسیم کرتا ہوں۔"

"لیکن یہ کون سی جگہ ہے؟"

"میرے دوست یہ وادیٔ شیلاس ہے۔" پروفیسر کے انکشاف نے مجھے چونکا دیا۔ اس

نے اس پراسرار دنیا کی جتنی تعریفیں کی تھیں' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کے مناظر ان تعریفوں
کے حقدار تھے۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے بہنے والے سفید سفید جھرنے پانی کی موجودگی سے
اگلتی ہوئی زمینیں' درخت' خودرو پھول جن کی بہار ہی کچھ اور تھی اور ہواؤں کی آغوش میں ان کی
خوشبو ادھر سے ادھر گردش کرتی ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین پر بہت سے حصے جنت کے
نمونے کہے جاسکتے ہیں کیونکہ ان کا حسن بے مثال ہوتا ہے۔ وادیٔ شیلاس کا یہ نظارہ میرے لئے
بڑی دلکشی کا حامل تھا۔ تب پروفیسر ڈریڈ نے کہا۔

''آؤ......'' اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ لیکن میری بے چینی عروج پر تھی۔ میں نے
کہا۔

''پروفیسر! آپ وادیٔ شیلاس کو اپنی زمین کہتے ہیں۔''

''ہاں۔''

''گویا آپ کا تعلق اسی وادی سے ہے۔''

''اب اس سے انکار نہیں کروں گا کیونکہ یہ اپنی زمین سے انحراف ہوگا۔ ہاں اگر تم چاہو
تو ایک 'ور انکشاف' میں تم پر کرسکتا ہوں۔'' پروفیسر ڈریڈ نے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے
دیکھنے لگا۔ تب وہ آہستہ سے بولا۔

''میں زبک ہوں۔'' یہ انکشاف اس قدر حیرت ناک تھا میرے لئے کہ میرے قدم
رک گئے۔ میرے اعصاب پر ایک تازیانہ پڑا تھا اور میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتا رہ
گیا تھا۔ تب اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا۔ رخ تبدیل کر کے وہ چند لمحات اسی طرح
کھڑا رہا۔ میں اس کے بلند و بالا قد و قامت' چوڑے چکلے بدن پر غور کرنے لگا تھا۔ زبک کی تصویر
جو الفاظ میں اس نے اتاری تھی۔ درحقیقت پروفیسر اس پر پورا اترتا تھا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی
اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ بالوں پر پھیرے۔ اور اس کے بعد رخ بدل لیا۔
تب میں نے ایک بھدے نقوش کے لیکن گہری آنکھوں والے شخص کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر
ایک عجیب جلال تھا اور اس کی آنکھوں میں نجانے دنیا کی کون کون سی کیفیتوں کا تجربہ...... یہ زبک
ہے وہ زبک جس کی کہانی نے مجھے مسحور کردیا تھا۔ وہ ایک لمحے تک خاموش کھڑا رہا اور پھر اس نے
مجھ سے کہا۔

''آؤ میرے ساتھ' میرے معزز دوست! یہاں تو انسانی زندگی بڑی اہمیت کی حامل
ہوتی ہے آؤ...... میں تمہیں اپنی دنیا میں لے چلوں۔ وہاں' جہاں تمہیں بے شمار غم کی داستانیں ملیں
گی۔ میری بے بسی' میری محرومی کی داستانیں' آسمان والا جب اپنے کھیل کا آغاز کرتا ہے تو اس کا
سلسلہ ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ وہ جو انسان کی سمجھ سے باہر ہو وہ' جو انسانی عمل کے لئے ناممکن ہو۔
آؤ...... میرے ساتھ۔'' میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔ لیکن اب زبک کی پوری داستان میرے ذہن
میں تھی۔ میری آنکھوں میں مونتاشیہ ناچ رہی تھی۔ جو پہلے زبک کی نفرت اور اب اس کی محبوبہ تھی۔
بہت دیر تک میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ زبک ایک ایسی پہاڑی سلسلے کے پاس پہنچا
جہاں تاحد نظر غار ہی غار بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے کہا۔

''تم اس جگہ کو میرا مدفن کہہ سکتے ہو۔ ایک طویل عرصہ میں نے یہاں گزارہ ہے۔''

''صرف ایک سوال زبک! صرف ایک سوال۔'' میں نے اسے پروفیسر ڈریڈ کے
بجائے زبک کہہ کر ہی مخاطب کیا تھا جس پر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ رک کر مجھے
دیکھنے لگا۔

''ہاں بولو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟''

''یہ تمہارا اصل چہرہ ہے؟''

''ہاں میرے دوست!''

''لیکن تمہاری عمر کتنی ہے۔ پروفیسر ڈریڈ کی حیثیت سے تو تم ایک عمر رسیدہ شخص نظر آتے
رہے تھے جبکہ اس وقت تم ایک جوان آدمی ہو۔ دوسری بات یہ کہ زندگی کے جن ادوار کا تم تذکرہ کر
چکے ہو۔ وہ بذات خود بہت طویل ہے۔ صحیح معنوں میں سمجھ نہیں پایا ہوں۔'' پروفیسر ڈریڈ یا زبک
کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

''ہاں میں نے اسی لئے ان دونوں جگہوں کو دو دنیاؤں کے نام سے منسوب کیا ہے۔
فرق ہے تھوڑا نہیں بلکہ کافی فرق ہے۔ ہماری اس دنیا میں میرا مقصد ہے وادیٔ شیلاس میں عمریں
بہت طویل ہیں۔ بچپن کا دور اتنا زیادہ ہے کہ جوانی آتے آتے نجانے کیسے کیسے واقعات گزر
جاتے ہیں اور پھر جوانی بھی طویل ہے اور اسی طرح بڑھاپا بھی تمہاری دنیا میں جو شکل میں نے
اپنائی تھی۔ وہ تمہاری دنیا کی عمروں کے مطابق تھی اور یہاں یہ میری اصلی شکل ہے۔ میری صحیح عمر کا

تو تعین نہیں کر سکو گے۔ اس لئے یہ جواب جانے دو۔ آؤ دیکھو...... میں تمہیں اپنا ٹھکانہ دکھاؤں۔" یہ کہہ کر وہ ایک غار میں داخل ہو گیا۔ وسیع و عریض کشادہ غار باہر سے چھوٹے دہانے والا تھا لیکن اندر ایک دنیا آباد تھی۔ اتنی وسعتیں کہ دیکھنے کے قابل ہوں۔ زبک نے وہاں کئی راستے بنا رکھے تھے اور ہر طرح کے معقول انتظامات اس نے کئے ہوئے تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء آرام کرنے کی جگہ۔ میں نے اس سے کہا۔

''مگر یہ تمہاری رہائش گاہ کہاں سے ہو گئی؟''

''کہانی وہاں سے ختم ہوئی تھی۔ جہاں میں مونتاشیہ کو لے کر آ گیا تھا اور کاہن نے مجھے اپنی جگہ پناہ دی تھی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں میں نے مونتاشیہ کے ساتھ زندگی کے حسین ترین لمحات گزارے لیکن بہرحال شیگان بھی کوئی معمولی چیز نہیں تھا۔ پہاڑوں سے اترنے کے بعد اس نے جس طرح ایک قبیلے کو اپنا غلام بنایا تھا اور وہ بھی صرف چند آدمیوں کے ساتھ وہ معمولی بات نہیں تھی۔ ایسی کہانیاں شیلاس کی سرزمین پر مشکل ہی سے ملتی ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوا کہ شیگان کے قبضے میں کچھ اور بھی قوتیں تھیں اور بعد میں مجھے اس کا بھرپور تجربہ بھی ہوا۔ تم کیا اس بات پر حیران نہیں ہو کہ میری داستان کا آغاز جہاں سے ہوا تھا' وہاں کے بارے میں کوئی تفصیل اس کے بعد سامنے نہیں آ سکی۔ یعنی اس مقدس خانقاہ میں جن کاہنوں کو بے دردی سے ختم کر دیا گیا تھا اور جو لڑکی وہاں پر ایک صندوقچی تلاش کر رہی تھی وہ کون تھی۔ کاہنوں کو کس نے مارا؟ یہ سارا داستان تمہارے ذہن میں الجھن نہیں پیدا کر رہی میرے دوست!''

''ہاں! لیکن تمہاری پوری کہانی اس قدر سحر میں گرفتار کرنے والی تھی کہ اس کے بہت سے پہلو میرے ذہن سے گزر گئے۔ میں تو بس عظیم زبک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جس کی عظمتوں کے سامنے آسمان بھی نیچا ہو جاتا ہے۔ واقعی وہ ایک ایسا کردار ہے کہ مجھے معاف کرنا پروفیسر ڈریڈ! یقین نہیں آتا کہ وہ تم ہو گے۔''

''میں تمہاری اس بات کا بالکل برا نہیں مانوں گا دیکھو...... یہ آرام کی جگہ ہے اور تم نے اتنا لمبا سفر کیا ہے کہ اس کے بعد کم از کم تمہیں آرام کی اشد ضرورت ہے۔''

''ہاں۔ میں محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ وہ چاروں طرف نگاہیں ڈال کر اپنی اس دنیا کو دیکھ رہا تھا۔ جسے وہ نجانے کس عالم میں چھوڑ کر یہاں سے گیا تھا۔ یہاں مجھے

مونتاشیہ کا بھی نام و نشان نہیں ملتا تھا۔ وہ بہت دیر تک جذبات میں ڈوبا قرب و جوار میں نگاہیں دوڑاتا رہا۔ پھر اس کی نگاہیں میری طرف اٹھیں تو اس نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''میں جانتا ہوں انسانی تجسس انسانی فطرت کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ تمہاری مہذب دنیا میں' میں نے بڑے بڑے دانشوروں کے ساتھ وقت گزارا اور ان سے معلومات حاصل کرتا رہا۔ تب مجھے یہ بات پتہ چلی کہ اصل میں انسان اندر سے کیسی کیسی کیفیات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ بہرحال اس بات کو تسلیم کرنے ہی میں تمہیں وقت لگے گا کہ جو کہانی میں نے تمہیں سنائی وہ میری اپنی کہانی تھی لیکن میرے عزیز دوست تم اس دنیا کے مختلف رنگ دیکھتے ہو۔ اس میں لاکھوں رنگ ایسے ہیں جن کا مفہوم تمہارے ذہن میں واضح نہیں ہوتا۔ تم کچھ بھی نہیں سمجھ پاتے اور آخر کار اسے ناسمجھی کے عالم میں چھوڑ دیتے ہو۔ لیکن ظاہر ہے جو چیز موجود ہے اس کا مفہوم بھی ضرور ہوتا ہے۔ لیکن بہت سی چیزیں ہماری سمجھ سے باہر' میری کہانی کو تو تم اسی حصے میں محفوظ کر دو ویسے میں تمہیں اتنا ضرور بتاؤں گا کہ شیگان نے ہم دونوں کو نظر انداز نہیں کر دیا تھا اور جیسا کہ میں تم سے مختصر انداز میں کہہ چکا ہوں کہ وہ کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی۔ اسے یہ حکومت ایسے ہی نہیں مل گئی تھی بلکہ اسے شیطانی قوتوں کی بھی مدد حاصل تھی اور یہ تو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی قوت کا مرکز ہشاریہ تھی۔ ہشاریہ سرزمین شیلاس کا ایک بہت ہی انوکھا کردار۔ مختصر تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ دونوں یعنی کہ ہشاریہ اور اس کا بھائی زرغون جڑواں تھے اور انہوں نے چمگادڑوں کے پیٹ سے جنم لیا تھا' سمجھے۔ تمہاری دنیا کے لئے یہ ایک ناقابل یقین تصور ہو گا لیکن وادیٔ شیلاس کے بہت سے حصے جادو کی گرفت میں ہیں اور صحیح معنوں میں کالے کپڑوں والے کاہن ایسے ایسے انوکھے جادو جانتے ہیں کہ ابھی تمہاری سائنس نے اس کا مقابلہ نہیں کیا ہے۔ ایک ایسا علم جو بظاہر سائنس نہیں ہے لیکن اس کا وجود ہے۔ شیلاس کے ساحر تمہارے سامنے آئیں گے تم انہیں دیکھو گے اور ان پر یقین کرنا تمہارے لئے مشکل ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری دنیا کا ذہین سے ذہین انسان اگر وادیٔ شیلاس میں قدم رکھ لے تو یہاں کے عجائبات دیکھ کر دنگ رہ جائے۔ بے شک میں نے تم سے جہاز پر کہا تھا کہ تم وہ واحد شخصیت ہو جس کا مجھے انتظار تھا اور انوشا کا نام بھی میری زبان پر آیا تھا۔ اس وقت میں اس کی تشریح کر رہا ہوں۔ شیگان کے تصور کو مٹانے کے لئے' اس کے خوف کو دل سے دور کرنے کے لئے میں نے مونتاشیہ سے کہا کہ وہ اپنا نام بدل لے۔ اب جبکہ اس نے

مجھے اپنی زندگی کا ایک حصہ بنالیا ہے تو ماضی کی بہت سی داستانیں مجھے فراموش کرنا ہوں گی اور مونتاشیہ نے میری خواہش پر اپنا نام انوشا تسلیم کرلیا تھا۔ میں اسے بڑے پیار سے انوشا ہی کہا کرتا تھا۔ تو میں اور انوشا اس کاہن کے اس غار میں آ کر بڑی پرسکون زندگی گزارنے لگے تھے۔ زرغون اور ہشاریہ کی کہانی یہ تھی کہ زرغون ہشاریہ کی نسبت نیک فطرت اور تھوڑا سا بہتر انسان تھا۔ گو دونوں چگادڑ کی اولاد تھے اور جادو نہیں ورثے میں ملا تھا لیکن ہشاریہ اپنے اس جادو کو فروغ دیتی رہی جبکہ زرغون نے اس سے کوئی بہت بڑا فائدہ نہیں اٹھایا۔ لیکن وہ بھی چگادڑ کی اولاد اور جادوگر یعنی نسری طور پر جادوگر تھا۔ بہر حال زرغون نے بھی بہت سی جگہ ہشاریہ کا مقابلہ کیا جبکہ ہشاریہ اپنے جادو میں سبقت لے جانا چاہتی تھی۔ شیلاس کے جادوگروں میں سب سے بڑا جادوگر سنگاسون تھا۔ جو اپنی کتاب ترتیب دے رہا تھا اور اس کا ایک ایک ورق لکھتا جاتا تھا۔ جس میں جادو کی تحریریں پوشیدہ تھیں اور انہی اوراق کے حصول کے لئے خانقاہ میں خونریزی ہوئی۔ کیونکہ جہاں ایک طرف ہشاریہ کے کارندے جادو کی اس تحریر کو حاصل کرنا چاہتے تھے وہیں زرغون بھی اپنی بیٹی کو اس کام پر معمور کر چکا تھا اور وہ اوراق کسی طرح سمانہ کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ سمانہ یعنی وہی لڑکی جس نے ان پانچوں افراد میں سے ایک کو ہلاک کیا تھا اور اس کے بعد خانقاہ میں وہ صندوقچی تلاش کرتی پھرتی تھی۔ جس میں سنگاسون کے جادو کی تحریر کے اوراق تھے۔ بہر حال وہ ایک الگ بات تھی۔ زرغون اور ہشاریہ کی اس کا میری کہانی سے کوئی گہرا تعلق نہیں تھا۔ میری کہانی تو یہ تھی کہ آخر کار شیگان ہشاریہ تک پہنچ گیا اور اس نے ہشاریہ سے کہا کہ زبک اس کی بیٹی کو لے کر شیلاس کی وسعتوں میں گم ہو گیا ہے۔ ہشاریہ اسے تلاش کرے اور جس طرح بھی بن پڑے اسے اس کی بیٹی واپس دلائی جائے۔ برائی کو برائی سے نسبت ہوتی ہے۔ ہشاریہ نے پہلی بار شیگان کو قبیلے کی سرداری دلائی تھی اور دوسری بار شیگان اس کے پاس اپنی بیٹی کے حصول کے لئے پہنچا تھا۔ چنانچہ ہشاریہ نے اپنے علم کے ذریعے اپنا قدم آگے بڑھایا اور شیطان تھے دونوں بہن بھائی کہ آخر کار اس کی پرواز یہاں تک ہو گئی اور ایک دن جب میں سمندر کے ساحل پر اپنے اور انوشا کے لئے مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا' ہشاریہ کی پراسرار قوتوں نے انوشا کو اپنی گرفت میں لے لیا اور آخر کار وہ اسے اپنے ٹھکانے پر لے گئی اور یہ تو سب بعد کی تفصیلات ہیں جو مجھ تک پہنچیں۔ انوشا نے ایک عارضی خودکشی کر لی۔ یہ عارضی خودکشی یہیں کا ایک عمل ہے اس نے اپنے آپ کو

ندل کے تابوت میں بند کرلیا۔ اس وقت تک کے لئے جب تک کہ میں اس کے پاس نہ پہنچ ہوں اور یقینی طور پر تمہاری دنیا کے لئے یہ کہانی ایک کہانی ہے لیکن وادیٔ شیلاس اور تمہاری دنیا میں یہی فرق ہے کہ یہاں وہ کچھ بھی ہو جاتا ہے جس کا تم لوگ صرف کہانیوں میں ہی تصور کر سکتے ہو کیا سمجھے میرے دوست! یہ ہے میری کہانی میری انوشا! وادیٔ شیلاس کے ایک پراسرار گوشے میں جہاں ہشاریہ کی سلطنت ہے' صندل کے ایک تابوت میں بند ہے اور مجھے وہاں پہنچ کر اسے زندگی میں شامل کرنا ہے۔ یہ ہے ساری کہانی جس کے لئے میں نے تمہاری دنیا کا سفر کیا۔ یہ میری ایک مجبوری تھی کیونکہ مونتاشیہ یا انوشا کی قید میں آنے کے بعد ہشاریہ کو میری تلاش ہوئی اور میری تلاش میں نکل پڑی لیکن یہ بات بھی ایک حیرت ناک حقیقت ہے کہ رب کائنات نے سمندر کو جو قوت بخشی ہے وہ بڑی عجیب ہے۔ سمندر پر جادو نہیں ہو سکتا۔ یہ رواں دواں پانی ہر قسم کے جادو کا توڑ ہے۔ میرے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں سمندر کی آغوش میں چلا جاؤں اور میں نے ایسا ہی کیا اور پھر سمندر مجھے اپنی مرضی سے یہاں سے دور لے گیا۔ اتنی دور کہ تمہاری دنیا میں جا نکلا لیکن وہاں جانے کے بعد میں نے جو کچھ حاصل کیا' درحقیقت وہ میری ریاضت کا ثمر ہے۔ میں بہت سی ایسی باتیں سیکھ گیا اور یہ باتیں میں اس کاہن اعظم کی تحویل میں رہ کر بھی سیکھتا رہا تھا۔ جس نے ہمیں یعنی مجھے اور انوشا کو پناہ دی تھی اور وہی جادو تمہارے سامنے میں نے استعمال کیا اور اسے تمہاری دنیا کے مطابق شعبدہ گری کیا۔ اب بولو میری اس داستان میں تمہیں اگر کہیں کوئی کمی محسوس ہو رہی ہو تو میں تمہارے ہر سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اس سے پہلے اگر تم نیند کی آغوش میں جانا چاہو تو مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

''میرے لئے سب سے بڑی الجھن یہ پیدا ہو گئی ہے کہ میں تمہیں زبک کہوں یا برہا؟''

''نہیں میرے دوست! اگر تم مجھ سے میری آرزو پوچھنا چاہتے ہو تو اب تم مجھے زبک ہی کہہ کر ہی مخاطب کرو۔ مجھے خوشی ہوگی۔ کیونکہ اپنی دنیا میں آنے کے بعد یہاں کی ہوائیں مجھے انوشا کے بدن کی خوشبو سے معطر کر رہی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی یادوں کو اس کی ذات میں مدغم کر دوں۔ کیا تم میری یہ بات مان لوگے۔''

"کیوں نہیں زبک! تمہارے بارے میں جو کچھ میں نے سنا ہے اور جو کہانی میرے علم میں آئی ہے۔ اس نے تمہاری عظمتوں کو میرے دل میں دوبالا کر دیا ہے۔ اب یہ بتاؤ تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو؟"

"آہ میرے دوست! سمندر کو عبور کر کے آنے والے ہشاریہ کے قاتل تم ہی ہو سکتے ہو کیونکہ تم پر سمندر کا سایہ ہے اور تم ہشاریہ کے جادو سے اس قدر متاثر نہیں ہو سکتے جتنا میں۔ کیونکہ میں اسی سرزمین کا باشندہ ہوں اور ہشاریہ کا سحر اسی سرزمین کے لئے ہے۔ بے شک داستان الجھی ہوئی ہے لیکن تم میرے لئے بڑے کارآمد ثابت ہو سکتے ہو۔ میں اس وقت بالکل تم سے یہ سوال نہیں کروں گا کہ کیا تم میری مدد کے لئے آمادہ ہو یا نہیں۔ تنہائیوں میں رہ کر تم سوچو گے اور غور کرو گے اور اس کے بعد جب میں تم سے پوچھوں گا تو مجھے صحیح جواب ملے گا۔ چنانچہ میں باہر نکلتا ہوں باہر کی فضاؤں میں' میں یہ معلوم کروں گا کہ میری انوشا صندل کے تابوت میں محفوظ ہے یا بد بخت ہشاریہ اور اس کے کمینے باپ نے اس کے لئے کوئی اور عمل کیا ہے۔ چنانچہ تم آرام کرو۔ دیکھو اس طرف کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں اور یہ سب کی سب ایسی ہیں جنہیں تم کہیں سے بھی غلیظ نہ پاؤ گے کیونکہ میں خود ایک پاک صاف انسان ہوں۔ چنانچہ اگر اس میں سے کچھ چاہو تو اپنے لئے حاصل کر لو اور اگر سونا چاہو تو گہری نیند سو جاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور باہر نکل گیا۔

لانچ کے سفر میں ہم اپنے آپ کو حالات اور ماحول کے اوپر چھوڑ کر آرام کر لیا کرتے تھے۔ پروفیسر ڈریڈیا اب موجودہ زبک اگر لانچ کے سفر سے محتاط رہتا ہو تو بے شک رہتا ہو لیکن میری بات بالکل مختلف تھی۔ میں نے بھی اس طرح سفر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ سفر کس مشکل میں ختم ہو گا۔ چنانچہ میں آرام سے سو جایا کرتا تھا اور اس وقت جب زبک باہر نکلا تھا تو بہت سے خیالات نے میرے دماغ پر یلغار کر دی تھی اور میں سوچوں میں گم ہو گیا تھا۔ میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ یہ شخص جو میرے ساتھ زمانۂ جدید کے ایک بزرگ کی حیثیت سے موجود ہے ایک بالکل ہی انوکھی شخصیت کا حامل ہو گا۔ اس کی زندگی سے جو داستان وابستہ تھی وہ بہت تاثر انگیز تھی اور پھر اس وادی کا ایک انوکھا تصور در حقیقت انسان اپنی ہی داستان کو داستان کائنات سمجھتا ہے۔ یہ بھول کر کہ کائنات کی وسعتوں میں تو ایسی ایسی انوکھی کہانیاں بھری پڑی ہیں کہ

انسان اگر ان سے شناسا ہو تو دیوانہ ہی ہو جائے۔ حقیقتاً زبک کی کہانی ایسی ہی تھی اور پھر اس کا بدلا ہوا چہرہ۔ کتنی انوکھی بات تھی۔ واقعی میرا تعلق ایک انتہائی پراسرار شخصیت سے تھا۔ کچھ سوالات میرے ذہن میں تشنہ رہ گئے تھے جو مجھے الجھائے جا رہے تھے۔ مثلاً یہ کہ جب مونتاشیہ نے مصنوعی موت اپنالی تو اس کے باپ شیگان پر کیا گزری۔ دوسری بات یہ کہ مونتاشیہ کا تابوت یعنی "صندل کا تابوت" کیا ہشاریہ ہی کے قبضے میں ہے یا اسے اس کے باپ کی ملکیت میں دے دیا گیا اور جب اس سوالات نے مجھے سونے نہ دیا تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور غار سے باہر نکل آیا۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ تب میں نے پتھر کی ایک چوڑی سل پر زبک کو ایک مخصوص انداز میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہ یوگا کا آسن تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ مراقبے کی سی کیفیت میں تھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پیچھے پہنچ گیا اور پھر انتظار کرنے لگا کہ وہ اپنے عمل سے فارغ ہو اور اس میں مجھے کوئی سوا گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا تھا۔ تب اس نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"میں جانتا تھا کہ جب دماغ پر خیالات کی یلغار ہو تو نیند مشکل ہی سے آتی ہے۔ یقیناً وادئ شیلاس سے متعلق اتنی تفصیل میں نے تمہیں بتا دی ہے کہ خود اس وادی میں قدم رکھنے کے بعد تم پر بہت سے معاملے مشکل سے بن جائیں گے اور یقینی طور پر اس وقت تم ایسی ہی کیفیت کے شکار ہو۔"

"تمہارا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ میں تو نجانے کیسی کیسی الجھنوں کا شکار ہوں۔ مثلاً میرے ذہن میں یہ سوال ہے کہ جب شیگان نے جادوگرنی ہشاریہ سے اپنی بیٹی کے حصول کی فرمائش کی اور ہشاریہ نے مونتاشیہ کو اس طرح اپنی تحویل میں لے لیا اور مونتاشیہ نے یعنی تمہاری انوشا نے مصنوعی موت قبول کر لی اور اپنے باپ کی تحویل میں جانا پسند نہیں کیا تو کیا اس کے باپ شیگان نے کوئی عمل نہیں کیا؟"

"کیا...... اس نے ہشاریہ سے کہا کہ یہ تو کچھ نہ ہوا اس کی بیٹی تو اس کی تحویل میں نہ آ سکی۔" تو ہشاریہ نے شیگان سے کہا کہ جو کچھ مونتاشیہ نے کیا وہ اس کے تصور میں نہیں تھا اور اس کے پاس مونتاشیہ کے اس عمل کا کوئی توڑ نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ صندل کے تابوت کو اپنی تحویل میں رکھے اور انتظار کرے اس بات کا کہ مونتاشیہ کے ساتھ کوئی عمل ہو لیکن شیگان اس

وقت کے لئے زندہ ہوگا یا نہیں ہوگا یہ ہشاریہ نہیں جانتی تھی۔"

"تمہارے خیال میں زبک! کیا شیگان کی زندگی کا امکان ہے؟"

اس وقت میں یوگا کے ذریعے اپنے ذہن کو شیلاس کی مختلف وادیوں میں گھمار ہا تھا لیکن ابھی میں اتنا طاقتور نہیں ہوا ہوں ذہنی طور پر کہ اتنی بہت سی باتیں معلوم کرسکوں۔ لیکن بہر حال اگر وہ زندہ بھی ہوا تو ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا۔" دیر تک میں زبک سے اس کے آئندہ منصوبے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر واقعی کچھ نیند سی آنے لگی۔ چنانچہ میں اٹھ کر غار میں اندر آ گیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ جاگا تو شام کے سائے زمین پر اتر آئے تھے۔ وادی شیلاس کے بارے میں زبک نے مجھے جو کہانیاں سنائی تھیں یہ وادی درحقیقت ان کہانیوں سے بھی زیادہ حسین تھی۔ ایک ایسی خوشگوار کیفیت تھی اس وادی کی کہ انسان کے دل میں خواہ مخواہ امنگیں پیدا ہو جائیں۔ کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد زبک نے مجھ سے کہا۔

"اور قدرت نے اس وادی میں وہ سب کچھ مہیا کر دیا ہے جو انسان کی ضرورت اور اس کی خوشیوں کے لئے کافی ہو۔ تمہاری دنیا میں میں نے بہت سے مذاہب کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ بہر حال انسان کا مذہب تو ایک ہی ہے طریقے چاہے کتنے بھی اختیار کرے۔ یہاں برفانی میدان بھی ہیں، سنگلاخ چٹانیں بھی، ریت کے سمندر بھی اور سرسبز و شاداب خطے بھی ہیں۔ بہر حال یہ ایک انوکھی سرزمین ہے کیونکہ یہاں کی روایتیں مختلف ہیں۔ تمہاری دنیا میں سائنس کو بہت بڑی حیثیت حاصل ہے لیکن اس دنیا میں صرف جادو ہے۔ اب چاہے اسے سائنس کا جادو ہی کیوں نہ سمجھ لو لیکن یہاں کی سائنس تمہاری دنیا کی سائنس سے بہت زیادہ مختلف ہے۔"

"زبک! جہاز کے سفر کے دوران جب میری اور تمہاری ملاقات ہوئی تھی تو تم نے اپنے بہروپ کے ساتھ مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں میرے ہی جیسے کسی انسان کی تلاش ہے۔ وجہ بتا سکتے ہو۔"

"ہاں کامران! تمہاری دنیا میں مجھے بے شمار تجربے ہوئے اور اس بات کو میں دل و دماغ سے تسلیم کرتا ہوں کہ تم جسمانی طور پر نہ سہی میں تمہاری بات نہیں کر رہا، تمہاری دنیا میں رہنے والے انسانوں کی بات کر رہا ہوں کہ جسمانی طور پر بے شک طاقتور نہ سہی لیکن ذہنی طور پر تم

لوگ بہت طاقتور ہو سکتے ہو اور اس کا اس سے بڑا اور کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تم آسمانوں میں بھی سفر کر رہے ہو، سمندر کے سینے پر بھی اور زمین کی گہرائیوں میں بھی۔ یہ طاقت ہی کے کرشے ہیں کہ رہ چیز تمہارے قبضے میں آ گئی ہے۔ اس بات سے بھلا کون انحراف کر سکتا ہے۔ مجھے ایک ایسے ذہین ساتھی کی تلاش تھی جسے میں اپنے ساتھ شامل کر کے اپنا گوہر حیات حاصل کرسکوں یعنی میری انوشا! جو صندل کے تابوت میں سو رہی ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ ہم ہشاریہ کو نیست و نابود نہ کر دیں۔ میرے دوست بہت زیادہ تمہید میں نہیں جاؤں گا۔ میں تم سے مدد چاہتا ہوں کچھ وقت یہاں رہ کر میں تمہیں سرزمین شیلاس کی زبان بھی سکھاؤں گا اور یہاں رہنے والوں کے طور طریقے بھی۔ تم بے شک کامران ہی رہو اور میں زبک رہوں لیکن ہم دونوں مل کر سرزمین شیلاس کی چپہ گردی کریں گے اور اس کے بعد ہشاریہ کے طلسم کا توڑ نکالیں گے۔ یہاں بے شمار مشکلات اور واقعات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں دشمن بھی ہیں، دوست بھی ہیں۔ ایک دوسرے کے مخالف بھی ہیں اور دوسرے بہت سے عمل بھی ہوتے ہیں۔ میں اور تم مقامی باشندوں کی حیثیت سے سرزمین شیلاس کے مختلف گوشوں میں گھومیں گے اور آخرکار ہشاریہ کا مقابلہ کرنے کے لئے مدمقابل آ جائیں گے۔ ہشاریہ بہت ہی ظالم جادوگرنی ہے اور سرزمین شیلاس پر اس نے اپنے بے شمار دشمن بنا رکھے ہیں اور وہ ان دشمنوں سے نبرد آزما ہوتی رہتی ہے۔ اب جب تم نے مجھ سے یہ سوال کر ہی ڈالا ہے تو میں تم سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ کیا تم میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔"

"یہ بات تو میرے اور تمہارے درمیان پہلے بھی ہو چکی ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ میں اپنے وطن کی سرزمین پر ایک بڑے باپ کے ساتھ رہتا تھا۔ ہم دو بھائی ہیں۔ میرا بڑا بھائی شان ایک خود غرض قسم کا آدمی ہے اور میرے باپ کا مزاج کیا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا بہر حال مجھے تمام حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے اور میں چاہتا ہوں زبک کہ میں اپنے وطن واپس جاؤں لیکن ایک بالکل ہی نئی حیثیت کا مالک بن کر اور اس کے لئے دولت......"

"وہ میں تم سے کہہ چکا ہوں۔ میں ابھی تمہیں تمہاری خوشیاں واپس دے دیتا لیکن اس کے بعد تم ذہنی طور پر اپنے وطن کے معاملے میں مصروف ہو جاؤ گے اور ہو سکتا ہے اس سے میرا کام ادھورا رہ جائے۔ میرے دوست تمہیں دولت دے کر تمہاری دنیا تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے

اور میں اسے بخوبی پورا کروں گا لیکن پہلے تم میرا ساتھ دو۔''

''میں تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور اس کے بعد زبک مجھے سرزمین شیلاس کی ایک ایک چیز سے روشناس کرانے لگا۔ میں نے گھڑسواری کا بہترین تجربہ حاصل کیا، ہتھیار چلانے کی تربیت لی۔ میری شخصیت بدلتی جا رہی تھی۔ سرزمین شیلاس کی آب و ہوا کچھ اس طرح کی تھی کہ میرے بدن میں توانائیاں اترتی جا رہی تھیں اور میں اپنے آپ کو پہلے سے کہیں زیادہ طاقتور اور بہتر پا رہا تھا۔ وہ میری تربیت کر رہا تھا اور میں اس کے ہر کہنے پر عمل اور اس طرح تقریباً تین مہینے گزر گئے۔ یہ تین مہینے ہم نے بڑے مجاہدے کے ساتھ گزارے تھے اور بڑا پرسکون تھا میں یہاں تک کہ میری تربیت مکمل ہو گئی تو زبک نے کہا۔

''اور اب ہم آگے کے سفر کے لئے تیاریاں کرتے ہیں۔ اس نے انتظامات کئے۔

چنانچہ دو گھوڑوں پر بیٹھ کر ہم وادیٔ شیلاس کے اس پراسرار خطے سے آگے نکلے۔ میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ قصے کہانیوں کے بہت سے کردار میرے جیسے ہوا کرتے تھے۔ میں نے بہ قصے کہانیاں پڑھی بھی تھیں لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زندگی میں کوئی ایسا دور آئے گا جب میں انہی قصے کہانیوں کا ایک کردار بن جاؤں گا۔ انسان اپنی ذات میں کتنا عجیب ہوتا ہے۔ میں اس وقت یہ تمام عجیب باتیں اپنے طور پر محسوس کر رہا تھا۔ گھوڑے کے سفر کا زندگی میں پہلے کبھی کوئی تجربہ نہیں ہوا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کلفٹن کے ساحل پر کبھی وہ ٹٹو نما گھوڑے دوڑائے تھے۔ جنہیں بس نسلاً ہی گھوڑا کہا جا سکتا تھا۔ جبکہ وادیٔ شیلاس کے یہ قد آور گھوڑے جن کے رنگ اور جسامت شاندار تھی، صحیح معنوں میں گھوڑے کہلانے کے مستحق تھے۔ جس علاقے سے اس وقت ہم گزر رہے تھے۔ وہاں تاحد نگاہ ویران چٹیل پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سبزے کا نام و نشان نہیں تھا اور زبک مجھے ان علاقوں کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا۔ بہرحال تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مناظر تبدیل ہو رہے تھے۔ شام تک ہم جس علاقے میں داخل ہوئے وہ سرسبز و شاداب تھا اور زبک نے مجھ سے کہا۔

''ابھی یہاں قریب سے قریب کی بستی بھی کافی فاصلے پر ہے۔ اب ہم ایک ایسے درے سے گزریں گے جسے دیکھ کر تم عجیب سی کیفیت محسوس کرو گے۔ شام آہستہ آہستہ جھکتی آ رہی تھی اور پھر ہم جس درے میں داخل ہوئے وہاں اندر بہت زیادہ تاریکی چھائی ہوئی تھی اور سیلن کی

تیز تھی کہ سانس پر دباؤ پڑ رہا تھا۔ زبک نے مجھے بتایا کہ سال کے بارہ مہینے یہاں سیلن رہتی کیونکہ پہاڑ کے اندر درے میں ایک پتلی سی پانی کی دھار ہمیشہ بہتی رہتی ہے۔ گو کہ وہ دھار پتلی ہے لیکن کیونکہ بارہ مہینے رہتی ہے اور سورج کی ایک کرن بھی کبھی درے تک نہیں پہنچ پاتی لئے درے میں سیلن رہتی ہے۔''

''یہاں کے لوگ اس درے سے گزرنا بالکل پسند نہیں کرتے لیکن جیگان سے جنگ دوران میں نے ہفتوں اس درے میں پناہ لی ہے۔ یہاں سانپ بھی رینگتے رہتے ہیں اور لوگ سے بچ کر نکلنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔'' آخر کار درہ عبور کر لیا گیا اور اب ہم ایک کھلے میدان آ گئے۔ میدان کے کناروں پر اونچے ٹیلے موجود تھے۔ بعض ٹیلے بہت زیادہ بلند تھے۔ دن بھر بھاگ دوڑ نے ہلکا سا تھکا دیا تھا۔ آخر کار ہم نے ایک جگہ قیام کیا اور رات وہاں گزاری۔ ایک لف دہ رات تھی۔ جس کے لئے زبک نے مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''ایسے شب و روز تو تمہیں میرے ساتھ گزارنا ہوں گے۔ اصل میں میرے اصول مطابق زندگی جفاکشی کا نام ہے اور اگر زندگی میں جفاکشی نہ ہو تو وہ ادھوری رہ جاتی ہے۔'' میں کراتے ہوئے کہا۔

''اور تم نے مجھے درحقیقت فولاد بنا دیا ہے زبک! میں سمجھتا ہوں کہ اگر تقدیر نے اور عمر مجھے موقع فراہم کیا تو جب میں اپنے وطن واپس جاؤں گا تو وطن والے شاید مجھ پر یقین بھی نہ کریں۔'' زبک مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ رات گزر گئی اور سورج طلوع ہونے لگا۔ سورج کی سنہری کرنوں نے پورے ماحول کو روشن کر دیا تھا۔ ہم لوگ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ک ہی ہمارے گھوڑوں نے ہمیں کسی خاص چیز سے روشناس کیا۔ ان کے کان کھڑے ہوئے اور وہ زمین پر اپنے پاؤں مار رہے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ انہوں نے کچھ دیکھا ہم لوگ چوکنے ہو گئے۔ ہمارے پاس عمدہ قسم کے ہتھیار بھی تھے جو زبک ہی نے مہیا کئے چنانچہ زبک نے اپنے ہتھیار سنبھال لئے اور اس کے بعد ہم اپنا مختصر سا سامان سمیٹ کر گھوڑوں کی پشت پر سوار ہو گئے۔ ہم یہ جاننا چاہتے تھے کہ ہمارے گھوڑے کس چیز کو دیکھ کر اس ہوشیار ہوئے ہیں۔ ابھی زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ ہم نے سامنے ایک گھڑسوار کو دیکھا ہماری طرف چلا آ رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے تھے اور کچھ چیخ رہا تھا۔ الفاظ

تھوڑی دیر کے بعد سمجھ میں آ گئے۔

''نہیں۔ مجھ پر حملہ مت کرنا میں دشمن نہیں ہوں۔ مسافر ہوں بھٹک کر ادھر آ نکلا ہوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔'' زبک نے رائفل کی نالی جھکا لی اور اس کے بعد گھڑ سوار کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ ہم دونوں کھڑے ہو گئے تھے۔ کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ شخص ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ بیس بائیس سال کا نوجوان تھا اور چہرے سے مقامی ہی نظر آ رہا تھا۔ کچھ لمحے ان لوگوں کی شکلیں دیکھتا رہا اور پھر گردن جھکا کر بولا۔

''میں ایک پیغام لے کر کسی کے پاس جا رہا تھا لیکن راستے میں مجھے گھیر لیا گیا اور بڑی مشکل سے میں اپنی جان بچا کر یہاں آ کر چھپا ہوں۔''

''کون ہو تم؟ اپنے بارے میں ذرا تفصیل سے بتاؤ۔''

''میرا تعلق گجران قبیلے سے ہے اور میں گجران کی سندالیہ کا پیغام لے کر ایک اور قبیلے کے سردار کے پاس جا رہا تھا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ سندالیہ کا تاج اس سے چھن چکا ہے اور اس کا خاندان تہہ نشین ہو چکا ہے۔ اس خاندان سے نسبت رکھنے والے ایک ایک شخص کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے اور اب اس کے نواح میں صرف وہ لوگ زندہ ہیں جو سندالیہ کے خاندان سے نفرت کرتے تھے اور اس کی تباہی چاہتے تھے۔''

''آہ...... یہ سب کچھ کس نے کیا ملکہ سندالیہ سے تو میری گہری شناسائی تھی۔'' زبک نے حیرت اور افسوس کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا۔

''زرغون نے۔ زرغون جسے ہم زرد موت کے نام سے یاد رکھتے ہیں۔ آگ اور دھواں جس کے ہتھیار ہیں اور وہ خود کو آگ کا بیٹا کہتا ہے۔ اسے خوف کے ہر نام سے پکارا جاتا ہے۔ موت، آگ زادہ یا پھر پہاڑوں کی بلا یہی اس کے نام ہیں۔'' اس شخص کے چہرے پر خوف کے گہرے تاثرات منجمد تھے۔ شیلاس کی سرزمین پر میرے لئے یہ پہلی کہانی تھی اور میں اس شخص کو سے دیکھ رہا تھا۔ تب زبک نے اس سے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''زیکا۔'' اس نے جواب دیا۔

''گجران کے ہی باشندے ہو۔''

''ہاں۔'' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

''تمہارا ملکہ سندالیہ سے کیا تعلق ہے؟''

''پہلی بات تو یہ کہ میں گجران کا باشندہ ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میرا مالک کوہل ملکہ سندالیہ کا مشیر خاص تھا اور سندالیہ کے زوال کے بعد وہ بہت پریشان ہے۔ پھر تیسری بات یہ بھی ہے کہ آگ کا بیٹا اب دوسری آبادیوں کا رخ کر رہا ہے اور یقینی طور پر وہ سندالیہ کو بھی تباہ و برباد کرنے کی فکر میں ہے۔ وہ خونخوار درندہ ہے اور انسانوں کو اپنے نوکیلے دانتوں سے بھنبھوڑ کر کھا جاتا ہے۔''

''یہ بات کیا تم ہشاریہ کے بھائی زرغون کی کر رہے ہو؟''

''ہاں وہی...... وہی تو ہے۔''

''زرغون۔ تعجب کی بات ہے وہ تو ایسا نہیں تھا بلکہ ہشاریہ کی نسبت وہ بہت اچھی شخصیت اور فطرت کا مالک تھا اس کے اندر یہ برائی کیسے پیدا ہوئی۔''

''سنا ہے شیطان اس کے بدن میں حلول کر گیا ہے اور وہ اس وقت سرزمین شیلاس پر شیطان کا سب سے بڑا نمائندہ ہے۔''

''ہو جاتا ہے ایسا ہو جاتا ہے، واقعی ایسا ہو جاتا ہے۔ بہرحال ایک بات بتاؤ کیا اس کے لئے کسی نے کوئی تیاریاں نہیں کیں؟''

''ہاں۔ تم شاید شوالیہ کا نام جانتے ہو۔ شوالیہ جو ایک چھوٹے سے قبیلے کا سردار ہے وہ اس کے مقابلے کے لئے تیاریاں کر رہا ہے لیکن وہ خود بھی نہیں جانتا ہے کہ آگ کا بیٹا! شیطانی قوتوں کا مظہر ہے۔ بہرحال ہم لوگ کوششوں میں مصروف تھے۔ میں صرف قبیلے تک اس لئے جا رہا تھا کہ پیغام لے کر جاؤں لیکن اب میں وہاں بھی نہیں جا سکتا کیونکہ ان لوگوں کو میرے راستے کا علم ہو گیا ہے۔ وہ مجھے کسی بھی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ویسے ہم لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ پراسرار قوتوں کے مقابلے میں، پراسرار قوتوں کو منظر عام پر لائیں۔ اس کے لئے غالباً کسی کاہنہ سے رجوع بھی کیا گیا ہے۔ ویسے کاہنہ نے پیش گوئی کی ہے کہ کچھ ایسی پراسرار قوتیں شیلاس کی سرزمین پر پہنچ چکی ہیں جو ہشاریہ اور اس کے بھائی زرغون کی سرکوبی کے لئے کام آ سکتی ہیں۔'' زبک گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"تو پھر اب تیرا کیا پروگرام ہے زیکا۔"

"آہ...... میں تو بس اپنی جان بچاتا پھر رہا ہوں اور نہیں جانتا کہ میرا کیا ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ میں کہیں پوشیدہ بھی نہیں رہ سکتا اور وہ لوگ کہیں نہ کہیں سے مجھے تلاش کر کے مار ڈالیں گے۔ اس لئے جنگل میں کسی ایسی جگہ پناہ لینا چاہتا ہوں جہاں میری جان بچ سکے۔"

"اگر تو چاہے تو میں ایک پناہ گاہ تجھے بتا سکتا ہوں وہاں جا کر آرام کر۔ باقی رہا معاملہ شوالیہ اور سندالیہ کا تو دیکھتے ہیں کہ ہم ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے کاش! میرا آقا کوہلی میری اس مشکل کو جان لیتا۔"

"اگر وہ کہیں ملا تو ہم اسے تیرے بارے میں بتا دیں گے۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اب میں چلتا ہوں۔" اس نے کہا اور اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑا۔ کچھ عجیب سی کیفیتوں کا احساس ہو رہا تھا مجھے۔ یہاں کے اپنے مسائل تھے لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد زبک کی آواز ابھری۔

"میرے دوست! وقت نے ہمیں بالکل صحیح راستے پر لا کر چھوڑا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ ہشاریہ کا بھائی زرغون جو ایک اچھا انسان سمجھا جاتا تھا' اس قدر برائیوں کی جانب کیوں آ گیا۔ بہر حال یہاں سے آگے چلتے ہیں۔ ہمارا مقابلہ زرغون سے ہی ہو جائے تو برا نہیں ہے۔ کم از کم اس طرح ہمیں ہشاریہ تک پہنچنے کا موقع ملے گا۔"

"ہشاریہ تک ہم کیوں جانا چاہتے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"صندل کا تابوت اسی کی تحویل میں ہے۔ جب تک ہم اسے تباہ و برباد نہیں کر دیں گے وہ تابوت نہیں حاصل کر سکتے۔" میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ بات بڑی عجیب و غریب اور ناقابل یقین سی تھی لیکن ناقابل یقین تو یہ لمحات بھی تھے۔ جن میں میں یہاں ایک ایسی پراسرار سرزمین پر موجود تھا جس کا نام تک جغرافیے میں نہیں تھا۔ بہر حال ہم لوگ یہاں سے آگے بڑھتے رہے۔ یہ موسم یہاں کے علاقے کے لئے بہار کا موسم تھا۔ کہیں کہیں ہلکی برف باری ہو رہی تھی اور اس برف باری میں نچلے میدانوں میں سفید لومڑیوں کی ڈاریں کی ڈاریں نظر آتی تھیں جن کی دم بڑی اور پھولی ہوئی ہوتی تھیں۔ لیکن بہر حال سارے معاملات اپنی جگہ جو فیصلہ زبک نے کیا تھا' میں اس سلسلے میں اس کا ساتھی تھا لیکن یہ بات بھی بالکل درست تھی کہ سرزمین شیلاس کے

موسم ناقابل فہم تھے۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ ایک طویل فاصلہ طے کر کے جب ہم ایک ایسے علاقوں میں پہنچے جہاں میدانوں میں سفید دھوپ چھائی ہوئی تھی تو ہمارے گھوڑے تک پسینہ پسینہ ہو گئے۔ ایسے موسم میں زیادہ دیر رہنا بڑی مشکل کی بات تھی لیکن بہر حال یہ تیز دھوپ اور گرمی کا دن گزر گیا اور شام ہو گئی۔ البتہ شام کے قیام کے بعد جب دوسرے دن سفر کا آغاز کیا گیا تو آسمان کچھ ابر آلود تھا۔ دھوپ وقفے وقفے سے نکل رہی تھی۔ اس لئے گرمی کی شدت میں کچھ کمی ہو گئی تھی۔ بہر حال یہ دن بھی گزر گیا اور دوسری رات ہم ایک مناسب جگہ قیام پذیر ہو گئے۔ ان دو دنوں میں زبک بھی غیر معمولی طور پر خاموش رہا تھا اور میں نے بھی اس سے زیادہ معلومات حاصل نہین کی تھیں۔ زبک اپنے غار سے اپنے جمع شدہ سامان سے کافی چیزیں نکال کر لایا تھا اور مفین سرزمین شیلاس کی زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ان لوگوں کا طرز معاشرت ذرا مختلف تھا اور یہاں ان لوگوں کے معاملات تھے۔ بہر حال رات ہو گئی تھی۔ زبک نے کھانے پینے کا انتظام کیا اور اس کے بعد ہم لوگ کھانے میں مصروف ہو گئے۔ زبک کہنے لگا۔

"میری کہانی سننے کے بعد تمہیں کم از کم اس بات کا اندازہ تو ہوا ہوگا کہ ایک درندہ انسان کیسے بنتا ہے؟"

"نہیں انسان انسان ہی ہوتا ہے وقت اسے درندہ بے شک بنا دیتا ہے لیکن جب وہ انسانیت کی طرف واپس لوٹتا ہے تو پھر اس سے اچھا انسان اور کوئی نہیں ہوتا۔"

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! بات اصل میں یہ ہے کہ جس قبیلے کا اس نے تذکرہ کیا وہ بہت اچھا قبیلہ ہے اور زوربانہ سے کافی فاصلے پر ہے۔ سندالیہ وہاں کی ایک اچھی ملکہ تھی۔ میرا مطلب ہے کہ وہاں کے لوگ اس سے بہت زیادہ خوش تھے۔ اب زرغون نے اس پر حملہ کیا ہے۔ پتہ نہیں یہ سارا کیا چکر ہے۔ خیر دیکھتے ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" بہر حال یہ سارے معاملات میرے لئے بڑے حیرت انگیز لیکن کسی قدر خوشگوار ہی تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ واقعی اگر زندگی نے وفا کی تو اپنے شناساؤں کو یہ کہانیاں سناؤں گا اور نہیں بتاؤں گا کہ یہ قصے کہانیاں' وہ تصورات' کتابوں یا خوابوں میں دیکھتے ہیں وہ حقیقت ہوتی ہیں اور کوئی بھی انسان قدرت کے کسی فیصلے کے تحت ایسی کسی حقیقت کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس وقت میں جن پراسرار ماحول میں زندگی گزار رہا تھا۔ چشمہ تصور سے بھی کبھی ایسے کسی منظر کو نہیں دیکھا تھا جس کا میں خود

بھی ایک کردار ہوں لیکن بہر حال وقت ایسی ہی کہانیاں تحریر کرتا ہے اور مجھے خود اپنی اس کہانی کے اختتام کا انتظار تھا۔ کون جانے اس کہانی کا اختتام کیا ہو۔

میں نے ایک نگاہ زبک پر ڈالی۔ یہ انوکھا شخص زندگی کے کیسے کیسے نشیب و فراز سے گزر چکا ہے۔ میں تو اپنی ہی زندگی کو ایک انوکھی کہانی کا حامل سمجھتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات میں نجانے کیسی کیسی کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔ جہاں تک بات رہی زبک کی بتائی ہوئی تفصیل کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دنیا کی سب سے انوکھی داستان تھی۔ یہ تمام تصورات میرے دل و دماغ کا احاطہ کئے ہوئے تھے اور کبھی کبھی مجھے یہ سب کچھ ایک کہانی ہی محسوس ہوتی تھی۔

O

ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس پراسرار زمین پر ایک پراسرار شخصیت کے ساتھ (گز)رتے ہوئے مجھے بہت لطف آ رہا تھا۔ میرے اوپر ایک سحر کی سی کیفیت طاری تھی اور یہ بات (میں) اچھی طرح جانتا تھا کہ میں ایک ساحر کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ زبک چاہے کچھ بھی تھا اس کا (روپ) بڑا سنگین رہا تھا۔ لیکن اب وہ بالکل ایک بدلی ہوئی شخصیت میں تھا۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا تھا (کہ) اس کی اصل عمر کیا ہے؟ بہر حال اس دن سورج طلوع ہوا تھا اور ہم بدستور سنگلاخ سرزمین پر (سفر) کر رہے تھے کہ اچانک ہی ہم نے آسمان پر کالے بادلوں کے غول جمع ہوتے ہوئے دیکھے اور (تھو)ڑی ہی وقت میں یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ پانی میں ڈوبے ہوئے بادل نہیں ہیں بلکہ زمین کی جانب (سے) بلند ہونے والا دھواں ہے۔ گہرا اور گاڑھا سیاہ دھواں جو آسمان پر بادلوں کا رنگ اختیار کرتا جا (رہا) ہے۔ دھوئیں کے غٹ کے غٹ اٹھ رہے تھے۔ میں نے زبک کے چہرے پر بھی تشویش کے (آث)ار دیکھے اور پھر اس کے منہ سے سرسراہٹ کی سی آواز نکلی۔

"یہ کیا ہے لگتا ہے کہ جنگل کے درختوں میں آگ لگ گئی ہے۔" میں بھلا اس بارے (میں) کیا تبصرہ کر سکتا تھا۔ گھوڑے کچھ اور آگے بڑھے تو ہمیں دھوئیں کے یہ بادل مختلف جگہوں سے (اٹھت)ے ہوئے نظر آئے اور اچانک ہی زبک کے منہ سے ایک سرسراہٹ سی ابھری۔

"رب کائنات کی قسم! یہ تو کوئی آبادی ہے آہ...... اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ گجرانیہ ہے (گج)ران قبیلے کی وادی۔" اور پھر زبک نے کہا۔

"ہمیں تیزی اختیار کرنا پڑے گی دوست! ہوشیاری کے ساتھ میرا پیچھا کرو۔" یہ کہہ کر (اس) نے گھوڑے کی کمر پر ایڑیوں کا دباؤ ڈالا اور گھوڑے نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس کا پیٹ (زمین) کو چھونے لگا۔ میں نے بھی گھوڑے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ لیکن بہر حال زبک مجھ سے کافی (آگے) نکل گیا تھا۔ میری نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں اور تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے کے (بعد) میں نے دور سے اس جلتی ہوئی بستی کو دیکھا جس کے اونچے اونچے جھونپڑے نارنجی رنگ کے (شعلوں) میں گھرے ہوئے تھے۔ یہ دھواں اسی بستی کے ان جھونپڑوں سے بلند ہو رہا تھا۔ گھوڑوں

کی رفتار بہت تیز تھی۔ میں نے زبک کے گھوڑے کو بستی کے قریب پہنچتے ہوئے دیکھا اور پھر مجھ پر
ایک ہولناک انکشاف ہوا۔ ہواؤں میں جو عجیب سی بد بو رچی ہوئی تھی وہ انسانی گوشت کے جلنے
کی بد بو تھی۔ یقینی طور پر انسان زندہ جل گئے تھے۔ پتہ نہیں یہ ہولناک آگ کیسے لگی۔ لیکن میرے
کانوں میں بستی میں آگ کی بھڑ بھڑاہٹ کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ نہ انسانوں
کا شور نہ جانوروں کے چیخنے کی آوازیں۔ اس سے دو ہی اندازے ہو سکتے تھے کہ بستی کے سارے
لوگ مردہ ہو گئے ہیں، انسان یا جانور اب وہاں کوئی جاندار انسان زندہ نہیں ہے اور سارے کے
سارے آگ کا شکار ہو گئے ہیں۔ اس کا یہی مقصد تھا کہ آگ بہت دیر سے لگی ہوئی ہے اور اس کی
تباہ کاری پوری طرح اپنا کام کر چکی ہے یا پھر دوسری بات یہ بھی ممکن ہو سکتی تھی کہ یہاں کے رہنے
والے زندگیاں بچا کر یہاں سے دور نکل گئے ہوں۔ بہرحال زبک تو بستی میں داخل ہو ہی چکا تھا۔
اس کے پیچھے پیچھے میں بھی پہنچ گیا۔ چاروں طرف آگ اور جلتے ہوئے انسانی جسم بکھرے ہوئے
تھے۔ لاشیں جل کر کالی ہو گئی تھیں۔ بہت سی جگہیں ایسی بچی ہوئی تھیں جن میں آگ نہیں لگی تھی
لیکن انسانوں کا وہاں بھی کوئی وجود نہیں تھا۔ میں نے ایک انسانی بدن کو دیکھا جو آگ سے محفوظ
تھا۔ غالباً زبک نے بھی اسی بدن کو اپنی معلومات کا نشانہ بنانے کے لئے اپنا گھوڑا یہاں روکا تھا اور
اس کے بعد نیچے چھلانگ لگا دی تھی۔ میں البتہ ابھی اپنے گھوڑے پر ہی تھا۔ میں نے زبک کو دیکھا
جو اس انسانی جسم کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا لیکن پھر اس کے چہرے پر مایوسی کی لکیر دوڑ گئی جو انسان
اسے زندہ نظر آیا تھا وہ زندہ نہیں تھا۔ بلکہ اس کا پیٹ سینے سے ناف تک چرا ہوا تھا اور آنتیں باہر نکلی
پڑی تھیں۔ یقیناً یہ کسی تیز دھار آلے کا کام تھا اور اب یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی
کہ یہاں دو قبیلوں میں کوئی ہولناک جنگ ہوئی ہے اور جنگ میں فتح پانے والوں نے نہ صرف
انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے بلکہ پوری بستی کو ہی آگ لگا دی ہے۔ ہماری نگاہیں
چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ زبک گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ میں نے بھی
گھوڑے سے اتر کر اس کی پیروی کی تھی۔ ہم آگ کے شعلوں سے بچ کر آگے بڑھتے رہے۔
ہمیں ایسے بے شمار نشانات ملے، کئی جگہ گھوڑوں کی لاشیں بھی نظر آئیں جن کے ساتھ ان کے سوار
بھی پڑے ہوئے تھے۔ ان سواروں کا حلیہ دیکھ کر اس کا اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا تعلق حملہ آوروں
سے ہی ہے۔ ان کے نزدیک ہی ان کے چوڑے کلہاڑے اور دو دھاری تلواریں بھی پڑی ہوئی

ہیں۔ یقیناً یہ حملہ آور تھے جنہیں مقامی باشندوں نے قتل کیا ہوگا۔ ظاہر ہے انہوں نے بھی اپنی
ظت کے لئے جنگ کی ہوگی لیکن سوار اور گھوڑوں کی تعداد بہت کم تھی ہاں یہاں کے باشندوں
ے پتے لگے ہوئے تھے۔ مرد، بوڑھے، عورتیں، جوان، بچے سب ہی تھے۔ حملہ آوروں نے کسی کو
یں چھوڑا تھا جن سے ان کی سفاکی کا اندازہ ہوتا تھا۔ حیرت کی بات تھی کہ پوری بستی میں کوئی بھی
ہ وجود نظر نہیں آتا تھا۔ چاروں طرف سامان بکھرا پڑا ہوا تھا جن میں سے بیشتر جل چکا تھا اور
ی جل رہا تھا۔ جہاں نظر جاتی، لاشوں کے انبار اور دھوئیں کے بادلوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا
بستی کافی وسیع و عریض تھی۔ اونچے نیچے جھونپڑے اب جل کر خاکستر ہو گئے تھے۔ کچھ کچے پکے
انات بھی تھے لیکن ایک بھی ایسا گھر نظر نہیں آ رہا تھا جس میں انسانی زندگی کا احساس ہو سکے۔
ک کا چہرہ پتھر کی چٹان کی مانند زرد ہو گیا تھا اور وہ سرد نگاہوں سے تباہی کے ان آثار کو دیکھتا ہوا
گے بڑھ رہا تھا۔ میں بھی انسانی زندگی کے ساتھ اس بھیانک کھیل پر بری طرح لرزاں تھا۔
رے اندر ہی اندر کپکپی بھری ہوئی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا کا کون سا خطہ ایسا ہے
ہاں انسان انسانوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتے۔ جنگیں ہر جگہ ہوتی ہیں چاہے وہ تہذیب کی
ا سے دور سرسبز و شاداب خطے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں بھی انسانوں کے ساتھ یہی سلوک نظر آ رہا
ا۔ بہرحال، ہم آبادی کے آخری سرے پر نکل آئے اور پھر اچانک ہی ہمیں ٹھٹھکنا پڑا۔ سامنے ہی
زہرے بھرے میدانوں میں ایک لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ بے شمار گھوڑے، چاق و چوبند
ان جو پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے اور پھر انہوں نے بھی ہمیں دیکھ
ا۔ کیونکہ بہت سی آوازیں ابھری تھیں اور لوگ انگلیاں اٹھا کر ہماری طرف اشارے کر رہے
ے۔ زبک نے عجیب سے انداز میں انہیں دیکھا اور اس کے چہرے پر ایک خوفناک کیفیت پھیل
ی۔ میرا اپنا خیال تھا کہ اس کا اور میرا یہاں رکنا دانش مندی نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد جو کچھ
نے والا تھا، ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ زبک کتنا ہی طاقتور، کتنا ہی جیالا کیوں نہ ہو لیکن بہرحال
دو انسان تھے اور وہاں پورا لشکر۔ دفعتاً ہی میں نے اس لشکر سے چار جوانوں کو گھوڑے پر سوار
تے ہوئے دیکھا۔ اب ان کے گھوڑے ہماری ہی جانب دوڑ رہے تھے۔ یہ سچی بات ہے کہ اس
ت میرے اوسان خطا ہوئے جا رہے تھے کیونکہ آنے والے وحشیوں نے اپنے ہاتھوں میں
ے ہوئے بھالوں کی انی سیدھی کی ہوئی تھی اور اس طرح دوڑے آ رہے تھے جیسے آتے ہی

ہمیں نشانہ بنائیں گے اور پھر میرا یہ اندازہ درست نکلا۔ جو شخص زبک کے قریب پہنچا تھا اس نے
نیزے کی انی زبک کے سینے کی طرف جھکائی اور زبک تھوڑا سا ایک طرف ہٹ گیا لیکن پھر فوراً ہی
اس کے ساتھ ہی اس نے نیزے کی انی پکڑ لی اور پھر دونوں ہاتھوں کی طاقت لگا کر اس شخص کو
نیزے پر بلند کر کے نیچے پٹخ دیا۔ نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور وہ چاروں شانے چت
زمین پر گرا تھا۔ زبک نے نیزہ اس کے سینے میں پیوست کر دیا اور نیزے کی انی اس کے سینے سے
گزر کر زمین میں گڑھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک شخص مجھ پر بھی حملہ آور ہوا تھا لیکن ظاہر ہے مجھے
بھی وہی کرنا تھا جو زبک نے کیا تھا۔ البتہ میں زبک کی طرح طاقت کا مظاہرہ نہیں کر سکا لیکن جیسے
ہی گھوڑا میرے قریب پہنچا میں نے اپنے آپ کو بچا کر اس گھوڑے کے منہ پر گھونسہ رسید کر دیا۔
گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور اوندھے منہ قلابازی کھا گیا۔ اس پر سوار شخص اس طرح گرا کہ اس کی
گردن ٹوٹ گئی اور اس کا چہرہ زمین پر گھسٹتا چلا گیا۔ میں نے پوری طرح جاگتی آنکھوں سے دیکھا
کہ سنگلاخ چٹان پر اس کا چہرہ اس طرح گھسا کہ آدھا چہرہ ہی غائب ہو گیا۔ باقی دو گھڑ سوار جھونک
میں آگے نکل گئے تھے۔ لیکن تھوڑی دور پہنچ کر وہ پلٹے اور انہوں نے اسی انداز میں دوبارہ حملہ
کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجے میں دونوں نیچے آ گرے اور ان کے نیزے ان سے دور جا پڑے۔
غالباً یہ کوئی ایسا قبیلہ تھا جو بہت زیادہ جدید نہیں تھا یعنی جن کے پاس آتشی ہتھیار
نہیں تھے۔ یا پھر اگر تھے بھی تو کم از کم یہ لوگ آتشی ہتھیار لے کر اس طرف نہیں
دوڑے تھے۔ بہرحال وہ دونوں بھی نیچے آ گرے۔ اس وقت لشکر کی طرف سے کچھ اور گھوڑے
سوار اس طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ نیچے گرے ہوئے لوگ اب ہمارے رحم و کرم پر تھے اور
زبک خونخوار نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہی پیچھے سے آنے والے ہمارے سروں پر پہنچ
گئے لیکن تھوڑی سی حیرت کی بات تھی کہ انہوں نے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ ان
میں سے ایک شخص نے چیخ کر کہا تھا:

"آگ کا بیٹا! تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہتھیار پھینک دو۔ ہم تمہیں زندگی بخش رہے ہیں اور
یہ پیشکش کر رہے ہیں کہ اپنے آپ کو ہم سے روشناس کراؤ۔ کیونکہ ہمارا یہ اندازہ ہے کہ تم ہمارے
قبیلے کے نہیں ہو۔" زبک نے ایک لمحے تک کچھ سوچا پھر میری طرف دیکھا۔ میرے چہرے پر بھی
میرے احساس کی تحریر لکھی ہوئی تھی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ وہ لوگ ہم پر حملہ نہ کر پائیں اور اس وقت

مصلحت کو مدنگاہ رکھتے ہوئے زبک ہتھیار پھینک دے۔ بات زبک کی بھی سمجھ میں آ
ئی تھی۔ چنانچہ اس نے مدھم لہجے میں کہا:

"ہم تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے اور حقیقت یہی ہے کہ ہم یہاں پر اجنبی ہیں اگر یہ ہم
حملہ نہ کرتے اور آتے ہی ہم سے پوچھے بغیر ہمیں ختم کرنے کے درپے نہ ہو جاتے۔ تو انہیں بھی
رے ہاتھوں کوئی نقصان نہ پہنچتا اور جہاں تک ہتھیاروں کا تعلق ہے تو تم یہ بات اچھی طرح
نتے ہو کہ شیلا اس کی سرزمین پر جو بغیر ہتھیار کے ہوتے ہیں انہیں زندہ رہنے کا حق نہیں دیا جاتا۔
آتش زادے کے سامنے چل رہے ہیں۔ تم ہماری طرف سے بےفکر رہو۔"

"ٹھیک ہے تم جو کوئی بھی ہو ہمارے لشکر میں چلو ہم طاقتور لوگوں کو عزت دیتے ہیں اور
جو دشمن کو ہلاک کر دیتے ہیں' عزت والے ہوتے ہیں۔ آؤ اپنے گھوڑوں کی پشت پر بیٹھ جاؤ اور
رے ساتھ چلو۔ یہ بھی ایک دلچسپ عمل تھا۔ ان لوگوں نے اپنے دو آدمیوں کی موت کی بالکل
واہ نہیں کی تھی اور باقی دو جو زمین پر پڑے ہوئے دوسرے لمحے کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔
با اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ موت ان پر سے ٹل گئی تھی یہ بڑی بات
ی۔ میں نے سرسراتے ہوئے کہا۔

"پروفیسر ڈریڈ! میرا خیال ہے ہمیں مصلحت سے کام لینا چاہئے۔ مجھے معاف کرنا میں
ہیں پروفیسر ڈریڈ کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں لیکن انگریزی میں بات کر کے ہم اپنے الفاظ محفوظ رکھ
تے ہیں۔ کوئی بھی خفیہ جملہ کہنا ہو تو انگریزی میں مجھ سے بات کرنا۔ ایسا تو نہیں ہے کہ یہاں کوئی
ریزی سمجھتا ہو۔"

"تمہاری بات پر مسکرانے کو جی چاہتا ہے جس دنیا سے ان کا واسطہ ہے وہاں کوئی اس
بان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہم لوگ اپنے گھوڑوں پر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے اور سامنے
آنے والے حیران تھے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جو اس طرح آرام کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔
بہرحال ہمیں دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا اور وہ لوگ ہماری طرف دیکھ کر آپس میں ایک
رے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ ہمیں لانے والوں میں سے ایک نے ہمیں احاطے کے اندر پہنچا
دیا اور اس احاطے میں بے شمار افراد موجود تھے۔ یہ قیدی معلوم ہوتے تھے۔ یقیناً یہ اسی قبیلے کے
لوگ تھے۔ جو شکستہ خوردہ تھا اور جس کے بہادر جوان جل چکے تھے۔ گرفتار ہونے والوں میں مرد

عورتیں، بچے، بوڑھے زیادہ تر تھے سب کے سب دہشت سے لرز رہے تھے اور ان کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ رب کائنات کی قسم یہ مظلوم لوگ رحم کے قابل ہیں۔ آہ کاش! میں انہیں زندگی دے سکتا۔ کاش! مگر اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ ہماری کوئی حرکت ان کی زندگی نہیں بچا سکتی۔ انہیں بچانے کا طریقہ یہی ہے کہ مناسب وقت کا انتظار کیا جائے۔ میں نے کہا اور زبک کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ اس نے کہا۔

"اسی مقصد کے لئے میں تمہیں یہاں تک لایا ہوں۔ کامران! میں خود ان مظلوم لوگوں کو دیکھ کر سخت وحشت زدہ تھا۔ بہرحال یہ دیوانگی بڑی خوفناک تھی۔ اندازہ یہی تھا کہ یہ خوفناک حرکت زرغون نے کی ہے چونکہ اسے آتش زادہ کہہ کر مخاطب کیا جا رہا تھا اور زبک نے مجھے آتش زادے کے بارے میں بتایا تھا۔ بہرحال میں نے قرب و جوار میں نگاہیں دوڑائیں۔ بڑے سفاک بڑے ظالم لوگ تھے ان کے چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی ان کے ہاتھوں میں کوڑے دبے ہوئے تھے اور چہرے اس قدر سفاک تھے کہ انسان تو وہ لگتے ہی نہیں تھے۔ جس احاطے میں وہ لوگ ہمیں لے کر آئے تھے وہاں جابجا گھنے درخت اگے ہوئے تھے ہم دونوں کو یہاں لا کر ایک طرف چھوڑ دیا گیا۔ فوراً ہی ہم پر کوئی کاروائی نہیں کی گئی تھی۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے اور ایک درخت کے تنے کے قریب جا بیٹھے۔

میرے معبود! میرے معبود! زندگی کیسے کیسے حالات سے دوچار ہو جاتی ہے۔ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہاں اس ہولناک اور بھیانک جگہ بیٹھا ہوا میں کراچی کے روشن ماحول پر غور کر رہا تھا۔ چمکدار شب و روز سندھ کے خوبصورت گوٹھ، میرا اپنا گھر، سویرا، انکل ظاہر علی، سویرا کا بھائی حارث نجانے کون کون ذہن سے گزر رہے تھے۔ موبل یاد آ رہی تھی۔ بڑی عجیب سی بات تھی۔ یہ میرے بہن بھائی نجانے کیوں مجھ سے اتنے دور دور سے تھے۔ اصل میں ماحول ہی کچھ عجیب ہو گیا تھا۔ خاص طور سے ماں کی موت کے بعد تو یوں لگا تھا جیسے وہ لوگ مجھ سے منحرف ہو گئے ہوں۔ آخر مجھے ہی کیوں اپنی ماں کے قاتل سے انتقام لینے کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ کوئی تو کچھ بولتا، کوئی تو کچھ کہتا۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ غرض یہ تمام باتیں ذہن میں آ رہی تھیں۔ دل ایک اور بات بھی کہہ رہا تھا۔ وہ یہ کہ لیو مکلارنس نے میری ماں کو قتل کر دیا تھا۔ لیکن اس کی موت میرے ہاتھوں نہیں لکھی ہوئی تھی۔ جب کہ میں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ بنایا تھا۔ وقت

ہمارے مجھے کہاں سے کہاں لے گئے تھے اور میں یہاں اب اس ویرانے میں ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی گویا مجھے یہیں آ کر پھنسنا تھا۔ اپنے آپ پر بھی ہنسی آنے لگی۔ زبک ایک انوکھا کردار ابھی میں زبک کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کی آواز سنائی دی۔

"کامران! کس کیفیت کا شکار ہو؟" اس کے ان الفاظ پر مجھے ہنسی آ گئی۔

"شاید الفاظ میں بیان نہ کر سکوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے احساس ہے لیکن اب بھی میں یہی کہتا ہوں کہ وقت ضرور ہماری مدد کرے گا اور ہم اپنی منزل کو پا لیں گے۔ دیکھو تم بھی مجھے اپنا موقف کھل کر بتا چکے ہو اور حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارے موقف سے کھلا اتفاق بھی رکھتا ہوں تم اپنی آبرو بچانے کے لئے دولت کا حصول چاہتے ہو۔ سچ بھی یہی ہے کہ جن لوگوں نے تمہیں نظرانداز کر دیا۔ انہیں دولت کے نیچے دبا دو اور یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ دولت میں تمہیں مہیا کروں گا۔ گویا تمہارے سامنے ایک یقینی مستقبل موجود ہے۔ اس کے علاوہ جہاں تک باقی معاملات کا سوال ہے وہ یہ ہیں کہ میں اپنی مونتاشیہ تک پہنچنا چاہتا ہوں اپنی انوشا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں اور بس میرا اس تک پہنچنا ضروری ہے۔ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ وہ خوفناک جادوگرنی جس نے اسے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے جیسے ہی موت کے گھاٹ اترے گی یوں سمجھ لو کہ سارے کام ہو جائیں گے۔ شیگان اور ہشار یہ سمجھ لو کہ بس یہی ہمارے آگے کے سفر میں سے بڑا مقصد ہیں اور ہمیں انہی کے راستے پر سفر کرنا ہے جہاں تک یہ درمیان کے لوگ ہیں ان کی بات بالکل مختلف ہو جاتی ہے جیسے ہم بحری قزاقوں کے جال میں پھنس گئے لیکن بہرحال یہ خوشی ہے کہ شیگان ہی اس وقت ہمارا میزبان ہے۔ جہاں تک میرا دعویٰ ہے شیگان ہی آتش زادے کے نام سے مشہور ہے۔"

ہاں۔ مقصد تو ہیں دونوں کے سامنے دیکھیں وقت آگے کیا کہانی سناتا ہے رات ہو گئی تھی۔ گرفتار شدگان مردوں کی طرح زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں تک نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ وہ سہمے ہوئے تھے اور اپنی ماؤں سے چمٹے ہوئے تھے ان پر موت کا خوف مسلط تھا یا پھر بگڑے ہوئے حالات نے ان کی قوت گویائی چھین لی تھی۔ آہستہ آہستہ چاند ابھرا اور رات کی تاریکی میں گم ہو جانے والے لرزہ خیز مناظر پھر سے نمایاں ہو گئے۔ میں

بھی تھک گیا تھا چنانچہ میں درخت کی جڑ میں لیٹ گیا۔ زبک دوسری سمت درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اچانک ہی میں کچھ دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن جو کچھ میں نے دیکھا تھا اسے دیکھ کر میرے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی اور میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ یقیناً وہ ایک عجیب وغریب چیز تھی۔ درخت کی ایک بلند شاخ پر میں نے اس جسم کو الٹے لٹکے ہوئے دیکھا تھا۔ روشن اور چمکدار چہرے والا۔ آنکھیں گہری سرخ بال لمبے لمبے اس کی ٹانگیں شاخوں میں جھول رہی تھیں اور باقی بدن نیچے جھول رہا تھا۔ دفعتاً ہی زبک نے چونک کر میری طرف دیکھا اور بولا۔

''کیا ہے؟''

''وہ دیکھو''...... میں نے اشارہ کیا اور زبک کی نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔

اچانک ہی وہ جسم اوپر سے نیچے گرا اور میں جلدی سے نیچے سے ہٹ گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ سیدھا میرے اوپر آئے گا لیکن گرنے والا بدن ایک دوسری شاخ میں جھول گیا اور پھر وہاں سے زمین پر آ رہا۔ کسی چمگادڑ کا وہاں ہونا کوئی بہت بڑی تعجب خیز بات نہیں تھی لیکن سب سے حیرت ناک بات یہ تھی کہ وہ چمگادڑ نما عورت تھی یا عورت نما چمگادڑ اس کی ہیئت عجیب وغریب تھی۔ وہ شاخ سے گری نہیں تھی بلکہ کسی پرندے کی طرح نیچے آ بیٹھی تھی۔ اس کا پورا بدن نسوانی رعنائیوں کا حامی تھا۔ جسم پر لباس کے بجائے عجیب سے پر پھیلے ہوئے تھے۔ چہرہ جوان تھا نقوش بھی برے نہیں تھے لیکن بال بکھرے ہوئے تھے اور سفید چہرے پر عجیب سی وحشت تھی۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

''پنجرے میں پھنس جانے والا نجات کا راستہ چاہتے ہو کیا؟'' میرے تو خیر منہ سے آواز کیا نکلتی۔ زبک نے کہا۔

''کون ہے تو؟''

''چمگادڑ!''

''کہاں ہے نجات کا راستہ؟''

''مل جائے گا لیکن اس کے لئے تمہیں ہشاریہ کا غلام بننا پڑے گا۔'' حالانکہ زبک ہشاریہ کو بھی جانتا تھا اور شیگان کو بھی لیکن اس نے انجان بن کر کہا۔

''ہشاریہ کون ہے؟''

''سحر کی ملکہ۔ کیا سمجھے۔ جادوگری میں رہتی ہے وہ اور اس کی جادوگری زیادہ دور نہیں

ہے؟''

''مگر ہم اس کے غلام کیسے ہو سکتے ہیں؟'' جواب میں اس چمگادڑ کے سرخ ہونٹوں پر ...بھایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اپنی گہری سرخ آنکھیں بند کیں اور پھر دوبارہ کھول لیں ...ی آنکھوں میں ایک عجیب شیطانی چمک نظر آ رہی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

''تم عہد کرو۔ سچے دل سے اس کا تصور کرو وہ خود تم پر سایہ فگن ہو جائے گی اور اس کے ...تم اس کی قوتوں کے سائے میں آ جاؤ گے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں عہد کرتا ہوں کہ میں سحراؤں کی ملکہ جادوگری کی مالک ہشاریہ کے ...موں میں شامل ہونا چاہتا ہوں اور اس کی مدد سے نجات کا راستہ چاہتا ہوں۔'' میں نے چونک کر ...بک کو دیکھا تو زبک کے چہرے پر کچھ ایسے نقوش نظر آئے جیسے وہ مجھ سے کہنا چاہتا ہو کہ یہ ...ملحت کا تقاضہ ہے اسے قائم رکھو۔ میں سمجھ گیا کہ زبک مجھے خاموش ہی رکھنا چاہتا ہے۔ دفعتاً ہی ...گادڑ کی نگاہیں میری جانب اٹھیں اور اس نے کہا۔

''اور تم......تم اس پر کیا کہتے ہو؟'' میرے بجائے فوراً زبک بول پڑا۔

''نہیں جو میری سوچ سو اس کی۔ یہ ایک خاموش انسان ہے۔ لیکن دل سے میرا ...ردکار۔'' اندازہ یہ ہوا کہ چمگادڑ زبک کے ان الفاظ سے مطمئن ہو گئی تھی۔ دفعتاً اس نے اپنا عجیب ...ریب ہاتھ آگے بڑھایا جس کی انگلیاں کھال کے ذریعے ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ یہ ...تھا اس نے زبک کے شانے پر رکھا اور پھر وہاں سے ہٹا لیا۔ لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ زبک کا ...شانہ زخمی ہو گیا تھا اور چمگادڑ کے ہاتھ خون میں ڈوب گیا تھا۔ اس نے یہ خون سیدھا کر کے دیکھا ...ور اس کے بعد اسے اپنی لمبی زبان سے چاٹنے لگی۔ پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ میری طرف بڑھایا ...ور زبک کی آنکھوں میں عاجزی کے آثار پیدا ہو گئے۔ جیسے وہ مجھ سے درخواست کرنا چاہتا ہو کہ ...جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دوں اور اس پر احتجاج نہ کروں۔ چنانچہ میں بھی خاموش ہو گیا اور وہی عمل ...میرے ساتھ ہوا۔ جو زبک کے ساتھ ہو چکا تھا۔ چمگادڑ کی منمناتی ہوئی آواز ابھری اور اس کے بعد ...اس نے کہا۔

''یہ تمہارا عہد نامہ ہے جو میرے ذریعے سحر کی ملکہ تک پہنچ جائے گا اور اس کے بعد اس ...نے اپنے پنجے زمین پر جمائے اور ایک دم ہاتھ پھیلا کر فضا میں بلند ہو گئی۔ پہلے وہ ایک درخت کی

شاخ پر پہنچی اور پھر وہاں سے بلندی پر اور اس کے بعد فضا میں پرواز کر گئی۔ پتہ نہیں دوسرے لوگوں نے اسے دیکھا تھا یا نہیں لیکن میں اور زبک اسے فضا میں پرواز کرتے دیکھ رہے تھے۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی اور ہم دونوں خلا میں نگاہیں جمائے اسے تلاش کر رہے تھے۔ زبک نے کہا۔

''کام جب ہونا ہوتا ہے تو خود بخود راستے متعین ہوتے ہیں۔'' میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ بہر حال اس کے بعد اس قید خانے میں ہماری پوری رات گزر گئی۔ ایک غنودگی سی طاری ہو گئی تھی۔ رفتہ رفتہ صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور زبک اپنی جگہ سے اٹھ گیا میں اس کی جانب متوجہ نہیں تھا اور خاموشی سے وقت گزار رہا تھا۔ پھر دوپہر ہوئی تو ہم نے دور سے بہت سے گھڑ سواروں کو احاطے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چابک تھے اور ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔

''چلو تم سب باہر نکلو۔ باہر نکل کر ایک قطار بنا لو اور سیدھے سیدھے چلو۔ کوئی کچھ نہ بولے' کراہنا اور چیخنا منع ہے۔ جس کے منہ سے چیخ کی آواز نکلی یا جس نے ٹھوکر کھائی اسے گھوڑوں کے پیروں میں روندھ دیا جائے گا۔ فوراً جاؤ۔'' اور افراتفری مچ گئی۔ لوگ اٹھنے لگے۔ چابک برداروں نے انہیں جانوروں کی طرح ہانکنا شروع کر دیا تھا۔ تمام لوگ ایک دوسرے کے درمیان سر جھکائے احاطے سے باہر نکلنے لگے۔ پھر ہم دونوں بھی باہر نکل آئے اور ایک کھلے میدان میں پہنچ گئے۔ یہ ایک پہاڑی اور مسطح علاقہ تھا لیکن اس کے اختتام پر ایک گہری کھائی نظر آئی۔ وہ کھائی اتنی گہری تھی کہ نیچے کے مناظر اوپر سے صاف تک نظر نہیں آتے تھے۔ البتہ درمیان میں جگہ جگہ بے شمار چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان کے رخنوں میں کانٹے دار جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ گھڑ سوار چابک مار مار کر سب کی قطار بنانے لگے اور ان سب کو ترتیب سے کھڑا کر دیا گیا۔ ان کے چہروں سے بھوک اور خوف نمایاں تھا۔ لیکن ان کے منہ سے آوازیں نہیں نکل رہی تھیں۔ اچانک ہی احاطے کی جانب سے پھر کچھ گھڑ سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے نظر آئے اور تھوڑی دیر کے بعد قریب پہنچ گئے۔ لیکن انہوں نے گھوڑے روکے نہیں تھے۔ وہ قطار کے سامنے سے دور نکل گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ایک زور کا گھنٹہ بجا اور گھوڑے سواروں کے درمیان سے ایک شخص بہت ہی قد آور اور سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا نکلتا ہوا نظر آیا یہ بہت ہی

خطرناک شکل کا آدمی تھا۔ لمبا چوڑا انتہائی طاقتور جسم کا مالک اس کے کندھوں پر شیر کی کھال پڑی ہوئی تھی۔ کمر پر چوڑی پیٹی کسی ہوئی تھی اور جبڑوں کی ہڈیاں بہت چوڑی تھیں۔ جو خاص چیز اس کی شخصیت میں اضافہ کرتی تھی وہ اس کے سر پر پہنا ہوا ایک لکڑی کا بڑا سا خود تھا۔ جو لکڑی کے تنے کو کاٹ کر ہی بنایا گیا تھا۔ زبک نے آہستہ سے کہا۔

''یہی زرغون ہے۔'' میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اسے دیکھنے لگا۔ ایک عجیب و غریب کردار میری نگاہوں کے سامنے تھا اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب واقعی اسی دنیا میں ہو رہا ہے۔ میرے لئے تو یہ ایک کہانی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ لیکن کہانیاں اگر اپنی ذات میں شامل ہو جائیں تو انسان کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے۔ وہی کیفیت اس وقت میری تھی۔ بہر حال اس کے ساتھ آنے والے بھی کافی لمبے چوڑے آدمی تھے۔ وہ قریب پہنچے اور اس نے حقارت بھری نگاہوں سے اپنے سامنے نظر آنے والے چیختے کراہتے ہوئے قیدیوں کو دیکھا۔ پھر اس کا ایک ہاتھ بلند ہوا اور اس کی آواز ابھری۔

''شیلاس کے باشندو! بہت پہلے سے تمہیں میرے بارے میں بتایا جاتا رہا تھا۔ میرے پیغمبر تمہیں بتاتے تھے کہ آخر کار میں اس ساری کائنات کا جادو سمیٹ کر تمہارے سامنے آنے والا ہوں اور تمہیں اپنی آبادیوں میں میرے مجسمے بنا کر لگانے چاہئیں تھے۔ تمہیں میرے لئے عبادت گاہیں بنانا چاہئیں تھیں لیکن تم نے ان لوگوں کا مذاق اڑایا جو تمہیں آنے والے وقت سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ نہ صرف مذاق اڑایا بلکہ میرا پیغام لانے والوں میں سے بعض کو ہلاک کر دیا اور اس کے بعد تمہیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ جس بستی میں میرا ایک بھی آدمی ہلاک ہوا وہ بستی ملیامیٹ ہو گئی اور تمہیں نقصان اٹھانا پڑا۔ بستی والو آج تم جس حالت میں میری نگاہوں کے سامنے ہو۔ تم نے اپنی اس کیفیت کو آواز دی ہے۔ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں ان لوگوں کو عزت دیتا ہوں جو خود کو قائم رکھنا جانتے ہیں اور یہ بات میرے لوگوں نے تم تک پہنچا دی تھی۔ لیکن تم نے اس سے انحراف کیا اور آخر کار اس انجام کو پہنچے۔ تمہیں خود پر افسوس کرنا چاہئے۔ تمہیں بلندیوں کی جانب منہ کر کے تھوکنا چاہئے تاکہ وہ تھوک تمہارے ہی منہ پر آ کر پڑے کہ تم نے اپنے لئے تباہی و بربادی کو آواز دی۔ اے شخص! انہیں بتا کہ اب ان کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور ایک اور شخص آگے بڑھ آیا۔ یہ بھی گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے بلند آواز میں

کہا۔

''تباہ و برباد ہونے والو! تم میں سے اب جو معزز زرغون کے ادنیٰ غلام کی حیثیت سے زندگی گزارنا چاہتے ہوں' آگے بڑھ کر آئیں انہیں زندگی کی بھیک دی جائے گی اور ان پر رحم کیا جائے گا' لیکن بھیک بھیک ہوتی ہے انہیں ایک عزت دار مقام نہیں مل سکتا۔ جو لوگ زندگی حاصل کرنا چاہیں وہ آگے آ جائیں لیکن ان کا مستقبل یہ ہوگا کہ انہیں ہمارے سپاہیوں کا جھوٹا کھانا پڑے گا۔ وہ ہمارے گھوڑوں کی خدمت کریں اور وزنی سامان اٹھا کر سفر کریں گے۔ جس جگہ ان کی زندگی کی ضرورت پیش آئی ان سے زندگی طلب کر لی جائے گی۔ تم میں سے جو یہ زندگی حاصل کرنا چاہیں وہ آگے بڑھ آئیں اور پھر میری نگاہوں نے ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ بڑا عبرت ناک عمل تھا۔ بے شمار لوگوں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ ان میں کمزور اور لاغر لوگ بھی تھے جو ٹھیک سے کھڑے بھی نہیں ہو پا رہے تھے لیکن انہیں زندگی پیاری تھی۔ چنانچہ انہوں نے ذلت قبول کر لی تھی۔ البتہ بہت سے ایسے بھی تھے جو آگے نہیں آئے تھے۔ میں نے زبک کا چہرہ دیکھا۔ جو غصے سے آگ ہو رہا تھا۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا:

''رب لازوال کی قسم! جن لوگوں نے قدم آگے نہیں بڑھائے وہ عزت سے جینے اور مرنے والوں میں سے ہیں۔ کاش! میں ان لوگوں کا ایک لشکر تیار کر سکتا اور ان غیرت مندوں کی مدد سے زرغون کو تباہ و برباد کر سکتا۔''

''لیکن زبک ایک خیال میرے دل میں ہے۔'' زبک نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ تو میں نے کہا۔

''تم نے کہا تھا کہ زرغون اور ہشاریہ جڑواں بہن بھائی ہیں۔''

''ہاں۔''

''اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ زرغون ہشاریہ کی نسبت کچھ بہتر ہے۔''

''جتنا بہتر ہے تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔''

''تو تمہارے خیال میں ہشاریہ اس سے بھی زیادہ شیطان صفت عورت ہے۔''

'اس سے بھی مل ہی لو گے ایک بات بھول گئے ہو۔''

''کیا......''

''یاد کرو۔''

''براہ کرم مجھے بتاؤ۔''

''چمگادڑ۔'' اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''ہاں وہ جو میرے شانے پر زخم بنا گئی ہے۔''

''زخم نہیں بنا گئی اس نے ہمیں ہشاریہ کے ساتھیوں میں شامل کر لیا ہے۔''

''اس سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟'' میں نے سوال کیا۔ زبک نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خاموشی سے ان لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو زندگی کے حصول کے آمادہ ہو گئے تھے۔ آگے آنے والوں میں سے تندرست اور طاقتور لوگوں کی چھانٹی ہونے زرغون کے اشارے پر ان لوگوں کو چھانٹ لیا گیا جو طاقت ور تھے اور جو کمزور اور ناتواں انہیں پیچھے دھکیل دیا گیا۔ جن لوگوں نے غلامی قبول کر لی تھی انہیں وہاں سے دور ہٹا دیا گیا اور زرغون کے نائب نے کہا۔

''اور تم لوگ جنہوں نے مقدس زرغون کی سرداری قبول نہیں کی اس کے باغی قرار دیے گئے ہو لیکن ہم تمہیں بھی زندگی دے رہے ہیں۔ کیا سمجھے البتہ تمہاری زندگی کے لئے ایک ہے۔'' اس نے مسکراتی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ دیر تک دیکھتا رہا۔ اچھی خاصی سنسنی کر دی تھی اس نے تب وہ بولا۔

''اور تمہیں زندگی اس شکل میں دی جائے گی کہ تم زرغون کے خاص ساتھیوں میں سے اپنی پسند کے کسی جوان کو منتخب کرو اور اس سے جنگ کر کے اسے قتل کر دو۔ اگر تم میں سے کوئی لڑاکا اپنے مقابل کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اسے بھاگ جانے کی اجازت دے دی جائے گی اور اس کی زندگی اس سے نہیں چھینی جائے گی۔ یہ ایک کھیل ہے جو زرغون کو پسند ہے اور اس کی خواہش کے مطابق ہوگا۔'' زبک نے میری طرف دیکھا اور سرد لہجے میں بولا۔

''کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنے اوپر ہونے والے مظالم بھی بتا چکا ہوں اور ان کے زخم بھی دکھا چکا ہوں۔ یہ لوگ اتنے ہی سنگدل ہوتے ہیں۔ یہاں دو ہی طرح کے آباد ہیں۔ ایک وہ جو ظلم کرتے ہیں اور ایک وہ جو ظلم سہتے ہیں۔ بس یہی ان سونی بستیوں کی کہانی ہے۔ آہ دیکھو جیالوں نے موت قبول کر لی ہے۔ غیرت مندوں نے اس پیشکش کو قبول کر

لیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے جوان بڑی خوشی کے ساتھ زندگی اور موت کی جنگ کے لئے
آمادہ ہو گئے تھے اور آخر کار اس جنگ کا آغاز ہو گیا۔ تمام حریفوں کو ہتھیار دیئے گئے اور جنگجو ایک
دوسرے پر وار کرنے لگے۔ پہلی ہی کوشش میں آٹھ جوان زندگی سے محروم ہو گئے۔ بڑا اشتعال
وقت تھا۔ دل و دماغ پر قابو پانا ایک طرح سے ناممکن سا لگ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ چیخیں مار کر
بھاگ نکلا جائے۔ آہ کہاں سرزمین سندھ کی پُر محبت اور پُرکشش زندگی اور کہاں یہ دہشت ناک
مناظر جو کسی فلم میں تو دھڑکتے دل کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں لیکن اگر جیتی جاگتی آنکھوں کے
سامنے نمایاں ہو جائیں تو دل کی دھڑکنیں برقرار رکھنا بھی مشکل ہو اور ہر لمحہ یوں محسوس ہو کہ دل
اب گیا کہ تب گیا۔ تباہ حال قیدی بھلا ان شیر جیسے لوگوں کا کیا مقابلہ کرتے۔ وہ سب تندرست،
توانا اور فنون جنگ میں ماہر تھے۔ قتل و غارت گری ان کا دل پسند مشغلہ تھا۔ چنانچہ قیدیوں میں سے
ہر مد مقابل موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ میرا چہرہ خوف سے زرد پڑا ہوا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ
دیکھو کیا ہوتا ہے۔ ہم لوگ اس صورت حال کو برداشت کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔
ہم اگر اپنی جان بھی دے دیتے تو ان سب کو نہیں بچا سکتے تھے۔ بہر حال یہ ساری باتیں ذہن میں آ
رہی تھیں۔ نجانے کیوں میری اپنی کیفیت بھی خراب ہوتی جا رہی تھی۔ ایک طرف تو دل میں ان
لوگوں کے لئے شدید دکھ کا احساس تھا تو دوسری طرف میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس قدر بے حسی بھی
موت ہی کی علامت ہے۔ اگر اپنی آنکھوں کے سامنے بے بس انسانوں کو موت کے گھاٹ اترتے
دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ انسانیت کے لئے اس سے زیادہ دکھ کی بات
اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ غالباً یہ میری قومی غیرت اور میرے مذہب کی تعلیم تھی کہ میرے دل سے خوف
کا احساس نکلتا چلا گیا اور ان مظلوموں کے لئے میرے اندر ایک ہمت اور جرأت پیدا ہونے لگی
اپنی ہی زندگی کا معاملہ ہے نا۔ یہ بھی تو انسان کے بچے ہیں۔ یہ مر رہے ہیں تو میں اپنی زندگی
بچانے کے لئے اس قدر بے حسی کا مظاہرہ کیوں کروں۔ یہ خاموشی تو قبر کی تاریکیوں سے بھی بدتر
ہے دل میں شدید جذبہ و جوش ولولے مارنے لگا اور اس سے ایک بڑی عجیب بات ہوئی کہ طبیعت
میں ظرافت پیدا ہو گئی۔ میں نے سوچا کہ زبک بے شک ڈاکٹر ڈریڈ کی حیثیت سے مہذب دنیا میں
وقت گزار چکا ہے اور بہت کچھ سیکھ چکا ہے لیکن اس کے باوجود مہذب دنیا کی سی عقل اس کے
اندر کہاں سے آئی۔ مجھے اس وقت شطرنج کی چال چلنی چاہئے۔ ابھی میں اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا

میری نگاہیں زرغون کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر کسی طرح زرغون مارا
جائے تو صورت حال تبدیل ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بھی آسان بات نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے زرغون کی
موت ان سب کو مشتعل کر دے اور یہ فوراً ہی حملہ آور ہو جائیں۔ ابھی میں انہی تمام باتوں مین
الجھ رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک انتہائی طاقتور جوان کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا اور وہ میرے
سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ یہی طریقہ تھا ان لوگوں کا جنگ کرنے
کا۔ وہ کسی کو منتخب کرتے اور اس کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے۔ پھر اسے ان سے جنگ کرنا ہی
پڑتی تھی۔ آنے والے نے چوڑے پھل کے دو خنجر نکالے اور ان میں سے ایک میری جانب بڑھا
دیا تو میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”واہ...... میرے دوست! میرے پیارے دوست! تیرا یہ تحفہ مجھے دل سے قبول ہے
لیکن میں تجھے ایک بات بتاؤں تیری شکل دیکھ کر مجھے اپنا ایک دوست یاد آ گیا ہے۔ اب تو مجھے یہ
پتہ کہ ہم دوست ہیں یا دشمن۔ تو یقین نہیں کر سکتا کہ تیری صورت میرے ایک ایسے دوست سے ملتی
جلتی ہے۔ جس سے مجھے بے حد پیار ہے اور ہم دونوں نے آدھی زندگی ایک ساتھ گزاری ہے۔ مگر
اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا دوست بھی جو میرے پہلے دوست کا ہم شکل
ہے میرے ہاتھوں سے اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔ چنانچہ میں تجھے مشورہ دوں کہ جا کسی اور کا
انتخاب کر کے اس سے جنگ کر۔“ میں نے خنجر اس کی جانب بڑھایا ہی تھا کہ اس نے اپنے ہاتھ
میں پکڑے ہوئے خنجر کو میری جانب گھمایا اور میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے کہا۔

”دیکھ باز آ جا ورنہ مجھے بھی غصہ آ جائے گا اور جب مجھے غصہ آ جاتا ہے تو میں دوستی
فراموش کر دیتا ہوں ویسے......“ ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ایک بار پھر اس نے دوسرا وار کر دیا
اور مجھے اچھل کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اسی وقت زبک نے کہا۔

”نہیں میرے دوست کامران! یہ تمہارے بس کا نہیں ہے۔“ یہ کہہ کر زبک آگے بڑھا
اور اس شخص کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

اس نے اچانک ہی زبک پر وار کیا لیکن زبک نے یہ وار اپنی کلائی پر روکا اور انتہائی
پھرتی سے میرے ہاتھ سے خنجر لے کر مد مقابل کی طرف بڑھا اور پھر میں نے دیکھا کہ مد مقابل کا
پورا جسم ناف سے سینے تک کھلتا چلا گیا۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ اچھل کر

کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ زبک نے لپک کر دوسرا وار اس پر کیا اور اس بار اس کا جسم درمیان سے کٹ
گیا لیکن اس بار زبک نے انتہائی پھرتی سے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔
میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ ایک لمحے تک تو میری سمجھ میں کوئی بات ہی نہیں آئی لیکن دوسرے لمحے میں
نے زبک کا مفہوم سمجھ لیا۔ زرغون نے اعلان کیا تھا کہ اپنے مدمقابل پر فتح پانے والے کو آزادی
دے دی جائے گی۔ چنانچہ زبک نے اس وقت یہ آزادی میرے لئے خرید لی تھی۔ اس نے سرگوشی
کے انداز میں کہا۔

''اور اب تم...... فاتح بن کر زرغون کے سامنے جاؤ۔ جلدی کرو...... کہیں ایسا نہ ہو کہ
کچھ لوگوں نے ہماری اس کارروائی کو دیکھ لیا ہو۔''

''اور تم......''

''اوہ کامران...... جلدی کرو میرا مدمقابل ابھی میرے سامنے نہیں آیا۔ تم اپنی گلو
خلاصی تو کرو۔'' چنانچہ میں نے فوراً ہی اس کی ٹانگ پکڑی جو مر چکا تھا اور اسے گھسیٹتا ہوا زرغون
کے گھوڑے کی طرف چل پڑا۔ ابھی میں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرا
مدمقابل جس کا بقول شخصے حلواڑہ ہو چکا تھا۔ ابھی تڑپ رہا تھا۔ خون کی دھاریں اس کے بدن
سے پھوٹ رہی تھیں۔ ویسے زرغون کے ساتھیوں میں مرنے والا یہ پہلا شخص تھا۔ میں نے اس کا
پھڑکتا ہوا جسم زرغون کے گھوڑے کے سامنے ڈال دیا اور اپنا خون آلود خنجر اس کے سامنے زمین پر
پھینکتے ہوئے کہا۔

''عظیم زرغون! میں نے یہ مقابلہ جیت لیا ہے۔ کیا تو اپنے وعدے پورا کرتا ہے۔''

زرغون نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر اپنے آدمی کی لاش کو پھر اس کے بعد وہ سرد لہجے میں بولا۔

''بھاگ جا کہیں اتنی دور کہ اگر میرا ارادہ بدل جائے تو میرے آدمی تجھے تلاش نہ کر
سکیں۔'' زبک پہلے ہی اشارہ کر چکا تھا کہ مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔ چنانچہ میں نے
زرغون کی ہدایت پر عمل کیا اور ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ زبک دور سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ قتل
ہونے والوں کی کیفیت پر اس کی بھی بری حالت تھی۔ لیکن بہر حال اس وقت صورت حال ہمارے
حق میں ہو گئی تھی۔ تب ایک اور قوی ہیکل شخص نے زبک کو جنگ کی پیشکش کی اور زبک دانت پیستا
ہوا آگے آ گیا۔ اس کے مدمقابل نے اس کی طرف نیزہ پھینکا تھا۔ زبک نے نیزے کو پکڑا اور

آگے بڑھ آیا۔ کھلی جگہ آ کر اس نے مقابل کے سامنے سینہ تان کر اسے للکارا اور اس کے مقابل
نے اس پر وار کر دیا لیکن زبک کی جو کہانی میں سن چکا تھا۔ اسے سننے کے بعد مجھے یہ اندازہ تھا کہ
زبک کیا چیز ہے ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ زبک نے اپنا نیزہ اس کے حلق میں داخل کر دیا اور اپنے
ساتھی کو ہلاک کر دیا اور اس کے بعد اس نے بھی وہی عمل کیا تھا۔ زرغون نے نفرت سے ہاتھ اٹھایا
اور اسے بھاگ جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ زبک میری جانب چل پڑا اور تھوڑے ہی فاصلے پر وہ
میرے قریب پہنچ گیا۔ میں اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

''اور اب؟''

''نکلو یہاں سے نکلو۔''

''زبک ہم لوگ اپنی زندگی بچا کر نکل آئے لیکن کیا یہ لوگ قابل ہمدردی نہیں ہیں۔''
زبک نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

''زرغون اور ہشاریہ کو ختم ہونا پڑے گا وہ ہمارے ہی ہاتھوں موت کی نیند سو جائیں گے
لیکن ہر کام کے لئے ایک وقت متعین ہوتا ہے۔ اس وقت اتنے بڑے لشکر کے سامنے ہم ان کی
زندگی نہیں بچا سکتے۔ جو اپنے لئے موت متعین کر چکے ہیں۔ چنانچہ اب یہاں سے آگے بڑھو اس
وقت زندگی مل جانا بڑی بات ہے۔ ہم دوسرے بہت سوں کو زندگی کے اس عذاب سے نجات دلا
دیں گے۔ ہم ان کے لئے یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔ زبک بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مجھے
بھی یہ اندازہ تھا چنانچہ ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ کافی فاصلے پر جا کر ہم نے ایک بلند ٹیلے کی
طرف رخ کیا اور اس پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ تا حد نظر کوئی متحرک شے نظر
نہیں آ رہی تھی۔ موت و زندگی کا جو خونی کھیل اس علاقے میں ہو رہا تھا اب ہماری نگاہوں سے محو
ہو چکا تھا۔ بہر حال اب یہاں سے نکل جانا ضروری تھا۔ چنانچہ ہم آگے بڑھنے لگے۔ قرب و جوار
میں دور دور تک صحرا بکھرے ہوئے تھے۔ چٹانیں ہی چٹانیں جن کے گرد بدنما جھاڑیاں اگی ہوئی
تھیں اور ان پر ایک لعنت سی برس رہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علاقے انتہائی پر اسرار
معلوم ہو رہا تھا۔ بہر حال ان کی پر اسرار روایات کی تھوڑی سی تفصیل میرے علم میں بھی آ گئی تھی اور
یہ روایات آج پھر ہمارے سامنے زندہ تھیں۔ ہم لوگ سفر کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی اور
فضا میں تاریکی اترنے لگی۔ اب مجھے شدید بھوک کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے زبک کو دیکھا تو

زبک مسکرا دیا۔

''جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ میرے ذہن میں بھی ہے۔ کاش! ہم وہاں سے واپس آتے ہوئے اپنے ساتھ کوئی ہتھیار ہی لے لیتے۔ اب کیا کرنا چاہئے۔''

''کوشش کی جاسکتی ہے۔'' میں نے کہا۔

''بھلا کیا''

''یہ پتھر...... یہ پتھر بھی تو ہتھیار کا کام دے سکتے ہیں۔'' میرے ان الفاظ پر زبک نے حیرانی سے مجھے دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

''ٹھیک کہتے ہو۔ زمانہ قدیم میں چین کے بادشاہ کے خلاف جب شاؤلن نے جنگ کا آغاز کیا تھا تو اس کا کہنا یہی تھا کہ ہر وہ چیز ہتھیار بن سکتی ہے جسے صحیح طریقے سے استعمال کرلیا جائے۔ ہمیں بے شک مہذب دنیا سے واسطہ ہونے کی وجہ سے بہت سی چیزیں ناممکن اور مشکل محسوس ہوتی ہیں لیکن ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ بہرحال کام زبک ہی نے کیا تھا ایک بڑے پتھر سے اس نے ایک انتہائی تندرست خرگوش شکار کیا اور اس کی کھال وغیرہ اتار کر پتھروں ہی کے ذریعے آگ روشن کی گئی اور کچھ دیر کے بعد گوشت بھننے کی خوشبو فضا میں پھیل گئی۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے بعد ہم ایک صاف ستھری جگہ تلاش کر کے بیٹھ گئے۔ بظاہر اب یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ زبک بھی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''کامران! ان تمام حالات سے تم اکتاہٹ تو محسوس کر رہے ہو گے۔''

''صرف اکتاہٹ کی بات نہیں ہے زبک! بلکہ ان دل آویز مناظر پر میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ میں نے انسانوں کو اس طرح ہلاک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

''ہاں...... ہمیں بڑی بے بسی کا سامنا ہے۔ آہ...... تم ذرا میرے بارے میں سوچو میرے دل میں کیسی آگ سلگ رہی ہو گی۔ کیسے کیسے مسائل سے دوچار ہوتے ہوئے ہم یہاں تک پہنچے ہیں لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دوں۔ مجھے مونتاشہ کی خوشبو آ رہی ہے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میری انوشاب مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔'' نجانے کس خیال کے تحت میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ زبک نے مجھے دیکھا اور بولا۔

''ہاں! ہر شخص کا ایک مرکز نگاہ ہوتا ہے اور پھر تم اپنے بارے میں جو کچھ بتا چکے ہو اس

بھی مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ میں یہ تمام طلسم ختم کر کے مندل کے تابوت تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ جو دادئ شیلاس میں ایک جگہ محفوظ ہے۔ اور تم اس کے دولت کے حصول کے خواہشمند ہو کیونکہ تمہیں بھی اپنی محبوبہ حاصل کرنی ہے۔ زبک کے ان الفاظ نے میری آنکھوں میں میرے وطن کے خوب جگا دیئے۔ آہ...... کہاں میرا وطن حسین وجمیل بہتے ہوئے آبشاروں کا دیس۔ سرسبز و شاداب وادیوں کی سرزمین اور کہاں یہ وحشت ناک صحرا یہاں اگر دل کو قابو میں نہ رکھا جائے تو دل بند ہونے کو آ جاتے ہیں اور زبک کے ان الفاظ نے آنکھوں میں جو خواب جگائے تھے انہی خوابوں کو آنکھوں میں سموئے ہوئے آخرکار میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

O

دوسری صبح سورج کی کرنوں نے گدگداہٹ کر کے جگایا تھا سورج گرمی پکڑتا جا رہا تھا اور موسم کی تپش سورج کے نکلنے کا احساس دلا رہی تھی۔ ہم لوگ ایک گہری سانس لے کر اٹھ گئے اور پھر ہماری نگاہیں قرب و جوار کے ماحول کا جائزہ لینے لگیں۔ میں نے ایک پہاڑی چٹان کو دیکھا اور اس چٹان پر مجھے ایک پہاڑ کا دہانہ نظر آیا۔ نجانے کیوں میرے دل میں اس غار کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوگئی اور میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار زبک سے کر دیا۔

''ہاں! بات بالکل سچ کہہ رہے ہو۔ یہ غار قابل توجہ ہے۔''

''تو آئیں دیکھیں اسے۔''

''تمہارے ذہن میں خاص طور سے یہ تصور کیوں ابھرا ہے؟''

''نجانے کیوں؟ میں نہیں جانتا۔''

''ویسے ایک بات کہوں۔''

''ہاں ضرور۔''

''یہ وادیٔ سحر ہے اور یہاں کے سحر میں ہر لمحہ ایک نئی کہانی چھپی ہوتی ہے۔''

''مطلب؟''

''ہوسکتا ہے...... نجانے کیوں میرے ذہن میں یہ احساس ہو رہا ہے کہ اس غار کی بھی اپنی کوئی داستان ہے۔'' ہم لوگ غار کی جانب چل پڑے اور فاصلہ طے کر کے غار کے قریب پہنچ گئے۔ غار میں داخلے کا دروازہ وسیع نہیں تھا اور اس میں رینگ کر اندر داخل ہونا پڑا تھا۔ چنانچہ پہلے زبک اور اس کے بعد میں چٹان کی موٹی سل کے نیچے سے رینگ کر اندر داخل ہوئے اور جھانک کر دیکھا۔ غار کا دہانہ بے شک چھوٹا تھا لیکن اندر سے اس کی کشادگی ناقابل یقین تھی۔ صاف ستھرا کھردی دیواروں والا غار یوں لگتا تھا جیسے اسے انسانی ہاتھوں نے تراشا ہو۔ ہم غار میں داخل ہو کر سیدھے کھڑے ہوگئے اور اندر کا ماحول دیکھنے لگے۔ یہ ماحول انتہائی پراسرار تھا۔ عجب سی روشنی غار میں پھیلی ہوئی تھی جس سے غار کا ماحول اجاگر ہو گیا تھا۔ لیکن ایک اور چیز دیکھ کر جو شدید حیرانی

ہوئی تھی وہ غار میں جگہ جگہ پتھروں پر رکھے ہوئے بڑے بڑے پیالے تھے جن سے خوشبودار دھواں بلند ہو رہا تھا اور دھوئیں کی باریک لکیریں فضا میں بلند ہو رہی تھیں۔ خوشبو سے پورا غار معطر تھا اور اس کے آخری سرے پر ایک پتھر کی سل پر ایک انسانی جسم موجود تھا جو سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ ہمارے چہرے نقش حیرت بنے ہوئے تھے۔ زبک بھی کچھ نہیں بول رہا تھا۔ میں نے زبک کی طرف دیکھا اور آہستہ سے اسے پکارا۔

''زبک!''

''ہوں......'' وہ جیسے خواب سے چونک پڑا۔

''یہ کیا ہے؟''

''دیوتا ہی جانتے ہیں میں نہیں جانتا۔''

''دیکھیں اسے قریب سے۔''

''ہاں آؤ''...... زبک کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور اس انسانی جسم کے قریب پہنچ گئے۔ ہماری آنکھوں میں تجسس اور دلچسپی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ انسانی لاش تھی لیکن اس کے پورے جسم میں جگہ جگہ لمبی نوکدار لوہے کی کیلیں گڑھی ہوئی تھیں۔ جس جگہ یہ کیلیں پیوست ہوئی تھیں وہاں سے خون بھی نکلا تھا لیکن اب یہ خون جم کر سیاہ اور خشک ہو گیا تھا جس کا مطلب تھا کہ اس جسم پر کئے ہوئے اس عمل کو بہت عرصہ گزر گیا۔ یہ بات بھی صاف ظاہر تھی کہ یہ جو کچھ بھی ہے اسے انتہائی وحشیانہ انداز میں قتل کیا گیا ہوگا۔ ہم نے انسانی جسم کا چہرہ دیکھا۔ بکھرے ہوئے بال ڈاڑھی مونچھوں سے بے نیاز چہرہ' آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسا سکوت تھا جیسے اس وقت جب اسے اس وحشیانہ انداز میں موت کے گھاٹ اتارا گیا ہو اسے کوئی اذیت نہ ہوئی ہو۔ دوسری حیران کن بات یہ تھی کہ نہ تو لاش کے جسم سے بدبو اٹھ رہی تھی اور نہ ہی اس کی صورت بگڑی تھی۔ بہرحال یہ تمام باتیں ناقابل فراموش تھیں ہم حیرت ناک انداز میں اس لاش کا جائزہ لیتے رہے اور پھر میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

''خدا کی پناہ! تم اسے صرف جادوگری کہتے ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس پراسرار وادی کا ہر لمحہ ایک نئی مصیبت کا احساس دلاتا ہے۔ دیکھو ذرا اس بے چارے کو مرنے کے بعد تو اس شخص کو لوہے کی ان کیلوں سے نجات دلا دی جائے۔ جنہوں نے اس کے جسم کو داغدار بنا رکھا ہے۔ خون

بھنے کا انداز بتاتا ہے کہ اس وقت جب یہ کیلیں اس کے بدن میں داخل کی گئیں یہ زندہ تھا۔'' زبک نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا۔

''اور کیا زبک! ہم پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ ہم اس لاش کو احترام سے کہیں دفن کر دیں۔'' زبک نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر بولا۔

''کیسی باتیں کرتے ہو ایک لاش کو عزت و احترام سے دفن کر دیں اور وہ لاشیں جو ہماری نگاہوں کے سامنے زندہ انسانوں سے لاشوں میں تبدیل ہو رہی تھیں ہم نے ان کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔

''کیا کر سکتے تھے زبک! سوائے اس کے کہ ہم خود بھی ان لاشوں میں شامل ہو جاتے۔'' زبک پرخیال انداز میں لاش کی طرف دیکھ رہا تھا اچانک اس نے آگے بڑھ کر لاش میں گڑھی ایک کیل میں زور لگایا تو وہ اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ جسم سے کھینچی ہوئی کیل اس نے ایک طرف رکھ دی۔ پھر دوسری کیل پر زور آزمائی کرنے لگا۔ نجانے کیوں اسے ایک دم سے ان کیلوں کو اس کے جسم سے نکالنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ میں خاموش کھڑا ایک دیوار سے ٹیک لگائے اس کی یہ کاروائی دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ زبک نے ایک ایک کر کے تمام کیلیں اس کے جسم سے نکال دیں۔ اس کے جسم کے سوراخ نہایت عجیب لگ رہے تھے۔ زبک اسے دیکھتا رہا پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر ادھر ادھر دیکھا اور بولا۔

''کوئی ایسی جگہ منتخب کرو جہاں اسے دفن کیا جا سکے۔'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

''گویا تمہیں میری بات سے اتفاق کرنے کا خیال آ گیا۔'' زبک نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اس کی نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ پھر ایک گوشہ دیکھنے کے بعد اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

''میرا خیال ہے وہ کونا دیکھو۔ اگر وہاں ایک گڑھا کھود لیا جائے تو کیسا رہے گا۔'' یہ کہہ کر اس نے لاش کی جانب دیکھا اور میں نے اس کے چہرے پر شدید حیرت دیکھ کر ہی لاش کی جانب توجہ دی تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ زبک نے کوئی خاص بات دیکھی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی نگاہوں اس لاش پر گاڑ دیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ میرا وہم نہیں تھا اور نہ ہی زبک کا اس کے

نیم تاریک ماحول نے ہمیں کوئی دھوکا بھی نہیں دیا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ لاش کے پپوٹے ہل رہے ہیں اور اس کے بعد اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ان آنکھوں کے سفید سفید ڈیلوں میں تحریک نظر آ رہی تھی۔ میں تو خیر دیوار سے چاٹکا تھا لیکن زبک سرد انداز میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً اس کی گردن ہلی اور اس کے بعد اس کے دونوں ہاتھ فضا میں لہرانے لگے۔ جیسے وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ چند لمحات وہ اندھے انسانوں کی طرح ادھر ادھر سہارے لینے کی کوشش کرتا رہا اس کے بعد زبک نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی طرف بڑھا دیا۔ حالانکہ یہ ایک خوفناک کام تھا جسے شاید میں بھی سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن سحر کی زمین کا رہنے والا بھلا کیا خوفزدہ ہو سکتا تھا۔ زبک کے ہاتھ کا سہارا لے کر وہ لاش اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب اس کی گردن ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیا ہزار سورج پورے ہو گئے۔ کیا آخری سورج نکل آیا ہے۔'' ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اٹھنے والا ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر اس کے چہرے پر زندگی کے نقوش نمایاں ہو گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں اس ہولناک نیند سے جاگ اٹھا جو سحر کی نیند تھی۔'' پھر اس نے ہم دونوں کو دیکھا اور بولا۔

''آہ...... میرے نجات دہندہ تم کون ہو؟'' زبک اور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتے رہے تو اس نے پھر کہا۔

''مجھ سے بات کرو اگر تم مجھ سے خوفزدہ ہو تو براہ کرم! ایسا نہ کرو میں تو اس دنیا کا سب سے نرم خو انسان ہوں۔ کسی کو دکھ نہ دینے والا بلکہ صرف دکھ اٹھانے والا بتاؤ تم کون ہو؟''

''تمہاری ہی طرح کے انسان۔'' زبک نے جواب دیا۔

''آہ...... میری طرح کے نہ کہو میں تو اس کائنات کا سب سے بدنصیب انسان ہوں۔''

''تو نے ابھی سحر کا تذکرہ کیا۔ تو کس کے سحر میں گرفتار تھا۔'' وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

''کیا تم مجھے ٹھنڈی ہوا میں نہیں لے چلو گے۔ نجانے کب سے میں ان ٹھنڈی ہواؤں

سے محروم ہوں یہ ہوائیں مجھے نئی زندگی کی مبارکباد دیں گی اور میں تیرا شکر ادا کروں گا کیونکہ یہ
زندگی مجھے تیرے ہاتھوں عطا ہوئی ہے اور یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو دشمن نہیں۔ اگر
تو دشمن ہوتا تو میرے دشمن تجھے اس طرف نہ آنے دیتے یا اگر دشمن کا آلہ کار ہوتا تو وہ کبھی نہ کرتا جو
تو نے کیا ہے۔ میرے محسن! میرے دوست! مجھے ٹھنڈی ہواؤں میں لے چل۔ تاکہ تیرے شکر کی
رسم پوری ہو جائے۔“

”وہ سامنے غار کا دہانہ ہے۔ میرے ساتھ آ جاؤ کامران......“ زبک نے کہا اور ہم
دونوں دہانے کی طرف چل پڑے۔ لیکن میں اس شخص پر حیران تھا جو اب بالکل تندرست و توانا نظر
آ رہا تھا اور ہمارے پیچھے پیچھے قدم اٹھا رہا تھا یہاں تک کہ ہم تینوں باہر نکل آئے۔ اس کے چہرے
پر مسرت کے آثار پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”اور جادوگر کہتے ہیں کہ ان کا سحر لازوال ہے اور کبھی شکست نہیں کھا سکتا لیکن انہیں
خود اندازہ نہیں ہے کہ سحر کس طرح ختم ہو جاتا ہے اور کسی بھی ساحر کا سحر حرف آخر نہیں ہو سکتا۔
ویسے کیا تم وادی سحر کے اس ہولناک راستوں سے واقف ہو جو شیلاس کی سب سے پراسرار
سرزمین کی طرف جاتے ہیں۔“ زبک نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے ایک پتھر سے ٹیک لگا
کر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے غار سے برآمد ہونے
والے کو دیکھ رہا تھا۔ جو خود بھی آگے بڑھ کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا تھا۔ میرے لئے تو حیرت کی یہ
سرزمین ناقابل فراموش تھی کیونکہ گزرنے والا ہر لمحہ ایک نئی حیرت کو میرے سامنے لے آتا تھا۔
میں نے دیکھا کہ اس شخص کے جسم کے سوراخ جن میں کیلیں گڑھی ہوئی تھیں اب بند ہوتے جا
رہے تھے اور اس کا جسم اپنی نارمل حالت میں آ گیا تھا۔ زبک کے لئے جیسے یہ کوئی خاص بات نہیں
تھی۔ وہ بدستور تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

”اور تو مسلسل خاموش ہے اور اپنی ہی باتیں کئے جا رہا ہے۔ ہمارے پاس بھی اتنا
وقت نہیں ہے کہ ہم بے مقصد تیرے ساتھ وقت گزاریں۔ ہم تو تیرے جسم کی یہ کیلیں نکال کر تجھے
زمین کی گہرائیوں میں دفن کرنا چاہتے تھے لیکن اب جب کہ بچ گیا ہے تو ہمیں اپنے بارے میں تو
کچھ بتا۔“

”آہ...... کیوں نہیں میرے محسن! تو نے مجھے اس شیطان زادی کے سحر سے آزاد کیا

تجھ سے بڑا میرا محسن اور کون ہوگا لیکن میرے عظیم دوست! یہ جگہ ان الفاظ کے لئے ٹھیک نہیں
میں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ تو نہیں جانتا کہ اس کی نگاہ ہر جگہ رہتی ہے۔ آ اس جگہ کو چھوڑ دیں۔ کیا
تو یہ پسند کرے گا۔“

”ہاں‘ اٹھ......“ زبک نے کہا اور پھر ہم دونوں آگے بڑھے۔ وہ شخص بھی اب تک
تیز رفتار سے ہمارا ساتھ دے رہا تھا اور ہمیں حیرت اس بات پر تھی کہ وہ بالکل ایک تندرست
انسان کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ یہ بات تو خیر طے تھی کہ ان علاقوں میں واقعی چپے چپے پر سحر پھیلا
ہے اور اب اسے پراسرار کہانیوں کی سرزمین کہا جا سکتا تھا۔ لیکن ہمارے سامنے یہ زندہ سحر
موجود تھا۔ اس سے زیادہ حیرت ناک بات اور کون سی ہو سکتی تھی۔ بہرحال ہم چلتے رہے اور کافی
نکل جانے کے بعد ایک سرسبز جنگل کا آغاز ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ اس جنگل کے پہلے
درخت کے پاس پہنچ گئے۔ تبھی اس نے کہا۔

”بس یہ جگہ بے حد مناسب ہے اور میں تجھے نیکیوں کا دیوتا کہہ سکتا ہوں۔ اپنا نام مجھے
بتانا پسند کرے گا۔“

”زبک ہے میرا نام۔“

”چڑھتے ہوئے سورج کا وقار ہے تیرے اندر مجھے اپنے غلاموں میں تصور کر کیونکہ تو
نے مجھے اس ساحرہ سے نجات دلائی ہے۔ میں شیلاس کے اس پراسرار خطے کا رہنے والا ہوں اور
اس پراسرار خطے کا نام شاید تو نے پہلے بھی سنا ہو۔ اس کا نام شوالیہ ہے......شوالیہ......اور میں اسی
خطے کا رہنے والا ہوں جبکہ میرا اپنا نام زیکا ہے......زیکا......“ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ یہ نام
میں نے پہلے کبھی سنا ہے۔ لیکن ظاہر ہے اس طرح کے الٹے سیدھے نام میری سمجھ میں نہیں آ سکتے
میرے لئے تو یہ ساری کہانی ہی حیرت کی کہانی تھی۔ زبک نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ شوالیہ وادئ شیلاس کی سب سے پراسرار سرزمین ہے اور کہا
جاتا ہے کہ وہ ہشاریہ کا مسکن بھی ہے۔“ بہرحال اس نے کہا۔

”اور تو جانتا ہے کہ شوالیہ زمین کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی ہے۔ زمین کی ان گہرائیوں
میں جہاں انسانوں کی دوسری نسل آباد ہے۔ میں وہیں کا رہنے والا ہوں اور کوئی نہیں جانتا کہ
زمین کے نیچے بھی بہت سی آبادیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ تو یوں سمجھ لے کہ جب بارش ہوتی ہے اور

زمین میں نمی پیدا ہو جاتی ہے تو لاتعداد چیونٹیاں اوپر کا رخ کرتی ہیں اور اس وقت تو سوچا ہے کہ پہلے تو ان کا وجود نہیں تھا اور یوں بھی ہوتا ہے کہ ٹڈی دل جو چھوٹے پرندے شہروں اور آبادیوں پر چھا جاتے ہیں۔ تو ان کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا مسکن کہاں ہے۔ بس یُوں سمجھ لے۔ یہی مثال دو ہاتھ اور دو پاؤں والوں کی ہے۔ ان کی آبادیاں زیر زمین اور نجانے کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہیں۔ شوالیہ بھی ایک ایسی ہی آبادی کا نام ہے جو زمین کی گہرائیوں میں آباد ہے اور شاید تجھے یہ بات معلوم ہو کہ ہشاریہ شوالیہ کی ملکہ ہے جو صحرائے افسوں میں رہتی ہے اور اسی کی مملکت شوالیہ پر قائم ہے اور ہشاریہ ہی میری اس حالت کا سبب ہے کیونکہ غلطی میری تھی مجھے اپنے ہاتھ اسے نہیں دینے چاہئیں تھے۔ اس نے میرا تمام جادو مجھ سے چھین لیا اور اس کے بعد اس نے چاہا کہ اس جیسا کوئی دوسرا نہ ہو۔ ہاں میرے بچو مجھے دیکھو میں ہشاریہ کا استاد تھا۔ میری شاگرد نے میرے ساتھ دھوکا دہی کی اور مجھے گہری نیند سلا دیا۔ آہ...... وہ اور زرغون اس کائنات کے دو غلیظ ترین نام ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ جڑواں ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ زرغون کوئی نیک صفت انسان ہے جبکہ ایسی بات نہیں ہے بس وہی طاقت کے حصول کا طلسم میرے دوست! میرے بچے شوالیہ کی سرزمین میں اس نے جو مملکت قائم کر رکھی ہے درحقیقت وہ میری مملکت تھی اور ہنسنے کی بات نہیں ہے زیکا معمولی چیز نہیں تھا۔ اگر تو مجھے اس کے سحر سے آزاد نہ کر دیتا تو شاید میں ابد تک گہری نیند سوتا رہتا۔ لیکن ہر کمال کو زوال ہوتا ہے اور ہر زوال کے ذریعے آسمانوں سے راستے بنائے جاتے ہیں۔ کیا سمجھا تو نے مجھ پر جو احسان کیا ہے وہ میری ذات پر محیط ہے اور میں اس کے صلے میں تیری ہر خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ذرا وقت گزرنے دے تجھے احساس ہوگا کہ میں تیرے لئے کس قدر کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔'' میں نے زبک کا چہرہ دیکھا جو آگ کی طرح چمکنے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں اور اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ اس کے منہ سے آواز نکلی۔

''رب عظیم کی قسم تیری نشاندہی تھی میرے پاس مگر میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تو اس قدر جلد اور اس طرح مجھے حاصل ہو جائے گا۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا تصور بھی نہیں کیا تھا میں نے کہ میری تقدیر کے ستارے اچانک اس طرح جگمگا اٹھیں گے۔'' وہ یہ الفاظ اتنے آہستہ کہہ رہا تھا کہ زیکا انہیں نہیں سن پا رہا تھا۔ لیکن میں نے اس کے یہ الفاظ سن لئے تھے۔ اب اس وقت زبک

ی جو کیفیت تھی وہ ایسی تھی کہ میں اس سے اس کے ان الفاظ کے بارے میں سوال نہیں کر سکتا تھا۔ بک نے آہستہ سے کہا۔

''اور تجھے یہ اندازہ تو ہو گیا ہو گا کامران کہ وہ چمگادڑ یہی سارے نام لے رہی تھی۔ رائے افسوں' شوالیہ اور ہشاریہ کے متوالے یہی نام لے رہی تھی۔ وہ بہرحال اب ہم دیکھتے ہیں گے ہمیں کیا کرنا ہے۔'' زبک نے کہا۔

''زیکا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ زمین کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے انسانوں کے گروہ طرح آباد ہیں جس طرح اس دنیا یا اس سطح پر رہنے والے۔''

''یہ روایات تو طویل عرصے سے اس دنیا کا زیور بنی ہوئی ہیں کہ زمین کے سات طبق اور اسی طرح آسمان بھی سات آسمانوں پر مشتمل ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں کیا ہے۔ انی عقل تو اس قدر نہیں سوچ سکتی بس جو بھی نگاہوں کے سامنے آ جائے میں زمین کی سطح کا ندہ نہیں ہوں۔ بلکہ گہرائیوں میں رہتا ہوں۔ لیکن میرے عزیز ساتھی میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا مہارے لئے ناقابل یقین اور ناقابل عمل ہو گا لیکن اگر تم میری بات پر یقین کرو گے تو شاید میں ہیں تمہاری منزل دے سکوں۔''

''ٹھیک ہے۔ ہم آپس میں مشورہ کر کے تجھ سے بات کریں گے کیا تو یہیں رہنا پسند رے گا؟''

''ہاں تم نے مجھے ہشاریہ کے سحر سے نجات دلائی ہے۔ اب یہ میرا فرض ہے کہ میں ہر رحلے تمہارے کام آؤں۔ مجھے اپنے آپ سے دور نہ پانا۔''

''ٹھیک ہے۔'' زبک نے مجھے اشارہ کیا اور ساتھ لے کر ایک جانب چل پڑا۔ اس ہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ زیکا سے کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد اس نے مجھے زمین پر بیٹھنے کا ارہ کیا اور پھر پرمسرت لہجے میں بولا۔

''تقدیر ہمارے لئے بہتر فیصلے کر رہی ہے کامران! اور اگر تم اسے میری عقیدت سمجھو رے الفاظ کو قبول کر لو۔ تو میں پورے خلوص کے ساتھ یہی کہوں گا کہ ایسا تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔'' میں نے چونک کر زبک کو دیکھا۔ وہ بولا۔

''میری وجہ سے۔''

"ہاں اس لئے کہ تم کامران ہو۔" میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

"زبک تمہاری یہ محبت مجھے بھی یہ احساس دلا رہی ہے کہ میری منزل بھی تمہارے ہی ذریعے آئے گی۔"

اس شخص کی پیش گوئی میرے ذہن اور میرے علم میں تھی۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تھوڑا بہت علم میں نے بھی حاصل کیا ہے۔ جسے اپنی دنیا میں تم شعبدہ گری کا نام دیتے رہے ہو یا میں نے اسے شعبدہ گری کہا ہے۔ وہ علم بس اتنا ہے کہ میں اپنی ذات کے لئے استعمال کر سکوں۔ زیکا کا نام میرے علم میں نہیں تھا لیکن ایک پراسرار محافظ کا تذکرہ میرے علم میں ضرور تھا اور مجھے لگتا ہے جیسے زیکا ہی وہ پراسرار محافظ ہو۔ جو ہماری حفاظت بھی کرے گا اور ہمیشہ شاید ہماری منزل تک بھی پہنچائے گا۔"

"یہ تو بہت بڑی بات ہے۔" زیکا نے بہت ہی مختصر وقت کے بعد ہم سے ملاقات کی اور کہنے لگا۔ "میرے عظیم دوست آگے کی داستان تو میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا لیکن ایک بات تم سن لو ہو سکتا ہے کچھ وقت کے لئے تمہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑے۔ یہ وقت کی طلب ہے لیکن عظیم روحیں تم دونوں کا تحفظ کریں گی۔ اپنی ذات کے لئے فکرمند نہ ہونا۔ میں نے سہمے ہوئے انداز میں زبک کو دیکھا۔ زبک بھی کچھ بے چین نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"آہ...... کیا واقعی اس بات کے امکانات ہیں کہ اس صحرائے افسوں میں ہم دونوں کچھ وقت کے لئے الگ ہو جائیں۔"

"ہاں...... لیکن پراسرار قوتیں تمہارے اس دوست کی حفاظت کریں گی۔ یہ میرا عہد ہے تم سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم کو اس کی ضرورت پیش نہ آئے مگر یہ رات گزر جانے کے بعد جب میں ستاروں سے سوال کروں گا کہ کیا ایسا ضروری ہے۔" زبک نے کوئی جواب نہیں دیا اور پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

ویسے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ میرے تو ہوش و حواس گم ہو گئے تھے۔ بھلا اس سرزمین سحر پر میری تنہا ذات کیا عمل کر سکتی تھی۔ میں تو اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ زبک تھا جس کی وجہ سے میں یہاں تک آ گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے ہم دونوں کو ملائے رکھا تھا۔ میرے تو فرشتوں کو بھی یہ گمان نہیں تھا کہ اچانک ہی اس طرح کی کوئی افتاد مجھ پر نازل ہو

گئی۔ زیکا نے صبح کے بارے میں کہا تھا رات کے نجانے کون سے پہر تک میں ذہنی وسوسوں کا رہا تھا۔ زبک نے بھی میری ذہنی بے چینی کو محسوس کر لیا تھا اور کئی بار مجھے سمجھانے کی کوشش کی

اتنا میں جانتا ہوں کہ تم آخر کار سرخرو ہو گئے اور میرے دوست اس بات کو ذہن میں حالات کوئی بھی شکل اختیار کر جائیں لیکن میرا تم سے جو وعدہ ہے وہ قائم رہے گا۔ زبک کی اس قدر پھسی پھسی تھیں کہ مجھے صرف دلاسا محسوس ہو رہی تھیں اور میں اس سے زیادہ کچھ سوچ رہا تھا لیکن وہ صبح میرے لئے بڑی ہی اذیت ناک اور ہولناک تھی جب میں نے دیکھا نہ میرے پاس زبک موجود ہے اور نہ زیکا۔ بلکہ اس ویران اور ہولناک صحرا میں تنہائی میرا بن گئی ہے۔ دل چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑوں۔ زبک اور زیکا گم ہو گئے تھے۔ جس جدائی نے تذکرہ کیا تھا وہ آ گئی تھی لیکن زبک مجھے چھوڑ کر اس طرح سے خاموشی سے چلا جائے یں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ البتہ یہ خیال دل میں آ رہا تھا کہ ممکن ہے زبک کسی لسمی اثر سے یہاں سے چلا گیا ہو جس کا اسے خود کوئی اندازہ نہ ہو۔ میں انتہائی پریشان تھا اور ل مسلسل یہ بات کہہ رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ زبک کی غار میں موجودگی کا بھی اندازہ ہو رہا تھا مگر پھر بھی احتیاطاً میں نے غار کا رخ کیا اور غار میں داخل ہو گیا۔ جیسے ہی میں غار اخل ہوا مجھے احساس ہوا کہ غار میں میرے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں نے امید بھری ں سے چاروں طرف دیکھا لیکن آس پاس کے در و دیوار شفاف تھے۔ غار میں نیم تاریک تھا لیکن اتنا نہیں کہ اس میں دیکھا نہ جا سکے۔ ان شفاف دیواروں کے درمیان کوئی بھی نہیں زبک کا یہاں نام و نشان نہیں تھا لیکن میری چھٹی حس مجھے بتا رہی تھی کہ میں غار میں تنہا نہیں کچھ سانس کچھ آہٹیں مجھے مسلسل محسوس ہو رہی تھیں۔ تبھی میری نگاہ اوپر چھت کی جانب اٹھ اور غار کی بلندی میں مجھے دو روشن گول گول آنکھیں نظر آئیں جن کے درمیانی حصے سیاہ تھے۔ نگاہیں ان روشنیوں کو جانچتی رہیں۔ تو مجھے احساس ہوا کہ وہ ایک انسانی چہرہ ہے جو غار کی سے عجیب و غریب انداز میں چمٹا ہوا ہے اور پھر جب میرے ہوش و حواس پوری طرح لگے اور میں نے صحیح طریقے سے اندازہ لگایا تو میرے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ یہ نگار نما عورت تھی جو قید کے درمیان مجھے اور زبک کو ہشاریہ کا ساتھی بنا گئی تھی۔ وہ عجیب و

غریب انداز میں چھت سے الٹی چمٹی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ نیچے لٹکا ہوا تھا۔ یہ روشنی اس کی
آنکھوں کی تھی جو مسکراتے ہوئے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں ششدر رہ گیا۔ چمگادڑ نما
عورت نے جگہ تبدیل کی۔ وہ انتہائی عجیب انداز میں چھت سے چپکی چپکی آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر
دفعتاً اس نے چھت چھوڑ دی اور نیچے آ گئی اور قریب پہنچ کر اس کی منمناتی ہوئی آواز ابھری۔
''ہشاریہ کے غلام نئی زندگی کی مبارک باد قبول کر کیا تو سمجھتا ہے کہ تو نے اپنی قوت اور
اپنی عقل و دانش سے زندگی حاصل کی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں یہ ہشاریہ ہی تھی جس نے تیرا تحفظ کیا۔''
''کیا بکواس کر رہی ہے تو تجھے اندازہ نہیں ہے کہ کس طرح ہم جان بچا کر یہاں تک
آئے تھے۔''
''بیوقوف تو نے دوسروں کا حال نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح زندگی سے محروم ہو گئے۔ کیا
تو جانتا ہے کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ یہ صرف تم دو تھے جو بچ کر یہاں پہنچ سکے۔''
''آہ...... تو کیا تو جانتی ہے کہ اس وقت میرا ساتھی کہاں گیا؟''
''نہیں...... میں یہ بھی تو نہیں جانتی۔ میں نے سوچا تھا کہ تم دونوں یہاں ملو گے مجھے
کیونکہ وہ بھی ہشاریہ کا غلام ہے ورنہ تو خود جانتا ہے کہ زرغون کے کسی سپاہی سے جیتنا کتنا مشکل
کام ہے۔ زرغون جو ہشاریہ کا جڑواں بھائی لیکن اس کا بدترین دشمن ہے اور جس نے اس سے
سب کچھ چھین لیا ہے اور سن اب وقت وہ آ گیا ہے کہ تو صرف ہشاریہ کے بارے میں سوچ اور اس
کے حضور حاضر ہو جا یقیناً تجھے وہ حاصل ہو گا جو تو کسی دوسرے ذریعے سے نہیں پا سکتا اور تو ہر مشکل
سے دور ہو جائے گا۔'' میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وقت مجھے اب
کون سے راستوں پر لے جا رہا ہے لیکن میں نے جلدی سے کہا۔
''آہ...... لیکن میرا ساتھی زبک! کیا تو یہ بات نہیں جانتی کہ میں اپنے ساتھی کے بغیر
نامکمل ہوں۔''
''ہشاریہ کا کوئی بھی غلام نامکمل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے غلام کی تکمیل کر دیتی ہے۔''
''مگر میں چاہتا ہوں کہ میرا ساتھی بھی میرے ساتھ ہی رہے اور اگر ہم دونوں ہی
ہشاریہ کی خدمت میں حاضری دیں تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہو گی۔''
''ٹھیک ہے۔ تب تو ایسا کر کہ اپنی اس خواہش کا اظہار بھی ہشاریہ ہی سے کر دے اور وہ

و بتلائے گی۔''
''لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں اس کے ساتھ ہی آگے سفر کروں۔''
''نہیں...... ایسا کوئی ذی روح اس سے حاضری نہیں دے سکتا جو اس کی غلامی قبول نہ
کر چکا ہو۔ تو اب صرف ہشاریہ کا غلام ہے اور تیری اپنی خواہش کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ضد نہ کر
ضد کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ یہ ویرانے تیرے لئے بہتر نہیں زیادہ صحیح ہے کہ اس وقت اس
کی قدم بوسی کرو اور سب کچھ اس کے حکم کے مطابق کر اور اب اس کی قربت ہی تیری نجات کا
ذریعہ ہے۔ بہرحال میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔
''ٹھیک ہے مجھے اس کے پاس چلنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہمیں وہاں تک پہنچنے
کے لئے کیا کرنا ہو گا۔ میرے ذہن میں زیکا کی سنائی ہوئی کہانی گردش کر رہی تھی کہ ہشاریہ وادئ
شوالیہ میں رہتی ہے جو زمین کے دوسرے حصے میں ہے اور اسی لئے میں نے اس سے سوال کیا تھا
ن شوالیہ کہنے لگی۔
''بس میرے ساتھ آ اور یوں سمجھ لے کہ میرے ساتھ تو منزلیں بالکل آسان ہو جاتی
ہیں۔'' اس نے کہا اور میں تیار ہو گیا لیکن اس وقت میں شدید حیران تھا جب اس چمگادڑ نے غار
سے باہر جانے کی بجائے اسی غار کی تاریکیوں کا رخ کیا تھا۔ مجھے غار کی طوالت کے بارے میں
علم نہیں تھا لیکن چمگادڑ مجھے ساتھ لئے ہوئے اس غار کی تاریکیوں کا سفر کرتی رہی۔ آگے چل کر
تاریکیاں گہری ہوتی جا رہی تھیں اور اب اتنا گہرا اندھیرا چھا گیا تھا کہ سامنے کی چیز نظر نہیں آئے۔
بمشکل سے میں آگے قدم بڑھا رہا تھا۔ دفعتاً میں بری طرح لڑکھڑا گیا۔ میں نے اعتماد سے
قدم رکھا تھا لیکن اس بار میرا قدم ٹھوس زمین پر نہیں پڑا تھا۔ آگے خلا تھا اور میں اپنے جسم کا توازن
نہیں رکھ سکا تھا۔ میرے دونوں پاؤں اکھڑ گئے اور اس کے بعد میں خلا میں گرنے لگا۔ میرے
خود کو سنبھالنے کے لئے کوئی سہارا ٹٹول رہے تھے لیکن چاروں طرف گہرا خلا تھا۔ آہ...... میں
خلا میں گر رہا تھا۔ زمین میں لاکھوں فٹ کی گہرائیوں میں جن کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں
کہ وہاں پہنچنے کے بعد میرے جسم کا کون سا حصہ سلامت بچے گا۔ آہ...... شاید موت اسی انداز
میرے استقبال کے لئے تیار ہے۔ میں...... میں زندگی سے موت کی جانب جا رہا ہوں۔
ت کی جانب......

o

ادھر تو میں اپنی مشکل میں گرفتار تھا اور ایک منحوس چمگادڑ کے ہاتھوں مشکل کا شکار ہو کر پاتال کی گہرائیوں میں جا رہا تھا۔ ادھر بے چارہ زبک بھی ایک نئے ماحول سے روشناس ہو رہا تھا۔ بعد میں مجھے اس کی کہانی اسی کی زبانی تفصیل سے معلوم ہوئی تھی جب میں سو گیا تھا۔ تو زبک بھی سو چکا تھا لیکن رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ زیکا نے اسے جگایا اور زبک چونک کر اٹھ گیا۔

''اٹھ اور منہ سے آواز نہ نکال کہ کہیں تیرا ساتھی نہ جاگ اٹھے۔ زبک آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا تھا۔ اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

''مگر تو کیا کہتا ہے زیکا!''

''آ جا میرے ساتھ کہ...... جیسا کہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اب تم دونوں کو کچھ وقت کے لئے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ جب میں نے ستاروں سے رہنمائی حاصل کی تو پتہ چلا کہ وقت زیادہ فاصلے پر نہیں ہے اسے تیری ہی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہونا ہے۔ لیکن کچھ دیر کی جدائی تم دونوں کے حق میں بہتر رہے گی۔ یہ کہہ کر زیکا نے زبک کا ہاتھ پکڑا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا۔ زبک بے شک الجھا ہوا تھا لیکن نجانے کیوں اسے اس بات کا یقین ہو رہا تھا کہ زیکا کی بات غلط نہیں ہے۔ وہاں سے ایک طویل فاصلہ طے کر کے وہ لوگ بہت دور نکل آئے اور جب صبح کی روشنی پھوٹی تو وہ ویرانے نجانے کتنی دور رہ چکے تھے۔ جہاں زبک نے بحالت مجبوری مجھے چھوڑ دیا تھا۔ زیکا نے ایک جگہ قیام کیا۔ یہ ایک چھوٹا سا تالاب تھا جو درختوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور بہت ہی خوشنما جگہ تھی۔ زبک نے مدھم لہجے میں کہا۔

''آہ...... کاش! کامران بھی میرے ساتھ ہوتا۔ ہم دونوں یہاں غسل کرتے اور ہمارے جسموں سے ساری کہولت دور ہو جاتی۔''

''نہیں یہ جگہ سحر زدہ ہے۔ کون جانے اس میں غسل کر کے تجھے کس مشکل کا سامنا کرنا پڑتا۔''

''تو عجیب وغریب باتیں کر رہا ہے زیکا! تو کہتا ہے کہ تو ہشاریہ کا استاد ہے۔''

''تجھے حق حاصل ہے کہ تو میری بات پر یقین نہ کر۔''

''نہیں میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ وہ آدمی کون تھا جس نے اتنے سارے انسانوں کو ن کے گھاٹ اتار دیا۔''

''تو جانتا ہے اچھی طرح جانتا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ زرغون کتنا بھیانک انسان ہے۔''

''مگر وہ......''

''ہاں میں تجھے بتاؤں گا اس کے شناسا اسے بہت سے ناموں سے پکارتے ہیں۔ حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ ہیں۔ میں تجھے بتاؤں کہ زمین کے پھوڑے کس کے لئے اجنبی ۔ جب ہشاریہ کا نام لیا جاتا ہے تو شوالیہ کی ہشاریہ کو کون نہیں جانتا۔ زرغون کا نام اس کے نام ساتھ ہی ہے۔ ان دونوں نے مل کر شیلاس کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیئے تھے اور وادی کی لون اور پر امن زندگی تہہ و بالا ہو گئی تھی۔ یہاں سکون کی زندگی گزارنے والے سارے وگروں کو انہوں نے آتش کدے میں ڈال دیا اور جو جادوگر بچے وہ پتہ نہیں کہاں کہاں بھاگ ۔ چنانچہ اب نہ تو کوئی زرغون کا مدمقابل ہے اور نہ ہشاریہ کا۔ زرغون نے اپنے بہت سے نام ئے ہیں لیکن اس کا اصل نام زرغون ہی ہے اور وہ ہشاریہ کا جڑواں بھائی ہے لیکن اس سے چھوٹا اس وقت جب سورج چڑھ رہا تھا اور ہشاریہ کی ماں اپنے بطن سے اپنی اولاد کو جنم دے رہی تھی تو ون کا ظہور ہوا اس وقت تیس تان زندہ تھا۔ جادوگروں نے کہا کہ ہشاریہ بڑی ہے اس لئے ظوں کا نشان اس کی پشت پر سجایا جائے اور تیستان کی موت کے بعد جو کہ بہت بڑا جادوگر اور ریہ کا باپ تھا' سرداری ہشاریہ ہی کو دے دی جائے۔ چنانچہ چمگادڑ اس کی پشت پر سوار ہو گئی ہشاریہ کو جادوگروں کے حوالے کر دیا گیا کہ وہ اسے سرداری سکھائیں اور جادوگر اس کی تربیت نے لگے۔ وہ خاموشی اور سعادت مندی سے سب کچھ سیکھنے لگی۔ لیکن وہ حسن و جمال میں بے ئی اور جادوگر اس کی ساحر آنکھوں کے سامنے سب کچھ بھول جاتے تھے اور انہوں نے اس کا ت حاصل کرنے کے لئے اسے وہ بھی سکھا دیا جو نہیں سکھانا چاہتے تھے اور جس سے ان کی اپنی حیثیت قائم رہتی تھی۔ شیلاس کی صدیوں کی تاریخ تھی۔ سرداری دو طبقوں میں مخصوص تھی۔ طبقہ سرداروں کا ہوتا تھا جو محافظت کے ذمہ دار ہوتے تھے اور دوسرا طبقہ ان جاگیرداروں کا جو

نحوستوں کے سامنے دیوار ہوتے اور آفاقی بلاؤں کے خلاف جنگ کرتے تھے لیکن وہ اس بلا کے سامنے بے بس ہو گئے جس کا نام ہشاریہ تھا اور جس کے حسن و جمال کا جادو سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ وہ سب آپس میں رقابت کا شکار ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے اور اس کا التفات حاصل کرنے کے لئے اسے اپنا سارا جادو دے دیا اور خود خالی ہاتھ ہو گئے۔ انہوں نے صدیوں کی روایت کو پامال کر کے اپنا وجود کھو دیا اور ہشاریہ بڑی جادوگر بن گئی۔ تب اس نے اسی حسن بلاخیز سے کام لے کر اپنے ہمنواؤں کا ایک ٹولہ تیار کیا اور باپ سے مطالبہ کیا کہ وہ سرداری سے دستبردار ہو جائے اور اسے سردار تسلیم کرے لیکن ایسا کبھی نہ ہوا تھا نہ یہ یہاں کی روایت تھی اور ہوتا یہی تھا کہ سرداری اس کے سپرد کر دی جاتی تھی جو سرداری کے لئے نامزد ہوتا تھا چنانچہ سردار نے ہشاریہ کو مجرم قرار دیا اور جادوگروں سے کہا کہ وہ ہشاریہ کو جادو کے خول میں قید کر دیں۔ بہت سے جادوگروں نے انحراف کیا لیکن کچھ تیار ہو گئے مگر تب تک وہ سب کا جادو سمیٹ چکی تھی اس لئے اس کے سامنے کسی کا جادو نہ چلا۔ اس نے اپنے باپ کو ہلاک کیا پھر ماں کو کہ وہ اس کے باپ کی بیوی ہے لیکن زرغون نے اس سے انحراف نہ کیا وہ اپنے لشکر کو ہشاریہ کی مدد کے لئے لے آیا اور اس نے بے شمار لوگوں کو ہلاک کیا جس کے نتیجے میں ہشاریہ نے اپنے بھائی کو لشکر کی کمان سونپ دی اور اسے شیا اس کا بالائی حصہ سونپ دیا تا کہ وہ وہاں کا نظام سنبھالے اور خود شوالیہ یعنی صحرائے افسوں میں اس نے اپنا مسکن بنا لیا۔ اس نے صحرائے افسوں میں جادو کے بہت سے محل تیار کئے اور ایک بہت بڑا آتش کدہ تیار کرایا۔ پھر اپنے جادوگروں کو اس نے صحرائے افسوں میں دعوت دی ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے اس کے باپ کی معاونت کی تھی۔ اس نے ان سب کی بڑی عزت کی اور تین دن تک ان کی ضیافت کی اور آخر کار ان سب کو آتش کدے کے کنارے کھڑا کر کے انہیں آتش کدے میں دھکا دے دیا۔ کچھ وہاں سے بھاگ گئے۔ باقی خاک ہو گئے۔ کیا سمجھے یہ ہے ہشاریہ کی کہانی۔

''مگر اس میں تیری کہانی تو شامل نہیں ہے زیکا!''

''میری کہانی بہت مختصر ہے لیکن میں نے ایک لفظ بھی تجھ سے غلط نہیں کہا جو میں نے تجھے بتایا۔ وہ سچ تھا۔ اگر تم یقین کر سکو تو کرو کہ میری عمر ہزاروں سال ہے اور تب بھی میں بوڑھا تھا۔ جب ہشاریہ نے مجھے اپنے باپ کی حیثیت سے اپنے پاس بلایا تھا میں اس کے حسن کے جال

ہو گرفتار نہ ہوا اور میں نے اپنا جادو محفوظ رکھا البتہ یہ میں نے ضرور کیا کہ کسی معاملے میں سرگرم ہوا اور اسے یہ احساس دلا دیا کہ میں اس کے لئے ایک بے ضرر شخصیت ہوں۔ چنانچہ اس نے میری طرف توجہ نہیں کی۔ ہاں زرغون نے جب زمین کے اوپری حصے کی سرداری سنبھالی تب مجھے اپنے پاس طلب کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنا جادو اسے دے دوں لیکن میں نے اقرار نہ کیا اور کہا اس کے بدلے مجھے بھی موت ہی ملے گی۔ تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ ہشاریہ نے مجھے طلب کر کے مجھ سے میرے معاملات پوچھے۔ وہ زرغون کی طرف سے بے خبر نہیں رہتی تھی۔ اس نے کہا میں نے بہت اچھا کیا کہ زرغون کو اپنا علم نہ دیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اپنا وہ علم جو میرے پاس ہے ہشاریہ کو دے کر اس کی حفاظت کی جائے اور شیطان زادی نے میرے سامنے مقدس کی قسم کھائی کہ وہ میرے خلاف کبھی کچھ نہ کرے گی اور ہمیشہ مجھے اپنا استاد تسلیم کرے گی۔ اس نے کہا کہ جو مارے گئے وہ اس کے حسن کے پرستار تھے جبکہ میں اس کے لئے صرف استاد کی حیثیت رکھتا ہوں اور جس طرح زرغون کو اس نے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا اسی طرح مجھے روحانی سالار بنائے گی۔ تب اس نے صحرائے افسوں میں میرے ئے ایک غار تعمیر کرایا اور احترام سے اس میں رہنے کی پیشکش کر دی۔ وہ سب کے سامنے یہ اقرار کرنے سے بھی نہ چوکی کہ وہ مجھے مقدس استاد کی جگہ دے رہی ہے اور شوالیہ کی جوان عورت نے مجھے بھی دھوکا دیا۔ ایسا مقام دیا اس نے مجھے کہ میں متاثر ہو گیا اور میں نے وہ علم اسے سکھایا جو آخری کڑی کی حیثیت رکھتا تھا۔ گویا میں نے اپنے خزانے اس کے حوالے کر دیئے اور ایک بار بھی نہ سوچ سکا کہ وہ منحرف ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ بہت بڑی شیطان تھی جس نے اپنے والدین سے وفا نہ کی وہ مجھ سے کیا وفا کرتی۔ جب میں نے اپنا سب کچھ اسے دے دیا تو ایک شام اس نے مجھے طلب کر کے

''استاد مقدس کیا میں اپنے علم میں مکمل ہو گئی۔''

''ہاں ہشاریہ! اب کون ہے جو تیرا ثانی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن ایک ہے جو کسی بھی وقت دوسروں کے ہاتھ بک سکتا ہے یعنی وہ مجھ سے دشمنی پر ہو۔ اس کے سہارا لے کر میرا سامنا کر سکتا ہے استاد مقدس! کیا ایسا ممکن ہے؟''

''کون ہے وہ؟'' میں نے سوال کیا۔

''تم......'' اس نے جواب دیا۔

''مگر میں تو تیرا منحرف نہیں ہوں۔''

''ہو سکتے ہو طاقت میرے بھائی کے ہاتھ میں ہے اور علم میرے پاس اور میں یہ بات بھی اچھی طرح جانتی ہوں کہ زرغون اپنی قوتوں سے اور اپنے منصب سے مطمئن نہیں ہے وہ در پردہ میرا مخالف ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اسے بھی میری برابری کی قوتیں حاصل ہو جائیں۔ اگر کبھی میرے بھائی نے مجھ سے بغاوت کی تو طاقت اس کے پاس ہوگی اور تمہارا علم اس کے کام آ سکتا ہے۔'' ہشاریہ نے مکار آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو پھر تو کیا کہنا چاہتی ہے؟''

''شیلاس میں میرے علاوہ اور کوئی صاحب علم ہو یہ مجھے منظور نہیں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تو میرے لئے بھی آتش کدہ منتخب کر چکی ہے۔ جبکہ تو نے مقدس آگ کی قسم کھائی تھی کہ مجھے کبھی اس آتش کدے میں نہیں ڈالے گی۔''

''مقدس آگ کی قسم میں نے جو وعدہ کیا ہے میں اسے پورا کروں گی۔''

''تو پھر؟''

''میں تمہیں ایک ایسے مقام پر بھیجنا چاہتی ہوں جو تمہاری حفاظت کے لئے بہترین ہو۔''

''مطلب......'' زبک نے سوال کیا۔

''ہاں زبک! میں تجھے بتا چکا ہوں کہ شیلاس کی سرزمین کے کچھ حصے دوسرے طبق میں ہیں اور یہ سطح جو وادیٔ شیلاس کہلاتی ہے یہ ہے جہاں ہم ہیں تو اس شیطان زادی نے مجھے یہاں پہنچا دیا اور ستر عہد مدفون کر دیئے مجھ میں یعنی یہ ستر کیلیں جو میری موت نہ تھیں لیکن موت جیسی اور جب تک مجھے ان سے نجات نہ ملتی میں سوتا ہی رہتا۔ یہ ہے میری کہانی اور تو اے طلسم شکن اور تیرا ساتھی مجھے جگانے کا باعث بنے اور شاید یہی تیرا اور میرا مقدر تھا اور یہی ہم دونوں کے لئے بہتر تو اس بات پر مکمل یقین کرے۔'' زبک حیرانی سے اس کی باتیں سنتا رہا تھا۔ لیکن اس نے بعد میں مجھ سے کہا تھا کہ وہ اپنی ہر قیمتی سے قیمتی شے کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھ سے جدائی اسے کسی بھی قیمت پر منظور نہیں تھی۔ زیکا نے اس سے سوال کیا۔

''اور کیا تو زرغون کے بارے میں جانتا ہے کیا اسے دیکھ چکا ہے تو؟''

''ہاں میں اس منحوس شخص کو دیکھ چکا ہوں وہ بستیاں تباہ کر رہا ہے وہ اپنے لشکر کے ساتھ شیلاس کے علاقوں میں تباہی مچا رہا ہے۔''

''آہ...... واقعی واقعی مجھے اس کا علم تھا اور میرے علم نے مجھے بتا دیا تھا کہ وہ کیسے یہاں تک پہنچا ہے اور اس کے بعد وہ کیا چاہتا ہے تو نہیں جانتا کوئی بھی نہیں جانتا لیکن میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ شیلاس پر ہشاریہ کی حکمرانی ہمیشہ رہے گی۔ اس وقت تک جب تک وہ زندہ ہے اور زمانہ حال میں اس کی موت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ زرغون یہ بھی جانتا ہے کہ ہشاریہ نے وہ بے مثال قوتیں حاصل کر لی ہیں جو ناقابل شکست ہیں اور اسے کسی قوت سے شکست دینا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مایوس ہو گیا ہے اور اسے یقین ہو گیا ہے کہ اپنی زندگی میں وہ کبھی حکمرانی نہیں حاصل کر سکے گا لیکن اس کے دماغ میں حکومت کرنے کا سودا سمایا ہوا ہے اور ایک محکوم کی حیثیت سے شیلاس میں یوں زندگی نہیں گزارنا چاہتا اس نے جو عمل شروع کیا ہے۔ وہ یہ سوچ کر شروع کیا ہے کہ وادیٔ شیلاس کے باشندے اس کی قوت کی تاب نہیں لا سکیں گے اور وہ رفتہ رفتہ ان پر حکمراں ہو جائے گا اور اس طرح اس کی حکومت کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ زرغون چالاک ہے اور یقیناً اس نے ہشاریہ سے وہ سب کچھ کہا ہوگا جس نے ہشاریہ کو اس بات پر تیار کر دیا کہ وہ زمین کی سطح پر اپنی حکمرانی سنبھال لے اور ہشاریہ نے زرغون کو اجازت دی ہوگی کہ وہ اگر چاہے تو اپنی طاقت کو بڑھا سکتا ہے اور اپنے شیطانی لشکر کو زیادہ سے زیادہ قوت دے سکتا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ دونوں بہن بھائی کس قدر شیطان صفت ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ہشاریہ زیر زمین حکمرانی کر کے صرف شوالیہ تک محدود نہیں رہنا چاہتی۔ ایک دن یوں ہوگا کہ زرغون طاقت حاصل کر چکا ہوگا اور پھر اس کی موت واقع ہو جائے گی اور ہشاریہ اپنی مملکت خود سنبھال لے گی۔ ایک طرف زرغون کو حکومت کا جنون ہے۔ شہروں کی تباہی اور زندہ رہنے والوں کی موت سے ہی اپنی بلندی کا تصور کرتا ہے اور دوسری طرف ہشاریہ اپنی جادوئی قوتوں سے سارے سحر کو اپنی گرفت میں لے کر آخر کار زمین کے سب سے پہلے حصے پر حکمرانی کرنا چاہتی ہے۔''

''بڑا خوفناک منصوبہ ہے ان کا۔'' زبک نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

''ہاں اس میں شک نہیں۔''

"وہ......وہ انسان کی شکل میں درندہ ہے۔"

"اور اس کی نہیں۔"

"ہشاریہ کی بات کر رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"ہیں تو دونوں بہن بھائی۔"

"اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بھی ہیں۔"

"اندرونی طور پر۔"

"یہ تو مہذب دنیا جیسی بات ہوگئی۔"

"اسے مجھ سے زیادہ تو جانتا ہے۔" زیکا نے کہا۔

زیکا پر خیال نگاہوں سے زبک کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً ہی اس نے کہا: "سحر شکن، اور میرے محسن ایک بات تو میں بھی جانتا ہوں کہ تو کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تیری خوشامد کر رہا ہوں اور اپنے ان الفاظ سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں اس میں میرا علم یہ کہتا ہے اور میں اپنے اسی علم کی روشنی میں تجھ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تو چاہے تو میرے علم کا امتحان لے سکتا ہے۔"

"امتحان......" زبک نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"وہ کیسے......؟" زبک دلچسپی سے بولا۔

"اپنے بارے میں مجھ سے پوچھ کر۔"

"مجھے یقین ہے زیکا کہ تو صاحب علم ہے لیکن اپنے بارے میں جاننے کا شوق کسے نہیں ہوتا۔ تو مجھے میرے بارے میں ضرور کہتا۔"

"ستارے کہتے ہیں کہ تو بڑے ظرف والا ہے۔ وہ تیری عمر کی نشاندہی نہیں کرتے لیکن وہ بتاتے ہیں کہ تیری خوشیاں فلاں کے تابوت میں بند ہیں۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ تابوت کھلے گا۔"

"اس نے مجھے بتایا کہ یہ سن کر اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور اس نے دل سے نہیں

ہاں زیکا کا علم سچا ہے اور وہ ٹھیک کہتا ہے۔" زیکا نے کہا۔

سرزمین شیلاس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو صرف شیلاس کا پروردہ نہ ہو بلکہ اس کی رگوں میں کسی اور دنیا کا خون بھی دوڑ رہا ہو، شاید وہ تم ہو...... میں تم سے یہ بالکل نہیں پوچھوں گا کہ تم نے یہ زندگی کہاں گزاری ہے، لیکن تمہارا ساتھی صاف لگتا ہے کہ کسی اور دنیا کا باشندہ ہے۔"

"کسی اور دنیا سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"شیلاس سے دور کی دنیا۔"

"ہاں یہ سچ ہے۔"

"کیا وہ واقعی کسی اور دنیا کا رہنے والا ہے؟"

"ہاں۔"

"آہ......اس کی دنیا کیا کہلاتی ہے؟" زیکا نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بس زمین۔"

"زمین تو یہ بھی ہے۔"

"وہ شیلاس کی زمین نہیں ہے، وہاں کا جادو کچھ اور ہے......"

"کیا تو نے اپنی آنکھیں سے وہ جادو دیکھا ہے......" زیکا کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ وہ چشم تصور سے زبک کی آنکھوں سے نئی دنیا دیکھ رہا ہے۔

"ہاں۔ میں نے دیکھا ہے۔"

"مجھے اس کے بارے میں کچھ بتایئے؟"

"وہاں سیدھی لکیریں آسمان کی طرف جاتی ہیں جن کے نچلے سرے لوگ رہتے ہیں اور لوہے کے گھر کسی ستارے تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ لوگ انہیں راکٹ کہتے ہیں۔"

"رب سوکاس کی قسم! بالکل وہی۔"

"اور وہ پانی کی گہرائیوں میں سفر کرتے ہیں پانی میں آگ کی جنگیں لڑتے ہیں۔"

"آہ آہ آہ...... بالکل وہی...... سب کچھ وہی اور اب یہ چھوٹا سا انسان کہہ سکتا ہے کہ ہشاریہ اور زرغون کے سحر کی کہانی ختم ہونے والی ہے۔"

"ہمیں کیا کرنا ہوگا زیکا؟"

''ہاں یہ سوچنے کی بات ہے۔''

''مجھے تیری رہنمائی درکار ہوگی۔''

''ہوں نہیں......اس وقت طاقت کا توازن سطح زمین پر میرا مطلب ہے وادی شیلاس میں زرغون کے حق میں ہے۔ہم انسانی گروہ بنا کر اس کا سامنا نہیں کر سکتے کیونکہ اگر ہم بستی بستی جا کر لوگوں کو اس کے خلاف جنگ پر آمادہ کریں تو اول تو لوگ تیار نہیں ہوں گے۔دوسرے زرغون وقت سے پہلے ہماری اس کوشش سے آگاہ ہو جائے گا اور پھر وہ قتل و غارت گری کا طوفان برپا کر دے گا۔''

''بالکل ٹھیک......'' زبک نے کہا۔

''ہمیں جو کچھ کرنا ہے خود ہی کرنا ہے۔''

''میں تیار ہوں۔لیکن میرا ساتھی میرا دوست......''

''میں تجھے ایک بات بتاؤں غور کرنا بڑے کام کی بات ہے۔''

''ضرور۔''

''تم دونوں چمگادڑ کے ساتھی بن چکے ہو اور ابھی تمہاری جنگ صرف زرغون سے ہے اس لئے چمگادڑ بھی تمہاری ساتھی ہوگی۔''

''اپنے بھائی کے خلاف۔''

''ہاں......یہ شیلاس کی سیاست ہے۔''

''ٹھیک......'' زبک نے کہا۔

''میں تیری پوری مدد کروں گا زبک......ہمیں کچھ باتیں خاص طور سے یاد رکھنا ہوں گی وہ یہ کہ زرغون ہشاریہ کا بھائی ہے اور ہشاریہ وہ شاطرہ ہے جس نے میرا علم حاصل کرنے کے بعد مجھے بدعہدی کا نشانہ بنایا اور آخر کار میری زندگی میں میری موت کا سامان کر دیا۔شوالیہ کے رہنے والے لوگ جانتے ہیں کہ میں کیا چیز تھا۔بہرحال بار بار اس کا تذکرہ کر کے اپنی حماقت کو نہیں دہرانا چاہتا کیونکہ میں نے اس سے بہر طور عقلی مار کھائی ہے خیر میں تجھے یہ بتاؤں کہ میرے دل میں انتقام کی آگ روشن ہے اور یہی جذبہ انتقام آج بھی مجھے اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ تیرے ساتھ شامل ہو کر ہشاریہ کو شکست دوں لیکن میں تجھے ایک بات بتاؤں میرا علم بتاتا ہے کہ تیری

پیشانی فتح کے نشان سے سرشار ہے اور تو وہی ہے جس نے مجھے سترکیلوں سے نجات دلائی تو یہ لازم ہے مجھ پر کہ جیسے تو پسند کرے میں اپنے علم کے ذریعے تیرے مقصد کی تکمیل میں مدد دوں۔میں نہیں جانتا کہ تیرا اصل مقصد اور تیرا مشن کیا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہے کچھ نہ کچھ ہے جو تو چاہتا ہے اور جو تو چاہتا ہے اس میں میں تیری مدد کروں گا۔چنانچہ زبک سوچ میں ڈوب گیا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

''ہاں معزز بزرگ! بے شک تیرا علم لازوال ہے اور میں بے شک اپنا ایک مقصد رکھتا ہوں نہ صرف میں بلکہ میرا ساتھی بھی اور زرغون کو کتے کی موت مارنے میں دو خیال شامل ہیں۔ پہلا تو یہ کہ وہ ان آبادیوں کے لئے موت کا نمائندہ بنا ہوا ہے وہ انسانوں کو جس طرح بے دریغ قتل کر دیتا ہے۔میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔اسے کتے کی موت مرنا ہوگا بلکہ ہو سکتا ہے وہ میرے زخم کا شکار ہو کر موت کی آغوش میں جا سوئے۔''

''تو ٹھیک کہتا ہے۔رب کائنات ایسا ہی کرے میں اس کم بخت کی کیفیتوں سے تجھے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔وہ طاقتوروں میں بہترین طاقتور ہے۔شیطانوں میں وہ سب سے بدترین شیطان ہے۔وحشت و بربریت میں وہ اپنی مثال نہیں رکھتا اور اس کی موت کے لئے لازم ہے کہ طاقت کے ساتھ ساتھ دماغ کی طاقت بھی استعمال کی جائے۔صرف بدن کی طاقت اسے زیر نہیں کر سکتی۔''

''میں اس سلسلے میں تیرے مشوروں کا پابند رہوں گا اور میں چاہتا ہوں کہ تو میری رہنمائی کرتا رہے۔'' زبک نے کہا۔

''بالکل ٹھیک کہا تو نے زرغون کو شکست دینے کے لئے ذہن کی طاقت زیادہ مؤثر ثابت ہوگی۔جہاں تک جسمانی طاقت کا سوال ہے تو ممکن ہے تو زرغون سے مقابلہ کر کے اسے شکست دے دے لیکن اس پورے لشکر کا تو تنہا کیا کر سکتا ہے اس کے بارے میں کچھ سوچا ہے تو نے۔''

''میں جانتا ہوں اور میں تجھ سے منحرف نہیں ہوں لیکن تیرا علم اس سلسلے میں کیا کہتا ہے مجھے یہ بتا۔''

''بوڑھا زیکا تیری خدمت کے لئے حاضر ہے۔میں تجھے اپنے علم کی تمام قوتیں پیش کر

سکتا ہوں۔ کیا تو یہ پسند کرے گا کہ تیرا بدن ایک ہو لیکن تیری روحیں دو ہری ہو جائیں۔ تیرے جسم میں میری روحانی قوت بھی شامل ہو جائے اور جب تو تنہا کسی دشمن کے مقابلے پر ہو تو میں تیرے اندر سے بول رہا ہوں اور میری جسمانی قوت بھی تیرا ساتھ دے رہی ہو۔ بول کیا تو پسند کرے گا۔"

"اول تو بات میری سمجھ میں ہی نہیں آئی۔ دوئم سمجھ میں آ بھی جائے تو تو مجھے بتا کہ کیا میرے وجود کے اندر تیرا وجود شامل ہو کر مجھے مطمئن رکھ سکے گا۔ میرا طریقہ جنگ الگ ہے۔ میں دشمن کو کبھی معاف نہیں کرنا چاہتا اور دوست کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر کوئی دوست بنا تو پھر یہ کیسے ممکن ہوگا کہ میں اس سے دشمنی کروں۔"

"وہ جو تیری ان آبادیوں کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ کیا تیرا دوست ہو سکتا ہے؟" زیکا نے سوال کیا۔

"تو پھر زرغون تیرا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ تو اپنے آپ کو اس میں شامل کر کے اور خود کو اس کا دوست ظاہر کر کے اس کی تربت کو فنا کرنے کے لئے ان آبادیوں کو تاراج ہونے سے بچانے کے لئے ایسا کرے اور میں یہ تجھے بتائے دیتا ہوں کہ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ ایک ایک بستی کو جلا کر راکھ کر دے گا۔ ایک ایک انسان کو موت کی نیند سلا دے گا۔ صرف جئے گا جو اسے پسند ہو اور موت کے مختلف طریقے اسے آتے ہیں۔ انسانوں کی زندگی سے کھیلنا اس کا مقصد ہے۔ وہ زمین کی گہرائیوں کا جانور ہے ایک انسانی درندہ زبک کو وہ مناظر یاد آ گئے۔ انسانی لاشیں آگ میں لپٹی ہوئی تھیں اور زمین پر خون کی نالیاں بہہ رہی تھیں۔ اس کے اندر ایک دیوانگی سی پیدا ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"خیر مجھے تیری ہر شرط منظور ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے لئے موت ہے صرف موت اور میں تیری ہر شرط قبول کرنے کو تیار ہوں۔ ہر وہ شرط جس میں زرغون کی موت چھپی ہوئی ہو۔ تب زیکا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے جوان! جیسا میں کہوں ویسا کہہ اپنی زبان سے ادا کر کہ زیکا بڑے علم والے اپنی روحانی قوتوں سے اپنے آپ کو میرے وجود میں شامل کر دے۔ میں تجھے اپنے وجود میں پوری جگہ دیتا ہوں۔ تین بار یہ جملہ کہہ اور اس کے بعد میں اپنا عمل شروع کروں گا۔" زبک نے

لمحے کے لئے سوچا اور اس کے بعد اس نے تین بار یہی جملے دہرا دیئے اور زیکا نے اپنی گردن خم کر دی۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں اس کے ہاتھ میں ضم کر لیں۔ پھر چھٹی انگلی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"یہ تیری اضافی قوت ہے اور یہ چھٹی انگلی جو تیرے ہاتھ میں نمودار ہوئی ہے اصل میں ... ہوں۔ ویسے تیرے شانے پر جو نشان ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ چمگادڑ نے تجھے اپنے آپ میں ... کیا ہے لیکن فکر نہ کر یہی تو ایک دلچسپ عمل ہے کہ میں تیرے اندر شامل ہو جاؤں اور وہ اسے ... نہ سکے۔ بہر حال میں تیری برتری تسلیم کر کے تیری ذات میں ضم ہو رہا ہوں۔ اپنا دوسرا ہاتھ بھی ...۔" زیکا نے کہا اور اپنا دوسرا ہاتھ بھی زبک کے ہاتھ پر رکھ دیا اور زبک کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سامنے ہر چیز ہلنے لگی ہو۔ ایک ارتعاش سا پوری فضا میں پیدا ہو گیا تھا اور زیکا کا بدن ذرات کی ... میں تحلیل ہونے لگا۔ پھر یہ تمام ذرات نیلی چمکدار روشنی میں تبدیل ہو گئے اور یہ روشنی زبک کے بدن سے آ لپٹی۔ زبک کو ایسا ہی لگا جیسے اس کے جسم میں کچھ بھاری پن پیدا ہو گیا ہو۔ لیکن یہ احساس صرف چند لمحوں کا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ احساس بھی ختم ہو گیا اور اسے اپنا وجود پہلے کی طرح ہلکا محسوس ہونے لگا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن اب زیکا کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ تب اس نے حیرت سے کہا۔

"زیکا! تو کہاں غائب ہو گیا؟"

"کیا تو مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کرتا زبک! میں اب تیری ذات میں شامل ہوں۔ تیرے جسم کی قوت میرے علم کے ساتھ ہزاروں گنا بڑھ چکی ہے اور اب تو جو کچھ ہے دوسرے سمجھ نہیں پائیں گے۔ لیکن خبردار مجھے اس وقت تک کسی پر ظاہر نہیں کرنا جب تک میں تجھے اس کی اجازت نہ دے دوں۔ زبک ہم دو ایک ہیں اور سن اب جو میں تجھ سے کہنے جا رہا ہوں وہ ذرا غور طلب ہے۔ بے شک تجھے اپنے دوست کی تلاش ہوگی سب سے پہلے میں تجھے تیرے دوست سے ملوانا چاہتا ہوں۔ لیکن میری رائے ہے کہ تو اس سے پہلے زرغون کا قرب حاصل کر لے۔ اس کے نزدیک جا کر تو اپنے دوست کو حاصل کر سکتا ہے۔"

"کیا زرغون کا قرب حاصل کرنا اتنا آسان ہوگا؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں وہ قوت کا شیدائی ہے۔ دلیری تیری فطرت ہے اور طاقت تیری غلام اور اب تو

تنہا نہیں ہے میری حقیر قوتیں تیری ساتھی ہیں۔ ایک بدن میں دو قوتیں پوشیدہ ہیں تو ہتھیار استعمال کرے گا اور میں تیرے وجود میں پوشیدہ رہ کر مدمقابل کے ہتھیاروں سے تیرا دفاع کروں گا۔'' زبک کو ہنسی آ گئی یہ تو بڑی عجیب بات تھی۔ ایک انسان دو وجود رکھتا ہے۔ کمال کی بات ہے۔ حیرت کی بات بالکل حیرت کی بات زیکا اب اس کے جسم میں بول رہا تھا۔ کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

''اور اس کے بعد تو صرف ان لوگوں کو قتل کرے گا جو زرغون کے آدمی ہیں اور جو انسانوں کو پہچانتے ہیں...... آ...... ہم انہیں تلاش کرتے ہیں۔'' زبک اس کام کے لئے تیار ہو گیا تھا اور اس کے بعد اس نے سفر کا آغاز کر دیا۔ نجانے کیا چیز تھا وہ اس نے ڈاکٹر ڈریڈ کی حیثیت سے مہذب دنیا میں اچھی خاصی زندگی گزاری تھی اور بہت کچھ کرتا رہا تھا لیکن اب اس نئی کیفیت میں وہ بڑی عجیب وغریب حیثیت اختیار کر گیا تھا اور سوچتا تھا کہ دیکھو کیا ہو سکتا ہے اس نے ہنستے ہوئے مجھے بتایا تھا کہ کامران میری کیفیت اس وقت بہت عجیب ہو گئی تھی۔ ایک عورت کے شکم میں تو کوئی ننھا سا وجود پرورش پا سکتا ہے۔ لیکن ایک مرد کے بدن میں ایک بوڑھا آدمی کتنا عجیب ہوتا ہے اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے اور پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گئے اور سورج اور چاند کا سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک رات بہت دور سے گہرائیوں کے بالکل آخری سرے پر جسے افق کی حد کہا جا سکتا تھا۔ آگ اور دھوئیں کے بادل بلند ہوتے ہوئے دیکھے اور زبک کو اپنے اندر سے آواز ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''آہ...... یہ بلتانیہ ہے۔ یہ بلتانیہ ہے۔ وادیٔ شیلاس کا ایک خوبصورت شہر لیکن لگتا ہے اس بدبخت کے قدم یہاں پہنچ گئے۔ زبک بھی اس جلتے ہوئے شہر کو دیکھ رہا تھا اور وہ تیز رفتاری سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ سلگتے ہوئے شہر میں کسی انسان کا وجود موجود نہیں تھا۔ چاروں طرف اشیاء بکھری پڑی تھیں۔ لاشیں سڑ رہی تھیں۔ ہتھیار موجود تھے۔ زبک کے بدن میں چنگاریاں دوڑنے لگیں اور آخر کار انہیں زرغون کے گھوڑوں کے نشانات مل گئے۔ زبک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''رب کائنات کی قسم ہمیں اس کا پیچھا کرنا چاہئے۔''

''چلو۔'' اس کے اندر سے آواز آئی اور زبک نے رکے بغیر اس طرف کا سفر شروع کر

جہاں سے گھوڑوں کے نشانات ملے تھے۔ یہاں تک کہ ایک طویل سفر طے کرنا پڑا اور آخر کار وہ لشکر نظر آ گیا جس نے ایک جگہ پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ سو فیصدی زرغون کا ہی لشکر تھا اور اس کے شاندار جوان وہاں گھوم پھر رہے تھے۔ زبک کے اندر سے زیکا نے کہا۔

''اور اب یہ مناسب ہوگا کہ تو ان کے سامنے نمایاں ہو جائے۔ لیکن عقل دانش کا ساتھ نہ چھوڑنا میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ چاہے جو کچھ کرنا جذباتی ہو کر مت کرنا بلکہ اس کے بارے میں ذرا غور کر لینا اور اس میں اپنے علم کی ایک ایسی قوت استعمال کر رہا ہوں جو تیرے حق میں بہت ہی بہتر ہے۔ میں تجھے اس کے بارے میں بتائے دیتا ہوں۔ یہ کلہاڑا قبول کر جو سامنے نظر آ رہا ہے۔ یہ میرا تحفہ ہے تیرے لئے اور ان لوگوں کے ہتھیار اس وقت تیرے جسم پر بے اثر ہوں گے کیونکہ میں نے اب تیرے جسم پر اپنا عمل کر دیا ہے۔ تو یہ سمجھ لے کہ تو ایک فولاد کا انسان ہے اور حیرانی کی بات تو یہ ہوگی کہ تو ان کے درمیان دشمن کی طرح جائے گا۔ کسی مصلحت پوشی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ زرغون کا لشکر ہے جسے یہ دیکھے بغیر ہلاکت میں ڈالا جا سکتا ہے کہ کون دوست ہے کون دشمن اور دوست تو اس کے ہاں ہوتے ہی نہیں ہیں۔ کیا سمجھا یہ میری ہدایت ہے ان لوگوں سے ذرہ برابر رحم نہ کرنا۔ ان کے سامنے نڈر اور نمایاں ہو کر جا۔ چنانچہ زبک نے ان ہدایات کو گرہ میں باندھا اور وہ اپنا چوڑا کلہاڑا ہلاتا ہوا آخر کار لشکر کے سامنے پہنچ گا۔ زرغون کے لشکری جو طاقت کے غرور میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ کوئی اجنبی اور مسلح شخص اس طرح ان کے درمیان کلہاڑا ہلاتا ہوا پہنچے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے حقارت لہجے میں کہا۔

''موت کی تلاش میں آنے والے ہم جانتے ہیں کہ تو کسی ایسی بستی کا فرد ہے جو عظیم زرغون کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکی ہے اور اپنی بستی کا جائزہ لینے کے بعد تو موت کو اپنانے آیا ہے۔ موت تجھے تیری خواہش کے مطابق مل جائے گی تو فکر مت کر البتہ اتنا بتا دے کہ کون سی بستی سے تیرا تعلق ہے۔ کیا سیدھا بلتانیہ سے چلا آ رہا ہے کیونکہ بلتانیہ ہی ہمارا آخری نشانہ تھا۔'' زبک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''زرغون کے کتو! میں شیلاس کا باشندہ ہوں۔ شیلاس کی ہر بستی میں میری بستی ہے اور شیلاس کے دشمنوں کی زندگی میرے لئے گناہ آ ؤ کون کون میرے ہاتھوں مرنا چاہتا ہے اور یہ الفاظ

تو بہت ہی سنگین تھے۔ زرغون کے لشکری اس پر ٹوٹ پڑے اور زبک کا کلہاڑا چلنے لگا۔ ایک ہی کوشش سے اس نے چار جوان مار گرائے۔ تب اس پر چاروں طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس وقت زبک کے وجود کے اندر رزیکا کمال دکھا رہا تھا۔ دشمنوں کے ہتھیار زبک پر بے اثر تھے۔ وہ اس پر وار کرتے لیکن ہتھیار زبک کے جسم پر پڑ کر اچک جاتے۔ زرغون نے بھی دور سے یہ سب کچھ دیکھ لیا اور حیرت و دلچسپی میں ڈوبا ہوا اس طرف دوڑ پڑا اس نے اپنے آدمیوں کو کم ہی مرتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے آدمیوں کی گردنیں فضا میں اچھل اچھل کر گر رہی تھیں۔ اس پر حملہ کرنے والے ہر طرح سے نقصان اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ تیز رفتاری سے زبک کے نزدیک آ گیا اور اس نے غور سے زبک کے ہاتھوں کو دیکھا ایک خون آلود کلہاڑا اور زمین پر پڑی ہوئی لاشیں لیکن اس بات پر افسوس کرنے کے بجائے زرغون کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور بولا۔

''گدھو...... قتل کرواور اسے مار ڈالو اسے جلدی کرو۔'' اس کے آدمیوں نے ایک بار پھر زبک پر حملہ کیا اور زبک نے اپنے کلہاڑے کو گھمانا شروع کر دیا۔ لیکن زرغون کے آدمیوں پر اب زبک کی دہشت بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس کے قریب نہیں جا رہے تھے۔ ان میں سے کئی اپنے مالک کے حکم پر اپنی جان دے بیٹھے اور پھر سارے کے سارے پیچھے ہٹ گئے۔ تب زرغون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بولو...... تم میں سے کون اسے ہلاک کر سکتا ہے۔ ہے کوئی......'' کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ زرغون نے زبک کو تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور اگر تم اسے ہلاک کر دیتے تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا کیا تم نہیں جانتے کہ بہادر قابل قدر ہوتے ہیں۔ بیس آدمی مل کر ایک آدمی کو ہلاک کر دیں تو وہ سب قابل سزا ہوتے ہیں لیکن ایک جیالا اتنے لوگوں کو ہلاک کر دے تو اس سے زیادہ قابل عزت کون ہو سکتا ہے۔ میرے سامنے آ جوان کیا تو سطح زمین کا باشندہ ہے۔''

''ہاں...... اور میرا نام زبک ہے۔''

''واہ...... ہمیں ایک ایسے ہی شخص کی ضرورت ہے جو سطح زمین کا باشندہ ہو اور طاقتور ہو کہ اس سے اچھا ساتھی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے دوست کو گھوڑا پیش کرو۔'' زرغون نے کہا اور

ذرا سی تعمیل ہوئی۔ تب زرغون نے زبک سے گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے کہا۔ تو زبک نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ زرغون نے بڑی محبت سے اسے اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا تھا۔

O

اس طرح زبک کی کہانی تو اس انداز میں چل رہی تھی کہ وہ اپنی منزلیں طے کرتا جا رہا تھا اور میں' میں اپنی مصیبت میں گرفتار تھا۔ پاتال کی گہرائیوں میں گرتے ہوئے مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرا پورا جسم ہوا میں معلق ہو میں چیخنا چاہتا تھا لیکن حلق سے چیخ کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس طویل سفر کا اختتام یقیناً کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا اور جتنی بلندیاں میں طے کر چکا ہوں اس کے تحت مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ میرا جسم کسی پتھر یا چٹان سے ٹکرائے گا تو ٹانگوں کی ہڈیاں اپنے جوڑوں سے باہر نکل جائیں گی اور بدن کے چیتھڑے جس طرح اڑیں گے ان پر اس عالم میں بھی غور کیا جا سکتا تھا۔ اتنی زور کا دھاکہ ہوگا جیسے ایٹم بم پھٹ گیا ہو۔ لیکن ایٹم بم کے بجائے میں پھٹ جاؤں گا۔ گرنے کا یہ وقفہ بہت طویل تھا اور مجھے یوں ہی لگ رہا تھا جیسے میں آسمان کی بلندیوں سے زمین کی جانب آ رہا ہوں۔ لیکن میں اس سلسلے میں سارا قصور زبک کا سمجھتا تھا۔ زبک نے جس طرح مجھے بھگا دیا تھا۔ وہ بڑی غلط صورت حال تھی لیکن اس کا محرک وہ پراسرار بوڑھا تھا جس نے سارا کھیل خراب کر ڈالا تھا۔ میں کیا جانوں ان پراسرار وادیوں کو شیلا اس اور پتہ نہیں کیا کیا۔ سچ بات یہ ہے کہ لالچ انسان کو نجانے کہاں سے کہاں بھٹکا دیتا ہے۔ لیو مکلارنس کے پیچھے لگ کر یہاں آیا تھا۔ ایک بہادر جیالے کی حیثیت سے اپنی ماں کا انتقام لے کر اپنے وطن واپس جانا' دماغ کی خرابی تھی۔ کیا ملتا سوائے یہ کہ اپنا ضمیر اندر سے مطمئن ہو جاتا۔ لیو مکلارنس تو قدرتی طور پر جہنم رسید ہو گیا تھا اور میں دولت کی تلاش میں زندگی کو یہاں تک لے آیا تھا۔ لعنت ہے بھائی لعنت ہے۔ انسان کو تقدیر پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ کم از کم ایسا خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔

پھر اچانک ہی مجھے وہ ہولناک چمگادڑ یاد آئی اور میں نے سوچا کہ کیا کیا عجائبات اس کائنات میں بکھرے پڑے ہیں۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ ایسا کوئی وجود بھی ہوگا اس دنیا میں جس کا بدن چمگادڑ کا اور چہرہ انسان کا اور وہ ہشاریہ نامی کسی جادوگرنی کے قبضے میں ہو۔ اپنے ٹیلی ویژن پر ایک سیریل ''عینک والا جن'' تھا۔ خیر دیکھتا تو کیا ہی تھا کیونکہ اس میں جو کردار شامل کئے گئے تھے وہ تو شاید اس کائنات میں کہیں نہ مل سکیں۔ جنوں اور ارواحوں کی بستی میں بھی ایسے مسخرے کردار نہیں ہوتے۔

لیکن اب جو کچھ بھی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اسے کیا کہا جائے۔ میں نے ابھی اتنا ہی سوچا تھا کہ یکایک مجھے اپنے جسم پر کچھ نرماہٹ سی محسوس ہوئی اور میں نے اس نرم شے کو پکڑنے کی کوشش کی جو میرے بدن سے ٹکرائی تھی۔ میرے ہاتھ کسی ایسی چیز پر جا پڑے جو لچکدار اور مضبوط تھی۔ تب ہی میرے کانوں میں ایک منحوس اور منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''خوف کو دل سے نکال دے۔ میں نے تجھ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ہشاریہ کے غلام اس کے تحفظ میں ہوتے ہیں۔'' ایک دم سے میرے دل میں ایک عجیب سی تقویت کا احساس ہوا۔ بعض اوقات انسان ایسے سہاروں کو بھی اہمیت دینے لگتا ہے جو اس کے لئے قابل نفرت ہوں لیکن بہرحال میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ذلیل چمگادڑ تو نے مجھے کس مصیبت میں پھنسا دیا اور اب میرا کیا ہوگا۔ حالانکہ اس طرح گرتے ہوئے الفاظ کا ربط بھی ایک ناممکن عمل تھا لیکن مجھے اپنے کانوں میں چمگادڑ کا منحوس قہقہہ سنائی دیا۔ لچکدار چیز اب بھی میرے ہاتھوں کی گرفت میں تھی اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ اس چمگادڑ کے پر تھے۔ پھر اچانک ہی مجھے تیز روشنی کا سا احساس ہوا اور تاریکیاں ایک دم ختم ہو گئیں جن میں' میں نے اپنی زندگی کا ہولناک سفر کیا تھا۔ مجھے اپنے بدن کی رفتار ابھی سست محسوس ہوئی۔ نیچے گرنے کی شدت اب وہ نہیں رہی تھی جو اس سے پہلے محسوس ہو رہی تھی اور میرا کلیجہ حلق میں اٹکا ہوا تھا مجھے کچھ مناظر نظر آئے لیکن یہ ایک لکیر کی شکل میں اوپر اٹھ رہے تھے۔ اچانک ہی میرا بدن ساکت ہو گیا میں نے محسوس کیا کہ میرے پیروں نے زمین چھو لی ہے۔ بے اختیار میں نے اپنے ہاتھ چمگادڑ کے پروں سے ہٹا لئے اور پلٹ کر اس کی صورت دیکھی لیکن اس کا کہیں بھی پتہ نہیں تھا۔ میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب کیا ہے۔ منحوس چمگادڑ نے مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت وہ سہارا دیا تھا جو ناممکن سا تھا۔ بدن کے ریزہ ریزہ ہونے سے بچنے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا لیکن میں بچ گیا تھا اور اس نے بروقت مجھے سہارا دیا تھا لیکن میں کہاں آ گیا ہوں اور وہ خود کہاں غائب ہو گئی ہے۔ میری خوفزدہ نگاہوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا' عجیب سی جگہ تھی۔ ایک عجیب سی جگہ ہر چیز میں نیلاہٹ نظر آ رہی تھی۔ نیلی زمین جیسے نیلاہٹیں اس میں جذب ہو گئی ہوں۔ مدھم' ٹھنڈی اور آنکھوں کو خوشگوار رکھنے والی نیلاہٹیں۔ درخت پودے پھل پھول سب ہی ان نیلاہٹوں میں نہائے ہوئے تھے۔ میرے ذہن میں ایک دم

سے تصور ابھرا کہ یقینی طور پر یہ سطح زمین کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ بلکہ پاتال کی گہرائیاں ہیں۔ اسرار و رموز کا ایک ایسا خزانہ جو انسانی عقل صرف کہانیوں کی شکل میں ہی قبول کر سکتی ہو۔ حقیقتوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور اپنے حواس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ آس پاس کے بکھرے مناظر دیکھ کر تو یہ احساس ہوتا تھا کہ اس حسین جگہ زندگی گزارنے کی آرزو کی جا سکتی ہے۔ ایسی خوابناک نیلاہٹیں صرف خواب میں ہی دیکھی جا سکتی ہیں۔ بلکہ ایسے خوابوں میں جو معدے کی بدہضمی کا نتیجہ نہ ہوں بلکہ زندگی کی امنگوں سے تعلق رکھتے ہوں لیکن خوابوں کی اس سرزمین میں انسانی وجود کی کیا گنجائش ہے۔ میں نے یاد کیا کہ چپگاڑ نے مجھے ہشار کا غلام بنا دیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ میں ہشاریہ کی سرزمین پر ہوں۔ جہاں تک بات میرے علم میں ہے۔ یہ سرزمین زمین کا دوسرا طبق تھی۔ دادی اماں کی کہانیاں، ادیبوں کے قصے، اپنی جگہ زمین کے دوسرے طبق کا تصور ہی بڑا عجیب سا تھا۔ بہرحال میں جس طلسم میں آ پھنسا ہوں کیا اس کے بعد یہاں سے نکلنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ زبک جوزیکا کا سہارا حاصل کرنے کے بعد اپنی منزل کی جانب چل پڑا ہوگا۔ کون جانے وہ اپنے وعدے کی تکمیل کرنے کے بارے میں سوچے یا نہیں۔ ہے تو انسان ہی نا اور انسانی فطرت ہے کہ پہلے وہ اپنے بارے میں سوچتا ہے اور پھر کسی دوسرے کے بارے میں۔ نہیں مشکل آ گئی اور اس سے بچنا بس کیا کہا جا سکتا ہے۔ میری زندگی بڑی عجیب سی ہو گئی تھی اور میں اپنے آپ پر لعنت بھیج رہا تھا۔ زمین کی خوش رنگیاں سندھ کے مخصوص مناظر کراچی دلکش، میرے وطن کے چھوٹے چھوٹے شہر جہاں زندگی کا ایک مخصوص انداز تھا۔ باپ، بھائی، بہن، انکل ظاہر علی وران بد بخت لالچی فطرت سویرا جسے شام بنا دیا گیا تھا۔ ساری باتیں یاد آتیں تو دل مضمحل ہو جاتا لیکن بہرحال ان نیلاہٹوں کا اپنا ایک مقام تھا۔ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ آہ...... کاش! اس نیلی زمین پر کوئی زندگی تو نظر آئے۔ کوئی انسان تو ملے جس سے میں اس کے بارے میں کچھ پوچھوں ہر طرف سنسان علاقے پڑے ہوئے ہیں۔ نیلی گھاس نیلے درخت بس یوں لگتا تھا جیسے کسی تیز نائیٹ بلب کی روشنی نے ماحول کو اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔ نیلے رنگ میں رنگی ہوئی چٹانیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان نیلی گھاس لہلہا رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک کھڑا رہا اس کے بعد گہری سانس لے کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کافی دور نکلنے کے بعد مجھے ایک جھیل نظر آئی۔

ن کا پانی نیلا تھا۔ میں بے اختیار اس کی جانب کھنچا ہوا چلا گیا اور اس نیلی جھیل کے کنارے پہنچ یا۔ تب ہی اچانک میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں نے اس نیلی جھیل کے کنارے ایک انی جسم کو دراز دیکھا۔ مختصر سے لباس میں ملبوس ہاتھ میں ایک لمبی سی چھڑی لئے رخ دوسری ب اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو دل میں ہچکچاہٹ محسوس ہوئی کوئی مرد نظر تا تو اس سے قربت بھی بہتر ہوتی۔ لیکن وہ لڑکی تھی پتہ نہیں مجھے دیکھ کر کیا سوچے۔ اس نے غالباً ے قدموں کی آواز سن لی۔ پلٹ کر دیکھا اور میری آنکھیں جیسے خود بخود بند ہو گئیں۔ حسن و ال کا ایک ایسا شاہکار نگاہوں کے سامنے آیا تھا جسے دیکھ کر آنکھوں کے راستے دل میں سمو لیا ے۔ سورج کی تپش نے زمین پر رہنے والوں نے جانے کون کون سی شکلیں دے دی ہیں۔ لیکن رج کی تپش سے محفوظ اس سرزمین کی یہ حسینہ حسن کی ان تمام مثالوں سے آراستہ تھی۔ جو انسانی ن میں آ سکتی ہیں۔ اس کے حسین ہونٹوں پر ایک حیرانی چپکی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں یقین رنے والے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ چند قدم آگے بڑھی اور اس کے قریب پہنچ کر لا۔

”تو...... تو کون ہے؟“ یہ آواز تھی یا پانی بھرے پیالوں کی کھنک لیکن بہرحال جواب نا ضروری تھا۔ حسن و جمال کی تعریف میں ہی وقت نکل سکتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”تیری اس سرزمین کا اجنبی۔“

”اجنبی۔“

”ہاں۔“

”تو کہاں سے آیا ہے تو ہم سے الگ لگتا ہے۔“

”ہاں میں تجھ سے الگ ہوں۔“

”لیکن تو بہت خوبصورت ہے۔ بڑا پرکشش اور عجیب۔“

”ہاں مجھے بھی تو ایسی ہی لگتی ہے۔“

”یقیناً بلندیوں سے آیا ہے۔ ویسے ہشاریہ کی مملکت میں اس کے غلام ہی داخل ہو ہیں۔ کیا تو ہشاریہ کا غلام ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں ہشاریہ کو بے پناہ گالیاں دے ں۔ لیکن بہرحال دل کی بات اور ہوتی ہے۔ دل کے خلاف کرنے سے فائدے ہی فائدے

ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اب جو صورت حال تھی اسے بھی بہرحال دیکھنا ہی تھا۔ میں نے کہا۔

"اور اپنے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتائے گی تو کون ہے؟"

"میرا نام پارنا ہے۔" لڑکی نے جواب دیا اس کی آنکھوں کی کیفیت بتاتی تھی کہ وہ مجھے انتہائی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔ لیکن بہرحال اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ سارے کھیل تو زندگی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔ جو مجھے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتا تھا وہ میرے لئے اب صرف ایک تصور بن کر رہ گیا تھا۔ اچانک ہی مجھے ایک آواز سنائی دی۔ کوئی دوسری لڑکی پارنا کو پکار رہی تھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں ایک اور لڑکی نظر آئی۔ غالباً وہ کسی ٹیلے کی آڑ سے نکلی تھی مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی اور پھر دوڑ کر وہ میرے قریب پہنچ گئی وہ بھی مجھے اسی انداز سے دیکھ رہی تھی جیسے اس نے زندگی میں پہلی بار کسی انسان کو دیکھا ہو۔ پھر وہ لڑکی کی طرف رخ کر کے بولی۔

"پارنا یہ کون ہے اور یہاں کہاں سے آ گیا؟"

"پتہ نہیں۔ میں نے اسے اسی جگہ دیکھا ہے۔"

"کون ہے تو اجنبی...... کیا تو ان میں سے ہے جو زرغون کی قربت سے بچ گئے ہیں اور غاروں اور سوراخوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اگر تو ان میں سے نہیں ہے تو پھر تو یہاں کہاں سے آیا۔ کیا یہ نہیں جانتا کہ کسی بھی نوجوان شخص کو اب شوالیہ میں نہیں دیکھا جاتا کیونکہ تمام نوجوان زرغون کے ساتھ بلندیوں پر جا چکے ہیں۔ کسی مرد کا یہاں شوالیہ کی سرزمین پر نظر آنا کس قدر خوف کا باعث ہو سکتا ہے۔ کیا تو یہ بات جانتا ہے پھر وہ پارنا کی طرف مڑ کر بولی اور تو نے بھی اس سے یہ سوال نہیں کیا۔"

"ہاں میں بھول گئی تھی۔"

"کیا تو یہ نہیں جانتی کہ بھولنے کی سزا کیا ہوتی ہے؟" میں نے اچانک ہی ان دونوں کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"شوالیہ کی حسیناؤ! میں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں پہلے تو یہ بتاؤ کہ کیا تم میری کوئی مدد کر سکو گی؟"

"بالکل نہیں۔ جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ تو ہشاریہ کی مرضی سے یہاں آیا ہے ہم تجھ سے کوئی تعاون نہیں کریں گے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اپنی طرف مائل نہیں کر سکا۔"

"تو آیا کہاں سے ہے یہ بتا؟"

"تمہارا کہنا بالکل درست ہے میں بلندیوں سے یہاں تک پہنچا ہوں اور یہ دیکھ کر میں ریہ کا غلام بن چکا ہوں۔ ایک چمگادڑ مجھے یہاں تک اڑا کر لائی ہے۔"

"ہمیں تو اس بات کی پریشانی ہے کہ تیری وجہ سے ہم کسی خطرے کا شکار نہ ہو یں۔"

"اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لئے کسی مناسب جگہ کا بندوبست کرو اور ے بارے میں کوئی فیصلہ کرو۔" دونوں لڑکیاں پریشانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھنے ں۔ پھر پارنا نے کہا۔

"آؤ...... تم ہمارے ساتھ آؤ۔" میں محسوس کر رہا تھا کہ لڑکیوں کی نگاہوں میں میرے پسندیدگی کے جذبات بھی ہیں لیکن وہ خوفزدہ بھی تھیں۔ وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے ایک غار میں ل ہو گئیں۔ جو چٹان کے عقب میں بنا ہوا تھا۔ پارنا نے کہا۔

"کچھ وقت تمہیں یہاں گزارنا ہو گا لیکن خبردار یہاں سے نکلنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ را جو ہو گا سو ہو گا ہی ہمیں بھی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ فی الحال تمہیں یہاں چھپ کر ڑے گا۔ ہم ضرورت کی ہر چیز تمہیں یہاں دے دیں گے۔"

"تمہارا بے حد شکریہ۔ میں بھوکا ہوں۔" پارنا نے دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے ا۔

"اس کے لئے کچھ کھانے کو لاؤ۔ میں اپنا فرض پورا کروں گی اور اگر ضرورت پڑی تو نہیں آواز دے لوں گی۔" دوسری لڑکی گردن جھکا کر پلٹ گئی لیکن دروازے تک پہنچ کر وہ ڑ کر بولی۔

"پارنا! تم تنہا اس کی حقدار نہیں ہو۔"

''میں جانتی ہوں۔'' پارنا نے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں نفرت کے ڈورے میں نے بخوبی دیکھ لئے تھے۔ میرے ہوش وحواس گم ہونے لگے۔ گویا یہاں میری بندر بانٹ شروع ہوگئی تھی۔ دوسری لڑکی نے عمدہ قسم کا کھانا پیش کیا اور اس وقت نجانے مجھ پر کیا کیفیت طاری تھی کہ میں کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ اچھی طرح کھانے کے بعد میں نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

''اب میں کچھ دیر تک آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' پارنا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور باہر نکل گئی۔ میں غار میں تنہا رہ گیا تھا لیکن پریشانیاں عروج پر تھیں۔ میں نے سوچا تھا کہ کھانے کے بعد دوسری سی غنودگی نیند طاری کردے گی لیکن تنہائی ملی تو بے شمار خیالات مجھ پر مسلط ہوگئے۔ سب سے زیادہ مجھے زبک کی غیر موجودگی پریشان کر رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر زبک میرے ساتھ ہوتا تو اس وقت صورت حال ہی مختلف ہوتی۔ کم از کم میرے اندر خود اعتمادی تو ہوتی۔ بہر حال اب اس وقت بہت سے مسائل نگاہوں کے سامنے تھے۔ ہشاریہ جو ایک خوفناک جادوگرنی تھی' یقینی طور پر چمگادڑ نے اسے میرے یہاں آنے کی اطلاع تو دے دی ہوگی پھر یہ دونوں بیوقوف لڑکیاں جو جوانی کی ضرورتوں سے سرشار تھیں' ان کی آنکھیں مجھے بڑی عجیب لگ رہی تھیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح سے اپنے آپ کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں۔ بظاہر تو کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا حادثے کے تحت ہی ہوا تھا۔ بہر حال زبک اگر مل جائے تو بہت سی مشکلات حل ہوجائیں گی۔ پھر غالباً نیند نے باقی احساسات کو شکست دے دی اور میں عارضی طور پر تمام پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جب آنکھ کھلی تو نجانے کتنا وقت گزر چکا تھا۔ جاگنے کے بعد بھی یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ جاگنے کی وجہ کیا ہے۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر وجہ بھی میری سمجھ میں آگئی۔ کوئی میرے بہت ہی قریب موجود تھا اتنا قریب کہ میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں نے اپنے قریب اس وجود کو ٹٹول کر دیکھا اور بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے بعد میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب ہی مجھے پارنا کی آواز سنائی دی۔

''یہ میں ہوں بلندی کے اجنبی۔''

''پارنا تم یہاں کیا کر رہی ہو۔'' میں نے جھلا کر کہا اور پارنا کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

''پارنا! میں نے تم سے پوچھا ہے تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''کیا تجھے اپنا جاگنا برا لگا ہے۔''

''ہاں...... بہت برا لگا ہے۔ تم مجھے ضرور مروادوگی۔ میں یہاں کسی برے مقصد کے نہیں آیا۔''

''برا مقصد کیا ہوتا ہے۔ کیا انسان ایک دوسرے کی قربت نہیں چاہتا۔''

''اچھے ایک بات بتاؤ۔ کیا یہاں میری طرح کے دوسرے مرد موجود ہیں۔ اس وقت تو نے تمہاری باتوں پر غور نہیں کیا تھا لیکن اب مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہاں مردوں کا وجود ہے۔''

''میں ابھی تمہیں یہ ساری باتیں نہیں بتاؤں گی۔'' اسی وقت باہر سے دوسری لڑکی کی ز سنائی دی۔

''پارنا! کیا تو ساری رات یہیں گزار دے گی۔ جانتی ہے باہر کیا ہو رہا ہے۔ دل تو چاہتا کہ تجھے اس بات سے آگاہ نہ کروں اور تلاش کرنے والیاں تجھ تک پہنچ جائیں۔'' دوسری لڑکی کی آواز میں رقابت نمایاں تھی۔

''تلاش کرنے والیاں۔'' پارنا کے لہجے میں خوف ابھر آیا۔

''بیوقوف! یہ شخص تو باقاعدہ ہشاریہ کا مہمان ہے اور ہشاریہ کی طلبی پر یہاں پہنچا ہے تو اسے مال غنیمت سمجھ کر اپنے قبضے میں کرنے کے چکر میں تھی۔ اب ذرا باہر والوں کا نظارہ کر ے ہر جگہ تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔'' یہ الفاظ میں بھی سن رہا تھا اور انہیں سن کر میرے ذہن میں اطمینان سا نمودار ہوتا جا رہا تھا اس کا مقصد ہے کہ ہشاریہ نے مجھے باقاعدہ یہاں بلایا ہے۔ طور پر چمگادڑ نے بلاوجہ ہی یہ سب کچھ نہ کیا ہوگا۔ دوسری لڑکی نے آہستہ سے کہا۔

''بلندی کے اجنبی! تو نے مجھے پہلے یہ بات نہیں بتائی تھی کہ تو ہشاریہ کا باقاعدہ مہمان ۔ بہر حال اب تو تیری حیثیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ بھلا تجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ تو پھرے' جا باہر جا اور سن' میں نے تیرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔ تو نے اگر ہشاریہ کو ہم نوں کی ان کاوشوں کے بارے میں بتا دیا تو ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی بلکہ کردی جائیں گی۔ تم اس کے سامنے ہمارا نام ہرگز نہ لینا۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کر لیا تو ہم زندہ رہ سکیں گیں۔ باہر ہماری سردار سرغا موجود ہے۔ وہ تجھے تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ مناسب تو اس سے یہی کہنا کہ یہاں آنے کے بعد تو نے تھکن محسوس کی اور اس غار میں داخل ہوگیا۔

اس غار کا دوسرا راستہ ہے جس سے میں باہر نکل جاؤں گی۔ اگر ہماری زندگیاں بچانا چاہو تو ایسا کرنا جیسا ہم نے کہا ہے اور اگر تم ہم سے کسی طرح سے بھٹکے ہوئے ہو تو تمہاری مرضی۔'' دوسری لڑکی بھی پارنا کے قریب آ گئی تھی اور دونوں لڑکیاں غار کے دوسرے حصے سے باہر نکل گئیں۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ بھلا مجھے کیا پڑی تھی کہ ان بے چاری لڑکیوں کو زندگی سے محروم کر دوں۔ صورت حال کافی حد تک میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ بہر حال میں خود ہی غار سے باہر نکل آیا۔ وہی مدھم نیلاہٹیں پھیلی ہوئی تھیں۔ بے شک رات کا وقت تھا اور اس کا اندازہ ان نیلاہٹوں میں کچھ دھندلاہٹوں سے ہوتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں چاند ہی نہیں سورج بھی نکلتا ہے۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ کافی فاصلے پر مخصوص قسم کے لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کا ایک غول گھومتا نظر آ رہا تھا۔ یہ خاص قسم کے لباس یقیناً وردیوں کی شکل میں تھے اور خصوصیت یہ تھی کہ ان کا انداز بے حد عجیب تھا اور پھر میں نے انہی میں ایک دراز قامت دوشیزہ کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا چمکدار نیزہ دبا ہوا تھا۔ اس کا قد کسی بھی طرح چھ فٹ سے کم نہیں تھا۔ غالباً یہی ان کی سردار سرغا تھی۔ جس کا ابھی حوالہ دیا گیا تھا۔ پھر انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور میری طرف اشارہ کر کے شور مچانے لگیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد انہوں نے میری جانب دوڑ لگا دی تھی اور پھر وہ میرے چاروں طرف پھیل گئیں۔ سردار سرغا بھی یہیں آ گئی تھی۔ اس کی چال بڑی پر وقار تھی۔ اپنی جسامت اور شخصیت کے مطابق وہ بلاشبہ ایک شاندار شخصیت لگتی تھی اور پھر اس نے قریب پہنچ کر میرا چہرہ غور سے دیکھا۔ ویسے اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ شوالیہ کی سرزمین کی یہ لڑکیاں حسن و جمال میں بے مثال تھیں اور زمین پر رہنے والیاں کسی بھی طور نقش و نگار اور دلکشی میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں دوسری بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ سرغا کے چہرے سے ذہانت ٹپکتی نظر آتی تھی اور بلاشبہ وہ دوسری لڑکیوں کی نسبت بے حد نمایاں تھی۔ اس کا لہجہ نرم اور آنکھیں جھیل جیسی گہرائیں رکھتی تھیں۔ جیسے ان میں بہت سے تجربات شامل ہوں۔ اس کا لہجہ بھی نرم اور پر وقار تھا۔ اس نے کہا۔

''ہشاریہ کے غلام شوالیہ میں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے میں تیرا استقبال کرتی ہوں اور چونکہ تجھے ہشاریہ نے خود طلب کیا ہے' میں تجھے یہ بتاؤں کہ یہاں وادیٔ افسوں میں تیری حاضری کا کوئی دن متعین نہیں کیا گیا ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ یہاں تیری پذیرائی کریں تجھے

کا مقام دیں اس لئے ہم تجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ آؤ میرے ساتھ چلو اور منتخب جگہ ...م سے رہو اس وقت تک جب تک کہ ہشاریہ تجھے اپنے حضور طلب نہ کرے۔ ہم رسم میزبانی ...ریں گے۔ ہم تجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ کچھ دیر بے شک ہو گئی۔ اگر تجھے کوئی تکلیف ...ہو تو اس کے لئے ہم معافی چاہتے ہیں۔ آؤ.....'' وہ اس طرح آگے بڑھی جیسے میں ہر قیمت ...ے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن ضروری بھی یہی تھا۔ بہر حال میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ سرغا ...مختصر سفر اپنے مخصوص انداز میں طے کیا تھا۔ وہ آگے تھی اس کے پیچھے میں اور باقی تمام لڑکیاں ...ے کوئی دس گز پیچھے تھیں۔ تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے حسین ترین عمارتیں نظر آنے ...ا۔ جن کے در و دیوار نیلے تھے اور ان کا طرز تعمیر بھی انتہائی حسین اور بالکل الگ تھا۔ جس ...ت میں ہم گئے وہ باہر اور اندر دونوں طرف سے بہت ہی شاندار تھی۔ طرز تعمیر میں بے شک ...نہیں تھی لیکن اسے جس انداز سے آراستہ کیا گیا تھا وہ میرے لئے بالکل نیا تھا۔ بہت بڑے ...ں جہاں روشنی کی مشعلیں نصب تھیں' ان مشعلوں پر کوئی ایسی چیز چڑھی ہوئی تھی جن سے ان ...ں کی روشنی منعکس ہو کر اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آرام و آسائش کے لئے ہر وہ ...جود تھی جس کا تصور کیا جا سکے۔ سرغا کے ساتھ جو دوسری عورتیں آئی تھیں۔ وہ اس عمارت کے ...ارہ گئی تھیں۔ سرغا نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی ویسے میں یہ خاص طور سے محسوس کر رہا تھا کہ ...ان حالات میں ان عورتوں کے جواب کیا ہوں گے۔ لیکن پارنا اور دوسری لڑکی کی جو جذباتی ...ت ہوئی تھی' سرغا کے انداز میں ایسی کوئی خاص چیز نہیں پائی گئی تھی نہ اس کا لہجہ تلخ تھا نہ انداز ...انہ لیکن محسوس یہی ہوتا تھا جیسے مجھے اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ اس نے مجھے بیٹھنے کی ...ا کی اور بولی۔

''یہ تمہاری آرام گاہ ہے اور فی الحال یہاں تم مکمل طور پر آزاد ہو۔''

''سرغا ہے تمہارا نام۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔''

''سرغا مجھے ایک بات بتاؤ؟''

''نہیں۔'' اس نے میرا سوال پوچھنے سے پہلے ہی منع کر دیا۔

''کیا نہیں؟''

”میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔“

”کیوں؟“

”مجھے معاف کرنا یہ میرے لئے ہدایت ہے۔“

”کس کی؟“

”میں نے کہا نا یہ بھی سوال ہے۔“

”لیکن سرغا! تمہیں کم از کم ایک اچھے میزبان کی حیثیت سے مجھے اطمینان تو دلانا چاہئے۔“

”اگر اس کا وقت آیا تو تم مجھے ایک بہترین میزبان پاؤ گے۔“

”وقت آیا سے کیا مراد ہے تمہاری؟“

”سوال ہے یہ؟“ وہ مسکرائی۔

”کم از کم اس سوال کا جواب تو دیا جا سکتا ہے۔“ اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر بولی۔

”ہم میں سے ہر لڑکی یہاں صرف ہشاریہ کے حکم کی پابند ہوتی ہے۔ جب تک کسی سلسلے میں اس کا حکم ہمیں نہ ملے ہم اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے ایک برا مقام نہیں دو گے۔“

”دل تو چاہتا ہے کہ تم سے بہت کچھ پوچھوں لیکن تم ہر سوال کے جواب میں انکار ہی کر دیتی ہو۔“

”میں نے تمہیں اپنی مجبوری بتا دی ہے۔“

”ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی پوری رات نہیں سویا تھا لیکن اس وقت بھی انداز ایسا تھا جیسے نیند بھر گئی ہو۔ نجانے کیوں اندرونی طور پر ایک عجیب سی توانائی کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر ان عورتوں کی تفصیل مجھے یاد آ گئی۔ جواب تک مجھے ملی تھیں۔ غور کیا جاتا تو یہ ایک بہت بڑا عجوبہ تھا۔ ہشاریہ نے اپنی سرزمین یعنی شوالیہ سے مرد کا وجود ختم کر دیا تھا اور یہاں صرف عورتیں ہی عورتیں پائی جاتی تھیں۔ ایک مرد کے یہاں آ جانے سے ان عورتوں کے اندر جو ہیجان خیزی پیدا ہو گئی تھی وہ فطرت کا ایک حصہ تھی۔

...کے علاوہ میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ ساری کی ساری جوان عورتیں ہیں۔ ایک بھی عمر رسیدہ نظر ...آتی تھی۔ ہشاریہ نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے یہ تو ایک عارضی سی بات ہے۔ زندگی کے ...کے لئے قدرتی عمل ضروری ہوتا ہے۔ دفعتاً ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔ اس ...گرنی نے کہیں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس سے وہ صرف مصنوعی عورتیں پیدا کرتی ہو۔ ہو سکتا ہے ...ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو میں ذہنی انتشار کا شکار تو تھا' نجانے کتنی دیر اسی ...گزر گئی پھر باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ ایک اور لڑکی اندر داخل ہوئی تھی۔ بہت ہی حسین ...میں ملبوس انتہائی قیمتی زیورات پہنے ہوئے۔ میں نے اسے دیکھ کر آنکھیں پھاڑ دیں کیونکہ ...جو میں نے اس پر غور کیا تو یہ وہی لڑکی سرغا تھی۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے مسکراتے ہوئے ...۔

”شوالیہ میں تیری آمد نجانے کس کس کے لئے باعث دلکشی ہے۔ اگر تو باہر آزاد رہتا تو ...وجود خطرے میں پڑ جاتا ورنجانے تجھے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ہشاریہ کے مہمان ...نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ ہماری مملکت میں تجھے کوئی نقصان پہنچے۔“ میں گہری نگاہوں سے ...عورت کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ نرم اور سنجیدہ نظر آئی تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے کی ...تیں بتاتی تھیں کہ اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ بہرحال اس پاتالی مملکت میں میرے اوپر بہت برا ...آ پڑا تھا۔ باہر کی دنیا کے لوگوں کو اگر یہاں کی کہانیاں سنائی جائیں تو نجانے ان کا کیا حشر ...لکن ہے میری دنیا کے بے شمار جوان شوالیہ کی تلاش میں نکل پڑیں بہرحال میں سوچ رہا تھا کہ ...مجھے کیا کرنا چاہئے کہ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کچھ لوگوں کی پرانی باتیں یاد آ گئی ...کہ عورت بہرحال عوت ہوتی ہے۔ اگر مرد التفات کا اظہار کرے تو اسے موم بنایا جا سکتا ہے۔ ...انہ اس لڑکی سے کوئی معلومات حاصل کی جائے۔ وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر آ کر بیٹھ گئی اور ...نے مجھ سے کہا۔

”اب بتا تجھے کس کس چیز کی ضرورت ہے؟“

”نہیں میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔“ میں نے کسی قدر ناراضگی سے کہا اور وہ چونک پڑی۔

”ارے کیوں؟“

”تو نے خود تھوڑی دیر پہلے مجھ سے کیا کہا تھا؟“

"کیا کہا تھا؟"

"یہی کہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا۔"

"وہ تھوڑی دیر پہلے کی بات ہے۔"

"اور اب؟"

"اب میں تیرے پاس آئی ہوں تیرا دل بہلانے کے لئے اور تو مجھ سے جو چاہے سوال کرسکتا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے۔"

"اور بھی بہت سی خوشی کی باتیں تجھے سننے کو ملیں گی۔ اصل میں ہشاریہ کے مہمان کبھی کسی طرح دکھی رہ ہی نہیں سکتے۔"

"تمہارا شکریہ سرغا! میں اس عجیب وغریب دنیا کو دیکھ کر شدید حیران رہ گیا ہوں۔ ہم سطح زمین پر رہنے والے ایسی دنیا کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

"ایک بات مجھے ہشاریہ نے بتائی ہے۔ اگر وہ سچ ہے تو مجھے اس کے بارے میں بتا۔"

"کیا؟"

"سوال تو میں تجھ سے کرسکتی ہوں نا۔"

"ہاں...... میں تیری طرح بداخلاق نہیں ہوں۔"

"تم بداخلاقی کی بات نہ کرو یہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟"

"کامران۔"

"کا...... کام...... را...... ران" اس نے میرے نام کے ٹکڑے کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔"

"اور تمہارا تعلق کسی اور بستی سے ہے۔"

"ہاں۔"

"مجھے ایک بات بتاؤ۔ تمہارا تعلق بلندیوں سے بھی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"بلندیاں۔ یعنی جہاں سے تم یہاں تک آئے ہو۔ میں نے ایک لمحے کے لئے حیرانی سے سوچا۔ وہ جو سوال کر رہی تھی وہ بہت گہرا تھا۔ لیکن مجھے اس سوال کا جواب دینا تھا۔ میں نے کہا۔

"تیری بات ہی میری سمجھ میں نہیں آئی سرغا!"

"دیکھو یہ شوالیہ ہے ہشاریہ کی سرزمین! اوپر کی دنیا میں زرغون ہے۔ مگر ہشاریہ کا خیال ہے کہ تم تیسری دنیا کے انسان ہو۔ مجھے بتاؤ کیا یہ غلط ہے؟" ایک لمحے کے لئے میں سوچ میں ڈوب گیا۔ میں نے کہا۔

"دیکھو...... میں تمہیں بتاؤں۔ کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں جن کا جواب آسان نہیں ہوتا۔ تم مجھ سے سوال کروگی تو میں تمہاری طرح تمہیں یہ جواب دوں گا کہ براہ کرم مجھ سے یہ سوال نہ کرو۔" وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر وہ بولی۔

"ایسا کوئی عمل میں نہیں کرنا چاہتی جو تیرے لئے پریشان کن ہو۔ ویسے تو اس بات کا غور کرکہ تو ہمارے لئے کیا چیز ہے۔ اگر تو باہر کی دنیا میں نکل جائے۔ میرا مطلب ہے عورتوں کی دنیا میں تو تیرے لئے خونریز جنگ ہوجائے اور جو عورت طاقتور ہو وہ تجھ پر اپنا حق ظاہر کردے۔ لیکن ابھی تو دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آیا اور میں یہ چاہتی بھی نہیں کہ تیرے لئے یہاں ہنگامہ آرائی ہو۔"

"مگر ایسا کیوں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آہ...... تو نے ابھی مجھ سے ایک بات کہی تھی۔"

"کیا؟"

"یہی کہ ہر سوال کا جواب ممکن نہیں ہوتا۔"

"تو پھر تو کیوں اس طرح سے مجھے بیوقوف بنانے آگئی ہے سرغا! پہلے بھی تو نے یہ الفاظ کہے تھے اور اب بھی یہ الفاظ کہہ رہی ہے۔"

"میں نے بھی تو تجھ سے کچھ سوال کیا تھا۔"

"میں تجھے اس کا جواب دے دوں گا لیکن یہ نہ سمجھ میں اس کے لئے مجبور ہوں۔"

''آہ...... واقعی تو مجبور نہیں ہے۔'' اس نے کہا اور خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔
تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔

''اچھا یہ بتا کہ کیا تجھے زرغون کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔''

''زرغون کے بارے میں میں زیادہ نہیں جانتا۔''

''وہ ہشاریہ کا بھائی ہے۔''

''اتنا مجھے معلوم ہے۔''

''اور وہ ہشاریہ سے چھوٹا ہے۔''

''ہاں...... یہ بھی میں جانتا ہوں۔''

''اسے سرداری نہیں مل سکتی۔ اسے کم از کم شوالیہ میں سرداری نہیں مل سکتی لیکن وہ حکومت کا خواہش مند ہے۔''

''ہاں۔ اتنی بات مجھے کسی نے بلندیوں پر بتائی تھی۔''

''اور وہ اپنی قوتوں کو ساتھ لے کر بلندیوں تک پہنچا ہے۔''

''ہاں۔ میں اسے دیکھ چکا ہوں۔''

''وہ چاہتا ہے کہ وہاں اپنی مملکت قائم کرے اور کیا تجھے یہ بات بتاؤں کہ اپنے ساتھ وہ قوت کے حصول کے لئے یہاں سے سارے مردوں کو لے گیا ہے اور اب یہاں مرد نہیں ہوتے۔ صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں۔''

''اوہ...... تو شوالیہ کے سارے مرد اوپر چلے گئے ہیں۔''

''ہاں۔ اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ کسی بھی جگہ مردوں کی موجودگی ایک مستحکم حیثیت رکھتی ہے لیکن شوالیہ میں اب مرد نہیں ہوتے۔''

''یہ تو واقعی بڑی عجیب بات ہے۔''

''اسی لئے کسی تنہا مرد کی زندگی یہاں محفوظ نہیں ہے۔''

''میں سمجھ رہا ہوں۔''

''لیکن ہشاریہ کے مہمان تجھ پر بھی کچھ لازم ہے۔''

''کیا؟ مجھے بتایا جائے۔''

''یہی کہ تو اپنے آپ کو محدود رکھ اس وقت تک جب تک کہ خود ہشاریہ تجھے طلب نہ
''

''اوہو...... تمہارا مطلب ہے سرغا! کہ میں یہاں قید رہوں۔''

''اسے قید نہ سمجھ۔ کیا قید خانے اتنے خوبصورت ہوتے ہیں۔ تو نے شوالیہ کے قید
ں دیکھے۔''

''کیا شوالیہ میں قید خانے بھی ہیں؟''

''یہاں کیا نہیں ہے۔''

''مگر ان میں قیدی کون ہوتا ہے؟''

''وہ جو ہشاریہ کا مجرم ہو۔''

''ان قیدیوں میں مرد بھی ہوں گے؟'' میں نے سوال کیا اور سرغا کسی سوچ میں ڈوب
ر بولی۔

''نہیں قیدی مردوں کو بھی زرغون اپنے ساتھ لے گیا ہے۔''

''تو مطلب یہ ہے کہ یہاں کے قید خانوں میں بھی عورتیں ہیں۔''

''اب نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''ہشاریہ اپنی مملکت کی مکمل حکمران ہے۔ کوئی اس سے منحرف نہیں ہے۔''

''ہوں...... تو اب یہ بتا میرے لئے کیا حکم ہے ہشاریہ کا۔''

''بس اتنا سا کہ تو اپنے آپ کو محدود رکھ۔ یہاں سیر و سیاحت کی خواہش نہ کر کیونکہ خود
لئے مشکل پیدا ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی یہ ہشاریہ کا حکم ہے تیرے لئے اور اس نے مجھے
ا ہے کہ میں تیرے لئے ہر خوشی مہیا کر دوں وہ جو تو چاہے۔ لیکن تجھ سے کہوں کہ تو باہر نہ

''ایک سوال کر سکتا ہوں۔''

''اب تو اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے کہا اور مسکرا دی۔ اس میں
ں نہیں ہے کہ یہ سحر کی سرزمین ہر طرح سے دلوں کو خوش کرنے کی قوت رکھتی تھی۔ یہاں

کچھ بھی ہوتا انسان بری طرح بھٹک سکتا تھا۔ بہرحال میں اس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ میں ب
محسوس کر رہا تھ کہ اس نے اپنے اندر جو تبدیلی پیدا کی ہے وہ بے مقصد نہیں ہے۔ یہاں کی صورت
حال میری سمجھ میں ارہی تھی اور یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا خاص طور سے کہ یہ زرغون کیا چیز ہے
بہرحال زرغون اور ہشاریہ کے درمیان ایک دلچسپ چپقلش تھی جسے اگر کہانی کی شکل دی جائے
دنیا کی حیرت انگیز کہانی بن سکتی ہے۔ یعنی زرغون حکومت چاہتا تھا اور ہشاریہ نے شوالیہ پر اپنا قبضہ
جما کر اسے بلندیوں پر بھیج دیا تھا۔ نیچے عورتوں کی حکومت تھی اور اوپر مردوں کی۔ کیا ہی عجیب بار
تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب زبک کا کیا ہوگا۔ بہرحال میں اس سے معلومات حاصل کر
رہا اور وہ مجھ ہر بات بتاتی رہی۔ اس کی لگاوٹ بھری مسکراہٹ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ بھی ا
عورتوں سے مختلف نہیں ہے جن کا تذکرہ کر رہی ہے اس کی آنکھوں میں بھی سرخ ڈورے تیر ر
تھے اور اگر میرے جسم کا کوئی حصہ اسے چھو جاتا تو وہ لرز اٹھتی لیکن بہرحال میں محفوظ تھا چونکہ ہشار
نے مجھے اپنا خادم خاص بنا کر رکھا تھا اور اس وقت تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک
میں ہشاریہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں لیکن یہ بات میں نہیں جانتا تھا کہ ہشاریہ
چمگادڑ کے ذریعے مجھے یہاں کیوں طلب کیا ہے۔ ویسے زیکا نے جو تفصیلات بتائی تھیں پتہ نہ
اس میں ہشاریہ کا یہ عمل کیا حیثیت رکھتا تھا۔ آہ...... کیا ہی بری بات ہوئی ہے۔ کاش میں ز
سے کہہ دیتا کہ وہ کسی بھی قیمت پر مجھ سے دور نہ رہے پتہ نہیں بے چارہ کیا کر رہا ہو اور یہ پتہ
بعد میں چل چکا تھا کہ زبک اس دوران کیا کر رہا تھا۔

O

زبک کی مکمل کہانی بہت بعد میں میرے علم میں آئی تھی لیکن اسے اس داستان کا حصہ
بڑا ضروری ہے۔ جہاں زبک کو لے جایا گیا تھا وہاں خیموں کا ایک شہر آباد تھا اور زبک کے لئے
ایک خیمہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ کیوں اب وہ زرغون کا منظور نظر تھا لیکن زبک بھی میری طرح
ے لئے غیر مطمئن تھا۔ وہ اس وقت صرف یہ چاہتا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے میں اسے مل
ں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ سرزمین شیلاس پر میری ناواقفیت زبک کے لئے بڑی
شان کن تھی۔ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ زرغون کس طرح شیلاس کی آبادیوں کے لئے ایک خونخوار
ندہ ہے اس کا شیطانی لشکر شیلاس کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کو فنا کرنے کے درپے تھا اور زبک اس
ن یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ صندل کے تابوت کو حاصل کرنے کے بجائے وہ اپنی سرزمین کے
اں کو زرغون کی درندگی سے بچائے۔ اس طرح سے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اس کا
ر یہ حیات کچھ وقت کے لئے تبدیل ہو گیا تھا۔ ادھر اس کے وجود میں پیوست زیکا ہر وقت اس
کا ذہن پر مسلط نہیں رہتا تھا۔ زیکا نے اس سے کہا تھا۔ ”میرے عزیز دوست! یہ نہ سمجھنا کہ تیرے
ن میں داخل ہونے کے بعد میں تیرے دماغ کی ان گہرائیوں کو بھی ٹٹولوں گا جن میں تیری عمر کی
ائیں بند ہیں۔ یہ میرا عرف ہے اور یہ میرا عمل ہے۔ میں صرف تجھ سے جو چاہتا ہوں اسی حد
تیری ذات پر تسلط قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”میری ذات کی کہانی بہت مختصر ہے زیکا! جیسا کہ میں تجھ سے کہہ چکا ہوں میری ایک
ب ہے لیکن یہاں شیلاس کی ان بستیوں میں، میں نے اپنی عمر کے طویل حصے کو گزارا ہے۔ وہ
ے جو زرغون کی درندگی کا شکار ہو رہے ہیں میرے اپنے لوگ ہیں۔ میرے جسم میں بھی وہی خون
رہا ہے جو ان کے جسموں میں لیکن کچھ چیزیں مجھے پریشان کئے ہوئے ہیں۔ مثلاً وہ جو مجھ سے
ہو گیا ہے میں نہیں چاہتا کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔ تو یہ سمجھ لے زیکا کہ وہ صرف میرا ہاتھ پکڑ
یہاں تک چلا آیا ہے۔ ورنہ وہ سرزمین شیلاس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ تو اس
کی دنیا کا آدمی ہے۔“

''میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں یہ سب کچھ جانتا ہوں لیکن میں مختصر الفاظ میں تجھے بتاؤں سطح کے نیچے شوالیہ آباد ہے اور شوالیہ میں ہشاریہ کی حکومت قائم ہے۔ وہاں سے زرغون سارے مردوں کو لے کر آیا ہے اور اب وہاں صرف عورتیں ہیں۔ وقت یہ بتاتا ہے کہ تیرا ساتھ کامران شوالیہ تک پہنچ جائے گا۔ تیسری دنیا کے اس شخص کو تو بالکل ہی بے کار شے نہ سمجھ وہ بہت ذہین، بہت شاطر اور اپنا تحفظ کرنے کے لئے انتہائی مستعد اور مکمل ہے۔ اس کی فکر مت کر کچھ وقت بے شک تیرے اور اس کے درمیان ملاقات نہیں ہے لیکن میں اپنے پورے علم کے حوالے سے کہتا ہوں کہ یہ وقت بہت طویل نہیں ہے۔ بس تھوڑا سا انتظار کر لے اور اس کے بعد تماشہ دیکھ کہ کیا ہوتا ہے۔''

''ہاں۔ مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن ادھر جو کچھ ہو رہا ہے اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا۔''

''ابھی تک کوئی ایسی ترکیب نہیں سمجھ آتی جس سے ہم زرغون کو روک سکیں لیکن چونکہ اب اس نے تجھے اپنا منظورِ نظر بنا لیا ہے اور صورت حال کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ تجھے ایک بہتر مقام دینے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ چنانچہ صبر کر کے کچھ انتظار کر اور میں تجھ سے کہہ چکا ہوں کہ میری پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوگی۔ تو دیکھ لینا آخر وہ فنا ہو جائے گا۔''

''ہاں شاید۔ لیکن اس سے پہلے کاش وہ کسی اور انسان کو فنا نہ کرے۔''

''یہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔'' ادھر زیکا نے یہ بات کہہ تو دی تھی کہ ممکن ہے میں شوالیہ تک پہنچ چکا ہوں۔ یہ زیکا کی عقل تھی لیکن زبک کی عقل اسے نہیں مان رہی تھی اور وہ زرغون کے لشکر میں ایک ایک فرد کی چھان بین کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں میں نے ان کے درمیان تو پناہ نہیں لی۔ بہرحال اس طرح کافی وقت گزر گیا اور پھر ایک دن زیکا نے کہا۔

''کیا تو کبھی یہ محسوس کرتا ہے کہ میں تیرے وجود میں نہیں ہوتا۔''

''نہیں مجھے اس کا کوئی مکمل تجربہ نہیں ہے۔'' زبک نے جواب دیا۔

''ہاں...... میں ایسا کرتا ہوں۔ تا کہ اپنے اطراف کی کہانیوں سے آگاہ رہ سکوں میں تجھے بتاؤں کہ اس بار زرغون نے جس بستی کو اپنا شکار بنانے کا فیصلہ کیا ہے اس کا نام وزیرہ ہے اور وزیرہ کے بارے میں شاید زرغون بھی نہیں جانتا کہ یہ کس طرح کی آبادی ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وزیرہ کے لوگ بہت سخت جان اور جنگجو ہیں وہ اپنے اعلیٰ معیار رکھتے ہیں یعنی جیو اور جینے دو۔ نہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں اور نہ کسی سے نقصان اٹھانے کی فکر میں۔ میری پیش گوئی ہے کہ پہلی بار زرغون بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے جا رہا ہے اور اندازہ ہے کہ اسے ناکامی کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اگر زرغون اس بات پر آمادہ ہو جائے کہ وہاں شکست کھانے کے بعد وہ واپس چلے تو یوں سمجھ لے کہ لطف ہی آ جائے گا۔''

''واپس چلنے سے تیری کیا مراد ہے زیکا!'' زبک نے سوال کیا اور زیکا نے کچھ لمحے کے لئے خاموشی اختیار کر لی۔ پھر وہ زبک کے اندر ہی اندر بولا۔

''میرے دل میں ایک خواہش مچل رہی ہے اور میں اس وقت کا منتظر ہوں اور وہ خواہش یہ ہے کہ کسی بھی طرح زرغون اپنی بہن ہشاریہ کے مقابلے پر آ جائے۔ دونوں بہن بھائیوں کو آپس میں بھڑا دیا جائے کیونکہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ لوہے کو کاٹنے کے لئے لوہے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آہ...... لیکن ہمیں اس کے لئے انتظار کرنا ہوگا۔''

''آہ...... کیا یہ ممکن ہے؟'' زبک نے سوال کیا۔ اس کے انداز میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔

''میں نے کہا نا کہ میری ستاروں سے بھی تھوڑی سی شناسائی ہے۔ پوچھتا رہتا ہوں ان سے اس بارے میں کہ آنے والے وقت کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔ بات کسی اتفاقیہ واقعے کی نہیں ہے۔ وزیرہ کا ایک ایک جنگجو اتنا فولاد ہے کہ زرغون کو پہلی بار مزہ چکھنا پڑے گا اور ایسے لمحات میں اگر ہم زرغون کو...... مگر ٹھہر تیرے اندر ایک اضطراب ابھر رہا ہے ایک تشویش ابھر رہی ہے۔ کیا تو جلد بازی سے کام لینا چاہتا ہے۔''

''نہیں...... لیکن تیری باتیں میرے لئے بڑی سنسنی خیز کیفیت کی حامل ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ کیا تیرے کہنے کے مطابق وزیرہ کے لوگ زرغون کے لشکر کا مقابلہ کر سکیں گے۔''

''تو خود دیکھے گا وادئ شیلا اس میرے لئے بھی اجنبی نہیں ہے۔ میں بھی یہاں کے لوگوں کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ میری بھی ان سے بخوبی واقفیت ہے وہ بہت ہی سرکش، جفاکش اور جنگجو ہیں۔ اور زرغون کو وہ مزہ چکھا دیں گے۔ یہ میرا ایک اندازہ ہے اور رب کائنات میرے اس اندازے کی تکمیل کرے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر کیونکہ تو زرغون کی ناک کا

بال بنتا جا رہا ہے۔ تو ہی اسے آمادہ کرے گا کہ وہ وہ کچھ کرے جو میرے ذہن میں ہے۔" اس بات پر زبک خوب ہنسا تھا۔ اس نے کہا۔

"زیکا! تو میرے وجود میں ہے اور میرا ذہن بھی تیری گرفت میں ہوگا لیکن تیرا ذہن میری گرفت میں کیسے آ سکتا ہے۔ میں کیا جانوں کہ تیرے ذہن میں کیا ہے۔" اس بات پر زیکا خود بھی ہنس پڑا تھا۔ تب زبک نے اس سے سوال کیا۔

"ہاں تو میں تجھ سے پوچھ رہا تھا کہ آخر زرغون اپنی بہن ہشاریہ کے مقابلے پر کیسے آئے گا؟"

"ایک طرف ہشاریہ کوشش میں مصروف ہے کہ زرغون کی قوتوں کو پامال کر دے۔ تم کیا سمجھتے ہو وہ خوفناک جادوگرنی اپنی آبادی شوالیہ میں خاموش تو نہیں بیٹھی ہوگی۔ یقیناً اس کی نگاہیں اپنے بھائی زرغون پر لگی ہوں گی اور وہ اس کی ہر حرکت کا جائزہ لے رہی ہوگی۔"

"آہ...... میں تو صرف یہ سوچ رہا تھا کہ زرغون کی کوششوں سے کہیں شیلاس کی دوسری بستیاں بھی تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ جو کچھ ہم دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس سے تو یہی اندازہ ہو رہا ہے کہ زرغون موت کے ہرکاروں کی طرح بستیوں کی جانب بڑھتا ہے اور انہیں تاراج کر کے پھینک دیتا ہے۔"

"وزیرہ کا معاملہ نمٹ جانے دے پھر دیکھنا اس وقت زرغون کی ذہنی حالت کیا ہوتی ہے۔ وزیرہ والے بہت مضبوط ہیں اور جنگ کرنا جانتے ہیں۔ اس دوران میں یہ شخص جو کچھ کر چکا ہے صرف ایسی چھوٹی اور کمزور بستیوں میں کر چکا ہے جو اس کی طاقت کی تاب نہ لا سکیں۔ لیکن وزیرہ کی جنگ کا منظر تو اپنی آنکھوں سے دیکھ کہ آنے والا وقت مجھے بتا رہا ہے کہ یہ وزیرہ کے مقابلے میں آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکے گا۔" زیکا نے زبک کو سمجھایا اور زبک پریشانی کے انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر زبک نے کہا۔

"بہرحال زیکا ساری باتیں اپنی جگہ میں اپنے ساتھی کے لئے سخت پریشان ہوں۔ میری زندگی کا جو ایک مقصد ہے اس کی تکمیل تو بہرصورت میں کر ہی رہا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرا وہ ساتھی تو یقین کر حیران کن طریقے سے مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔ جنس کی تبدیلی عشق و محبت کی کہانیوں کو ہوا دیتی ہے۔ لیکن شاید یہ پہلی کہانی ہے جس میں ایک مرد دوسرے مرد

ے محبت کرتا ہے اور اس کے لئے پریشان ہے۔ میں اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں میرے ساتھی کو نقصان نہ پہنچ جائے کیونکہ بنیادی طور پر وہ ان علاقوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"میں اسے بھی تلاش کر رہا ہوں جبکہ میرا علم یہ کہتا ہے کہ اس کا تجھ سے دور ہو جانا تم نوں کے لئے بڑا ہی فائدہ مند ہے۔ وہ بہت دور ہے یا پھر پتھروں کے ایسے غاروں میں پوشیدہ ہے جہاں ہوائیں اسے نہیں چھو سکتیں۔ ورنہ وہ میری پہنچ میں ضرور آ جاتا بہرحال میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔" زبک نے خاموشی اختیار کر لی۔ بہت دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا۔

"ہم بات کر رہے تھے زرغون اور ہشاریہ کے آپس میں لڑ جانے کی میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ شخص جو میرا ساتھی ہے۔ اپنے اندر اس مہذب اور عقل کی دنیا آباد رکھتا ہے۔ جو ایسا کام با سانی کرے گی بہرحال اسے تلاش کرنا بڑا ضروری ہے۔ یہ ساری باتیں زبک اور زیکا کے رمیان ہو رہی تھیں اور میں ان سے نجانے کتنی دور اپنی دنیا میں مگن تھا۔ بہرحال زبک نے سب ے بڑا کام یہ کیا تھا کہ اپنی قوت کا مظاہرہ کر کے اور وہ بھی زیکا کی مدد سے اس نے زرغون کے لشکر ں اپنے لئے ایک دلیر انسان کا روپ اختیار کر رکھا تھا۔ ویسے وہ لوگ اسے بری نگاہ سے نہیں یکھتے تھے۔ ادھر قیدیوں کی بہت بڑی تعداد اب بھی زرغون کے قبضے میں تھی اور زرغون نے انہیں کی خاص مقصد کے لئے زندہ رکھا تھا۔ اس رات زرغون نے خاص طور سے زبک کو اپنی خدمت ں طلب کیا۔ اس کی خلوت میں بھی جنگ و جدل کے مناظر ہی ہوا کرتے تھے۔ زبک وہاں پہنچا تو رغون نے اسے احترام سے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دی اور بولا۔

"دلیر سورما! یہاں کی زندگی کے بارے میں مجھے بہت زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن ب سے تو ہم میں شامل ہوا ہے مجھے خوشی ہے اور اس وقت جب بلندیوں پر میری اور صرف میری مت ہوگی تو تو میرا نائب اعظم ہوگا اور تو مجھے بتائے گا کہ یہاں کے باشندوں پر حکومت کیسے کی تی ہے۔ میں تو ابھی اپنی ابتدائی فتوحات کے مراحل میں ہوں۔ تجھے میں نے مکمل آزادی دی ہے اور تیرے بارے میں اپنے لوگوں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ تیرا احترام نائب اعظم کی حیثیت ے کریں اور حقیقت یہ ہے کہ تو نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ پسندیدہ افراد کو ہلاک کر دینا کوئی بات نہیں تھی لیکن یہ ایک قدرتی عمل ہے اور رب کائنات نے میرے دل میں تیرے لئے یہ ترام ڈالا ہے اچھا اب میں تجھے ایک بات بتاؤں اب ہم جس بستی پر حملہ کرنے والے ہیں اس کا

نام وزیرہ ہے۔ ہم نے اپنے اصولوں کے مطابق اسے اپنی برتری کا احساس دلانے کے لئے چار افراد کو بھیجا لیکن ہمارے ساتھی واپس نہیں آئے اور وزیرہ کے باشندوں نے ان چاروں کو قتل کر دیا یا قید کر لیا لیکن چار چار آدمیوں کے قتل یا قیدی کا مطلب یہ ہے کہ اس بستی کا ایک بھی شخص زندہ نہ بچے ہم نے وزیرہ کے نقشے تیار کر لئے ہیں۔ تو بھی دیکھ ہم بہت جلد اس جانب کوچ کرنے والے ہیں۔ زرغون نے کسی خاص قسم کی مٹی سے بنے ہوئے وہ نشانات زبک کو دکھائے جو اس کے خیال کے مطابق وزیرہ کا نقشہ تھا۔ زبک اپنی فطرت کے خلاف ان نشانات پر تبصرے کرتا رہا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ اس بارے میں وہ خود نہیں بول رہا تھا بلکہ اس کے حلق سے زیکا کی آواز نکل رہی تھی اور زبک کے ذہن میں اس بات کا پورا پورا احساس موجود تھا کہ زیکا اس کی آواز میں بول رہا تھا۔ اگر ایک اتنی سی بات پر زرغون نے اسے یہ مقام دیا تھا تو یہ بھی صرف زیکا ہی کی کارستانی تھی کہ وہ اپنے جادو کے زیر اثر زرغون کو اس طرح اس سے متاثر ہونے میں مجبور کر چکا تھا۔ زرغون بہرحال اس کے ہاتھوں شکار ہو گیا تھا۔ زبک نے سوچا کہ ہوسکتا ہے زیکا ٹھیک ہی کہہ رہا ہو۔ وزیرہ کا معرکہ اور دیکھ لیا جائے اور جیسا کہ بوڑھے جادوگر نے پیش گوئی کی ہے کہ پہلی بار زرغون کو وزیرہ کے مقابلے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو زبک کو بھی اس معرکے میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ بہرحال یہ ساری باتیں ہوتی رہیں زبک نے بظاہر زرغون کے تمام معاملات سنبھال لئے تھے۔ لشکر روانگی کی تیاریاں کر رہا تھا اور زرغون اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ زبک ان کی اس شاندار کارروائیوں کو دیکھ رہا تھا اور یہ محسوس کر رہا تھا کہ بہرحال جو کچھ بھی ہے لیکن زرغون کے سپاہی دلیر ہیں اور لڑنا بھڑنا جانتے ہیں آخر کار لشکر کی ترتیب ہو گئی۔ زبک کو بھی ایک عمدہ گھوڑا دیا گیا اور خود زرغون ایک شاندار گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ فوج جو گھوڑے پر سوار تھی آگے آگے چل رہی تھی اور پیدل فوج اس کے پیچھے تھی اور درمیان میں قیدیوں کو رکھا گیا تھا۔ گھوڑوں کی رفتار تیز نہیں تھی کیونکہ انہیں پیدل فوج کا ساتھ دینا تھا۔ زرغون پروقار انداز میں اپنے اس لشکر کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کا یہ سفر جاری رہا۔ دریا' پہاڑ' میدان عبور کئے جاتے رہے اور قیدیوں کا دستہ بھی ان کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ وہ سب زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان کی ابتر حالت دیکھ کر زبک کے دانت بھینچ جاتے تھے۔ لیکن اس وقت زیکا اسے سہارا دیتا اور اسے انتظار کے لئے کہتا۔ وہ کہتا۔

''نہیں زبک! تجھ سے زیادہ مجھے ان لوگوں کی بے بسی اور بے کسی پر دکھ ہے۔ لیکن بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے چھوٹی قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ اپنے آپ کو سنبھالے رکھ۔''

''آہ...... لیکن وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے۔''

''اس کی وجہ ہے۔'' زیکا کہتا۔

''کیا وجہ ہے؟''

''وہ کم بخت زمین کی گہرائیوں سے بلندیوں تک آیا ہے اور وادئ شیلاس کی ان بلندیوں پر رہنے والے...... ظاہر ہے اس کے اپنے ساتھی نہیں ہیں۔ یہ بات تیرے علم میں ہو یا نہ ہو کہ ہشاریہ نے اپنی آبادیوں سے ایک ایک مرد کو نکال دیا ہے اور وہاں صرف عورتیں رہتی ہیں لیکن یہ بھی تیرے علم میں ہوگا۔ اگر نہیں ہے تو میں تجھے بتاؤں کہ اس کی عورتیں بہترین سپاہی ہیں اور اگر کبھی زرغون کو ان عورتوں سے جنگ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو یقین کر وزرغون کو ان کے سامنے منہ کی کھانی پڑے گی۔''

''آہ...... میری تو عقل کام نہیں کرتی۔ ایسی ایسی عجیب کہانیاں سننے کو مل رہی ہیں تیرا مطلب یہ ہے زیکا کہ یہ لوگ زمین کی گہرائیوں سے اوپر آئے ہیں اور وادئ شیلاس والوں سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''کمال ہے واقعی کمال ہے۔ لیکن خیر اتنا میں جانتا ہوں کہ ہشاریہ......'' یہ کہہ کر زبک خاموش ہو گیا۔ اس کے منہ سے وہ بات نکلنے جا رہی تھی جو ایک اہم اور مقدس راز تھی اور جسے وہ کبھی کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ لشکر کا سفر جاری رہا اور اب وہ ان درختوں کے نزدیک پہنچ گئے تھے جو سامنے نظر آ رہے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی پانی بہنے کی تیز آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ غالباً درختوں کے دوسرے جانب کوئی پرشور دریا بہہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد درختوں سے گزر کر وہ تیز رو ندی تک پہنچ گئے۔ ندی زیادہ چوڑی نہیں تھی لیکن اس میں بہنے والے پانی کی رفتار بہت تیز تھی اور اس تیز پانی میں سے گھوڑوں کا گزرنا تقریباً ناممکن تھا۔ زرغون رک گیا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں سے مشورے کرنے لگا۔ اس نے کہا۔

''میرا خیال ہے گھوڑے اس تیز رفتار پانی میں قدم نہیں جما سکیں گے لیکن میں پھر بھی اس سے گزرنا چاہتا ہوں۔ زرغون کی آنکھوں میں درندگی ابھر آئی اور پھر وہ بھیانک مسکراہٹ

کے ساتھ بولا۔

”مگر میرا خیال ہے ہم اس دریا پر پل باندھ سکتے ہیں۔ چونکہ اس کی چوڑائی زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے اس وقت پل بنانا مشکل نہیں ہوگا۔“ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اور اس کے لئے ہمارے پاس انتظام ہے۔“ اس نے اپنے ایک خاص مشیر کو اشارہ کر کے کہا۔

”سارے قیدیوں کو آگے لے آؤ۔“ زبک چونک پڑا تھا۔ بدقسمتوں کی بدقسمتی کا آغاز ہو گیا تھا۔ زیکا نے اسے سمجھاتے ہوئے غم آلود آواز میں کہا۔

”نہیں زبک! کچھ نہیں کر سکتے۔ براہ کرم خاموشی اختیار کرو۔ براہ کرم اس شیطان کو ختم کرنے کے لئے صبر کرنا بہت ضروری ہے۔ اس وقت کوئی بھی ایسی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی تھی جو کارگر ہو سکتی بہرحال قیدیوں کو آگے لے آیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سب زرغون کے پاس پہنچ گئے۔ زرغون کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

”تم اس ندی پر پل بناؤ گے اور اس کی ترکیب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ چلو تم میں سے چند افراد اسے عبور کرنے کی کوشش کرو۔ محافظوں نے کوڑے اٹھائے۔ قیدیوں کے جسموں پر برسانے لگے۔ قیدی رو رہے تھے چیخ رہے تھے لیکن مجبور تھے۔ پھر ان میں سے چند افراد آگے بڑھے اور کنارے پر پہنچ گئے۔ وہ بے بسی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے لیکن کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ دریا میں کود کر جان دے دیں اور ایسا ہی ہوا جوں ہی وہ پانی میں اترے ان میں سے چند افراد آن کی آن میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ باقی قیدی خوف سے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن ان کے جسم پر پڑنے والی رسیاں کوڑے انہیں آگے بڑھنے پر مجبور کر رہے تھے۔ بیس پچیس آدمی اس طرح لقمہ اجل ہو گئے کہ پتہ بھی نہ چل سکا ان کے سر بہت دور بہتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

زرغون نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”پانی کی طاقت کا اندازہ ہو چکا ہے اور اب میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ تمام قیدیوں کو مضبوط زنجیروں میں کس کر پانی میں اتار دو۔ اور ان سب سے کہو کہ یہ ان سب کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ پھر ان کے سروں پر تختے دیئے جائیں اور گھوڑوں کو ان کے سروں سے گزارنے کی کوشش کی جائے۔ ایک وقت میں دو گھوڑے آگے بڑھیں اور آہستہ آہستہ

لشکر دوسری جانب اتر جائے۔ بڑی ظالمانہ تجویز تھی۔ زبک کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اور اس وقت اسے اپنے آپ پر قابو پانا مشکل لگ رہا تھا۔ لیکن زیکا اسے پکارے جا رہا تھا۔

”اگر تم اس صورت حال کو برداشت نہیں کر سکتے تو خود بھی ندی میں اتر جاؤ۔ ویسے بھی تم ان قیدیوں کو نہیں بچا سکو گے۔ غالباً انہیں زندہ ہی اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان سے کوئی سخت کام لیا جائے۔ بدنصیب قیدیوں کا تماشہ دیکھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ زرغون کے لشکر والے بھی قیدیوں کی مدد کر رہے تھے۔ بدنصیبوں کو موٹی موٹی زنجیروں کے ساتھ دریا میں اتار دیا گیا۔ وہ ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے اور زرغون کے لشکر والے ان زنجیروں کو جو ان سے بندھی ہوئی تھیں۔ تیز رفتار پانی نے شاید ان پر رحم کھا کر اپنی روانی کم کر دی اور ان کے سروں پر تختے رکھے جانے لگے اور پھر چوڑے چوڑے بہت سے تختے رکھنے کے بعد پہلے دو گھوڑے ان پر سے گزرے اور با آسانی دریا پار کر گئے۔ پھر یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ پانی کے اندر قیدیوں کی حالت ناہ کن تھی وہ رو رہے تھے چیخ رہے تھے اور زبک نے اپنے کان بند کر لئے تھے۔ یہاں تک کہ گھوڑے سواروں کے گزارنے کے بعد پیدل قیدی بھی ان تختوں پر سے گزرنے لگے اور کافی دیر کے بعد یہ لشکر برق رفتاری سے دوسری جانب اتر گیا۔ عقب سے زنجیریں چھوڑ دی گئیں لیکن سامنے کی طرف سے ان زنجیروں کو مضبوطی سے پکڑ لیا گیا تھا۔ پھر جونہی زرغون کے لشکر کا آخری سپاہی اس جانب اترا زنجیریں چھوڑ دی گئیں اور قیدی جو پہلے ہی نڈھال ہو چکے تھے پانی کی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ خوفناک ریلے نے انہیں منتشر کر دیا اور چند لمحوں تک آہوں اور کراہوں کا طوفان اٹھا اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ زبک نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ لیکن اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ واقعی یہ بہت مشکل تھا کہ وہ تنہا اس لشکر کا کچھ بگاڑ سکتا۔ لیکن دل ہی دل میں اس نے قسمیں کھائیں کہ اس وقت تک جب تک زرغون کے سر کو اپنے کلہاڑے کے دستے سے کچل کر پاش پاش نہیں کر دے گا۔ اپنے اوپر آرام و چین حرام کرے گا۔ اس وقت تک اس پر نذل کے تابوت کا حصول اور مونتاشیہ کی قربت حرام ہے۔ بہرحال لشکر بھی اس جانب اتر گیا تھا۔ بہت دور دور تک طویل پہاڑی علاقہ پھیلا ہوا تھا اور کسی آبادی کے آثار ممکن نہیں تھے لیکن سفر جاری رہا۔ اس دوران دوبارہ پڑاؤ کیا گیا تھا۔ تیسرے دن جب صبح کو سورج طلوع ہوا اور زرغون کا لشکر کچھ آگے پہنچا تو انہوں نے سامنے کا منظر دیکھا۔ وہ وزیرہ کی آبادیاں ہی تھیں۔ بے شمار افراد

سامنے کی سمت درختوں کے موٹے موٹے تنوں سے دیوار بنانے میں مصروف تھے اور بیرونی دشمن کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ غالباً وزیرہ والوں کو بھی زرغون کے لشکر کی آمد کا پتہ چل چکا تھا۔ زرغون ایک بلند ٹیلے سے ان لوگوں کی کارروائیاں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وزیرہ کے چیونٹے اپنی حفاظت کے لئے بند باندھ رہے ہیں لیکن وہ نہیں جانتے کہ زرغون کے ساتھ موت سفر کرتی ہے اور وہ جس جانب کا رخ کرے وہاں صرف آگ اور دھواں نظر آتا ہے۔ درختوں کے تنوں کی یہ دیواریں ان لوگوں کی چیخوں اور کراہیں سننے کے لئے کھڑی کی جاتی ہیں اور بہت جلد وزیرہ کے لوگ اپنے سردار کی ہٹ دھرمی کا نتیجہ دیکھیں گے۔ زیکا نے زبک کے کان میں کہا۔

''اور ایسا نہیں ہوگا۔ زبک! یہ پہلا موقعہ ہوگا کہ اس شخص کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا'' زبک خاموش رہا۔ زرغون نے اپنے لشکر کو منظم کر لیا تھا اور پھر زرغون نے لشکر کو حملے کا حکم دیا۔ گھڑ سوار برق رفتاری سے درختوں کے تنوں کی فصیل کی طرف دوڑنے لگے۔ زرغون ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور تمام ساتھی اس کی پیروی کر رہے تھے۔ دوسری طرف بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ زبک پیدل فوجوں کے عقب میں پہنچ گیا تھا۔ پھر جیسے ہی زرغون کے سپاہی لکڑی کی فصیل کے پاس پہنچے فصیل کے ہر رخنے نے تیراندازی شروع کر دی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ لوگ بارود کا استعمال بھی جانتے تھے۔ چنانچہ دھماکے ہوئے اور ہر رخنے نے گولیاں اگلنا شروع کر دیں۔ اس کے علاوہ بارود کے تھیلے زرغون کی فوج پر پھینکے جا رہے تھے اور پھر ان تھیلوں کو گولی کا نشانہ بنا لیا جاتا۔ اتنی برق رفتاری سے یہ سب کچھ کیا جا رہا تھا کہ زرغون کی فوجیں آن کی آن میں زمین پر بچھنے لگیں۔ ان میں شدید ابتری پھیل گئی تھی۔ زخمی گھوڑے پیدل لشکر کو روندتے ہوئے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ زرغون کو خود بھی بچنا مشکل ہو گیا تھا۔ بمشکل تمام وہ پیچھے ہٹا اور اتنے فاصلے پر آ گیا کہ بندوقوں کی گولیاں اس تک نہ پہنچ سکیں۔ پہلی بار اس کے چہرے پر بدحواسی نظر آ رہی تھی اور پہلی ہی بار اس نے زبک کو اس سلسلے میں مخاطب کیا تھا۔

''اے شخص! کیا یہ آگ برسانے والے ہتھیار یہاں بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ آہ...... ہم نے پہلے بھی ان کا مقابلہ کیا ہے لیکن اتنی تیز رفتاری سے آگ کے ہتھیاروں کا

ہاں ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اب تیرے ذہن کی ضرورت ہے ہمیں۔ بتا کیا ایسا کچھ کیا جا
ہے اس سے پہلے کہ زبک کوئی جواب دیتا۔ دفعتاً ہی زرغون کے لشکر میں پھر ابتری پھیل گئی۔
بکہ دوسری طرف سے پھر گولہ باری شروع ہو گئی تھی۔ سورج نیچے اترتا جا رہا تھا۔ زرغون کی
وں کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آگے بڑھیں۔ وہ شاید کچھ تیاریاں کر رہا تھا پھر اس وقت جب سورج
نے والا تھا اچانک اس کی فوجیں پھر حرکت میں آئیں۔ اس بار انہوں نے موٹی موٹی ڈھالیں
نے کی ہوئی تھیں۔ وہ ان ڈھالوں کی آڑ میں آگے بڑھ رہے تھے لیکن غالباً آگ کے
یاروں سے انکی واقفیت زیادہ نہیں تھی کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد پھر ان کی فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا اور
بے شمار لاشیں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ سورج آہستہ آہستہ چھپ گیا۔ چاروں طرف تاریکی گہری
ااور زرغون کافی پیچھے ہٹ آیا۔ پھر اس نے ایک ایسی جگہ قیام کیا جہاں لکڑی کی فصیل کی
ی طرف سے برسائی جانے والی گولیاں کارگر نہیں ہو سکتی تھیں۔ زبک کے اندر زیکا کہہ رہا تھا۔
ز یکھا زبک کہ میری پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن ابھی دیکھنے کے لئے اور بھی بہت
ہے۔ زرغون اب آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر پائے گا اور کافی پیچھے ہٹ کر نئے سرے سے
رے میں سوچے گا اور میں تجھے بتاؤں کہ اس کے بعد کا نتیجہ کیا ہوگا'' زبک نے اس کا کوئی
ہیں دیا۔ ان ساری کارروائیوں سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ وزیرہ کے جوانوں کو داد
ہا تھا جنہوں نے بہترین جنگ کر کے زرغون کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا لیکن اس کے
ل کی قسم کی بدولی کے آثار نہیں تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ زمین کی گہرائیوں میں رہنے
ح معنوں میں جانوروں جیسی صفت رکھتے تھے۔ بہرحال ساری رات منصوبہ بندی کی جاتی
نجانے کیا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ پھر جب صبح ہوئی تو زبک نے ایک اور تماشہ دیکھا۔ لشکر
ا کی بنائی ہوئی فصیل کے بجائے پیچھے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ نجانے کیا منصوبہ تھا اس کا پھر بھی
تو ابھی اس لشکر کا ساتھ دینا ہی تھا۔ دوپہر تک لشکر کا یہ سفر جاری رہا اور اب وہ وزیرہ کی
کے بالکل قریب تھا۔ وہاں زرغون نے اس لشکر کو قیام کا حکم دے دیا اور خیمے کا شہر آباد کیا
گا۔ آدھی رات کو زیکا نے زبک کو بتایا کہ اب زرغون دوسرے انداز میں سوچ رہا ہے ابھی
ر پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ اس کا نیا منصوبہ ہے کہ قرب و جوار کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں
لے جوانوں کو جمع کیا جائے اور انہیں پہلے دستے کے طور پر وزیرہ سے جنگ کرنے کے

لئے آگے بڑھایا جائے۔ اس دستے کا تعاقب کرتے ہوئے وزیرہ کی اس فصیل سے اتنی قوت حاصل کرلی جائے کہ اس کے بعد زرغون کا لشکر ان فصیلوں کو ختم کرسکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زرغون کا یہ منصوبہ بہت خطرناک ہے۔ میرا علم ابھی اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔'' زبک نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے اور بولا۔

''تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ میرے وجود سے اپنے آپ کو سمیٹ لے اور مجھے میری راہ پر لگا دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح وزیرہ والوں نے اس کا منہ پھیر دیا اسی طرح دوسرے بہادر بھی اسے اس کی آخری منزل تک پہنچا دیں گے۔ میں تجھ سے نجات چاہتا ہوں اور تیرے حق میں یہی بہتر ہے۔ میں جو کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خاموشی سے زرغون تک پہنچوں اور اسے موت کے گھاٹ اتار دوں۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ زیکا کچھ لمحے خاموش رہا۔ تو اس نے مغموم لہجے میں کہا۔

''آہ...... زبک کچھ وقت اور انتظار کر لیتا تو بہتر تھا۔ کاش! تو میری بات پر توجہ دے شیلاس کے لوگ بے شک اس کا بہترین مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن زرغون بھی ایسی پوشیدہ قوتیں رکھتا ہے جس کا توڑ صرف ہشاریہ کے پاس ہے۔ جب وہ ان قوتوا) کو استعمال کرنے پر آئے گا تو شیلاس کے لوگوں کو شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اگر تو میری بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تو میں تیری ہر خواہش پوری کرتا ہوں۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ تو تھوڑا سا انتظار اور کر لے۔'' زبک برا سا منہ بنا کر خاموش ہوگیا۔ پھر وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

''اور اب وہ وزیرہ کے اطراف کی آبادیوں کو تباہ و برباد کرے گا۔''

''اگر آبادیوں والے اس کے منصوبے کی تکمیل کے لئے تیار ہو جائیں تو شاید وہ ان کو نقصان نہ پہنچائے لیکن اگر وہ اس سے انحراف کریں گے تو پھر'' زیکا خاموش ہوگیا۔ زبک نے کہا۔

''تو کہتا ہے کہ تو بھی جادوگر ہے کیا تو زرغون کے ذہن کا سفر نہیں کرسکتا۔''

''اس سے کیا حاصل ہوگا۔''

''زرغون کے ذہن پر قابو پا کر اسے مجبور کر کہ وہ وزیرہ کا محاصرہ ترک کردے۔''

''اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا وہ اپنا مقصد تو ترک نہیں کرے گا۔ وزیرہ نہ سہی کوئی اور جگہ سہی۔''

''تو پھر ایک اور ترکیب ہوسکتی ہے اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ میں اردگرد کی [آبادی]وں سے اس کے لئے جوان حاصل کرسکتا ہوں اور وہ یہ کام مجھ سے لے لے۔'' زبک نے ...... کچھ لمحوں تک زیکا کی آواز ابھری۔ پھر اس نے کہا۔

''اہ...... یہ کام میں کرلوں گا۔ مگر تیرے خیال میں اس سے کوئی بہتر نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے۔''

''یہ تو مجھ پر چھوڑ دے۔ زیکا میں کچھ کوشش کرنا چاہتا ہوں۔'' زبک نے پرخیال انداز [میں] کہا۔ اس کے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ جنم لے رہا تھا اور رہ رہ کر اسے میری یاد آرہی تھی۔ [و]ہ سوچ رہا تھا کہ کاش میں اس کے ساتھ ہوتا تو ہم دونوں مل کر بہتر منصوبہ بندی کرسکتے تھے۔

O

زبک یہ سوچ رہا تھا لیکن میں مختلف قسم کے عیش وعشرت کے نمونے دیکھ رہا تھا۔ سرغا کی مہربانیاں کچھ ذاتی نوعیت کی تھیں اور میں ذہانت سے کام لے رہا تھا۔ میں نے کھلے الفاظ میں تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن اپنے طرزِ عمل سے سرغا کو یہ احساس دلا دیا تھا کہ اگر ہشاریہ نے اس کی کسی بات سے خوش ہو کر اسے کوئی انعام دیا تو وہ سرغا کو مانگ لے گا۔ لیکن یہ بات سرغا بھی نہیں جانتی تھی کہ ہشاریہ نے مجھے کیوں شوالیہ میں طلب کیا ہے۔ اس قیام کے دوران میں نے اکثر اس سے بات کی تھی۔ میں چونکہ چالاکی سے کام لے کر سرغا کو اپنے التفات کا احساس دلا رہا تھا۔ اس لئے سرغا بھی مجھ پر بہت مہربان تھی۔ تاہم اس نے مجھے پریشان نہیں کیا تھا اور بس اس وقت کی منتظر تھی کہ میں ہشاریہ کے حضور حاضر ہو کر اسے طلب کر لوں۔ اس دوران میں نے سرغا سے ہشاریہ کے جادو اور اس کے بارے میں کافی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ مجھے علم ہو چکا تھا کہ ہشاریہ اپنے بھائی زرغون کو اس آبادی سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ تاکہ وہ قوی قوت حاصل نہ کرے اور بھی بہت سی باتیں مجھے معلوم ہو چکی تھیں اور میں نے انہیں اپنی معلومات کے خزانے میں جمع کر لیا تھا۔ تاکہ کسی وقت کام آ سکیں۔ پھر ایک دن سرغا نے بہت اداسی سے اس سے کہا۔

''تیار ہو جاؤ صحرائے افسوں سے تمہاری طلبی ہو گئی ہے۔''

''کیا ہشاریہ نے مجھے بلایا ہے۔''

''ہاں۔''

''تو میں تیار ہوں۔'' میں نے کہا اور سرغا مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

''سنو...... یوں لگتا ہے جیسے میں تمہیں کھو بیٹھوں گی۔''

''کیوں؟'' میں نے سوال کیا۔

''تم ہشاریہ کے حضور جا رہے ہو اور کون ہے کہ جو اس کی ایک جھلک دیکھ کر خود کو سنبھال سکے۔''

''کیا وہ بہت خوبصورت ہے؟''

''آسمانوں پر چمکنے والے چاند سے زیادہ۔''

''مگر چاند مجھے بالکل پسند نہیں ہے تمہیں چاند کی حقیقت معلوم نہیں ہے۔ دنیا کی بلکہ کائنات کی بدشکل چیز ہے۔''

''کہکشاں میں دمکتے ہوئے ستاروں سے زیادہ حسین ہے وہ۔'' سرغا نے کہا۔

''اوہو ستارے، ناہموار، غیر دلکش ذرا ان کے قریب جا کر تو انہیں دیکھو۔'' میں نے برا سامنہ بنا کر کہا اور سرغا تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

''تجھے چاند ستارے غیر دلکش لگتے ہیں؟''

''ہاں۔ میں زمین کی سرغا کو ان سے ہزار ہا بہتر سمجھتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''کاش! تیرا یہ تاثر اس کے سامنے بھی جا کر قائم رہے۔'' سرغا نے حسرت بھری آواز یں کہا تھا۔ تیاری کیا کرنی تھی۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر سرغا کے ساتھ چل پڑا۔ زمین کے اس وسرے طبق کی نیلاہٹیں میرے لئے کائنات کی سب سے بڑی حیرت تھی نیلے درخت، نیلے پودے یک مدھم سی روشنی میں نہائے ہوئے بے انتہا خوبصورت لگ رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ؤالیہ میں واقعی مردوں کا کال پڑا ہوا ہے۔ جہاں دیکھو عورتیں ہی عورتیں جو رک کر للچائی ہوئی گاہوں سے مجھے دیکھنے لگتی ہیں۔ صحرائے افسوں بہت زیادہ دور نہیں تھا۔ ہم نے تھوڑا سا سفر کیا اور ں کے بعد روشن چٹانوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہوا۔ جو نیلاہٹوں میں ایک عجیب انداز ں چمک رہی تھیں۔ ان کے درمیان بکھرے پتھر اور مختلف چیزیں چمکدار نیلاہٹوں کا احساس لاتی تھیں کہیں کہیں عمارتیں بنی ہوئی تھیں اور ان کے سامنے میں نے کچھ مردوں کو کھڑے ہوئے یکھا۔

''یہ کون لوگ ہیں؟'' میں نے چونک کر سوال کیا۔

''ہیں نہیں تھے۔'' سرغا نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

''تھے؟'' میں حیرت سے بولا۔

''ہاں۔''

''کیا مطلب؟''

''آؤ...... میں تمہیں دکھاؤں۔'' اس نے ایک عمارت کا رخ کیا اور اس کے قریب پہنچ کر میں نے ایک انوکھا منظر دیکھا۔ وہ غیر متحرک اور پتھرائے ہوئے لوگ نظر آ رہے تھے۔

''یہ...... یہ پتھر کے مجسمے ہیں۔'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں پہلے یہ پتھر کے مجسمے نہیں تھے۔ یہ باغی ہیں ہشاریہ کے نافرمان ہیں۔ اس کے احکامات کو نہ ماننے والے ہیں۔ یہ اس کے جادو کا شکار ہیں۔''

''اوہ......'' میرے منہ سے آہستہ سے آواز نکلی۔ میں درحقیقت کچھ خوف محسوس کر رہا تھا۔ ایسے بہت سے افراد تھے۔ ایک تالاب کے قریب میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جو کیچڑ میں لت پت تھے اور تالاب سے باہر آنے کیلئے بری طرح جدوجہد کر رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی کنارے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ سرغا نے بتایا۔

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہشاریہ کی حکمرانی کے خلاف اعلان بغاوت کیا تھا اور کہا تھا کہ اس نے جادوگروں کو ہلاک کر کے گناہ عظیم کیا ہے اور وہ اس گناہ میں اس کے ساتھی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اس کے خلاف جدوجہد کریں گے اور یہ اب تک جدوجہد کر رہے ہیں۔'' میرا سر چکرا گیا۔ زندگی میں بھی ایسے پراسرار اور ناقابل یقین مناظر دیکھنے کو ملیں گے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ صحرائے افسوں کی یہ سرزمین شوالیہ کی یہ آبادیاں واقعی ناقابل تصور تھیں۔ انوکھے مناظر' انوکھی زمین۔ سرغا نے کہا۔

''اور اب مؤدب ہو جاؤ...... کیونکہ اب ہم ہشاریہ کے قریب ہیں۔'' میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد سرغا رک گئی۔ سامنے سے بے شمار عورتیں آتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ جنہوں نے آن کی آن میں قطاریں بنالی تھیں اور ساکت ہو گئی تھیں۔ لگتا تھا جیسے خاموش سنگی مجسمے ہوں۔''

''کیا یہ بھی پتھر کی ہو گئیں۔'' میں نے بے اختیار سوال کیا۔

''نہیں...... یہ ہشاریہ کا محافظ دستہ ہے۔''

''اور ہشاریہ کہاں ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''وہ تم سے ملاقات کے لئے چاند کے ساتھ نمودار ہوگی۔ تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔'' میں خاموش ہو گیا۔ چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ چاند نمودار ہونے میں ابھی زیادہ دیر

نہیں تھی۔ مدھم سی نیلی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ پھر دور سے نیلا چاند ابھرنے لگا اور جب وہ پہاڑیوں سے بلند ہو کر اوپر آیا تو چاروں طرف رنگین قوس قزاح بکھر گئی۔ درختوں کے پتے رنگ برنگی روشنیاں بکھیرنے لگے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ نیلی روشنی کے سوا کوئی اور روشنی بھی نظر آ رہی تھی۔ فضاؤں میں دھنک بکھر گئی تھی۔ روشنی مختلف رنگوں میں گردش کرنے لگی۔ پھر ایک بڑی سی چٹان پر صحرائے افسوں کا سحر جاگ اٹھا۔ چاندی کی تاروں سے بنے ہوئے لباس میں ملبوس ایک نوخیز حسینہ چٹان پر نمودار ہوئی۔ اس کے دونوں سمت دو خادمائیں موجود تھیں۔ تیز روشنی میں اس کا چہرہ چاند سے کہیں زیادہ حسین نظر آ رہا تھا۔ اس کے نقوش سحر انگیز' آنکھیں جن پر گھنی سیاہ رنگ کی جھالریں پڑی ہوئی تھیں۔ جسم اک تناسب بے مثال تھا۔ چال میں ایسا بانکپن ایسی ردا کہ دل سینے سے نکل جائے۔ وہ چٹان پر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس کی آواز ابھری۔

''سرغا! ہمارے مہمان کو ہمارے سامنے پیش کرو۔'' سرغا نے میری جانب دیکھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور پھر میں نے مدھم لہجے میں کہا۔

''چاند کی حسین تخلیق مجھے تیری تعظیم کے آداب نہیں معلوم اس لئے اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو تو مجھے معاف کر دینا۔ میں تیرا غلام تو تھا ہی اب تیرے حسن کا پروانہ بھی ہو گیا۔'' مجھے عقل آ گئی تھی احمقوں کی طرح اس کی صورت دیکھنے کے بجائے میں نے اپنی ذہانت کا استعمال کیا تھا اور یہ الفاظ ادا کئے تھے۔ جن کا خاطر خواہ ردعمل ہوا۔ ہشاریہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہم چاہتے تو تجھے اپنی تعظیم کے آداب بھی بتا سکتے تھے۔ مگر ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ تو کس طرح ہم سے ملتا ہے۔ تو نے ہمیں چاند کی بیٹی کہہ کر پکارا اور یہ جملہ ہمیں اتنا پسند آیا کہ ہم نے تمام آداب منسوخ کر دیئے۔ تو ہماری سوچ کے مطابق ہے۔ کنیز واسے آداب شاہی کے مطابق ایک معزز مہمان کی حیثیت سے آرام گاہ میں پہنچا دو۔ چار قد آور حسینائیں میرے دونوں طرف آ کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھے جھک کر آگے چلنے کا اشارہ کیا اور میں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ حقیقت یہ تھی کہ میں تو کام ہی چالاکی سے لے رہا تھا۔ نہ مجھے سرغا سے دلچسپی تھی نہ ہشاریہ سے میری ہشاریہ تو میری آبادیوں میں اپنے گھر کے دروازے پر میری تلاش میں آنکھیں بچھائے بیٹھی ہو گی تاہم میری نگاہ دور کھڑی سرغا کی طرف پڑی۔ جس کے چہرے پر حسرت کے

نقوش تھے۔ ہشاریہ کے اس التفات سے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اب میں اس کے لئے اجنبی نہیں رہا۔ میری داستان تو خیر اپنے دلچسپ مراحل میں طے کر ہی رہی تھی لیکن زیادہ دلچسپ قصہ زبک کا ہے جس نے ایک نئے خیال کے تحت زرغون سے ملاقات کا فیصلہ کیا تھا اس کا نیا خیال یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا اگر اس نے زرغون کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ زرغون اسے آس پاس کی آبادیوں میں لوگوں کو جمع کرنے کے لئے بھیج دے تو پھر وہ ایک ایسا لشکر تیار کرے گا جو درحقیقت وزیرہ کے لئے نہیں بلکہ خود زرغون کے لشکر کے لئے عذاب بن جائے گا اور زبک نے زیکا سے یہ مشورہ کر لیا تھا۔ بہرحال یہ خیال اس کے ذہن میں تیزی سے پھیل رہا تھا اور وہ یہ جانتا تھا کہ زرغون کی شیطانی کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے سرزمین شیلاس کی بہت سی بستیوں کو یکجا ہونا پڑے گا اور اس وقت یہ ذمہ داری خود زبک ہی قبول کرے گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یقینی طور پر زرغون ان تمام آبادیوں کو تباہ کر دے گا اور اس کی مثال وہ کچھ آبادیاں تھیں جو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ زبک کے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ گولیوں کے مقابلے میں زرغون کے پاس معقول انتظام نہیں ہے کیونکہ وہ زمین کی پستیوں سے بلندیوں تک آیا ہے۔ وہاں کے لوگ طاقتور جنگجو ضرور ہیں لیکن آگ کے ہتھیاروں سے کافی حد تک ناواقف اور اس کی تیاری کے سلسلے میں کسی قدر پسماندہ ہیں۔ اس کا اندازہ ابھی اس ہلکی پھلکی جنگ سے ہو چکا تھا۔ اگر وزیرہ کے جوان اپنی بندوقوں کے دہانے ان پر نہ کھول دیتے تو زرغون انہیں ملیامیٹ کر دیتا۔ بہرحال یہ ساری باتیں سوچنے کے بعد اس نے زیکا سے کہا۔

”زیکا! میرے ذہن میں جو کچھ ہے کیا تو اس سے واقف ہے؟“

”میں پہلے بھی تجھ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر میں تیرے ذہن تک پہنچ بھی سکتا تو یہ کوشش نہ کرتا۔ چونکہ ایک سچا دوست‘ دوست کو کبھی دھوکا نہیں دیتا۔ تیرے ذہن میں جو کچھ ہوگا وہ تیری امانت ہے۔ میں صرف اس حد تک مداخلت کرتا ہوں ان کاموں میں جس حد تک ممکن ہو۔“

”میں ایک خاص بات سوچ رہا ہوں اور اس کے بارے میں تجھ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”ایک بات میں تجھے بتاؤں زبک! زرغون کے دماغ کی ساخت ذرا مختلف ہے۔ زندگی اور موت اس کی نگاہوں میں بے وقعت ہیں۔ وہ مارنا بھی جانتا ہے اور مرنا بھی اصل میں

اس کا دل یہ بات طے نہیں کر پا رہا کہ وہ اپنی فتح میں اوپر کی آبادیوں میں رہنے والوں کو شامل کریں۔ اس کو وہ اپنی توہین سمجھتا ہے۔ وہ تو ان پر صرف حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ طاقت کے حصول کے لئے ان کا سہارا اسے پسند نہیں ہے۔ میں تجھے ایک بات بتاؤں۔ میں دلوں کو تسخیر نہیں کر سکتا اور یہ سوال میرے لئے مشکل ہے۔“

”تو پھر مجھے ایک بات کا جواب دے۔“

”ہاں بول۔“

”میں بھی تو اسی زمین کا باشندہ ہوں میرا مطلب ہے اس کی دانست میں شیلاس ہی کا باشندوں ہوں میں۔“ زبک نے کہا۔

”ہاں بالکل وہ تو ہے۔“

”تو پھر اس نے مجھے اپنے ساتھ کیوں شامل کیا ہے؟“

”وہ طاقت پسند ہے۔ اسے تیری طاقت کا انداز پسند آیا ہے۔ وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ تجھ سے اسے مقامی آبادیوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس کے دل میں تیرے لئے پسندیدگی کے جذبات صرف اس لئے ہیں کہ وہ تیری طاقت کا قائل ہوا ہے۔“

”میں اس سے نمٹوں گا۔ اچھی طرح نمٹوں گا میرا تو دل چاہتا ہے کہ میں اسے میدان جنگ میں للکاروں اور جنگ کر کے اسے قتل کر دوں تا کہ وہ شیلاس کی آبادیوں کا قاتل نہ بن سکے۔“

”لیکن تو اس کے پورے لشکر کو ہلاک نہیں کر سکے گا۔“

”ایسا ہی ہے میں جانتا ہوں کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔“

”تو تیرا کیا خیال ہے اس کی موت کے بعد اس کا لشکر شوالیہ واپس چلا جائے گا۔“

”پتہ نہیں کیا کرے گا وہ؟“

”تجھے نہیں پتہ لیکن میں جانتا ہوں یہ لشکر انتقامی کارروائی کرے گا اس کا ایک ایک فرد اس وقت تک جنگ کرے گا جب تک کہ وہ مر نہ جائے اور اس طرح شیلاس کی آدھی آبادی ختم ہو جائے گی۔“

”باقی آبادی تو بچے گی۔“ زبک نے غرا کر کہا۔

"تو پھر ایسا کام کیوں نہ کر کہ پوری آبادی سلامت رہے۔"

"تیری بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آتی۔ ابھی تک تو صرف تو میرے وجود میں سمانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکا ہے۔"

"ایسی بات بھی نہیں ہے میرا کام جاری ہے اگر تو شیلاس کی آبادیوں کا لشکر جمع کر کے لے آئے گا تب بھی وہ لشکر جنگ ہی کرے گا تو کیا بے شمار افراد ہلاک نہ ہو جائیں گے۔ ایسا کام کیوں نہ کیا جائے کہ شیلاس کی آبادیوں کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچے اور تیرا مقصد بھی پورا ہو جائے۔" زبک نے کچھ لمحات کے لئے خاموشی اختیار کی۔ اسے حیرت تھی کہ زیکا کو اس کے خیالات کیسے معلوم ہو گئے۔ زیکا نے کہا۔

"تو یہ سمجھ لے کہ اس وقت میں تیری سوچ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرے دل میں وادیٔ شیلاس میں رہنے والوں کے لئے کتنا درد کتنی محبت ہے۔ بہرحال میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہی سب کچھ ہوگا جس میں شیلاس والوں کی بہتری ہو تو مجھ سے تعاون کر۔" زبک نے کہا۔

"کس طرح کا تعاون چاہتا ہے تو۔ وہ اس علاقے کے نواحی آبادیوں پر حملہ کرے گا اور چھوٹی چھوٹی بستیاں اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔ وہ وہاں سے جوانوں کو قیدی بنائے گا اور یہ جوان رب کائنات کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں خود فنا ہو جاؤں گا اور اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جو کچھ ہوگا میری موت کے بعد ہوگا۔ مجھے وہ لمحات یاد ہیں جب اس نے قیدیوں کو دریا کی لہروں کی نذر کر دیا تھا۔ آہ...... وہ لمحے میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔" زیکا کی آواز نہیں ابھری۔ وہ خاموش ہو گیا تھا اور وقت گزرتا رہا۔ زرغون چھوٹی آبادیوں کے نقشے ترتیب دے رہا تھا پھر ایک شام اس نے زبک کو اپنے پاس طلب کیا۔ بڑی خوشگوار کیفیت طاری تھی اس پر۔ اس نے کہا۔

"شیلاس کے قابل قدر جوان میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی ہے اور اس کے لئے مجھ تیرا سہارا درکار ہے۔"

"زرغون کے ہر کام کے لئے میں دل سے تیار ہوں۔"

"میں نے اپنی فتح کے ہر پہلو پر غور کیا ہے اور بہت کچھ سوچنے کے بعد میں نے یہ

بلہ کیا ہے۔"

"اصول اور ضرورت کہتی ہے کہ میں ان چھوٹی چھوٹی بستیوں کو فنا کر دوں اور سارے انوں کو قیدی بنا لوں۔ پھر جیسا کہ میں نے تجھے بتایا کہ وزیرہ والوں کے لئے انہیں چارہ بناؤں ائی جنگ وہ کریں اور پھر میری فوجیں وزیرہ پر حملہ کریں۔ اس طرح ان کے ذریعے ہم وزیرہ کو ور کر کے ان پر فتح حاصل کر لیں گے۔ لیکن میں نے اپنے اس فیصلے میں کچھ ترمیم کی ہے۔"

"کیا؟"

"تباہ شدہ بستیوں کے لوگ حوصلہ مند نہیں ہوں گے اگر ان سے کہا جائے کہ ان کی بقاء میں ہے کہ وہ میرے مفاد کے لئے کام کریں اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو انہیں فنا کر دیا جائے تو شاید وہ تیار ہو جائیں۔ اپنے وجود کی بقاء کے لئے وہ وزیرہ کے خلاف مؤثر جنگ کریں ے۔"

"تیرا سوچنا بالکل درست ہے زرغون! ان کی بستیاں ہمارے پاس یرغمال ہوں گی اگر کی بستیاں ہی نہ رہیں تو وہ کسی کے لئے کچھ نہ کریں گے۔ دوسری صورت میں تجھے لڑنے والی ر فوجیں ملیں گی۔" زبک نے خوش ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں نے ٹھیک سوچا۔"

"بہت ہی بہتر سوچا تو نے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود ہی اس جنگ کا فیصلہ کر لیں۔" زبک جواب دیا۔

"ہاں ہو سکتا ہے شوالیہ کے فاتح اس مسئلے میں الجھنے ہی نہ پائیں اور پھر کیا خوب رہے گا لڑنے والے دوسرے ہوں اور حکمرانی کرنے والے دوسرے۔ واہ...... تو نے تو مشکل ہی ان کر دی زبک! وزیرہ کو تاراج کرنے کے بعد ہم خود وہاں کے جوانوں کو قتل نہیں کریں گے۔ جو تندرست اور توانا ہوں گے انہیں گرفتار کریں گے اور پھر ان کی ایک فوج تیار ہو گی۔ چھوٹی وں والے اور وزیرہ کے وہ جوان جنہوں نے ہم سے بھرپور مقابلہ کیا ہماری فوج کے پہلے وں کے طور پر تمام بستیوں پر حملے کریں گے اور یہ طریقہ جاری رہے گا۔ واہ شاید یہ میرے یان تیری شمولیت ہے۔ شیلاس والے میرے دماغ میں منصوبہ آیا میں ایک بار پھر تجھے اپنے یان خوش آمدید کہتا ہوں۔ بیشک تو نے تو صورت حال ہی بدل دی۔ اس میں مجھے تیرے کچھ

اور مشورے درکار ہیں۔'' اچانک ہی زبک بول پڑا۔

''میں تجھے ایک انتہائی اہم بات بتانا چاہتا ہوں۔ شاید تو میری اس بات کو تسلیم نہ کرے۔ میں سچے خواب دیکھتا ہوں۔ ہاں تو یقین کر عظیم زرغون! میرے خواب سچے ہوتے ہیں اور میں نے پچھلی رات جو خواب دیکھا وہ تجھے بتانے کے لئے بے چین ہوں۔ میں نے دیکھا کہ تو آندھی اور طوفان کی طرح زمین کی گہرائیوں سے نمودار ہوا اور شیلاس کی بلندیوں پر تاریکیاں چھا گئیں۔ پھر جب روشنی ہوئی تو ہر طرف تیری حکومت قائم تھی اور جس نے تیری اطاعت کی وہ خوش رہا اور جس نے تجھے نہ مانا وہ موت کی آغوش میں جا سویا اور اس سچے خواب کی تعبیر یہی ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ میں کوئی خیال کر کے سو جاؤں تو خواب میں مجھے اس کی تفصیل معلوم ہو جاتی ہے۔ اگر تو مجھ پر یقین کرے تو پھر یوں کرتے ہیں کہ تو میرے خوابوں کی تکمیل کر وہ سوچ جو میں خواب میں دیکھوں۔ ویسے میں اپنے خوابوں کے بارے میں تجھ سے صاف صاف کہہ سکتا ہوں کہ جب تجھے میرے خوابوں کی حقیقت معلوم ہوگی تو تو خود بھی خوش ہوگا۔ زبک ششدر تھا۔ نہ یہ اس کے الفاظ تھے نہ اس کے دماغ کی سوچ' حلق سے نکلنے والی آواز بے شک اس کی تھی۔ لیکن خوابوں کا تذکرہ اس کے ذہن کی تخلیق نہیں تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے دل پر یہ خیال پیدا ہوا کہ زیکا اس کے اندر بول رہا ہے۔ لیکن بہرحال جو کچھ کہہ چکا تھا اس کی تردید اپنے ہونٹوں سے نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ خاموش رہا لیکن زرغون پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اس کا چہرہ عجیب و غریب احساس میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ لمحے کے بعد اس نے کہا۔

''آہ...... تو نے تو مجھے حیران کر دیا ہے۔ تو نے واقعی مجھے حیران کر دیا ہے اور جو کچھ تو نے کہا ہے مجھے اس پر پورا پورا یقین ہے۔ تو تو ہمارے لئے بہت قیمتی انسان ہے۔ میں تجھ سے اتفاق کرتا ہوں یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ میرے اس منصوبے کا خواب دیکھ اور مجھے اس کی تعبیر بتا...... آہ...... کیا عمدہ بات ہوگی یعنی میں وقت سے پہلے اپنے کسی قدم کی کامیابی یا ناکامی کا یقین کر سکتا ہوں۔ تو تو مجھ سے بڑا جادوگر ہے اور میں تیرے اس جادو سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ زرغون خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔ اس نے زبک کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور اس کے بعد اس وعدے کے ساتھ اسے رخصت کر دیا کہ جب تک وہ اپنے اس منصوبے کی کامیابی کا خواب نہیں دیکھ لے گا۔ اس کی تکمیل کے لئے قدم آگے نہیں بڑھائے گا۔'' زبک جب اس کے

ہاں سے واپس چلا تو مطمئن بھی تھا اور غیر مطمئن بھی۔ غیر مطمئن اس لئے تھا کہ اس کے اپنے منصوبے کی تکمیل نہیں ہو پائی تھی۔ مطمئن اس لئے تھا کہ اب زرغون اس پر بہت زیادہ بھروسہ کرنے لگا ہے جب وہ وہاں سے دور چلا آیا تو زیکا کی آواز ابھری۔

''آہ...... زبک! بے شک میں نے گستاخی کی کہ تیری زبان سے بول پڑا۔ لیکن ذرا غور کر میری یہ کوشش کامیاب رہی۔''

''زیکا! حالانکہ یہ سب کچھ میرے لئے ناقابل برداشت ہے اور میں کسی کو اپنے وجود میں اس طرح جگہ نہیں دے سکتا کہ وہ میری آواز پر حاوی ہو جائے۔''

''تو جب بھی کہے گا میں تیرے جسم کو چھوڑ دوں گا لیکن ذرا غور کر بس اتنا سا کر کہ شیلاس کی سرزمین پر خون کی ندیاں بہانے کے خلاف ہم لوگ ایک مضبوط محاذ قائم کر رہے ہیں اور کامیابی کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں۔ تو نے یہ نہیں دیکھا کہ فوری طور پر دو چھوٹی بستیاں محفوظ ہو گئیں۔ اس وقت تک کے لئے جب تک ہم لوگ کوئی بہتر منصوبہ اُن کے لئے نہ بنا لیں۔ خواب دیکھنا اپنے بس کی بات تو نہیں ہے۔ جب بھی خواب نظر آ جائے زرغون تیرے اس خواب کا انتظار کرے گا۔ کیا کسی جارحانہ اقدام کو روکنے کے لئے یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔ تو نے اس کے بڑھتے ہوئے قدم روک دیئے ہیں۔ وہ ایسا ہی دیوانہ ہے۔ اب جب تک وہ اپنے کس اہم قدم کے سلسلے میں وہ تیرا خواب نہ سن لے گا۔ اپنے طور پر کچھ نہیں کرے گا اس سے بہتر اور کوئی ترکیب ہو سکتی ہے تو مجھے بتا دے۔'' زبک کچھ دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس کے بعد اچانک ہی ہنس پڑا۔ پھر اس نے کہا۔

''آہ...... اس وقت جب میں شیگان کے مقابلے پر تھا تو مجھے کیوں نہ مل گیا۔ کاش! ناشیر کے دور میں میری تیری ملاقات ہو جاتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔''

''واہ...... کم از کم ایک نام تو تیرے منہ سے نکلا...... بلکہ دو...... یعنی شیگان اور ناشیر! خیر میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ تو مجھے اپنے دل کی تمام باتیں بتا دے اور نہ ہی میں تیرے ذہن و دل میں جھانکنے کی کوشش کروں گا۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا مقصد زرغون کے بڑھتے ہوئے قدم روک دینا ہے اور اسے کسی بھی ایسے مسئلے میں پھنسا دینا ہے جس میں پھنس کر وہ آگے قدم نہ بڑھا سکے اور اپنے تمام خوفناک منصوبے ترک

کر دے۔ میری اس خواہش کے پس پردہ جو چیز ہے اس کا اظہار میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ میں
بے غرض نہیں ہوں بلکہ یہ سمجھ لے کہ میں ہشاریہ سے انتقام لینا چاہتا ہوں اور اس میں ہم دونوں کا
مفاد ہے۔ اس راستے پر چل کر زرغون اور ہشاریہ کو آپس میں الجھا دینے کا خواہش مند ہوں اور
اس طرح شیلاس کی آبادیاں بھی تاراج ہونے سے بچ جائیں گی اور میرا مقصد بھی پورا ہو جائے
گا۔ گویا یوں سمجھ لے کہ ایک مقصد تیرا ہے ایک میرا ہے اور ایک تیرے اس ساتھی کا جس کے
بارے میں اب کچھ پتہ نہیں ہے۔'' زبک نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے مگر یہ خواب میں کیسے دیکھوں گا؟''

''بھلا یہ کوئی مشکل کام ہے۔ میں تجھے تیرے ہر دوسرے قدم سے آگاہ کر دوں گا۔

بہرحال زبک کو اب زرغون کے لشکر میں ایک بہت بڑا مقام حاصل ہو گیا تھا۔ اس کے آدمی اس کی
عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ ایک دن زیکا نے کہا۔

''اور آج رات تو جو خواب دیکھے گا کل صبح کو اسے زرغون کے سامنے پیش کر دینا اور
سے کہہ دینا کہ اس کے خلاف اس کے لشکر میں سازش ہو رہی ہے اور سازش کرنے والے وہ لوگ
ہیں جو اس کی ہلاکت چاہتے ہیں اور ہلاکت کا یہ کام کل دن میں کسی وقت ہو جائے' کیا سمجھا؟''

''میں کچھ نہیں سمجھا۔'' زبک نے حیرت سے کہا۔

''ابھی میں تجھے اتنا ہی بتا سکتا ہوں۔ لیکن اگر تو تسلی کے لئے چاہتا ہے تو میرے
منصوبے کو سمجھ لے کل صبح زرغون کو تلاش کرتا ہوا تو اس کے پاس پہنچے گا اور وہ تجھ سے پوچھے گا کہ
تو نے اس کے منصوبے کا خواب دیکھا ہے تو تو اس سے کہا گا کہ تو نے ایک دوسرا خواب دیکھا
ہے۔ تو نے دیکھا ہے کہ تین پراسرار افراد جن کا تعلق تیرے لشکر سے ہی ہے۔ آپس میں بیٹھ
سرگوشیاں کر رہے ہیں اور ایک سازش تیار کر رہے ہیں جس کے تحت تجھ پر حملہ کیا جائے گا اور
موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی جائے گی۔ پہلے تجھے کھانے میں زہر دیا جائے گا اور تو ا
منصوبے کو ناکام بنائے گا۔ دوسرا حملہ تجھ پر پھر کیا جائے گا جس میں تجھے ہلاکت سے بچانے
لئے میں ہی تیری مدد کروں گا اور اس وقت زبک تجھے اپنے ہاتھوں سے تین افراد کو قتل کرنا پڑے
گا۔'' زبک پریشانی سے گردن کھجانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

''لیکن یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟''

''میں آخر کس لئے ہوں۔ تیرے منصوبے کو کامیاب بنانا میرا فرض ہے اور میں اس
لئے دن رات مصروف ہوں۔'' زبک نے ایک گہری سانس لی بہرحال اس میں کوئی شک نہیں
زیکا ان جادوگروں کا استادہ رہ چکا تھا۔ اس جادوگر کے لئے یہ کام کر لینا زیادہ مشکل نہیں ہوگا
ب زبک نے اس پر غور کیا تو درحقیقت اسے بڑی دلچسپ کیفیت محسوس ہوئی۔ گویا ایک اور
لی زرغون کے لئے بھلا اپنے لشکر میں اپنے خلاف سازشیں کون برداشت کرے گا۔''

o

پھر درحقیقت زبک نے خواب تو کیا ہی دیکھا لیکن رات کے ہر پہر وہ اسی خواب کے بارے میں سوچتا رہا اور جوں جوں وہ سوچتا رہا اسے یہ احساس ہوتا چلا گیا کہ زبکا درحقیقت پرانا جادوگر ہے اور وہ جو کچھ سوچے گا وہ زیادہ موثر ہو گا۔ زبک نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے مہذب دنیا کا رخ کیا تھا اور جب ڈاکٹر ڈریڈ کی حیثیت سے وہ بہت سی معلومات حاصل کرنے کے بعد وہاں سے واپس لوٹا تو نجانے کیسی کیسی کہانیوں میں الجھ گیا۔ زندگی اسی طرح کی چیز ہوتی ہے۔ مونتاشیہ جسے وہ پیار سے انوشا کہتا تھا اور جس کا حصول اسے کے لئے ایک عجیب وغریب حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے تصور کا مرکز تھی۔ لیکن جس طرح کا وہ انسان تھا اور جو صعوبتیں اس نے اٹھائی تھیں۔ اس کے بعد اس کے دل میں اپنی وادی اپنی سرزمین کی محبت بھی شامل تھی۔ لیکن میں جب بھی اس کے بارے میں سوچتا مجھے ایک عجیب احساس ہوتا۔ زبک جو ڈاکٹر ڈریڈ کی حیثیت سے مجھے ملا تھا' پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک شعبدہ گر کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا لیکن اب جب مجھے ان ساری کہانیوں کا علم ہو رہا تھا تو میں اسے صرف ایک شعبدہ گر نہیں کہہ سکتا تھا۔ ان آبادیوں کے رہنے والے تو سارے کے سارے ہی جادوگر تھے۔ کیا عجیب جگہ تھی جادو کی اس سرزمین میں میرا اپنا کیا مقام ہے بہرحال میں زبک۔ کی بات کر رہا تھا۔ زبک نے دوسری صبح تیاری کی اور دوسری صبح زرغون کے خیمے کی جانب چل پڑا۔ زرغون کے خیمے کے گرد زبردست پہرہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن زبک کو سب نے احترام کی نگاہوں سے دیکھا تو زبک نے کہا۔

''معزز زرغون سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''کیا ہمیں اس کی اجازت لینے کا حق حاصل ہے؟''

''ہاں...... اسے بتاؤ کہ میں اس کے پاس آنا چاہتا ہوں۔'' بہرحال اس کی رسائی زرغون تک ہوگئی اور اس دن زرغون نے اپنے خیمے میں اس کا پرتکلف استقبال کیا۔ تب زبک نے کہا۔

''جب سے تو نے مجھے یہ عزت اور یہ احساس بخشا ہے۔ عظیم زرغون تیرے وجود اور

زی بقاء کا مسئلہ میرے ساتھ شامل ہوگیا ہے۔ میں تجھے کامیاب اور سرفراز دیکھنا چاہتا ہوں لیکن ں کے ساتھ ہی زندہ سلامت بھی اور بدنصیبی نے مجھے ایک ایسا خواب دکھایا ہے جو معمول کے طابق سچا خواب ہے لیکن جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ میرے لئے اس قدر باعث تشویش ہے کہ میں پاگلوں کی طرح تیرے پاس پہنچ گیا ہوں۔ زرغون کے چہرے پر بھی اضطراب کے آثار ظر آئے اور اس نے جلدی سے کہا۔

''آہ...... مجھے جلدی سے بتا کیا خواب ہے وہ؟''

''مقدس زرغون! تیری سلامتی میرے لئے ہر چیز سے برتر ہے۔ میں نے جو خواب یکھا ہے اس میں دیکھا ہے کہ تیرے لشکر میں بھی کچھ لوگ تیرے بارے میں اچھی رائے نہیں کھتے اور تیری زندگی لینے کے خواہش مند ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں ان کے بارے میں تو مجھے اندازہ ہیں ہے لیکن ان کا تعلق تیرے ہی لشکر سے ہے اور ہو سکتا ہے کسی اور کہنے پر یہ تیرے لشکر میں اخل ہوئے ہوں۔ میں نے جو خواب دیکھا ہے وہ کسی اور دور کا نہیں ہے آج ہی کے دن کا ہے۔ ج تجھ پر دو قاتلانہ حملے ہوں گے اور تجھے ہلاک کرنے کی دو کوششیں کی جائیں گی۔ تیرے دشمن نے منصوبوں کی تکمیل کر چکے ہیں اور وہ تجھے ختم کر دینے کے خواہش مند ہیں۔'' زرغون کا چہرہ ل کی طرح سرخ ہوگیا۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آہ...... رب کائنات کی قسم! میرے لشکری میرے لئے میری اولادوں کی مانند ہیں ر تو نے جس بات کا تذکرہ کر کے میرے لشکروں پر الزام لگایا ہے اس کے بدلے مجھے اسی وقت ری گردن کاٹ دینی چاہئے لیکن نجانے کیوں میں تیرا اس قدر گرویدہ ہوگیا ہوں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچانا میرے بس میں نہیں رہا ہے لیکن میں تجھے یہ بتا دوں کہ یہ ناممکن ہے۔ میرے لشکر کا ہر ایک فرد میرا وفادار ہے اور کوئی بھی میری ہلاکت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ تیرا خیال کا غلط ہے اور تیرا خواب بالکل جھوٹا لیکن پھر بھی تو نے جو خواب دیکھا ہے اور مجھ سے وفاداری ہے اس کے لئے میں تیرا شکر گزار ہوں اور تجھے دعوت دیتا ہوں کہ آج کا دن میرے ساتھ زار اور دیکھ کہ کم از کم شوالیہ کے لشکر کے بارے میں تیرا خواب جھوٹا ہے۔'' زرغون کے لہجے میں تنا اعتماد تھا کہ زبک کو اپنے قدموں میں لرزشیں محسوس ہونے لگیں۔ اس نے سوچا کہ اگر زبکا انداز میں اپنا کام نہیں کر سکتا تو سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ لیکن

بہر حال زبک بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے زرغون ایسا ہو سکتا ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو میں اپنے خوابوں سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ اگر میرا کہا ہوا سچ نکلے تو تجھے وعدہ کرنا ہوگا کہ آئندہ تو میرے ہر خواب کو سچ سمجھے گا۔ اگر میرا یہ خواب جھوٹا نکلے گا تو میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے سزا دے اور یہ سزا موت سے کم نہ ہو۔"

"نہیں......نہیں......تیری موت تو میرے لئے ممکن ہے ہی نہیں میں تیری زندگی چاہتا ہوں تجھے ہر حالت میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر تیرا خواب واقعی جھوٹا نکلے تو پھر مجھے خوابوں کی داستانوں میں نہ پوشیدہ کر لینا۔ سمجھ رہا ہے نا تو ایسا مت کرنا۔"

"بہر حال یہ تیرا مقصد ہے جو تو پسند کرے میں اس کے لئے حاضر ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن تجھے آج میرے ساتھ ہی رہنا ہوگا۔" پھر صبح کا ناشتہ آ گیا اور زرغون نے زبک کو دعوت دی کہ ناشتہ اس کے ساتھ ہی کرے۔ ناشتہ لانے والوں نے بڑے بڑے خوان ان کے سامنے سجا دیئے اور زرغون نے ایک دودھ کے پیالے سے آغاز کیا۔ اس نے پیالہ دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر اپنے منہ تک لے جانا چاہا لیکن دفعتاً ہی زبک نے اس پیالے پر زوردار ہاتھ مارا اور پیالہ اچھل کر دوسری چیزوں پر جا گرا۔ زرغون کی آنکھوں میں وحشت کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے خونخوار نگاہوں سے زبک کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے تو زبک خود بھی حیران رہ گیا تھا کہ اس سے یہ حرکت کیوں سرزد ہوئی ہے لیکن دوسرے لمحے زیکا کی آواز اس کے ذہن میں گونجی وہ زبک کو کچھ ہدایات دے رہا تھا اور جب اس نے زیکا کی ہدایات کا مفہوم سمجھا تو وہ مطمئن ہو گیا۔ زرغون خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

"اس کے باوجود میں تجھے قتل نہیں کروں گا۔ مجھے اپنی اس حرکت کا مطلب بتا۔"

"میرے سچے خواب کی پہلی تعبیر یہ دودھ زہر ملا تھا۔ کیا سمجھا اس دودھ میں تیری ہلاکت کے لئے زہر شامل کیا گیا ہے اور تو اس کا تجزیہ کر سکتا ہے۔ تیرے پاس کوئی ایسا پالتو جانور موجود ہے جو دودھ پیتا ہو۔ زبک کے ان الفاظ نے زرغون کے چہرے پر نمایاں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ وہ کچھ دیر خونی نگاہوں سے زبک کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"پالتو جانور"

"ہاں...... مجھے ایک پالتو جانور کی ضرورت ہے جسے یہ دودھ پلا کر تجزیہ کیا جا سکے کہ

ں میں زہر ہے یا نہیں۔ زرغون نے گردن ہلائی اور اس کے بعد اس نے تالی بجائی۔ وہ شخص اندر گیا جس نے ناشتہ لا کر ان کے سامنے رکھا تھا۔ زرغون نے اپنے ہاتھوں سے دودھ کا پیالہ بھرا اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"اسے پی لے۔" ناشتہ لانے والے نے حیرت بھری نگاہوں سے اپنے آقا کو دیکھا یکن آقا کا حکم تھا اور زرغون کے حکم سے ایک لمحے کے لئے انحراف موت ہی تو تھا۔ اس میں سوال گنجائش نہیں تھی چنانچہ اس نے دودھ کا پیالہ لے کر ہونٹوں سے لگا لیا اور غٹا غٹ کر کے دودھ پی یا لیکن اس کے بعد ایک لمحے کے اندر اس کے قدم ڈگمگانے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ ینے پر رکھے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ پھر اس کا جسم زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ چند بار وہ زور زور ے پھڑکا اور پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ چند بار وہ زور زور سے پھڑکا اور اس کے بعد ساکت ہو یا۔ زرغون کی نگاہیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔ اس نے جھک کر دودھ پینے والے کو دیکھا اس کا سم نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ زرغون غضب ناک ہو گیا اور اس کے ہونٹوں سے غراہٹیں نکلنے لگیں۔

"یہ حرکت کس نے کی' کس نے کی ہے یہ حرکت؟" پھر وہ باہر نکل آیا اور اس نے اپنے دمیوں کے ذریعے ان تمام افراد کو طلب کر لیا جو ناشتہ اس تک پہنچانے کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے ور اس کے بعد بھلا ان کی زندگیاں کون بچا سکتا تھا۔ زبک نے نو افراد کی ہلاکت دیکھی جنہیں کتے وں کی طرح مار دیا گیا تھا لیکن زرغون کا انتقام سرد نہیں ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ب کسے ہلاک کرے۔ غصے کے عالم میں اس نے زبک کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت بھی محسوس یں کی تھی۔ زبک خاموش تھا۔ زرغون بہت دیر تک اسی غیض و غضب کا شکار رہا اور پھر شاید اسے بک کا خیال آ گیا اور اس نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا یہ تیرے سچے خواب کا پہلا نمونہ تھا۔ یعنی تیرے خیال کے مطابق یہ مجھ پر پہلا اتلانہ حملہ تھا۔"

"ہاں......اور تجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ اگر میں بروقت تیرے دودھ کے پیالے اتھ نہ مارتا تو کیا ہوتا۔ اس کا اندازہ تجھے خود ہو ہی گیا ہے۔ مقدس زرغون!"

"آہ......واقعی......واقعی......میں تو سوچتا تھا اس دنیا میں ایسا کوئی نہ ہوگا جو میری ندگی بچانے کا باعث بنے گا۔ لیکن تو......اور اب......اب مجھے تیرے سوا کسی اور کی ضرورت نہیں

ہے۔ مجھے ہر لمحے تیرا ساتھ درکار ہے۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات پیدا ہو
رہے ہیں۔ یہ تو مناسب نہیں ہے اور شاید یہ میرا یہ جذباتی قدم بھی مناسب نہیں ہے کہ میں نے ان
سب کو ایک دم قتل کرا دیا ہوتا تو یہ چاہئے تھا کہ میں ان سے یہ پوچھتا کہ ان کے دماغ میں سازش
نے جنم کیوں لیا۔ وہ مجھے قتل کرنے کے خواہاں کیوں ہو گئے۔''

''ہاں مقدس زرغون! ہونا تو ایسا ہی چاہئے تھا۔''

''آہ...... تو تو مجھے روک دیتا۔''

''نہیں شیر کو حملہ کرنے سے کون روک سکتا ہے۔'' زبک نے کہا اور اپنے ان الفاظ کا
ردعمل اس نے زرغون کے چہرے پر دیکھ لیا۔ زرغون اس کے الفاظ سے بہت خوش ہوا تھا۔ پھر
دوسرا واقعہ اسی شام کو پیش آ گیا۔ زبک اس وقت بھی زرغون کے ہمراہ چٹان کے درمیان موجود
تھا۔ سارا دن زرغون نے کچھ نہیں کھایا پیا تھا اور اس پر ایک عجیب جنونی کیفیت طاری رہی تھی۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خوفزدہ نہیں تھا لیکن بے چین ضرور تھا اور اس وقت یہاں ان دونوں
کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ زرغون کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی
ہوئی چھڑی سے زمین پر لکیریں بنا رہا تھا کہ اچانک ہی پیچھے کی چٹان سے کچھ آہٹیں ہوئیں اور پھر
تین افراد نیچے کودے۔ جن کے ہاتھوں میں خنجر دبے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ہے براہ
راست زرغون پر چھلانگ لگائی تھی اور بقیہ دو زبک پر ٹوٹ پڑے تھے۔ زرغون کا کندھا زخمی ہو
گیا۔ خنجر والے نے اس کی گردن اڑانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن خنجر اس کی گردن میں نہیں اتر سکا
تھا۔ زرغون نے اچانک ہی خنجر والے کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ سر سے اونچا اٹھا کر چٹان سے
دے مارا۔ زرغون جسمانی طور پر غیر معمولی قوتوں کا مالک تھا اور زبک اس کے بارے میں تو خیر
کچھ کہنا ہی بے کار تھا۔ چنانچہ دوسرے جو افراد جو اسے قتل کرنے کے خواہش مند تھے انہوں نے
اس پر بھرپور وار کئے تھے لیکن زبک نے دونوں کی کلائیاں پکڑ لیں اور پوری قوت سے انہیں ان
کے سینوں کی جانب موڑنے لگا۔ زرغون اپنے دشمن سے فارغ ہونے کے بعد زبک کی جانب
متوجہ ہوا تھا وہ شاید زبک کی مدد بھی کرنا چاہتا تھا لیکن شاید اس سے پہلے ان دونوں کی مٹھیوں میں
دبے ہوئے خنجر خود ان کے سینوں میں اتر چکے تھے۔ ان کے اپنے ہاتھوں سے زبک نے اپنے
دونوں دشمنوں کو بھی ختم کر دیا اور اس کے بعد وہ اپنا کلہاڑا نکال کر چٹان کی طرف لپکا۔ جہاں سے

تینوں نیچے کودے تھے۔ زرغون نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ زبک نے چٹان پر چڑھ کر ادھر ادھر
دیکھا لیکن ان تینوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ دونوں ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ پڑاؤ کئے
ہوئے لشکر میں کسی قسم کی کوئی بدنظمی نہیں تھی۔ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور
صاف اندازہ ہو جاتا تھا کہ ان میں سے کسی کو اس طرف ہونے والی واردات کا کوئی علم نہیں ہے۔
کافی دیر تک وہ دونوں چٹان کے چاروں طرف دیکھتے رہے اور پھر نیچے اتر آئے۔ زرغون کے زخمی
کندھے سے خون بہہ رہا تھا۔ زبک نے اس سے کہا۔

''اوہ...... مقدس زرغون! تیرے کندھے سے خون بہہ رہا ہے۔''

''نہیں بہت ہلکا سا زخم ہے ہواؤں کی نمی اسے خشک کر دے گی۔ میں اس کے لئے کچھ
نہیں کرنا چاہتا بہرحال زبک نے اس کے بعد اصرار نہیں کیا تھا۔ زرغون ایک بار پھر پریشانی سے
ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''لیکن یہ تینوں بدبخت' یہ کون ہیں؟'' یہ کہہ کر وہ ان کے نزدیک پہنچ گیا اور جھک کر
انہیں دیکھنے لگا۔ دیر تک ان کی شکلیں دیکھتا رہا پھر سیدھا ہو کر بولا۔

''یہ میرے ہی لشکر کے لوگ ہیں اور میں یہ بات بالکل نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ یہ میری
جان کے دشمن کیوں ہو گئے ہیں۔'' اس نے یہ سوال جیسے خود سے کیا تھا اور پھر اچانک ہی وہ زبک
کی طرف دیکھنے لگا اور اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آہستہ آہستہ اس نے
قدم آگے بڑھائے اور زبک کے قریب پہنچ گیا۔

''میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تیرا یہ خواب سچا ہوا تو میں تجھ پر مکمل اعتماد کروں گا
اور تو نے ایک وفادار دوست کی حیثیت سے دوستی نبھائی ہے۔ یہی نہیں کہ تیری مدد سے سرزمین
شیلاس پر اپنی حکمرانی قائم کروں۔ زمین شیلاس کے حکمران اب دو ہوں گے۔ ایک زرغون اور دوسرا
زبک۔ یہ میرا وعدہ ہے تجھ سے کیونکہ میری زندگی تو نے دو بار بچائی ہے۔ زبک نے کوئی جواب
نہیں دیا۔ وہ جادوگر زیکا کی اس کارکردگی پر غور کر رہا تھا اور درحقیقت بہت متاثر ہوا تھا۔ اسے
احساس ہوا تھا کہ زیکا کی چالاکیاں زرغون کو اس کی گرفت میں لا رہی ہیں۔ زبک پر اس نے اتنا
بھروسہ کر لیا تھا چنانچہ اب اس بات کے امکانات زیادہ ہو گئے تھے کہ وہ مکمل طور سے زبک پر ہی
انحصار کرے اور اس انحصار کا مقصد تھا زرغون کی تباہی اور یہی ان کا منصوبہ تھا اور یہ منصوبہ قدم بہ

قدم تکمیل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ زرغون نے زبک کے ساتھ واپس خیموں کی طرف رخ کیا۔ راستے میں اس نے کہا۔

''اور یہ دو حملے سراسر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تو سچے خواب دیکھتا ہے اور میں تجھ سے اس کی توقع کرتا ہوں کہ تو اب میرے لئے جاگتا رہے گا اور مجھے اطمینان رہے گا کہ میری زندگی کے لئے ایک محافظ موجود ہے۔'' زبک نے گردن خم کر کے کہا۔

''میں تیرا خادم ہوں اس طرف سے بےفکر رہ۔ میں تیرے تمام مفادات کی بھرپور نگرانی کروں گا۔ زیکا بے شک اب ایک کام کی شخصیت ثابت ہو رہی تھی اور جب زبک کو تنہائی نصیب ہوئی تو زیکا نے اس سے کہا۔

''اور اس طرح تو نے اپنے مقصد کا پہلا مرحلہ طے کر لیا اور اب دوسرے مرحلے کے لئے سن۔ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زرغون کو کسی قبیلے پر پہنچنے کا موقع نہیں دیں گے۔ اس کے ساتھ ایسے واقعات ہو جانے چاہئیں جو اس کے ذہن پر ڈرے لگاتے رہیں اور اسی میں ہمارے مقصد کا حل موجود ہے۔'' زبک جواب زیکا سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا' مسکرا کر بولا۔

''اور اب مجھے کیا خواب دیکھنا ہے جادوگر۔''

''تیرا کل کا خواب زرغون پر نازل ہونے والا ایک عذاب ہے۔ جس کی تو کوئی نشاندہی نہیں کر سکے گا لیکن تو نے اپنے خواب میں دیکھا کہ سیاہ بادلوں کا ایک ٹکڑا زرغون کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ بجلی کی زبانیں اس کی جانب لپکتی ہیں اور زرغون کو چاٹ لینا چاہتی ہیں لیکن اسے بچا لیا جاتا ہے۔ بچانے والا کون ہوگا اس کی نشاندہی تو نہیں کر سکے گا۔ اور سن زبک وہ جو مشرقی سمت میں کچھ پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں' جن کا رنگ سیاہی مائل ہے وہاں جب بھی زرغون جائے تو اس کے ساتھ رہنا اور وہ چٹان جو کتے کے سر سے مشابہہ تھی اور جو اپنی جگہ کمزور سی جمی ہوئی ہے اس پر گرے گی۔ جب تو اس چٹان کے نیچے سے گزرے تجھے احتیاط رکھنا چاہئے اور گرتی ہوئی چٹان سے خود بھی بچنا اور زرغون کو بھی بچا لینا۔''

''کیا چٹان اسی وقت گرے گی جب زرغون وہاں ہوگا۔''

''ہاں۔'' زیکا کی آواز ابھری اور زبک نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اور تو مجھے زہریلے دودھ اور خنجر بردار حملہ آوروں کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا بلکہ میرا ذہن پھر اس کے لئے الجھا ہوا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسا کیوں ہوا۔'' زیکا کی طرف سے خاموشی طاری ہو گئی اور جب دیر تک وہ کچھ نہ بولا تو زبک نے کہا۔

''کیا بات ہے' کیا تو میرے وجود کے اندر سو گیا ہے؟''

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔''

''تو پھر؟''

''دیکھ میرے دوست! یہ وہ باتیں ہیں جن کا تعلق بہت دور سے ہوتا ہے اور ان کا نہ جاننا تیرے لئے مفید ہوگا۔ تجھے ان کے بارے میں نہیں معلوم کرنا چاہئے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ میں تجھے بتانا پسند نہ کروں۔ لیکن تو یہ سمجھ کہ کچھ باتیں پوشیدہ رہنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح کا عہد ہے۔ جو کسی سے کیا جاتا ہے۔''

''عہد......'' زبک نے سوال کیا۔

''ہاں......قوتیں فضا میں بکھری ہوئی نہیں ہوتیں۔ جادو کے بول زمین میں نہیں اگتے ان کے لئے کچھ کاوشیں کرنا ہوتی ہیں اور جو ان کے امین اور ان کے مالک ہوتے ہیں۔ ان سے کچھ وعدے کرنا ہوتے ہیں۔''

''تو پھر؟''

''اور وہ وعدے یہ ہوتے ہیں کہ ان کے راز عام نہیں ہونے چاہئیں۔ مجھے یقین ہے کہ تو میری باتوں کا برا نہیں مانے گا۔''

''ٹھیک ہے اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ ان کا نہ بتانا ضروری ہے تو تیری مرضی۔''

''میں جو بھی قدم اٹھا رہا ہوں' ان میں شیلاس کی آبادیوں کی زندگی چھپی ہوئی ہے۔''

''ہاں مجھے اب اس بات کا یقین ہوتا جا رہا ہے۔''

''جب تجھے اس بات کا یقین ہوتا جا رہا ہے تو ایک بات کا اور یقین کر لے اور وہ بات یہ ہے کہ اگر میں تجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کروں تو یہ میری مجبوری ہوگی۔ اس کا تو بالکل برا نہ ماننا۔''

''ٹھیک ہے......میں ایسا ہی کروں گا۔ بہرحال کچھ وقت اور گزرتا رہا۔'' زبک کے

ذہن میں بھی بڑی پریشانیاں تھیں۔ وہ غالباً اس بات کا احساس کرنے لگا تھا جیسے میرا وجود اب اس دنیا میں نہ رہا ہو۔ اس کا خیال تھا کہ میں اتنا کمزور انسان نہیں ہوں کہ اسے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ زیکا نے نجانے کس مقصد کے تحت مجھے زبک سے الگ کیا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ ہم دونوں کو الگ الگ کام کرنے کا موقع ملا اور یہی غالباً زیکا کی فراست تھی بہرحال میں یہ بات اچھی طرح سے جانتا تھا کہ زبک میرے لئے سچے دل سے پریشان ہے۔ بہرحال زبک میرے بارے میں سوچتے ہوئے یہ بھی سوچ رہا تھا کہ شیلاس کی بستیاں زرغون کے ہاتھوں سخت خطرے میں ہیں اور ایک دوست کے لئے وہ بے شمار افراد کو موت کی آغوش میں جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ قربانی اس کے لئے ضروری تھی اور اس نے محسوس کیا تھا کہ زیکا کے مشوروں کے ساتھ وہ اپنی اس کوشش میں مکمل کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔ بہرحال دوسری صبح جبکہ وہ جاگ کر زرغون کے پاس جانے کی کوششیں کر رہا تھا تو اس کے خیمے کے باہر کچھ افراتفری سی پھیل گئی اور اس سے پہلے کہ وہ حقیقت حال کا کچھ جائزہ لے۔ خود زرغون اس کے خیمے میں داخل ہو گیا۔ اس کے انداز میں دوستی اور محبت پائی جاتی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''صبح کا اجالا پھیلنے بھی نہیں پایا تھا کہ میں جاگ گیا اور تیرا انتظار کرنے لگا۔ تو نے میرے دل کی گہرائیوں میں جگہ پالی ہے اور یہ بات میں کسی بھی طرح فراموش نہیں کر سکتا کہ کل تیری مدد میری زندگی بچانے کا باعث بنی ہے۔ میں منتظر تھا کہ روشنی ہو جائے تو تو میرے پاس پہنچے اور میں تجھ سے تیرا نیا خواب سنوں لیکن انتظار نہ ہو سکا مجھ سے اور میں خود تیرے پاس آ گیا...... آ جا گھوڑوں پر بیٹھ کر دور کی سیر کرتے ہیں اور اسی دوران ہمارے درمیان گفتگو بھی ہو جائے گی۔ میں اس خواب کے لئے بے چین ہوں جو آخر کار مجھے شیلاس کا حکمران بنا دے گا۔ بہرحال گھوڑے پر سوار ہو کر وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ تب زرغون نے پوچھا۔

''ہاں...... اب بتا آج تو نے میرے لئے کوئی خواب دیکھا۔ وہ لوگ جو مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے وہ ختم ہو گئے یا ابھی ان کی کچھ تعداد باقی ہے۔''

''آہ...... میں اب صرف تیرے بارے میں سوچتا ہوں زرغون! میں نے تیرے لئے خواب دیکھا ہے لیکن یہ خواب بے حد الجھا ہوا ہے اور میں خود اپنے ذہن میں اس کو ترتیب دے رہا تھ کہ تجھے اس کے بارے میں بتا سکوں کیا تو اس بات پر غور کر سکے گا زرغون! کہ تیرے اوپر دد

قاتلانہ حملے جو کئے گئے ان میں حملہ کرنے والوں کی ذہنی سوچ شامل نہیں تھی وہ کسی پراسرار قوت کے تابع تھے۔ جس کی کوئی شکل نہیں ہے۔ ہم جادو کے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن میرا ذہن جن پراسرار الجھنوں میں گھرا ہوا ہے وہ ناقابل فہم اسی لئے ہو سکتی ہیں کہ میں انہیں سمجھ نہیں پا رہا۔''

''تو کیا کہنا چاہتا ہے اس وقت تو تیری الجھی ہوئی باتیں خود میری سمجھ میں بھی نہیں آئیں۔ زرغون نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور زبک نے حیرت سے دیکھا کہ زرغون کا رخ بھی انہی پہاڑیوں کی جانب ہے جن کی نشاندہی زیکا نے کی تھی۔ گویا آج کا کام جلدی ختم ہونے والا ہے اور وہاں تک پہنچتے ہی پہلے زرغون کو وہ صورت حال بتا دی جائے جس کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ چنانچہ زبک نے کہا۔

''میرا مطلب صرف اتنا ہے زرغون کہ کچھ ایسی قوتیں تیری ہلاکت چاہتی ہیں جو نہ انسانی جسم رکھتی ہیں اور نہ انسانی ہاتھ پاؤں۔ وہ ماحول پر قدرت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ سن میں نے بادلوں کا ایک سیاہ ٹکڑا دیکھا ہے۔ جس میں بجلیاں چمک رہی ہیں اور وہ ٹکڑا تیرے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔ چمکنے والی بجلیوں کی آتشی زبانیں تیری جانب لپک رہی ہیں۔ وہ تجھے جلا کر خاکستر کرنے کی خواہشمند ہیں لیکن تو ان کی زد سے بچ جاتا ہے۔''

''تو پھر......'' زرغون نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لی تھیں۔ زبک نے سوچنے کی اداکاری کی اور کچھ دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس کے بعد اس کی الجھی ہوئی آواز ابھری۔

''میں نہیں جانتا تیرا دشمن کون ہے شاید کوئی ایسا جو نہیں چاہتا کہ تو وادیٔ شیلاس کا حکمران بنے۔ شاید کوئی ایسا جو زمین کی گہرائیوں میں بھی اپنی مملکت قائم رکھنا چاہتا ہو اور بلندیوں پر بھی۔ شاید کوئی ایسا جس نے تجھے بلندیوں پر قتل و غارت گری کی اجازت صرف اس لئے دی کہ کہیں کوئی طاقتور لشکر تجھے فنا کر دے۔'' زرغون کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا تھا۔ وہ غور میں ڈوبا ہوا دیر تک وہیں اسی طرح کھڑا رہا تھا اور اس کے منہ سے مدھم مدھم آوازیں نکل رہی تھیں۔

''کوئی ایسی قوت جو چاہتی ہو کہ میں زمین کی بلندیوں پر لشکر کشی کروں اور کہیں سے میری ہلاکت کا سامان ہو جائے۔''

''ہاں اور میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟'' زرغون نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر اچانک ہی اس نے کہا۔

"آؤ...... آگے چلیں اور گھوڑے تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ کتے کے سر والی چٹان کے پاس پہنچ گئے۔ زبک نے اس چٹان کی طرف دیکھا اور پوری طرح ہوشیار ہو گیا۔ زرغون بری طرح الجھنوں کا شکار نظر آ رہا تھا۔ اس نے گھوڑا عین اس جگہ روک دیا جہاں اوپر کتے کے سر والی چٹان تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"شوالیہ کی پراسرار کہانیوں کی سرزمین اور شوالیہ کی ان گہرائیوں میں جادوگر بھی ہیں اور بہت کچھ ہے۔ لیکن میری زندگی کے درپے کون ہو سکتا ہے کیا وہ میری......" وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر زبک نے کہا۔

"تو کچھ کہہ رہا تھا۔"

"جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ کہہ نہیں سکتا۔"

"اور میں اپنی اوقات سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جو بات زرغون اپنی زبان سے ادا نہ کرنا چاہے اس کے بارے میں دوبارہ کوئی سوال کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے زبک! میں تجھے اپنا سب سے جگری دوست سمجھتا ہوں لیکن بہت سی باتیں زبان سے ادا کرتے ہوئے بہت دور تک سوچنا پڑتا ہے۔"

"بے شک کیوں نہیں۔"

"تو میری بات کا برا مت ماننا۔"

"نہیں مقدس زرغون! تو بہت بڑا ہے...... بہت بڑا...... تیری بات کا برا ماننے کا تصور تو میں کر بھی نہیں سکتا۔"

"نہیں تو بھی مجھ سے کم نہیں ہے۔ بہت عزت کرنے لگا ہوں میں تیری۔"

"میں خود پریشان ہوں آخر آسمان کی بلندیوں پر چھائی ہوئی کالی گھٹائیں کیا ہیں؟"

زبک نے کہا اس کی نگاہیں بار بار اس چٹان کی جانب اٹھ جاتی تھیں اور پھر وہی ہوا جس کا اسے خطرہ تھا۔ اچانک ہی چٹان ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنی جگہ سے ہلی اور اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ اس طرح آگے کو نکلی ہوئی تھی کہ اس کے نیچے پہاڑی ڈھلوان نہیں آتے تھے اور اس وقت وہ عین اس جگہ تھی جہاں زرغون کھڑا ہوا تھ۔ چٹان تیزی سے نیچے آئی اس کے ساتھ ہی زبک نے زرغون کے گھوڑے پر چھلانگ لگا دی اور زرغون کو اپنی لپیٹ میں لے کر کافی دور تک جا گرا۔

زرغون کا گھوڑا جو چٹان کے نیچے تھا' چٹان کے نیچے دب کر اس طرح پس گیا کہ ایک بار تڑپ بھی نہ سکا۔ چٹان گھوڑے پر چھا گئی تھی۔ البتہ زبک کا گھوڑا اچھل کر دور بھاگ گیا تھا۔ زرغون اس وقت جس طرح بچا تھا اسے ایک معجزہ ہی کہا جا سکتا تھا۔ وہ چٹان کی زد سے بال بال بچا تھا۔ زبک اسے لئے ہوئے جس جگہ گرا تھا وہیں پر اس نے سہارا دے کر زرغون کو کھڑا کر دیا۔ زرغون نے اپنے گھوڑے کو دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے زبک کی طرف دیکھا اور زبک گہری گہری سانسیں لے کر گردن ہلانے لگا۔ اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں...... یہی تو میرے خواب کی تعبیر تھی زرغون! اور رب کائنات کا شکر ہے کہ میں اس وقت تیرے ساتھ تھا۔ اس وقت میں تیرے ساتھ اگر بروقت چٹان کی گڑگڑاہٹ نہ سن لیتا اور اوپر نہ دیکھ لیتا تو...... تو...... تو......" یہ کہہ کر زبک خاموش ہو گیا۔ زرغون نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ زبک نے پہلی بار اس کے چہرے پر خوف کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھی تھی۔ زبک نے اسے اپنا گھوڑا پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ گھوڑا موجود ہے مقدس زرغون! تو یہاں سے واپس لشکر میں چلا جا میں پیدل ہی یہ فاصلہ طے کر کے وہاں تک آ جاؤں گا۔" زرغون نے عجیب سی نگاہوں سے زبک کو دیکھا۔ پھر بولا۔

"نہیں ہم دونوں ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو کر سفر کر سکتے ہیں۔ آؤ...... یہاں سے واپس چلیں۔" پھر جب وہ دونوں ایک گھوڑے پر سوار لشکر میں پہنچے تو لشکریوں نے بڑی حیرت سے زبک کا یہ مرتبہ دیکھا۔ آج تک زرغون نے کسی بھی مرحلے پر کسی کو اپنا شریک نہیں بنایا تھا۔ لیکن آج یہ بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ بہرحال اس کے بعد یہ دن بھی عجیب وغریب گزرا۔ زرغون تو اب زبک کو چھوڑنے پر آمادہ ہی نہیں تھا۔ اس نے تجویز پیش کی۔

"سن زبک! میں نے تیری برتری کو مان لیا ہے اور اب میں یہ محسوس کرتا ہوں جیسے تیرا وجود میری بقاء کے لئے لازمی ہو گیا ہے اس لئے اب تیرا قیام بھی میرے ساتھ ہی رہے گا اور آج تو نے تیسری بار میری زندگی بچائی ہے۔ گویا تیرے تین قرض ہو گئے مجھ پر اور میں اس قرض کو ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"نہیں مقدس زرغون! میں تو بس اپنا فرض پورا کرنے کے لئے تیرے ساتھ ہوں۔"

بہر حال یہ رات زبک کو زرغون ہی کے خیمے میں گزارنی پڑی تھی۔ زرغون کی کیفیت اب بالکل بدلی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس پر خاموشی طاری ہوگئی تھی اور زبک محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ذہنی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔ زیکا جو زبک کے وجود میں پوشیدہ تھا اپنی خوشیوں کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ جب رات تاریکیوں میں لشکر پر مکمل طور پر چھا گئی تو زیکا نے کہا۔

"زبک! وقت قریب آتا جا رہا ہے جب تو زرغون پر ضرب کاری لگانے کے لئے بالکل تیار ہو جائے گا۔ ہوسکتا ہے کل ہی کا دن ہماری کامیابی کا دن ہو اور سن میں تجھے کل صبح کے خواب کے بارے میں بتاتا ہوں۔" زیکا نے اپنی کاروائی کا آغاز کر دیا۔ زبک کو بھی اب اس سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ کیونکہ خود اس نے محسوس کر لیا تھا کہ زرغون جس کا غرور آسمان کی بلندیوں کو چھوتا تھا اب زبک کے بغیر کچھ کرنے کو آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ زبک اس بات پر مطمئن تھا کہ اس نے عارضی طور پر ہی سہی شیلاس کی ان بستیوں کی تباہی روک دی ہے اور اب زرغون کے زوال کا آغاز ہو گیا ہے۔ زبک یہی چاہتا تھا۔ چنانچہ اب وہ زیکا کی باتوں کو دل کی گہرائیوں میں رکھ لیا کرتا تھا اور اس وقت بھی اس نے زیکا کی تمام باتیں ذہن نشین کیں اور پھر وہی ہوا جس کا اسے یقین تھا۔ زرغون پر اب ہیبت چھا گئی تھی۔ وہ پوری نیند سو بھی نہیں پاتا تھا اور اس رات بھی ایسا ہی ہوا تھا اور اس نے زبک کو فوری طور پر نہ جگایا۔ جب تک خود زبک نے انگڑائی لے کر آنکھیں نہ کھول دیں۔ رات کے دوسرے پہر زبک سو گیا تھا۔ لیکن اسے زیکا کی باتیں یاد تھیں اور جونہی اس کی آنکھ کھلی زرغون بے چینی سے اس کے پاس آ گیا۔ اس نے کہا۔

"آہ...... میرے دوست! کیا تو آج بھی کسی خواب میں گم تھا۔"

"ہاں زرغون! میں تیرے لئے یہ تصور کر کے سوتا ہوں کہ کون سا دن اور کون سی رات تجھ پر کیسی گزرے گی اور مجھے تیرے تحفظ اور تیری حفاظت کے لئے کیا کرنا ہوگا۔ جب انسان ذہن میں کوئی تصور یکجا کرتا ہے تو رات کو اس کی آنکھوں میں خواب ضرور نظر آتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج کے خوب نے ایک بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے۔"

"آہ...... آہ...... آہ مجھے جلدی بتا میں بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے بتا آج رات کا خواب کیا تھا۔"

"شوالیہ...... جس کے بارے میں میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ آج رات کے خواب میں، میں نے دیکھا ہے کہ زمین کی گہرائیوں میں ایک بستی آباد ہے جہاں سحر کی نیلاہٹیں پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر میں نے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی کو دیکھا جس کے وجود میں بجلیاں تڑپ رہی تھیں اور جس کا علم بہت وسیع ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی نگاہیں تیری طرف نگراں ہے اور وہ کہہ رہی ہے کہ زرغون حکومت کرنے کے جو خواب تیری آنکھوں میں بسے ہوئے ہیں، میں ان کی تکمیل کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ بے شک تو پاتال سے نکل کر بلندیوں میں اپنے لئے حکومت تلاش کرنے آیا ہے لیکن اگر بلندیوں پر تیری حکومت قائم ہوگئی تو ہشاریہ ان چھوٹی آبادیوں پر حکومت کر کے کیا کرے گی۔ بلندیوں کی حکومت تو میرے دوسرے منصوبے میں شامل ہے اور میں وہ حکومت تیرے ذریعے نہیں بلکہ اپنے علم کے ذریعے حاصل کروں گی۔ زرغون بلندیوں پر ہی تیری موت کا بندوبست لازمی ہے۔ دیکھتی ہوں کون تجھے میرے سحر سے بچا سکتا ہے۔ تو تین بار بچ گیا لیکن میں چوتھی بار کوشش بہت غور و فکر کے بعد کروں گی اور اس بار تو نہیں بچ سکے گا۔ میں نے تجھے بلندیوں پر اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں پر کوئی طاقتور لشکر تیرا خاتمہ کر دے اور اس طرح میں تجھ سے نجات حاصل کر لوں لیکن اب مجھے خود ہی اس کے لئے بندوبست کرنا پڑ رہا ہے تو میرے معزز دوست زرغون میں نہیں جانتا کہ شوالیہ کیا ہے صحراء افسوں کیا ہے۔ ہشاریہ کون ہے اور کیوں تیری دشمن ہے؟ اگر تو اس بارے میں جانتا ہے تو براہ کرم اپنی ذہنی طاقتوں کو آواز دے اور فیصلہ کر کہ تجھے کیا کرنا چاہئے اور اگر مناسب سمجھے تو مجھے بھی اس بارے میں کچھ بتا دے کیونکہ میں تو ایک ناواقف انسان ہوں۔" اس بار زرغون کی کیفیت بالکل مختلف ہوگئی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ خون میں رنگا ہوا نظر آیا تھا۔ اس کی آنکھیں کبوتر کے خون کی طرح سرخ ہوگئی تھیں۔ ہونٹ بھینچ گئے تھے اور پھر اس کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔

"ہشاریہ! تجھ پر یقین تو مجھے پہلے بھی نہیں تھا تجھ پر مجھے پہلے بھی یقین نہیں تھا ہشاریہ! تو میری بہن نہیں میری دشمن ہے اور میں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ جو عورت شوالیہ کے جادوگروں کو صرف اس لئے مروا سکتی ہے کہ اس کے بعد کوئی دوسرا جادوگر نہ رہے وہ اپنے بھائی کی حکمرانی کیوں چاہے گی۔ یہ سچ ہے کہ یہ میرے سوچنے کی بات تھی لیکن شاید میں بیوقوف ہوں۔ آہ...... تو نے اسی لئے مجھے شوالیہ سے بلندیوں کی طرف بھیجا کہ یہاں میری ہلاکت ہو جائے اور تو سکون

سے حکومت کر سکے۔ یقیناً تو نے یہ سوچا ہوگا کہ بلندیوں والے مجھ پر حاوی ہو جائیں گے لیکن تجھے جب یہ معلوم ہوا کہ میں کامیابیاں حاصل کر رہا ہوں تو تو اپنے جوش رقابت کو نہ روک سکی اور تو نے میری ہلاکت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن ہشاریہ تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ تو عورت ہے اور میں مرد۔ بھول جا آج سے کہ تیرے میرے درمیان کوئی رشتہ ہے۔ میں تیرا بھائی نہیں دشمن ہوں۔ بلندیوں والے تیرا شکریہ کہ تو نے مجھے میرے اصل دشمن سے آگاہ کر دیا اور اب یہ ہو گا کہ پہلے ہشاریہ موت کا شکار ہوگی اور شوالیہ میرے قبضے میں ہوگا پھر اس کے بعد ہم بلندیوں کا رخ کریں گے۔ تیرا بے حد شکر گزار ہوں زبک! کہ تو نے میری یہ مشکل حل کر دی ورنہ میں الجھن میں تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سی قوتیں ہیں جو میری زندگی کے درپے ہیں لیکن اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں تیرے خواب نے مجھ پر تمام حقیقت واضح کر دی ہے۔ وہ جادوگرنی میری بہن ہے لیکن اس وقت میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میرے ساتھ بھی وہی سب کچھ کرے گی جو اس نے دوسروں کے ساتھ کیا اور اب بلندیوں والے میرے ساتھ شوالیہ چل اور زرغون کی قوت کا تماشا دیکھ میں ہشاریہ کو بتاؤں گا کہ قوت کیا ہوتی ہے۔ میں تیرے ساتھ ہوں کیا سمجھا میں تیرے ساتھ ہی گہرائیوں کا سفر کروں گا۔ کیا سمجھا؟''

''آہ مجھے خوشی ہوگی۔'' زبک نے کہا اور زرغون جوش کے عالم میں خیمے سے باہر نکل گیا۔ جونہی وہ باہر نکلا زیکا کا قہقہہ زبک کے کانوں میں گونجا اور اس نے کہا۔

''یہ فیصلہ تو میں نے بہت پہلے کر لیا تھا زبک! اس کے علاوہ کچھ ممکن ہی نہیں تھا ایک وقت میں شوالیہ کا وفادار تھا اور اسے اپنی سرزمین سمجھتا تھا لیکن اس شیطان عورت نے اس ساحرہ نے ان سب کو ہلاک کر دیا جو شوالیہ کا دل و دماغ تھے اور آخر کار اس نے میرے ساتھ بھی وہی کیا جو دوسروں کے ساتھ لیکن اب حساب کا وقت آ گیا ہے۔ یہ دونوں آپس میں ٹکرائیں گے اور ان کی قوت کا شیرازہ نکل جائے گا۔''

''ہاں مجھے اندازہ ہے زیکا کہ تو کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔''

''میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ تو سمجھ رہا ہے۔''

''ہاں۔''

''یہ ایک بہت اچھی چال ہے اس طرح زرغون یہاں سے واپس چلا جائے گا اور پھر

شوالیہ میں اس کا معرکہ ہشاریہ سے ہوگا اور یہ بات میں جانتا ہوں کہ ہشاریہ نے اپنے لئے مناسب بندوبست کیا ہے۔ گویا اس سخت معرکہ کے بعد دونوں کی قوت منتشر ہو جائے گی۔ ایک طرف زرغون اس قابل نہیں رہے گا کہ فوراً بلندیوں پر واپس آ جائے۔ اس دوران تو یہاں سے واپس آ کر زرغون کے سلسلے مناسب کارروائی کر سکے گا۔ جیسا کہ تیرے دل اور دماغ میں ہے کہ تو ان قوتوں کو جمع کرے گا۔ جو زرغون کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس ٹوٹ پھوٹ کے بعد زرغون بری نگاہوں سے بلندیوں کی جانب دیکھ بھی نہیں سکے گا۔''

''میں...... میں کیا مجھے اس کے ساتھ شوالیہ جانا چاہئے۔'' زبک نے سوال کیا۔

''ضرور...... اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ موقع کی مناسبت سے اگر ضرورت پیش آئے اور تو یہ محسوس کرے کہ ہشاریہ کا پلہ بھاری پڑ رہا ہے تو ہشاریہ کی طرف ہو جانا۔ تو یہ بات جانتا ہے کہ چمگادڑ نے تجھے شانے پر زخم لگا کر ہشاریہ کے غلاموں میں شامل کر دیا تھا۔ یہ تیرے پاس ایک اشارہ ہے ہشاریہ کے ساتھ شامل ہونے کا۔ وہ نشان جو چمگادڑ کے پنجوں نے تیرے کندھے پر بنایا اور جو نشان تیرے کندھوں پر بنا ہے وہ تم لوگوں کے لئے ایک لائسنس کی حیثیت رکھتا ہے تمغہ ہے تمہارا وہ ہشاریہ کے لئے اور اگر تو دیکھے کہ زرغون نے اپنی بہن کو ہلاک کر دیا ہے اور اس پر حاوی ہو گیا ہے۔ تو پھر اس بات کی گنجائش ہی نہیں ہوگی کہ تیرے حق میں برا ہو کیونکہ تیرے ہی خوابوں نے زرغون کو ہشاریہ کی سازش سے آگاہ کیا ہے۔ دونوں صورتوں میں تیرا فائدہ ہے اور پھر تیرا یہ خادم زیکا! تیرا معاون ہوگا۔ بھلا تجھے اس بات کی کیا فکر کہ تو کسی مشکل کا شکار ہو۔''

زبک نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی۔ واقعی یہ بڑے عجیب و غریب حالات تھے اور زیکا کی قوت واقعی شوالیہ کے تمام ساحروں سے برتر ہوگی۔ اس کا ذہن بھی بہت ہی شاندار انداز میں سوچتا تھا۔

یہ بات تو میں بھی سچے دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ زیکا نے زبک کی بہت زیادہ مدد کی تھی اور بے شک وہ اتنا بڑا ساحر تھا کہ اس نے مجھے زبک سے دور کر کے دوہری کاروائیاں مکمل کر لی تھیں۔ حالانکہ یہ حقیقت تھی کہ میں اپنی زندگی کے سب سے بدترین دور سے گزر رہا تھا۔ اس بار میں جس عذاب میں گرفتار ہوا تھا وہ میرے لئے ناقابل فہم تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ ہشاریہ نے مجھے اپنے غلام کی حیثیت سے خوش ہو کر مجھے اپنے محل ہی کے ایک گوشے میں بہت عمدہ جگہ دی تھی اور وہاں میری جس قدر خاطر مدارت ہو رہی تھی میں بیان نہیں کر سکتا۔ بہرحال پھر بھی اپنی بقاء کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا تھا۔ ویسے میں چونکہ اس وقت تک زبک کے بارے میں کچھ علم نہیں رکھتا تھا جب تک یہ تمام کاروائی ہو رہی تھی۔ اس لئے سب سے زیادہ پریشانی مجھے زبک ہی کے سلسلے میں تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں اپنے لئے کون سا راستہ نکالوں۔ ہشاریہ بے حد خوبصورت کم سن اور دلکش تھی۔ لیکن جو کچھ اس کے بارے میں مجھے معلوم ہو چکا تھا بھلا اسے کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ دیکھنے والا ایک نگاہ اسے دیکھ کر صرف اس سوچ میں گم ہو جائے گا کہ ایک کم سن، معصوم اور آخری حد تک حسین لڑکی اس کے سامنے ہے لیکن جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ ہشاریہ اپنے جادو کے زور سے اپنی حکومت کی حکمران ہے تو وہ حیران رہ جائے گا میں جانتا تھا کہ ذرا سی غلطی میرے لئے عذاب بن سکتی ہے۔ چنانچہ میں کوشش کر رہا تھا کہ پہلے ہشاریہ کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ لوں اس کے بعد ہی کوئی قدم اٹھاؤں۔ اس طرح دو تین دن گزر گئے۔ ہشاریہ نے اس دوران بھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی لیکن پھر ایک دن مجھے اس کی جانب سے دعوت نامہ موصول ہو گیا۔ رات کا وقت تھا اور تاحد نظر نیلی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہشاریہ مجھ کو اس وقت ایسی کھلی جگہ نظر آئی جس کے چاروں طرف حسین مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ آسمان سے ایک جھرنا گر رہا تھا۔ میں اسے آسمان ہی سے گرتا کہہ سکتا ہوں چونکہ جن پہاڑوں کی بلندیوں سے یہ جھرنا گر رہا تھا وہ اتنے اونچے تھے کہ ان کی چوٹی نظر نہیں آتی تھی اور پھر جھرنے کا نیلا پانی...... کوئی اور موقع ہوتا تو شاید مجھ جیسا شخص اس حسینہ کے فریب کا شکار ہو جاتا لیکن میں سب سے بڑی

ہر یعنی محبت کی دولت سے مالا مال تھا۔ میرے دل میں سویرا ہی سویرا تھی لیکن میں جانتا تھا کہ ہکاری سے کام لینا ہی میرے حق میں اس وقت بہتر ہوگا۔ ہشاریہ نے ایسی نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔ جیسے وہ میری زبان سے اپنے حسن کی تعریف سننا چاہتی ہو اور میں نے خود پر وہی کیفیت طاری کر لی۔

''شوالیہ میں آنے والا ہشاریہ کا یہ غلام جرأت نہیں کر پا رہا چاند کی بیٹی کہ تجھے چاند کی بیٹی کہے یا چاند۔ تاحد نگاہ پھیلی ہوئی چاندنی یوں لگتا ہے جیسے میرے نیلے وجود سے منتشر ہو رہی ہو۔ میں نے تو ایک نگاہ تجھے دیکھا تھا اور اس وقت سے آج تک دوبارہ دیکھنے کی آرزو میں تڑپتا رہا ہوں عورت دنیا کے کون سے خطے میں ہو وہ ایک خوفناک ساحرہ ہو یا کوئی معصوم دیہاتی اور الھڑ لڑکی اس زبان سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ جو اس کے لئے مخصوص کی گئی ہے اور یہ تاثر میں نے ہشاریہ کے چہرے پر بھی دیکھا۔ ہشاریہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے کہا۔

''بلندیوں والے! یوں لگتا ہے کہ اس کائنات میں مرد کی شکل میں جو بھی پیدا ہوا ہے اس کا انداز فکر ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔''

''میں سمجھا نہیں چاندزادی!'' میں نے کہا۔

''تیری خوشامد کا انداز دوسروں جیسا ہی ہے۔ میں تو سوچتی تھی کہ شاید تو اپنا مختلف انداز رکھتا ہو لیکن میں نے پرندوں کو دیکھا بہت سے مور مورنی کو رجھانے کے لئے اپنی حسین دم بلند کر کے رقص کرتا ہے۔ حسین کبوتر اپنی مادہ کو دیکھ کر ہر وہ ممکن کوشش کرتا ہے جس سے مادہ اس کی جانب مائل ہو۔ غرض کہ نر کا انداز ایک ہی جیسا ہوتا ہے انسان ہو یا جانور۔''

''یہ غلام اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتا ہشاریہ! کہ مقدس ہشاریہ کو ایک عورت کی حیثیت سے دیکھے۔ حسین نظر آنے والی چیزیں زبان کو بے قابو کر دیتی ہیں اگر میرے یہ الفاظ ہشاریہ کے لئے اچھے نہ ہوں تو میں ان کی معافی چاہتا ہوں۔''

''میرا یہ مقصد تو نہیں تھا میں تو صرف مرد کے مزاج کی بات کر رہی تھی۔''

''کچھ ہستیاں انسان کے ذہن میں خود بخود تقدس اختیار کر جاتی ہیں۔ میں نے تجھے دیکھا تو ہشاریہ سوچا کہ تیرے جیسا حسن ممکن نہیں ہے۔''

''مجھے اپنی دنیا کی باتیں سنا۔ تیرے ہاں جادوگری کون کرتا ہے؟''

''حسن صرف حسن۔ میں ہماری زمین پر حسن کا جادو ہی سر چڑھ کر بولتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''مگر حسن کا جادو تعمیر تو نہیں کر سکتا۔ شوالیہ کو دیکھ یہاں جو کچھ نظر آ رہا ہے تجھے سب وہ میری جادوئی قوتوں کا نتیجہ ہے۔ میں ان پہاڑوں کو انسانی شکل دے سکتی ہوں۔ میں ان درختوں سے آگ برسا سکتی ہوں۔ میں اس زمین سے سونے کے درخت اگا سکتی ہوں اور صحرائے افسوں کے رہنے والے میرے جادو سے ہر طرح کی قوتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ تو بتا تیری زمین کا جادو کیا ہے۔''

''میری زمین کا جادو عقل ہے جس جادو کی تو بات کر رہی ہے ہشاریہ! وہ صرف عقل کا جادو ہو سکتا ہے۔ ہماری زمین کے رہنے والے تو عقل کی بنیاد پر ہی زندگیاں گزارتے ہیں۔''

''لیکن عقل آخر کار ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اس جادو کے سامنے جو سمجھ میں نہ آئے۔ تو دیکھ اور بتا تیری عقل کیا کام کرتی ہے؟'' ہشاریہ نے کہا اور اس کے بعد اس نے زمین سے کچھ پتھر اٹھائے اور انہیں دور پھینک دیا۔ وہ تمام پتھر رقاصاؤں کی شکل اختیار کر گئے۔ ان میں سے کچھ ساز بن گئے اور کچھ آواز اور اس کے بعد ایک ایسی محفل برپا ہوئی کہ دیکھنے والے پر سحر طاری کر دے پتھر کی رقاصائیں رقص کر رہی تھیں اور سازوں کی آواز نے ماحول کو عجیب و غریب بنا دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں دل ہی دل میں دہشت زدہ اس رقص کو دیکھ رہا تھا۔ کافی دیر تک یہ محفل جاری رہی اور اس کے بعد پتھر کی رقاصائیں ریت کی شکل میں زمین بوس ہو گئیں۔ ریت بکھر گئی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور بولا۔

''ہاں! یہ جادو ہمارے ہاں نہیں ہے اور کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ عقل کا جادو تو بے مقصد ہو جاتا ہے تاہم اس کا امتحان ضرور لیا جائے گا۔''

''میں تو پہلے ہی سحر کا شکار ہوں۔'' میں نے کہا اور ہشاریہ ہنس پڑی پھر بولی۔

''عورتوں کی حکومت کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟''

''اگر حکمراں ہشاریہ جیسی حسین اور زیرک ہو تو میرا خیال ہے کہ زمین کی ہر آبادی پر

عورتوں کی حکومت ہونی چاہئے۔''

''تو یہ بات دل سے کہہ رہا ہے؟''

''ہاں۔ مردوں کی حکومتوں نے صرف تباہ کاریاں اور وحشت کاریاں پیدا کی ہیں لیکن عورت چند کنکریاں پھینکتی ہے اور رقص و سرور کی محفل برپا ہو جاتی ہے یہ محفل زندگی کو ضرب بخشتی ہے یہ محفل دلوں کو خوشی بخشتی ہے۔ اس سے بڑی بات کیا ہو گی۔''

''تیرے ان الفاظ نے مجھے بہت خوش کیا ہے۔ بشرطیکہ مجھے یقین ہو جائے کہ تو نے سچ بولا ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت میں ایک ایسی ساحرہ سے ہم کلام تھا جو بہت کچھ جانتی تھی اور مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ حسین ہشاریہ بھی کم چالاک نہیں ہے۔ وہ مجھے پرکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔'' اس نے کہا۔

''مجھے اور بتا اپنے بارے میں' میں جاننا چاہتی ہوں کہ تیری دنیا کی زندگی کیسی ہے؟''

''میری دنیا کی زندگی بہت خوبصورت ہے لیکن میں تجھے کون سی کہانیاں سناؤں۔ حسن و عشق کی یا طاقت کی۔ جنگ و جدل کی کہانی سناؤں یا عشق میں مر جانے والوں کی۔''

''یہ تیری قسمت پر منحصر ہے اور اس وقت میں قصہ گو بن گیا۔ میں نے بہت سی کہانیاں اسے سنائیں اور وہ ان کہانیوں کو سن کر بہت خوش ہوئی اور بہر حال اس کے بعد یہ میری ذمہ دار بن گئی کہ ہر رات میں اسے اپنے علم سے آگاہ کروں اور اسے کہانیاں سناؤں۔ میں نے اسے ایسی ایسی کہانیاں سنائیں جن کا الف اور ب میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا۔ نجانے کہاں سے یہ کہانیاں میرے ذہن میں اتر رہی تھیں اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہشاریہ اب میرے سلسلے میں کافی نرم پڑتی جا رہی ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات ابھی تک سامنے نہیں آئی تھی۔ جو میرے حق میں ہوتی۔ تاہم میں اپنی جیسی کوششوں میں مصروف تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''ہشاریہ! تیرا حسن! تیری دلکشی تیرا سارا وجود اتنا حسین ہے کہ کوئی دوسرا اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ ایک سوال اگر میں تجھ سے کروں تو تو میری بات کا برا تو نہیں مانے گی۔''

''نہیں...... تو میرے بہت اچھے دوستوں میں شامل ہو چکا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ تیری کوئی بات اب مجھے بری نہیں لگے گی۔''

”ہشاریہ! خود تو نے بھی کسی کو چاہا۔“ ہشاریہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے کچھ لمحے وہ مغموم انداز میں گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

”ہاں...... یہ ایک عجیب وغریب عمل ہے ہم کائنات کی ہر شے کو مسخر کر سکتے ہیں لیکن انسان کے سینے میں چھپا ہوا سرخ گوشت کا ایک چھوٹا سا لوتھڑا ہمارے بس میں نہیں آتا جسے ہم دل کہتے ہیں۔ اس کی اپنی ہی کائنات ہے اور اس کائنات کا اپنا سحر ہے۔ ہم اس سحر کو نہیں توڑ سکتے۔ وہ ایک درندہ تھا ایک وحشی جانور تھا جو اپنی زندگی میں صرف اپنے اصولوں کے لئے لڑتا رہا۔ ایک لڑکی نے اس سے عشق کیا۔ ایک ایسی لڑکی نے جو غرور کی بلندیوں کی سرتاج تھی اس نے اسے اپنے انتقام کا نشانہ بنایا اور اسے کتے کی مانند اپنے ساتھ ساتھ نچاتا رہا۔ پھر جب اس کے ایثار نے اس کے دل میں محبت کی شمع جلائی تو میں اس پر عاشق ہو چکی تھی اور میں نے اپنی رقابت میں اسے اس لڑکی سے دور کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود میں اس کے دل کی تسخیر نہ کر پائی۔ وہ آج بھی میری دسترس سے دور ہے۔ ہشاریہ کے الفاظ نے مجھے چونکا دیا تھا۔ زبک کی کہانی بھی کچھ ایسی ہی تھی لیکن زبک کی مکمل کہانی میرے علم میں نہیں آئی تھی۔ صندل کا وہ تابوت جس کی تلاش میں زبک سرگرداں تھا آہ...... کیا ہشاریہ زبک ہی سے عشق کرتی ہے۔ کیا اس ساحرہ نے محبت کرنے والے ان دو دلوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ بہرحال میرے ذہن میں ایک شدید کریز پیدا ہو گئی۔ لیکن میں جانتا تھا کہ زندگی بچانے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ ضرورت سے زیادہ محتاط رہا جائے اور حد سے آگے کی کوئی بات نہ کی جائے۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی اور اس کے بعد اس نے گردن جھٹکا کر کہا۔

”خیر چھوڑ ان باتوں کو پوچھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا تجھے اور پھر میں نے بھی اپنا انداز بدل دیا ہے۔ وہ خود ہی اگر کبھی میرے راستے پر آیا اور میرے سامنے پہنچا تو میں اسے مجبور کروں گی کہ وہ مجھ سے محبت کرے اس وقت تو میں ایک دوسرے ہی مسئلے میں الجھی ہوئی ہوں۔“

”کاش! میں تیرا دوست بن کر تیرے اس مسئلے کی الجھن کا حل تلاش کر سکوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ تجھ جیسی بے داغ حسینہ کی پیشانی شکن آلود نہ ہو۔“

”تجھے زرغون کے بارے میں مختصراً بتا چکی ہوں۔ میرا جڑواں بھائی جو حکومت کے حصول کا رسیا ہے اور جس کے لئے وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہے۔“

”ہاں تو نے مجھے بتایا تھا کہ تیرا بھائی بلندیوں میں حکومت قائم کر چکا ہے اور وہاں اپنی برتری کا سکہ جما چکا ہے۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”کیا؟“

”اگر شوالیہ کے سارے مرد وہاں رہ گئے تو یہاں صحرائے افسوں میں کیا ہوگا؟“

”عورتوں کی حکومت۔“ ہشاریہ نے جواب دیا۔

”مگر یہاں کی آبادی کیسے بڑھے گی؟“ میں نے سوال کیا اور ہشاریہ مسکرا دی۔

”میں نے جو منصوبے بنائے ہیں ان میں کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جو کسی مسئلے کا حل نہ ہو۔“

”افسوس میری عقل اس بارے میں کام نہیں کرتی۔“ میں نے پر اعتراف لہجے میں کہا۔ ہشاریہ کچھ لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔

”شوالیہ کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ میں اس میں کمی چاہتی ہوں جتنی چھوٹی آبادی ہو گی مجھے حکومت کرنے میں آسانی ہوگی اور عورتیں بوڑھی ہو کر مرتی رہیں گی اور جوان عورتوں کے لئے میں نے منصوبہ بندی کر لی ہے۔ یہاں کچھ مرد محفوظ ہیں جوان کے نر ہوں گے نئی آبادی بڑھے گی اور جو مرد پیدا ہوں گے ہلاک کر دیئے جائیں گے عورتیں زندہ رکھی جائیں گی۔ سوائے ان مردوں کے جو آبادی بڑھانے میں ہر نسل کا ساتھ دیں گے۔“

”عجیب منصوبہ ہے لیکن ہشاریہ تو نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔“

”کیا؟“

”اگر زرغون نے بلندیوں پر حکومت قائم کرنے کے بعد واپس پلٹ پڑا تو؟“

”اس کے لئے راستے بند کر دیئے گئے ہیں اور پھر بلندیوں کی حکومت سے اسے اس بات کی فرصت کب ملے گی۔“

”تیری ذہانت بے مثال ہے اور ہم اسی کو عقل کا جادو کہتے ہیں۔ لیکن کیا عورتوں کی حکومت شوالیہ کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔“

”تیرا کیا خیال ہے کیا عورت مرد سے کمزور ہوتی ہے۔“

”دنیا کی تاریخ میں یہی کہا جاتا ہے۔“ میں نے کہا اور ہشاریہ پھر مسکرا دی۔ پھر بولی۔

''یہ تاریخ مردوں نے ترتیب دی ہے۔ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے عورت ذہنی اور جسمانی طور پر مرد سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ کسی مرد کو ولادت کے مرحلے سے گزار دیا جائے دوبارہ نہ کہے گا کہ وہ عورت سے زیادہ طاقتور ہے۔ بڑا عجیب تصور تھا میں بوکھلا کر خاموش ہو گیا۔ بہرحال یہ سب کچھ بہت ہی عجیب تھا۔ ہشاریہ جس قدر خوبصورت اور حسین تھی۔ اسی قدر وحشی اور درندگی میں بے مثال تھی۔ اس گفتگو کے بعد وہ خاموش ہو گئی لیکن میرے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ اس نے میرے یہ الفاظ ذہن میں رکھ لئے ہیں۔ دو تین دن کے بعد اچانک ایک دن پھر مجھے دن میں بلوا لیا گیا۔ وہ اپنے محل کے ایک خاص حصے میں بیٹھی ہوئی تھی اور دوسری بہت سی عورتیں بھی اس کے ساتھ تھیں جن میں سرغا خاص طور پر قابل ذکر تھی۔

''بلندیوں کے رہنے والے تو نے کہا تھا کہ عورت مرد سے کمزور ہوتی ہے۔'' ہشاریہ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں یہ بات میں نے نہیں کہی بلکہ یہ تاریخ کی بات تھی مقدس ہشاریہ!''

''اور میں نے کہا تھا کہ تاریخ مردوں کی ترتیب دی ہوئی ہوتی ہے اور مرد اس میں جو چاہیں لکھ دیا کرتے ہیں جبکہ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔''

''ہاں۔ یقیناً تیری بات سچ ہی ہوگی۔''

''میں تجھے اس کا عملی ثبوت بھی دینا چاہتی ہوں۔''

''وہ کس طرح؟'' میں نے سوال کیا تو اس نے ایک لڑکی کو آواز دی اور ایک لمبے چوڑے بدن کی مالک لڑکی اٹھ کر آ گئی۔ گٹھے ہوئے جسم اور دراز قامت کی مالک عورت تھی۔ اس نے سامنے آ کر گردن خم کر دی تو ہشاریہ نے کہا۔ اس شخص کو بتاؤ کہ عورت کیا ہوتی ہے؟''

''مقدس ہشاریہ!'' لڑکی نے گردن خم کر دی۔

''اور سن تیرا نام کامران ہے نا۔ یہی نام بتایا ہے تو نے مجھے۔''

''ہاں۔''

''تو اس سے مقابلہ کر۔ یہ تجھے ہر طرح سے شکست دے گی۔ جسمانی طور پر یہ چھ مردوں پر بھاری ہے اور جب اس کے ہاتھ میں ہتھیار آ جاتا ہے تو یہ بیس مردوں کو موت کی نیند سلا سکتی ہے۔''

''میں اس کی برتری تسلیم کرتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''تارشا! اسے قتل کر دے۔'' ہشاریہ نے بے رحمی سے میری طرف اشارہ کر کے کہا اور عورت کے چہرے پر جلادوں کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے وحشی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے دیوتا کوچ کر گئے۔ میرے فرشتوں کو بھی اس صورت حال کا اندازہ نہیں تھا۔ یہ مصیبت اچانک ہی مجھ پر نازل ہوئی تھی۔ میں نے عاجزی سے کہا۔

''مگر میں جنگ و جدل سے بالکل بھی واقف نہیں عظیم ہشاریہ! تو مجھے قتل ہی کرنا چاہتی ہے تو تیری مرضی۔''

''ہشاریہ کے غلام! اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو اگر اس سے جان بچا سکتا ہے تو ضرور بچا تجھے اجازت ہے۔ ورنہ یہ تجھے ہلاک کر دے گی۔''

''اور اگر میں اس پر حاوی ہو جاؤں تو.....'' میں نے ایک بے تکا سوال کیا جس کا میری عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔''

''تو پھر اسے زندگی ہارنا ہوگی۔'' ہشاریہ نے کہا۔ اس دوران لڑکی نے خنجر نکال لیا تھا۔ دوسرا خنجر اس نے میری طرف اچھال دیا اور اپنے حلق سے ایک بھیانک آواز نکال کر مجھ پر ٹوٹ پڑی۔ میرے لئے بھاگ دوڑ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور پھر کہا۔

''مقدس ہشاریہ! ہو سکتا ہے میں اس سے جسمانی جنگ ہار جاؤں مگر یہ ذہنی جنگ میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتی۔''

''تو اس سے ذہنی جنگ کر میری طرف سے اجازت ہے۔'' ہشاریہ نے مذاق اڑانے والا قہقہہ لگایا۔ وہ میری بوکھلاہٹ میں پوری دلچسپی لے رہی تھی اسی دوران لڑکی میرے سر پر پہنچ گئی اس نے میرے سر پر بھرپور وار کیا اور میں دھڑ سے زمین پر لیٹ گیا اور اس کے پیروں کے نیچے سے نکل گیا۔ میرا یہ سوچنا بالکل غلط تھا کہ لڑکی پھرتی میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جونہی میں اس کے نیچے سے نکلا وہ الٹی مجھ پر گر پڑی اور میں اس کے خنجر کی زد سے بمشکل بچ سکا۔ میں الٹی چھلانگ لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس وقت زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اور میرے بدن میں بھی بجلیاں بھر گئی تھیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں بھری تھیں۔ لڑکی مجھ پر پے در پے وار کر رہی تھی اور میرے لئے گنجائش

نہیں رہی تھی کہ میں ہشاریہ کی منت ساجت کر کے جان بچا سکوں۔ لڑکی جس مہارت سے وار کر رہی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس فن میں اس کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ ناگہانی ہی سر پر آ پڑی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں۔ کم بخت ہشاریہ نے مذاق ہی مذاق میں میری زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی نگاہوں میں انسان کی کوئی وقعت نہیں ہے اور کوئی بھی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ اس کی جانب راغب ہو گئی ہے۔ میں اچھل کود کا مظاہرہ کرتا رہا۔ کبھی دوڑ لگاتا کبھی لمبی چھلانگ لگا کر سامنے آ جاتا لیکن یہ بات میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ میری اس اچھل کود سے میرے مدمقابل لڑکی کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور اس کے اندر ذرا بھی تھکن کے آثار نہیں تھے۔ بلکہ وہ پہلے سے زیادہ چاق و چوبند نظر آ رہی تھی مگر کوئی ایسا ذریعہ نہیں رہا تھا کہ میں بچ کر نکل جاؤں اور اسے بھی زندہ رہنے کا موقع دے دوں۔ بس اچھل کود سے میں وقت ضائع کر رہا تھا اور اس فکر میں تھا کہ لڑکی تھک جائے مگر وہ کم بخت چھلاوا تھی۔ ہر اس جگہ ایک لمحے میں پہنچ جاتی جہاں میں موجود ہوتا اور ایک بار تو کچھ ایسی صورت حال پیش آ گئی کہ اس نے اپنا پاؤں میرے پاؤں پر رکھ دیا اور اس بار میں چھلانگ نہیں لگا سکا تھا۔ البتہ اس دوران ہشاریہ سے میرا کافی فاصلہ ہو گیا تھا۔ لڑکی میرے بدن پر چھا گئی اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور خنجر بلند کیا تب میں نے دل دوز لہجے میں کہا۔

''صحرا افسون کی حسینہ! تجھے اس جگہ دیکھتے ہی میرے دل میں تیرے حصول کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ کاش میری موت تیرے ہاتھوں نہ لکھی ہوتی اور میں تجھ سے خلوت میں کچھ گفتگو کرنے کا موقع پاتا۔ یہ کہہ کر میں نے اپنے جسم کو جنبش دی اور اپنے بدن کو اس کے بدن سے مس کر دیا۔ لڑکی نے عجیب سے انداز میں بدن کو جنبش دی اور ایک لمحے میں مجھے احساس ہو گیا کہ میرے ان الفاظ نے کام دکھا دیا ہے۔ وہ مجھ سے متاثر ہو گئی ہے۔ یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ مقامی آبادی میں مردوں کی غیر موجودگی عورتوں کے لئے باعث تکلیف تھی اور وہ شدت سے مردوں کی غیر موجودگی سے بے زار ہو گئی تھیں۔ سرغا نے خاص طور سے اس سے آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ چال کامیاب ہوئی اور لڑکی ایک لمحے کے لئے میرے فریب میں آ گئی اس کے انداز میں خود سپردگی کی سی کیفیت پیدا ہوئی اور یہی لمحہ میرے لئے کارگر تھا میں نے اپنا خنجر والا ہاتھ نیچے سے اٹھایا اور پورے کا پورا خنجر اس کے دل کے مقام پر پیوست کر دیا۔ لڑکی کا جسم ایک لمحہ میں اچھلا اور

میں اسے خود پر سے دھکیل کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ لڑکی کی آنکھیں شدت حیرت سے باہر نکل آئیں۔ لیکن وار اتنا کاری تھا کہ وہ ایک لمحے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکی۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر میں نے اس کی طرف رخ کئے بغیر ہشاریہ کے قدموں میں اپنا خنجر رکھ دیا۔ ہشاریہ لمحے بھر کے لئے بھونچکی رہ گئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''تو نے اس پر فریب سے وار کیا یقیناً وہ تیرے فریب کا شکار ہو گئی ورنہ ناقابل تسخیر تھی۔''

''مقدس ہشاریہ یہ کہنا بالکل درست ہے لیکن مجھے اجازت دی گئی تھی کہ میں اس سے ذہنی جنگ بھی کر سکتا ہوں۔''

''تو تو نے کیا اسے اپنی ذہنی جنگ سے زیر کیا ہے؟''

''یقیناً مقدس ہشاریہ! دماغ کی قوت بدن کی قوت سے زیادہ ہوتی ہے اور اس کے ذریعے بہت سے انسانوں کو زیر کیا جا سکتا ہے۔''

''تو نے اس پر فتح حاصل کی یہ تیری ہے لیکن جہاں تک تو نے دماغ کی قوت کی بات کی تو ہم تیری دماغی قوتوں کا بھی امتحان لیں گے۔''

''ارے باپ رے......'' میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا مقدس ہشاریہ جن ذہانتوں کی مالک ہے۔ بھلا دوسرا کوئی ان تک پہنچ سکتا ہے۔ میری مراد تو صرف یہ تھی۔'' میں نے کہنا چاہا لیکن ہشاریہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اس نے میرا کوئی جملہ نہیں سنا تھا۔ میں منہ پیٹتا ہوا رہ گیا۔ ایک بات نے مجھے موت سے اس قدر قریب کر دیا تھا۔ اب دوسری بات دیکھو کیا گل کھلاتی ہے۔ ہشاریہ کوئی بات بھولتی نہیں تھی۔ اب دماغی قوتوں کے سلسلے میں نجانے کون کون سی مصیبتوں کا شکار ہونا پڑے اس بات کے تو پورے پورے امکانات تھے کہ ہشاریہ مجھے پھر کسی عذاب میں گرفتار کر دے گی۔ لیکن بہر حال یہ وقت ٹل گیا تھا۔ معمول کے مطابق ہشاریہ نے مجھے دعوت دی اور میں دست بستہ اس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔

''تیری اچھل کود بڑی دلچسپ تھی۔ میرے لئے ذرا یہ تو بتا کہ تو نے اسے کس طرح ہلاک کیا؟''

''میں نہیں جانتا وہ خود اس طرح مخمور ہو گئی تھی کہ مجھے اس کے سینے میں اپنا خنجر اتارنے

کا موقع مل گیا۔''

''میں نہیں مانتی میں تیری ان ذہنی قوتوں کا راز جاننا چاہتی ہوں جنہوں نے تجھے کامران کیا۔''

''آہ...... کاش اس کے لئے تو ایک اور شخص سے رابطہ قائم کر سکتی...... میں تجھے بتاؤں تیری چمگادڑ نے اسے بھی تیرا غلام بنا دیا تھا اور اس کا نام زبک تھا۔ میرے ان الفاظ پر ہشاریہ بری طرح اچھل پڑی۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

''زبک! یہ کون ہے؟''

''شاید بلندیوں کا سب سے طاقتور انسان جس کے نام کے ساتھ فتح و کامرانی منسوب کر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ زبک جس مسئلے پر اپنا ہاتھ رکھے گا اس میں کامیابی اس کی تقدیر بن جائے گی۔''

''کیا میری چمگادڑ نے اسے دیکھا تھا؟''

''سو فیصدی تو اس سے پوچھ سکتی ہے مقدس ہشاریہ! اور یہ بھی پوچھ کہ کیا ہی حسین جوان تھا وہ۔''

''کہاں ہے وہ؟''

''یہ نہیں معلوم لیکن تیرا علم اسے تلاش نہیں کر سکتا۔''

''کیوں نہیں کر سکتا میں چمگادڑ کو اس کی تلاش کے لئے بھیجتی ہوں۔ اسے بھی یہیں بلوا لیں گے اور پھر میں تجھے بتاؤں گی کہ جسمانی قوتوں کے علاوہ ذہنی قوتیں کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ چمگادڑ کو بلاؤ۔'' ہشاریہ نے حکم دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہی عورت وہاں پہنچ گئی جو چمگادڑوں کی طرح پرواز کرتی تھی۔ ہشاریہ نے اسے حکم دیا کہ بلندیوں پر جائے اور زبک کو تلاش کرے۔ چمگادڑ نے مجھے دیکھا اور بولی۔

''مگر اس کا وہ ساتھی تو تیرے نشان سے معمور ہے۔''

''تو پھر وہ یہاں کیوں نہیں آیا۔ مجھے اس کے بارے میں معلومات درکار ہے۔''

''کیا یہ وہی شخص تھا جو تیرے ساتھ تھا۔ چمگادڑ نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں۔''

''مگر وہ تو ہشاریہ کا غلام بن گیا تھا۔''

''یہی تو بات تھی تو نے زبردستی اسے اس نشان سے روشناس کرایا تھا جبکہ میں بخوشی ہشاریہ کے غلاموں میں شامل ہو گیا تھا۔'' ہشاریہ یہ سن کر ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔

''سن...... تو نہیں جانتی کہ میرا مسئلہ کیا ہے۔ جا مجھے زبک درکار ہے۔ پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے؟'' اور اس کے بعد چمگادڑ فضا میں پرواز کر گئی لیکن ہشاریہ کا چہرہ عجیب سا ہو رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹیں نکل رہی تھیں۔

''پوری بلندیوں پر زبک نام کا ایک ہی آدمی نہیں ہو سکتے۔ ضرور...... ضرور وہ کوئی باہر انسان ہوگا۔''

''میں نہیں سمجھا ہشاریہ!'' میں نے کہا لیکن ہشاریہ مجھے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ وہ اس کے بعد کچھ نہیں بولی تھی۔ بہر حال اس وقت میری یہ چھوٹی سی چال میرے لئے بڑی کارآمد رہی تھی اس طرح کم از کم زبک کا پتہ چل سکتا تھا۔ ہشاریہ کچھ عجیب سی کیفیتوں میں وقت گزار رہی تھی۔ اس کے انداز میں بے چینی تھی میں نے اس کے پاس سے اٹھنا چاہا تو اس نے کہا۔

''کیوں کیا تو میری قربت سے بیزار ہے؟''

''نہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے تجھ سے اجازت لینی چاہئے کہیں تو مجھے یہاں سے ہٹانے کی خواہش مند نہ ہو۔''

''مجھے چمگادڑ کا انتظار ہے۔'' وہ زبک کی خبر لائے گی تجھے پتہ نہیں۔ تو نے مجھے کیا خبر دی ہے۔ کافی وقت گزر گیا۔ ہشاریہ انتظار کرتی رہی پھر میں نے چمگادڑ کو اپنے جوڑے پر اڑ کر نیچے آتے دیکھا۔ وہ نیچے آ کر ہشاریہ کے سامنے رک گئی تھی۔

''مقدس ہشاریہ! میں تیرے لئے ایک عجیب و غریب خبر لائی ہوں۔ کاش یہ خبر میرے ذریعے تجھ تک نہ پہنچتی۔'' ہشاریہ نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولی۔

''تو فضول باتیں کیوں کر رہی ہے جو کچھ میں نے تجھ سے کہا ہے اس کا جواب دے۔''

''جس شخص کے بارے میں تو نے بتایا وہ زرغون کے ساتھ ہے اور زرغون اسی جانب آ رہا ہے۔''

''کیا؟ اس طرف کیوں؟''

''ہاں......وہ مقدس ہشاریہ سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔''

''مجھ سے۔''

''ہاں......اس کا فیصلہ ہے کہ پہلے ہشاریہ کو فنا کر دے اس کے بعد بلندیوں کی تقدیر کا فیصلہ کرے۔''

''زرغون وہ چوہا......مگر اس کے ذہن میں یہ تبدیلی کیسے پیدا ہوئی۔ آخر اس نے ایسا کیوں سوچا۔ یہ جاننے کی بات ہے۔''

''میں نہیں جانتی لیکن اب ہشاریہ خطرے میں ہے۔''

''زرغون کو اپنی حماقت کی سزا بھگتنی ہوگی۔ میں اس پر ایسی بلائیں نازل کروں گی۔ سرغا کو بلاؤ......فوراً بلاؤ......'' ہشاریہ نے غضب ناک لہجے میں کہا اور چمگادڑ پھر اڑ گئی۔ وہ کہنے لگی۔

''میں زرغون کو تباہ کر دوں گی اور میری آرزو ہے کہ میں زرغوں کو اس طرح فنا کروں کہ اس کے بعد وہ دوبارہ سر نہ ابھار سکے۔'' سرغا آ گئی تو ہشاریہ نے اسے حکم دیا۔ فوجیں تیار کرو۔ زرغون کو شوالیہ کی سرزمین سے دور فنا کرنا ہے۔ اس نے خود اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ سرغا نے گردن جھکا دی تھی۔ بہرحال یہ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ زبک زرغون کے ساتھ ہے۔ اب اس نے زرغون تک رسائی کیسے حاصل کی یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی تھی۔ بہرحال میں نے عورتوں کی فوج دیکھی کمال کی فوج تھی یہ۔ حسن و جوانی سے بھرپور اور سامان سے آراستہ ہشاریہ خود بھی فوجی وردی میں گئی تھی۔ اس نے مجھے بھی ساتھ رکھا تھا۔ اس نے اپنی عورتوں سے کہا۔

''کہ اس کے جڑواں بھائی نے شوالیہ میں خونریزی کا فیصلہ کیا ہے وہ یہاں موجود تمام عورتوں کو ختم کر دینا چاہتا ہے اس لئے اب ضروری ہے کہ زرغون کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ عورتیں خونخوار شیرنیاں لگ رہی تھیں بہت بری فوج بہت خونخوار لشکر کے مقابلے پر چل پڑی اور پھر ہم نے زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ زرغون کا لشکر نظر آ گیا۔ جو ایک جگہ فروکش تھا اور غالباً یہیں سے وہ شوالیہ میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ میں نے اس لشکر پر نگاہ کی اور بعد میں یہ احساس ہوا کہ لشکر والے بھی حیران رہ گئے ہیں عورتوں کی اس فوج کو دیکھ کر اور پھر اچانک ہی عورتوں کی فوج لشکر کی جانب

دڑ پڑی۔ ادھر زرغون نے بھی اپنے سپاہیوں کو نہیں روکا تھا۔ دونوں طرف کے دشمن دانت پیستے ہ ئے ایک دوسرے کو روندنے کے لئے دوڑے اور ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔ تبھی سب ے پہلے سامنے والی عورتوں میں سے ایک عورت کی چیخ نکلی۔

''آہ......تیلاش! میرے محبوب یہ تم ہو۔''

''روشیانہ میری زندگی' میری روح'' مرد کی آواز ابھری اور دونوں نے ہتھیار پھینکے اور یک دوسرے میں سما گئے۔ پھر اس طرح کی دوسری آوازیں عورتیں اپنے مردوں کو پہچان رہی تھیں ور مرد اپنی عورتوں کو......یہی تمام آوازیں ابھر رہی تھیں۔ ادھر زرغون چیخ رہا تھا۔

''انہیں فنا کر دو۔'' ہشاریہ چیخ رہی تھی۔

''زرغون کے پرخچے اڑا دو۔'' لیکن کسی نے کسی کی بات نہ سنی تو زرغون نے زبک سے کہا۔

''زبک! تیرا نیا خواب میرے علم میں نہیں آیا۔''

''آہ......میرا نیا خواب بڑا افسوس ناک ہے زرغون! میرا افسوس ناک خواب یہ ہے کہ ے ہاتھ میں ایک کلہاڑا ہے اور تیرے ہاتھ میں تیشا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے جنگ کر ہے ہیں۔ میں تیرے خون کا پیاسا ہوں اور مجبوری ہے۔ دیکھو میرا یہ کلہاڑا۔ میں اس سے تجھ پر ر کرنے جا رہا ہوں۔''

''کیا تو پاگل ہو گیا ہے؟'' زرغون غرایا۔

''ہاں یہ سب کچھ تیری موت ہے اور اس کے بعد تیرے لئے اس دنیا میں کچھ نہیں ہے گا۔'' زبک نے کلہاڑا گھماتے ہوئے کہا۔ زرغون نے اپنا تیشہ سنبھال لیا۔ ادھر ہشاریہ لگوں کی طرح سرغا کو پکار رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اپنی عورتوں کو حکم دے کہ وہ زرغون کے ہیوں کو روند ڈالے لیکن اس وقت تو محبتوں کے مناظر سامنے آ رہے تھے۔ تبھی زیکا نے زبک ہ جسم سے رہائی حاصل کی اور ہشاریہ کے سامنے پہنچ گیا۔

''ہاں ہشاریہ! دیکھا تو نے تیرے سارے چراغ بجھ گئے۔ تجھے یاد ہے کہ ایک بار انے تجھ سے کہا تھا کہ استاد کی جگہ ہمیشہ خالی ہوتی ہے۔ دیکھ تیرا سارا جادو بے اثر ہو گیا۔ یہ ب میں نے کیا ہے۔''

"آہ......تو......تو آزاد کیسے ہوا؟ تو کیسے آزاد ہوا؟"

"تجھے ایک بھولی ہوئی کہانی یاد دلاؤں۔ ادھر دیکھ وہ زبک ہے جانتی ہے کون ہے تو۔"

ہشاریہ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اس نے خونخوار آواز میں کہا۔

"ہاں وہ میرا محبوب ہے اور میں یہ جانتی ہوں کہ مجھے اس کے بارے میں معلوم ہے۔"

"تو سمجھ لے کہ اس کے ہی ہاتھوں تو فنا ہو گی۔"

"میں تجھے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

"پاگل ہے تو...... میرے لئے دوسری موت تو کہاں سے لائے گی۔ ہشاریہ اب بالکل ہی پست ہو گئی تھی۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے زیکا کو دیکھا اور اچانک وہ وسعتوں میں پرواز کر گئی۔ زیکا بے اختیار قہقہے لگا رہا تھا۔ ادھر زرغون نے زبک کے ہاتھوں موت کی آغوش میں جا سویا تھا۔ زبک کے کلہاڑے نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ لشکر ایک دوسرے سے مل گیا تھا اور محبتوں کے مناظر سامنے آ گئے تھے۔ تب زیکا نے زبک سے کہا۔

"وہ تیرا دوست! موجود ہے اور دیکھ لے میں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ وہ فنا ہو گئے اور اب تیرے لئے آزادی ہے کہ آگے بڑھ کر اور اپنی منزل تلاش کر لے زبک۔ میرے قریب پہنچ کر اس طرح مجھ سے لپٹ گیا جیسے دو بچھڑے ہوئے آپس میں مل جائیں اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے واپس چل پڑے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم نے ایک پراسرار مقام پر اپنی پناہ گاہ بنائی اور زبک مجھے گزرے ہوئے واقعات سنانے لگا۔ میں نے زبک کو پوری تفصیل بتائی اور زبک نے اعتراف کیا کہ ہشاریہ اس وقت اس کی زندگی میں داخل ہوئی۔ جب وہ دیوانہ وار انوشا یا مونتاشیہ کو چاہنے لگا تھا اور ہشاریہ نے رقابت کے جذبے سے مجبور ہو کر مونتاشیہ کو موت بخشی اور صندل کے تابوت میں اسے ایک مخصوص علاقے کی پہاڑیوں میں محفوظ کر دیا۔ زبک نے کہا۔

"اور اب ہمیں اپنا یہ آخری سفر کرنا ہے۔ میرے دوست میری مونتاشیہ میری منتظر ہو گی۔ میرا دل تو چاہ رہا ہے کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میں اس تک پہنچ جاؤں۔ کیا...... کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے محبت سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اب اس وقت میں زبک سے منحرف نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک طویل داستان ختم ہو گئی تھی۔ زرغون فنا ہو گیا تھا۔ ہشاریہ بھی وسعتوں میں گم ہو گئی تھی۔ زبک اپنی محبوبہ دلنواز تک پہنچنے کے لئے بے چین تھا۔ اس نے کہا۔ "ایک احساس نے مجھے سخت دل برداشتہ کیا ہے۔"

"کیا......" میں نے سوال کیا۔

"میں نے زیکا کے ساتھ ہر طرح تعاون کیا۔ لیکن اپنا مطلب پورا ہونے کے بعد وہ مجھے رخصت کئے بغیر ہی غائب ہو گیا۔"

"یہ خیال میرے ذہن میں بھی ہے مگر کیا کیا جا سکتا ہے۔ کائنات میں بسنے والوں نے ہی ڈھنگ اپنا لیا ہے۔ ویسے کامران شاہ میرے بارے میں ایسا مت سوچنا۔ میری کائنات لف ہے۔ مونتاشیہ مجھے مل گئی تو میں تمہارا ساتھ چھوڑ کر کہیں بھاگ نہ جاؤں گا بلکہ اپنا وعدہ پورا کروں گا۔"

میں ہنس کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "ہم مونتاشیہ کی تلاش میں کب چلیں گے۔ ویسے زبک تم نے مجھے اصل بات نہیں بتائی تھی۔"

"اصل بات......"

"ہاں۔ یہ کہ ہشاریہ نے جوش رقابت میں مونتاشیہ کو سلا دیا تھا۔ مجھے پوری تفصیل نہیں معلوم تھی اس بارے میں۔"

"بس یہی اضمحلال سا تھا لیکن...... میری انوشہ کے بعد میرے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ آؤ دوست اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا!"

ایک بار پھر سفر کا آغاز ہو گیا۔ شوالیہ کے جنگلات، نیلی روشنی کی سرزمین، خوبصورت مناظر لیکن ایک طویل سفر کے بعد ہم نے جس علاقے میں قیام کیا وہ شوالیہ کے دوسرے علاقوں کی نسبت بے حد بھیانک اور خوفناک تھا۔ چاروں طرف بھدے اور بدنما جھاڑ اگے ہوئے تھے۔ ٹے ہوئے کوئلے کی چٹانیں اپنی بھیانک گردنیں اٹھائے آسمان کو تک رہی تھیں۔

''یہ شیلاس کا گناہ ہے۔''

''کیا......؟''میں نے طول کیا۔

''ہاں شیلاس کی روایات کے مطابق پہلے یہ علاقہ وادیٔ شیلاس کے حسین ترین علاقوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہاں کے رہنے والے دیوتاؤں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے احکامات پر چلا کرتے تھے۔ لیکن پھر یہاں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جس نے دیوتاؤں سے بغاوت کا اعلان کر دیا اور اپنی رنگ رلیوں مین مصروف ہو گیا اور جب اس کی برائیاں حد سے آگے بڑھ گئیں تو دیوتاؤں نے یہاں آگ برسائی۔ سارا علاقہ جھلس کر راکھ ہو گیا۔ یہاں کے قبیلے تباہ ہو گئے۔ پھر اس کے بعد یہاں زمین لرزنے لگی۔ زمین کی گہرائیوں میں دبی ہوئی چٹانیں ابھر آئیں اور دیوتاؤں کا قہر اس وقت سے اب تک اس علاقے کو اپنی زد میں لئے ہوئے ہے۔ یہاں لاتعداد غار پیدا ہو گئے ہیں اور اس کے بعد ان غاروں میں جادوگروں نے اپنے اپنے مسکن بنائے اور یہاں بیٹھ کر نجانے کیا کیا کرتے رہے۔ بس اس وقت سے یہ علاقہ اسی طرح کا نظر آتا ہے اور بدبخت ہشاریہ نے بھی اسی علاقے کو اپنا مسکن بنایا اور یہیں اس کا جادو بھی پروان چڑھا۔ ایسے حالات میں یہ سمجھ لو کہ یہ علاقہ بے حد خوفناک تھا اور یہیں تمام برائیاں جنم لینے لگیں لیکن وادیٔ شیلاس کا یہ علاقہ اس لئے میرے لئے بہت محترم اور مقدس ہے کہ یہاں میری مونتاشیہ موجود ہے۔ یہیں ہشاریہ نے اسے رکھا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور خیال پیدا ہوا لیکن میں نے اس کا تذکرہ زبک سے نہ کیا۔ زبک کہنے لگا۔

''یہاں تک آنے کے لئے میں نے جس طرح جدوجہد کی ہے تم سوچ بھی نہیں سکتے میرے دوست! میرے محسن میرے عزیز بس یوں سمجھ لو کہ میں تمہیں اس بارے میں کچھ بتا نہیں سکتا۔ کہ میرے جذبات کیا ہیں۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد زبک کہنے لگا۔

''آؤ......ہم وہ غار تلاش کریں جہاں مونتاشیہ صندل کے تابوت میں سو رہی ہے۔ آؤ......ویسے تمہیں یہ کام بڑا صبر آزما محسوس ہوگا کیونکہ تم یہاں بکھرے ہوئے غاروں کو دیکھ رہے ہو۔ ان میں سے ہر غار کی تلاشی لینی ہے ہمیں۔''

''کوئی فرق نہیں پڑتا جب ہم یہاں اتنی شدید جدوجہد کر کے پہنچے ہیں تو یہ کام بھی

ہیں اسی جذبے کے ساتھ کرنا ہوگا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم الگ الگ غاروں کا جائزہ لیں ا کہ کام جلد ہو جائے۔ ایک اور عمل کریں وہ یہ کہ ہم جس غار کی تلاشی لے لیں وہاں ایسے نشان لگا یں کہ ہمیں یہ اندازہ ہو جائے کہ ہم اس غار کی تلاشی لے چکے ہیں۔ صندل کے تابوت کے ارے میں تم نے مجھے بتا دیا ہے وہ کام جلد نمٹانے کے لئے ہمیں دو حصوں میں تقسیم ہو جانا چاہئے۔''

''مجھے منظور ہے لیکن میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ مونتاشیہ کو تلاش میں ہی کر سکوں گا۔''

''بات ایک ہی ہے ہمارا مقصد صرف اس کی تلاش ہے۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد م نے طے کر لیا کہ تلاشی شدہ غار کے سامنے ہمیں کیسا نشان لگانا ہے۔ غرضیکہ ہم ایک ایک غار کی لاش میں چل پڑے۔ غاروں کے دہانے ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھے۔ میں ایک غار تخب کر کے اس میں داخل ہو گیا۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ آتش فشانی نے اس علاقے کو کوئلے یں تبدیل کر دیا ہے اور یہاں کی یہ بدنما سیاہیاں زلزلوں اور آتش فشانی کا ہی نتیجہ ہیں۔ پھر ہم ک دوسرے سے کافی دور نکل گئے۔ میں جس پہلے غار میں داخل ہوا تھا وہ بہت زیادہ کشادہ نہیں ا اندر کا ماحول گہرا سیاہ بھیانک تھا۔ لیکن بہر حال اس کے چپے چپے کی تلاشی لینے کے بعد میں نکلا تھا۔ باہر نکلنے کے بعد میں نے وہاں وہ نشان بنا دیا جس سے یہ اندازہ ہو جائے کہ اس غار کی اشی لی جا چکی ہے۔ پھر وہاں سے کافی فاصلے پر دوسرا غار' تیسرا' چوتھا' پانچواں یہاں تک کہ آٹھ نو ار میں نے تلاش کر لئے تھے اور نجانے زبک سے کتنے فاصلے پر نکل آیا تھا۔ پھر میں ایک غار میں ل ہوا۔ وہ غالباً نواں غار تھا اور پہلے غاروں سے ذرا مختلف تھا۔ میں غار میں داخل ہوا اور دور ک چلا گیا۔ دوسرے غاروں کی نسبت اس غار میں کشادگی بھی تھی اور یہاں کے ماحول میں ای سی تازگی بھی تھی۔ میں تازہ ہوا کے ان جھونکوں کو محسوس کر کے آگے بڑھا اور غار کے آخری ے پر پہنچ گیا۔ آخری سرے پر ایک بہت بڑا دہانہ تھا۔ نیچے ڈھلوان اور اونچے درخت' انتہائی نچے درخت تھے جو زمین کی گہرائیوں سے بلند ہو کر یہاں تک آ پہنچے تھے۔ بڑی بھیانک جگہ تھی کے سامنے تو ڈھلوان تھے لیکن دائیں بائیں گہری کھائیں جن میں پڑی ہوئی بھیانک چٹانیں لوں اس طرح اوپر کی جانب دیکھ رہی تھیں جیسے اپنے شکار کی منتظر ہوں۔ میں نے یہاں ایک خوف محسوس کیا اور اسی وقت میری نگاہ تھوڑے سے فاصلے پر نیچے کی جانب اٹھ گئی اور یہاں

کچھ دیکھ کر میرے سارے وجود میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ وہ ایک انسانی جسم تھا۔ رنگین کپڑوں میں لپٹا ہوا اور یہ انسانی جسم ایک درخت سے نکلی ہوئی شاخ سے جھول رہا تھا۔ کپڑے شاخ میں پھنس گئے تھے جس کی وجہ سے یہ جسم ہزاروں فٹ گہری کھائی میں گرنے سے بچ گیا تھا۔ میں آنکھیں پھاڑے اس جسم کو دیکھتا رہا اور جب میں نے اس کا بغور تجزیہ کر لیا تو مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ ایک انتہائی خوبصورت دوشیزہ ہے جو یا تو پاؤں پھسلنے کی وجہ سے نیچے گہرائیوں میں گری اور درخت میں اٹک گئی یا پھر اسے ان گہرائیوں میں پھینک دیا گیا۔ بہر حال اس میں سے کچھ بھی ہوا لیکن اس کی زندگی موت اور زیست کی کشمکش کا شکار تھی۔ میرے دل میں نجانے کیوں یہ تصور پیدا ہوا کہ کہیں یہ انسانی وجود ہمارے لئے کارآمد نہ ہو یعنی مونتاشیہ کیسے وہاں تک پہنچی۔ یا یہ وہ ہے بھی یا نہیں۔ یہ ایک بالکل الگ بات تھی لیکن بہر حال اس کا وجود وہاں تھا میں شدید سنسنی کا شکار رہا۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ بھاگ کر باہر جاؤں اور زبک کو آوازیں دوں لیکن خود ہی اس کا اندازہ ہو چکا تھا۔ بلکہ اس بات پر میں نے تردد بھی محسوس کیا تھا کہ زبک سے بہت طویل فاصلہ ہو گیا ہے۔ اگر میں اس کی تلاش میں وہاں تک جاؤں تو ہوسکتا ہے کہ یہ جسم اس شاخ سے نکل کر گہرائیوں کا رخ کرے۔ پھر اسے بچانے کا کیا ذریعہ ہوسکتا ہے میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آگے بڑھ کر گہرائیوں میں جھانکا۔ اب پورے ہوش و حواس کے عالم میں اس جگہ کا تجزیہ کیا تو احساس ہوا کہ اگر تھوڑی سی ہمت سے کام لے کر نیچے اتروں اور اپنے آپ کو سنبھال کر اس شاخ تک پہنچوں تو کام بن سکتا ہے۔ چونکہ شاخ ڈھلوانوں کے ایک ایسے حصے تک پھیلی ہوئی تھی جہاں قدم جمائے جاسکتے تھے۔ آہ...... کاش! میرے پاس کوئی رسہ ہوتا تو میں زیادہ آسانی سے اپنا یہ کام کرسکتا تھا لیکن اب ان تمام باتوں کا سوچنا بے معنی تھا۔ دو ہی فیصلے کرنے تھے یا تو خاموشی سے آنکھیں بند کر کے واپس چلا جاؤں یا پھر زندگی کو داؤ پر لگا دوں یا تو اس بدن کو بچا لوں یا پھر خود بھی جان دے دوں لیکن ایک اور بات کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ ان تمام ترمشقتوں کے دور میں اور جس جس طرح کے حادثے اور واقعات پیش آئے تھے۔ ان کی موجودگی میں' میں خاصا دلیر ہو گیا تھا اور بہت سے کام خود سرانجام دے لیا کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے ہمت کی اور بسم اللہ کہہ کر نیچے اترنے لگا۔ میں نے یہ سوچنا ترک کر دیا تھا کہ میرے نیچے اترنے کا انجام کیا ہوگا۔ بس نیچے اتر رہا تھا میں اور میں نے اچانک محسوس کیا کہ میں اس جگہ تک پہنچ گیا ہوں جہاں مجھے آنا تھا۔

اتنی آسانی کے ساتھ اس جگہ تک پہنچنے کا تصور میں خود بھی نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے رنگین کپڑوں میں لپٹے ہوئے اس انسانی جسم کو دیکھا۔ جواب مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر تھا اور واقعی بڑی مخدوش حالت میں جھول رہا تھا۔ ذرا سی کوئی جنبش اسے نیچے گرا سکتی تھی حالانکہ وہ شاخ بہت مضبوط تھی جس میں وہ لٹکا ہوا تھا۔ یہ تجزیہ کرنا مشکل تھا کہ یہ جسم یہاں تک کیسے پہنچا۔ سوائے اس کے کہ یہ تصور کر لیا جائے کہ اسے اوپر سے نیچے پھینک دیا گیا ہے اور قدرت نے اس کے لئے بچاؤ کا معقول بندوبست کر لیا ہے۔ بہر حال ان تمام باتوں کو سوچنے کی بجائے اب میرے لئے یہ انتہائی ضروری تھا کہ میں اسے پہلے اس جگہ جہاں میں خود موجود ہوں کھینچ کر لاؤں اور اس کے بعد اوپر تک لے جاؤں۔ یہ اندازہ لگانا بھی بہت ضروری تھا کہ اس میں زندگی کی رمق باقی ہے یا نہیں۔ میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ میرا اندازہ بالکل غلط نہیں تھا۔ یہ سو فیصدی مونتاشیہ ہی تھی کیونکہ اس کے حسن و جمال کی جو تصویر زبک نے میرے سامنے کھینچی تھی یہ اس پر مکمل طور سے پوری اترتی تھی اور سو فیصدی یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ یہ مونتاشیہ ہی ہے بہر حال میں پوری مہارت کے ساتھ اسے اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بال میرے ہاتھ میں آئے۔ تو میں نے انہیں پکڑ لیا۔ لمبے گہرے سیاہ بال۔ آہستہ آہستہ اس کے بالوں کے ذریعے میں نے اس کے سر کو اپنی طرف گھسیٹا۔ اپنے قدموں کو مضبوطی سے جمایا کہ اگر کہیں وہ اچانک شاخ میں سے نکل جاتے تو اس کے توازن کو سنبھال سکوں۔ پھر آہستہ آہستہ میں اسے کھینچ کر اپنی جگہ تک لایا اور اس کے بعد میں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال دیئے اور اپنے بدن کی پوری قوت جمع کر کے آخر کار اسے چٹان پر گھسیٹ لیا۔ بہر حال میری یہ کوشش کارگر ثابت ہوئی تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا جنگل کا یہ حسن جس سے متعلق لاتعداد کہانیاں میں سن چکا تھا جس کے حسن و جمال اور غرور تمکنت کی پوری داستان میرے علم میں آگئی تھی' میرے سامنے موجود تھی۔ میں نے بلندیوں کی طرف دیکھا اور پھر اس کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ایک پراسرار عمل سے گزر رہی ہے یعنی اس کے جسم میں زندگی کی لچک باقی ہے لیکن اس کے سانسوں کا تسلسل نہیں ہے۔ میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا اور پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کے وجود میں تبدیلی رونما ہوتی جارہی ہے۔ وہ ہوش میں تو نہیں آئی تھی لیکن لگ یہ رہا تھا کہ جیسے اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ بہر حال اس کے باوجود کافی وقت میں نے اسے ہوش میں لانے میں صرف کیا اور اس کے بدن میں آخر کار ہلکی ہلکی جنبش

پیدا ہونے لگی۔ میرا دل خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ مگر آدھے گھنٹے تک مزید کوشش کرتا رہا۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا ذہن کسی سحر میں جکڑا ہوا ہو اور وہ ہوش میں نہ آ پا رہی ہو۔ یہاں کافی وقت گزر چکا تھا۔ اب میں نے ہمت اور محنت کے ساتھ اسے ٹٹولا اور یہ اندازہ ہوا کہ اگر میں اسے اٹھا کر اوپر لے جانا چاہوں تو مجھے اس میں بہت زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ پھر میں نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور پھر پر مشقت کام کرنے لگا۔ عام حالات میں کبھی اتنے بھیانک لمحات کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور تصور کر بھی لیتا تو کم از کم یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس بھیانک مشقت کو میں بھی کر سکتا ہوں۔ چنانچہ یہ سب کچھ کرنا قدرت ہی کی طرف سے ایک عمل تھا۔ آخر کار میں اسے اوپر لانے میں کامیاب ہو گیا۔ آپ یقین کریں میں خود اپنے آپ پر حیران تھا کہ میں نے یہ شاندار کام کیسے کر لیا۔ اوپر لا کر اسے لٹایا اور ایک بار پھر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن بہت دیر سے یہ عمل کر رہا تھا اور وہ ہوش میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب زبک کو اطلاع دے دینی چاہئے تاکہ زبک خود اپنے طور پر کوئی مناسب فیصلہ کر سکے۔ ہو سکتا ہے اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے وہ مونتاشیہ کو ہوش میں لا سکے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صرف میرا تصور ہی نکلے اور حقیقت کچھ اور ہی ہو۔ غرضیکہ میں یہ تمام باتیں سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک اور فیصلہ کیا وہ یہ کہ اسے اٹھا کر کسی غار میں لے جاؤں اور وہاں اسے محفوظ طریقے سے لٹا دوں۔ غار کے سامنے نشان بناؤں اور پھر زبک کی تلاش میں نکل کھڑا ہوں۔ یہ تمام باتیں سوچ کر میں ایک بار پھر مصروف عمل ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھا، مونتاشیہ کے جسم کو اٹھایا اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ تھوڑے فاصلے پر جو پہلا غار مجھے نظر آیا۔ میں اس غار میں داخل ہو گیا۔ صاف ستھرا غار تھا۔ بظاہر سیاہ لیکن بہت صاف شفاف مونتاشیہ کے جسم کو زمین پر لٹا کر میں باہر نکل آیا اور پھر میں نے غار کے سامنے بہت ہی نمایاں نشان بنایا۔ پتہ نہیں زبک کی تلاش میں مجھے کتنا فاصلہ طے کرنا پڑے چنانچہ ضروری تھا کہ نشان نمایاں ہوتا کہ غار کو تلاش کرنے میں مجھے بہت زیادہ دقت پیش نہ آئے۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور اس کے بعد ان نشانات کے ذریعے زبک کی طرف چل پڑا جو میں نے غاروں کے سامنے بنائے تھے۔ ساتھ ہی میں حلق پھاڑ پھاڑ کر اسے آوازیں بھی دیتا جا رہا تھا اور میرے چہرے پر عجیب سے آثار پھیلتے جا رہے تھے کیونکہ میں قرب و جوار کے ماحول میں کچھ انوکھی تبدیلیاں محسوس کر رہا تھا۔ نجانے کتنا فاصلہ طے کر

کے میں ایک جگہ پہنچا اور میں نے حلق پھاڑ پھاڑ کر زبک کو آوازیں دیں۔ تبھی غار کے ایک دہانے سے زبک نمودار ہوا لیکن اس کا چہرہ دیکھ کر میں چونک پڑا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور چہرہ دمک رہا تھا۔ اس کا سارا وجود خوشی سے سرشار تھا میں اس کے پاس پہنچا تو زبک میرے نزدیک آ گیا۔

''آہ...... کامران! میرے دوست، میرے پیارے، میرے ساتھی، میری مونتاشیہ مجھے مل گئی۔ میں نے اسے پا لیا۔ میں نے اسے تلاش کر لیا ہے۔ میں شدت حیرت سے کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری تمام تر کاوشیں بے مقصد ہیں۔ وہ جسم جو مجھے دستیاب ہوا ہے وہ مونتاشیہ کا نہیں۔ پھر وہ کون لڑکی ہے جو یہاں آ گئی۔ میں حیران نگاہوں سے زبک کو دیکھتا رہا اور زبک نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے غار کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔

''وہ اندر موجود ہے وہ صندل کے تابوت میں لیٹی ہوئی ہے۔ وہ صندل کے تابوت میں لیٹی ہوئی میرا انتظار کر رہی ہے اور بس ابھی چند لمحے ہی رہ جاتے ہیں کہ وہ ہوش میں آ جائے گی۔ آؤ میرے ساتھ آؤ...... دیکھو میری مونتاشیہ کو جس نے میرے لئے عظیم قربانیاں دی ہیں۔ آؤ میرے ساتھ میں اس کے ساتھ غار میں داخل ہو گیا۔ غار صندل کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ سامنے ہی ایک تابوت رکھا ہوا تھا جو صندل کی لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس کے اندر ایک انسانی وجود میں لرزتے ہوئے قدموں سے وہاں پہنچا اور تب میں نے صندل کے تابوت میں ایک انسانی وجود کو لیٹے دیکھا اور حیرت کا ایک اور جھٹکا میرے دل و دماغ کو تہ و بالا کر گیا۔ وہی لڑکی تھی وہی چہرہ تھا۔ جسے میں اٹھا کر غار میں لٹا آیا تھا۔ وہ صندل کے اس تابوت میں موجود تھی اور آنکھیں بند کئے لیٹی ہوئی تھی۔ ناممکن ہے لیکن طلسموں کی اس سرزمین پر کوئی بھی عمل ناممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ میں شدید کشمکش کا شکار تھا۔ زبک محبت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''مونتاشیہ...... جاگ جاؤ مونتاشیہ...... میں آ گیا ہوں۔ سارے طلسم ختم کر دیئے ہیں میں نے۔ سارے طلسم ختم کر دیئے ہیں۔ لعنت کی ماری ہشاریہ فنا ہو چکی ہے۔ اس نے تمہارے وجود کو اپنی گرفت میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ بدبخت کامیاب نہیں ہو سکی۔ زبک یہ الفاظ کہہ رہا تھا اور میری نگاہیں تابوت میں لیٹے ہوئے وجود کے چہرے پر جمی ہوئی تھی اور جب زبک نے یہ الفاظ کہے کہ لعنت کی ماری ہشاریہ ہے۔ بہر حال حد سے بڑھ کر کوئی بات نہیں کہہ سکتا

تھا میں۔ زبک اب بھی محبت بھرے انداز میں کچھ کہہ رہا تھا۔ دفعتاً مجھے کچھ سوجھی میں آگے بڑھا اور میں نے اپنے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا صندل کے تابوت میں لیٹے ہوئے مونتاشیہ کی گردن پر رکھ دیا اور اس کے بعد میں نے بلند آواز سے درود پاک پڑھا۔ درود پاک کا شروع ہونا تھا کہ اچانک ہی مونتاشیہ کے جسم میں لرزشیں ہونے لگیں۔ وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن میرا انگوٹھا اس کے حلق پر جما ہوا تھا۔ زبک البتہ وحشت زدہ ہو گیا تھا۔ اس نے خوفناک آواز میں چیخ کر کہا۔

”یہ کیا کر رہے ہو کامران! لیکن میں اپنا عمل جاری رکھے رہا۔ بس نجانے کیا سوجھی تھی۔ میرا خیال میں یہ قدرت کی رہنمائی ہی تھی۔ میں درود پڑھتا رہا مجھے یقین تھا کہ اگر میں یہ آیات الٰہی نہ پڑھ رہا ہوتا تو ہشاریہ ہم دونوں کو فنا کر دیتی۔ مجھے اٹھا کر غار کی دیواروں پر دے مارتی۔ پھر زبک نے جھلا کر میری کمر میں ہاتھ ڈالے اور مجھے اپنی جانب کھینچنے لگا۔ وہ پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ لیکن آپ یقین کریں کہ مجھے اپنے جسم پر ذرا بھی دباؤ نہیں محسوس ہو رہا تھا بس یہ تو لگ رہا تھا کہ زبک ایک حلقہ سا بنائے مجھے کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس کے ہاتھوں کی گرفت کسی بچے کے ہاتھوں کی گرفت سے زیادہ نہیں تھی میرے لئے...... میں خاموشی سے اسے دبائے رہا اور اچانک ہی میرا انگوٹھا ہشاریہ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ ہشاریہ کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی اور پھر گاڑھے گاڑھے سیاہ رنگ کے خون کی ایک پھوار میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ لیکن درود پاک کا ورد اب بھی میری زبان پر تھا۔ ہشاریہ صندل کے تابوت سے باہر نکل آئی۔ زبک اب بھی صورت حال کو نہیں سمجھا تھا۔ وہ غضب ناک نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کی قوت گویائی جیسے سلب ہو گئی تھی۔ وہ بول نہیں پا رہا تھا اور بے چین نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ ایک بار پھر وہ ہشاریہ کی جانب بڑھا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک دیا۔ زبک نے میرا ہاتھ پکڑ کر اسے جھٹکنے کی کوشش کی۔ لیکن یہاں بھی اس کی قوتیں بے اثر ثابت ہوئیں۔ ایک ایسے کام کا آغاز ہو گیا تھا جو اپنے وقت پر شروع ہوا تھا۔ اگر روز اول یہ کام ہوتا تو پتہ نہیں کیا تبدیلیاں پیدا ہوتیں۔ لیکن ہو نہیں سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی جو بھی مصلحت ہوتی ہے۔ سارے کام اسی کے مطابق ہوتے ہیں۔ میں درود پاک پڑھتا رہا اور ہشاریہ بے چین انداز میں غار میں چاروں طرف دوڑتی رہی اس کے حلق سے کالے رنگ کے خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ لیکن حیرت کن بات تھی کہ یہ

خون جہاں بھی زمین پر پڑتا وہاں نظر نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑی اور اس کے بعد اس کی ہیئت تبدیل ہونے لگی۔ اس کا حسین چہرہ ایک بھیانک شکل اختیار کر گیا اور وہ زمین پر لوٹتی رہی اور اس کے بعد ساکت ہو گئی۔ اب وہ اوندھی پڑی ہوئی تھی اور زبک دلدوز انداز میں کہہ رہا تھا۔

”یہ تو نے کیا کیا کامران...... یہ تو نے کیا کیا۔ تو نے میری...... تو نے میری ساری عمر کی محنت تباہ کر دی۔ آہ...... میری مونتاشیہ! یہ کیا پڑھ رہا تھا تو۔ یہ کون سا جادو کر رہا تھا تو کیا تھا یہ سب کچھ کیوں کیا تو نے ایسا۔ کیوں کیا تو نے۔“ وہ آہستہ سے جھکا اور اس نے ہشاریہ کے بے جان وجود کو سیدھا کیا۔ دفعتاً ہی وہ پیچھے ہٹ گیا۔ ہشاریہ کا مردہ وجود اس قدر بھیانک نظر آ رہا تھا کہ اس پر نگاہ تک نہ جم پائے۔ دفعتاً ہی ہشاریہ نے ایک بار پھر آنکھیں کھولیں۔ کبوتر کے خون کی طرح سرخ آنکھیں، وحشت مین ڈوبی ہوئی اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہوئے اور اس نے زبک کو پکڑنے کی کوشش کی۔ زبک جیسا بہادر آدمی دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہشاریہ کو دیکھ رہا تھا۔ تب ہشاریہ کے حلق سے ایک خوفناک غراہٹ نکلی۔

”آہ...... آہ میں، ہار گئی ہوں، میں تجھے حاصل کرنے کی کوشش میں ناکام ہو گئی لیکن میں نے، میں نے اسے بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ وہ زمین کی گہرائیوں میں ریزہ ریزہ ہو کر پڑی ہو گی۔ مار دیا میں نے تیری مونتاشیہ کو ختم کر دیا میں نے اسے ختم ہو گئی مونتاشیہ، تو مجھے نہیں مل سکا لیکن مونتاشیہ بھی تجھے نہیں پا سکی۔“ یہ کہہ کر اس نے تین چار قہقہے لگائے اور اس کے بعد اس کا وجود پانی بن کر بہنے لگا۔ زبک کے چہرے کا سارا خون اس کی آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔ وہ وحشت زدہ نگاہوں سے ہشاریہ کے پگھلتے ہوئے جسم کو دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ لمحوں کے بعد پانی بن کر زمین پر بہہ گیا۔ میں مطمئن اور خوش تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ زبک نے وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”یہ...... یہ ہشاریہ تھی۔ یہ بدبخت ہشاریہ تھی۔ آہ، یہ...... یہ مگر کیا کہہ رہی تھی یہ......“ زبک کے انداز میں سخت وحشت پیدا ہو گئی تھی۔ دفعتاً ہی اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔

”کامران! کیا کہہ رہی تھی یہ...... کیا کہہ رہی تھی...... کیا اس نے کیا اس نے میری مونتاشیہ کو ختم کر دیا۔ ہلاک کر دیا اس نے میری مونتاشیہ کو آہ...... یہ تو اچھا نہیں ہوا۔ ساری زندگی

میں اس کے ساتھ زیادتی کرتا رہا۔ ایسے ایسے مظالم کئے میں نے اس پر کہ جس پر زندگی بھی شرما جائے اور جب میرے دل میں اس کے لئے محبت پیدا ہوئی تو یہ بدبخت درمیان میں آ کودی۔

آہ...... یہ تو...... یہ تو مناسب نہیں ہوا۔ یہ تو غلط ہوا۔ کامران یہ تو غلط ہوا اور پہلی بار میں نے پہاڑوں کو پگھلتے ہوئے دیکھا۔ پہاڑ ہی تو تھا زبک! ساری زندگی آنسو بہائے بغیر گزار دی تھی اس نے لیکن اب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی اور میں اس سے زیادہ اس کی یہ گریہ وزاری نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میرے دوست! یہ بدبخت عورت جب فضا میں پرواز کر کے غائب ہوئی تھی اس وقت بھی میرے ذہن میں یہ تصور تھا کہ کسی نہ کسی شکل میں یہ ہمیں دوبارہ ملے گی۔ یہ احساس بھی تھا میرے دل میں کہ کہیں یہ ہمارے لئے کسی مشکل کا باعث نہ بنے۔ لیکن اس نے ادھر کا رخ کیا اور یہاں آنے کے بعد اپنی بساط بھر کارروائی کی یعنی یہ کہ یہ مونتاشیہ کی جگہ تابوت میں لیٹ گئی اور اس سے پہلے اس نے مونتاشیہ یا تمہاری انوشا کو تابوت سے نکال کر یہاں سے کافی فاصلے پر زمین کی گہرائیوں میں اچھال دیا تاکہ اس کا وجود ریزہ ریزہ ہو جائے لیکن میرے دوست! تمہارا نظریہ زندگی، نظریہ مذہب کچھ بھی ہو ہم اپنے خدا سے بڑی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں اور ہمارا ٹھوس ایمان ہے کہ مارنے اور جلانے والی ذات صرف ذات باری کی ہے وہ جس زندہ رکھنا چاہتا ہے آگ کے شعلوں میں بھی زندہ رکھتا ہے اور جسے راکھ ہونا ہوتا ہے وہ اپنی جنت کے دروازے پر بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ مونتاشیہ زندہ ہے یہیں ہے اور تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

''کیا......؟'' زبک اچھل پڑا۔

''ہاں...... آؤ میرے ساتھ۔''

''کامران کیا کہہ رہے ہو تم؟''

''میں تمہیں بتاتا ہوں آ جاؤ...... اسے جہنم رسید کرو اب اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔'' میں نے کہا اور زبک کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔

''مگر......''

''ہاں...... ہم دونوں غاروں میں الگ الگ مونتاشیہ کا تابوت تلاش کر رہے تھے۔

میں یہ تابوت تلاش کرتا ہوا کافی دور نکل آیا۔ ایک غار میں داخل ہوا تو وہ غار ایک سرنگ جیسی حیثیت رکھتا تھا اور اس کا اختتام ایک ایسے پہاڑی ڈھلوان پر ہوتا تھا جو انتہائی خوفناک تھا۔ میں نے وہاں پہاڑی ڈھلوان میں ایک انسانی جسم کو دیکھا میں نے زبک کو مونتاشیہ کی پوری کہانی سنائی اور زبک وفورِ مسرت سے سرشار ہو گیا۔

''کہاں ہے وہ، کہاں ہے میری مونتاشیہ۔'' تب ہم فاصلے طے کر کے اس غار تک پہنچ گئے جس میں مونتاشیہ موجود تھی اور ہوش میں آ چکی تھی۔ میں نے اسے ہوش میں دیکھا اور زبک کو آگے جانے کا اشارہ کر کے واپس باہر نکل آیا۔

O

زبک بے پناہ خوش تھا۔ مونتاشیہ بھی اس کے ساتھ بہت مسرور نظر آتی تھی۔ دونوں میری بے پناہ عزت کر رہے تھے۔ زبک نے فوراً ہی وہ علاقہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس کے بعد وہ بالکل نئے راستوں سے واپسی کے لئے پلٹ پڑا تھا۔ ہم نے ان جلے ہوئے پتھریلے علاقوں سے [illegible] دور ایک ایسے سرسبز و شاداب علاقے میں پہلا پڑاؤ قائم کیا۔ جہاں حسین آبشار گر رہے تھے۔ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر پرندوں کی ڈاریں نظر آ رہی تھیں۔ آبشاروں سے بننے والی جھیلوں پر بے پناہ پرندے خوراک کی تلاش میں قلیلیں کر رہے تھے۔ نیلی نیلی جھیلیں سفید جھاگ بناتے ہوئے آبشاروں سے جگمگا رہی تھیں۔ غوطہ خور پرندے اپنے دودھ جیسے سفید بدن کو لمبی چونچ کے ساتھ پانی میں غوطہ لگاتے اور قدرت کا ایک عطیہ لے کر فضا میں پرواز کر جاتے یہ بے شمار پرندے گرنے والے آبشاروں کے چھوٹے چھوٹے کنکروں پر بیٹھے ہوئے شکار کو ہڑپ کرتے ایسے حسین مناظر زندگی بخش ہوتے ہیں اور یہ زندگی ان پہاڑوں میں نظر آ رہی تھی۔ زبک نے کہا۔

''ہم یہاں رک کر اپنی تمام تر جسمانی تھکن اتاریں گے۔''

''اور بے فکر رہنا میں تم سے اتنا فاصلہ اختیار کر لوں گا کہ ہوائیں تک تمہیں چھو کر مجھ تک نہ پہنچ سکیں گے۔ یہ میری طرف سے ایک دوستی کا عطیہ ہوگا۔'' زبک ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

''مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہے کامران۔'' اور حقیقت میں' میں نے اتنی ہی فراخدلی سے کام لیا اور ان دونوں کو تنہا گفتگو کرنے کے لئے ایسے راستے چھوڑ دیئے جہاں سے وہ اپنے مرکز کا سفر جاری رکھیں۔ یعنی اپنی محبتوں کا سفر البتہ خیالات سے کس کا دل اکتاتا ہے اور خیالات کہاں پیچھا چھوڑتے ہیں۔ قدرت نے انسان کو ایک ایسا برق رفتار سفر بخشا ہے جو لمحوں میں ساری دنیا کا احاطہ کر سکتا ہے۔ میری نگاہیں جب بھی چاہتیں سویرا کو دیکھ لیا کرتی تھیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ کبھی کبھی انسان دوسرے رشتوں سے اس قدر پیچھے ہٹ جاتا ہے کہ کوئی ایک رشتہ صرف اس کی زندگی کا محور رہ جاتا ہے۔ ماں تو اس دنیا میں تھی ہی نہیں...... باپ بھائی اور بہن نے ایسی کسی یگانگت کا

ثبوت نہیں دیا تھا۔ جس پر بھروسہ کیا جا سکے۔ لے دے کر وہ ایک ہستی رہ گئی تھی جس کے بارے میں اب بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس مشکل کا شکار ہو۔ لیکن یہ بات میں نے طے کر لی تھی کہ سویرا خود تو میرے بغیر کسی اور سے شادی کر نہیں سکتی اور اگر کہیں زبردستی کی گئی ہے تو پھر اس شخص کو زندگی سے محروم ہونا پڑے گا۔ جس نے میری سویرا کو شوہر کی حیثیت سے چھوا ہوگا اور اس کے بعد چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ سویرا کو میں اپنی تحویل میں لے لوں گا۔ بہرطور یہ ساری کارروائی تو بعد کی چیز تھی۔ پہلے اپنی دنیا میں واپسی تو ہو ان تمام باتوں کے ساتھ میں نے ایک اور بات بھی بارہا سوچی تھی وہ یہ کہ زبک اور مونتاشیہ کی عمر کیا ہے۔ جو داستان انہوں نے سنائی اور جو جس قدر پراسرار اور طویل تھی اس سے تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ زمانہ قدیم کی کہانی ہے۔ حالانکہ ان پہاڑوں اور ان برف زاروں میں ایسی کہانیاں ابھی تک جنم لیتی رہتی ہیں۔ لیکن بہرحال بہت سی باتیں سوچنے کی ہوا کرتی ہیں۔ چار دن تک ہم نے یہاں قیام کیا۔ گویا یہ جگہ زبک کے لئے ہنی مون پیلس تھی۔ انہوں نے ایک ایسے پہاڑی کٹاؤ میں ڈیرہ ڈالا ہوا تھا جس کا رخ جھیل کی جانب تھا اور جس کی پشت میری جانب۔ میں نے بھی انتہائی قدیم درخت کے نیچے اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ زبک زمانہ قدیم کے طریقوں سے شکار کرتا تھا۔ کھانا ہم لوگ ساتھ ہی کھایا کرتے تھے اور اس کے بعد یہ جوڑا اپنے عیش کدے کی جانب چلا جاتا تھا اور میں اپنے غم کدے کی طرف...... پانچویں دن زبک نے کہا۔

''ہمیں اب یہاں سے روانہ ہونا ہے اور اس کے بعد ہمارا سفر مسلسل جاری رہے گا' ہمیں شگریلا پہنچنا ہے۔''

''یہ نیا نام تم نے لیا ہے۔ شگریلا کیا ہے؟'' زبک ہنس کر بولا۔

''میرا وہ مسکن جسے میں نے ایک وقت میں اپنے لئے منتخب کیا تھا اور یہاں میرا بہت ہی اچھا ٹھکانہ ہے۔ فاصلہ بھی بہت زیادہ نہیں ہوگا۔ تین دن کی مسافت اگر ہم نے برق رفتاری سے طے کی تو ہمیں شگریلا لے جائے گی۔'' میں نے کوئی سوال نہیں کیا۔ ہم نے شگریلا کی جانب سفر شروع کر دیا۔ لیکن یہ مسافت پانچ دن طویل کر لی گئی تھی۔ کیونکہ رات کو میں سفر کی اجازت نہیں دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ آرام سے بیٹھا جائے۔ جلدی نہیں ہے ہمیں کون سا عظیم سفر کرنا ہے۔ زبک جانتا تھا کہ یہ قیام میں صرف اس کے لئے کرتا ہوں لیکن اس نے بھی چشم پوشی اختیار کی تھی اور کہا تھا کہ ٹھیک ہے۔ میری ہدایت کی پابندی کی جائے گی۔ پانچویں دن ہم دوپہر کا سورج طے

کرنے کے بعد جب ایک ڈھلوان سے بلندی پر پہنچے تو میرے سامنے پانی کی وہ قدرتی چادر آ گئی جسے سمندر کہا جاتا ہے اور جب وہ سامنے آ جاتا ہے تو ہر منظر ماند پڑ جاتا ہے۔ پانی کا ایک عظیم الشان سلسلہ اور کنارے سے شروع ہونے والی گھاس اور اس کے درمیان چٹانوں کے محل جنہیں قدرتی محل کہا جا سکتا ہے۔ جب نگاہوں کے سامنے آئے تو میں اس منظر کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ میں نے زبک سے کہا۔

''قدرت کی فیاضی کس قدر وسعتیں رکھتی ہے۔ کیا انسان کی ذہنی پہنچ اس حد تک ہو سکتی ہے۔ کیا حسین علاقہ ہے؟''

''ہاں یہی شگریلا ہے۔'' زبک نے جواب دیا۔ ہم بلندیوں پر سفر جاری رکھے ہوئے تھے اور ہماری نگاہیں ساحل پر دور دور تک بھٹک رہی تھیں کہ دفعتاً ہی زبک کے قدم رک گئے۔ اس نے ایک سمت گھورتے ہوئے کہا۔

''رب کائنات کی قسم یہ کوئی چھوٹا سمندری جہاز ہے جو اس طرف آ نکلا ہے۔ آہ...... یہ تو مناسب نہیں ہے۔ یہ علاقہ تو میرا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دنیا کی نگاہوں سے محفوظ جگہ تھی۔ یہ یہاں سے آ گیا۔ بہرحال یہ خطرناک مرحلہ ہے ادھر دیکھو اس کے اردگرد افراد بھی نظر آ رہے ہیں۔''

''ہاں......واقعی''

''مونتاشیہ! تم احتیاط کے ساتھ آؤ۔ ہم تمہیں ایک محفوظ مقام دے دیں ہمیں اس جہاز کا جائزہ لینا ہوگا۔'' انوشا نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ بلندی سے نیچے اترنے کے بعد زبک نے اپنی جانی پہچانی ایک ایسی جگہ منتخب کی جو محفوظ ترین تھی اور یہاں اس نے مونتاشیہ کو منتقل کر دیا اور اسے ہدایات دیں کہ جب تک زبک خود اسے آواز نہ دے وہ زمین کے اس پوشیدہ غار سے باہر نہ آئے۔ جس کا اوپری حصہ ایک ویران اور سنسان غار کا منظر پیش کرتا تھا۔ لیکن ایک مخصوص جگہ یہ غار زمین کی گہرائیوں میں اتر گیا تھا اور نہایت ٹھنڈا اور پرسکون اور فرحت بخش ہواؤں سے مرسع ہوتا تھا اس کے بعد زبک نے کہا۔

''اگر ہم خشکی کے راستے اس جہاز تک کا سفر کریں گے تو ممکن ہے ہمیں کسی جگہ سے دیکھ لیا جائے۔ ہمارے لئے بہتر جگہ سمندر ہی ہوگی۔ کیا تم سمندر میں بخوبی تیر سکتے ہو؟''

''کراچی کے ساحل پر یوں سمجھ لو سمندر میں تیرنے والا سب سے آگے کا فرد میں ہی ہوا کرتا تھا۔'' میں نے جواب دیا اور پھر ہنس کر بولا۔

''لیکن تم کراچی کو کیا جانو' تم نے تو صرف لندن کے ساحل دیکھے ہیں کبھی میرے وطن کی سرزمین کا تجزیہ کرنا اگر موقع مل جائے یا اگر کبھی اس دنیا میں دوبارہ جانے کا دل چاہے۔'' زبک ہنسنے لگا پھر بولا۔

''ہاں ٹھیک کہتے ہو۔'' بہرحال میں اور زبک سمندر کی جانب چل پڑے اور پھر ہم نے بڑی عمدگی کے ساتھ سمندر کے نیچے نیچے سفر کرتے ہوئے اس جہاز تک پہنچنے کا ایک شاندار ریکارڈ قائم کیا۔ چھوٹا سمندری جہاز لنگر انداز تھا۔ قریب سے دیکھنے پر وہ بہت مضبوط اور منفرد جہاز نظر آیا۔ زبک نے کہا۔

''سورج گہرائیوں میں اتر جائے تو اس کے بعد ہم اس جہاز پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ لنگر کی یہ موٹی زنجیر ہمیں ایک مخصوص جگہ تک پہنچا دے گی اور اس کے بعد تم وہ فریم دیکھ رہے ہو جو ہمیں اوپر تک پہنچا سکتا ہے۔''

''مجھے پوری طرح اس بات کا اندازہ ہے۔''

''ٹھیک ہے ہمیں تھوڑا سا وقت سمندر میں گزارنا ہوگا۔ تم تھکے تو نہیں ہو۔''

''بالکل نہیں۔''

''ویسے کامران! ایک بات کا اعتراف کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا وہ یہ کہ جتنے عرصے سے یرا اور تمہارا ساتھ ہے میں نے تمہیں ایک انتہائی پرمشقت' دلیر اور نا گھبرانے والا نوجوان پایا ہے۔ تم ہر اس لمحے میں عقل و دانش سے بھرپور اور جسمانی قوت سے پوری طرح بھرپور نوجوان ابت ہوئے ہو۔ میں کافی عرصے تہذیب کی دنیا میں رہ کر آیا ہوں۔ یہ تمام صفات میں نے کسی ر شخص میں وہاں نہیں پائیں۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔

''میں تو ایک رومان پسند اور صلح جو انسان تھا۔ زبک بس جو کچھ عطا کیا ہے وقت نے طا کیا ہے اور میں وقت کے ہاتھوں سب کچھ سیکھنے کا باعث بنا ہوں۔''

''لیکن اس بات کا اعتراف تمہیں کرنا ہوگا کہ وقت نے بہرحال تمہیں کچھ دیا ہے۔ تم ے لیا نہیں ہے۔'' ہم لوگ اس طرح کی باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد جب ہم مطلوبہ وقت

قریب آ گیا تو ہم لوگ جہاز کے لنگر کے ذریعے اوپر چڑھنے لگے اور ایک پر مشقت سفر طے کر کے آخر کار جہاز کے عرشے پر پہنچ گئے۔ ہم نے دو افراد کو ٹہلتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ رائفلوں سے مسلح تھے۔ زبک نے سرگوشی کر کے کہا۔

''بظاہر یہی دو افراد نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں بیک وقت دونوں کو قبضے میں کرنا چاہئے تاکہ اگر مزید افراد یہاں موجود بھی ہیں تو ہمارے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے۔'' میں نے گردن ہلائی اور ہم لوگ جھکے جھکے ریلنگ کے ساتھ سفر کرتے رہے بڑا مخدوش سفر تھا۔ لیکن ایک طرف زبک اور دوسری طرف میں ان مسلح افراد کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت جب انہیں ہمارے قدموں کی آواز سنائی دی اور کسی اجنبی وجود کا اپنے قریب احساس ہوا ہم نے ان پر چھلانگیں لگا دیں۔ میں نے اپنے شکار کو دبوچا اور زمین پر آ رہا۔ پستہ قامت کا گٹھے ہوئے بدن والا آدمی تھا۔ جس نے کسی چکنی مچھلی کی طرح میری گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کی لیکن میں نے اس کا منہ بھینچ کر اس کا سر عرشے کی فولادی ریلنگ سے دے مارا اور میرا یہ داؤ بھرپور رہا۔ منہ سے تو میں نے پہلے ہی اس کا بھینچ لیا تھا۔ چنانچہ اس کی چیخ آزاد نہ ہو سکی البتہ وہ ایک دم ڈھیلا پڑ گیا اور میں نے اسے گھسیٹ کر اس کی گردن پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ بے ہوش ہو گیا۔ سر کی ضرب نے ہی اس کو نیم بے ہوش تو کر دیا تھا گردن کے دباؤ نے رہی سہی کسر پوری کر دی اور اس کے بعد میں نے سب سے پہلے اس کی رائفل' اس کا پستول اور ایمونیشن اپنے قبضے میں کر لیا۔ باقی چیزوں کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ ادھر زبک بھی اپنا کام کر چکا تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے ایک ہی طریقے سے اپنا کام کئے تھے۔ ریلنگ پر چاروں طرف دیکھ کر ہم نے آخر کار جہاز کے عقبی حصے میں رسیوں کے اس ڈھیر کو منتخب کیا جو کافی اونچا تھا اور اپنے دونوں شکاروں کو گھسیٹتے ہوئے وہاں تک لے گئے۔ پھر انہی کے لباس سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے' منہ میں کپڑا ٹھونسا اور ان کو رسیوں کے ڈھیر میں ڈال دیا۔ بڑی محفوظ جگہ تھی۔ پھر ہم انہی کے انداز میں گشت کرنے لگے تاکہ اگر دوسرے لوگ ہمیں دیکھ بھی لیں تو جہاز کا محافظ ہی سمجھیں۔ لیکن اب اس کے ساتھ ساتھ ہم جہاز کی مختلف جگہوں کی تلاشی لے رہے تھے۔ چھوٹے جہاز میں کوئی موجود نہیں تھا۔ صرف پانچ کیبن تھے اس کے علاوہ کپتان کا کیبن تھا۔ جب ہم نے کپتان کے کیبن کے شیشوں سے اندر جھانک کر دیکھا تو یہاں' ہمیں پانچ افراد زمین پر بیٹھے نظر آئے جن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔

اب چوکنے کی باری ہماری تھی۔ یہ کیا قصہ ہے چنانچہ ہم اندر داخل ہوئے۔ وہ لوگ ہوش میں تھے۔ سب سے پہلے ہم نے ان کے منہ سے کپڑا کھینچا پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ سب سے آگے والے شخص نے کہا۔

''کون ہیں آپ لوگ؟ آپ کے چہرے بالکل اجنبی ہیں اور آپ نے یہ جو عمل کیا ہے یہ بھی ہمارے لئے ناقابل یقین ہے۔''

''آپ اپنا تعارف کرایئے جناب!'' زبک نے انگریزی زبان میں کہا اور وہ شخص جلدی سے بولا۔

''میرا نام الفروزے ہیں اور میں اس جہاز کا کیپٹن ہوں۔ یہ جہاز رائل نیوی کا ہے اور ہم ایک مخصوص مشن پر جا رہے تھے کہ کچھ لوگوں نے ہمیں اپنے قبضے میں کر لیا اور خاصا طویل سفر طے کر کے یہاں تک آئے۔ اصل میں ان کے پاس ایک خزانے کا نقشہ تھا جس کے حصول کے لئے وہ جدوجہد کر رہے ہیں اور اب اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ یہاں سے وہ یہ خزانہ حاصل کریں گے اور ہمیں انہیں ایک مخصوص جگہ تک پہنچانا ہو گا۔ تب انہوں نے ہماری جان بخشی کا وعدہ کیا ہے۔''

''خزانہ.....'' زبک کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو گئیں۔ پھر اس نے کہا۔

''ان لوگوں کے بارے میں کچھ اور بتا سکتے ہیں آپ ہمیں۔''

''ہاں......ان کے سربراہ کا نام لیو مکلارنس ہے۔ وہ تعداد میں نو ہیں جن میں سے دو افراد کو انہوں نے یہاں چھوڑا ہے اور سات افراد اس جگہ تک گئے ہیں جہاں خزانہ پوشیدہ ہے۔''

لیو مکلارنس کا نام سن کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ زبک کو بھی یہ نام میری زبانی معلوم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے بھی معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ تب زبک نے کہا۔

''یہاں جہاز پر جو دو افراد پہرے پر موجود تھے وہ انہی کے آدمی تھے' جہاز پر ان کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے؟''

''جہاں تک میرے علم میں ہے جناب! دو افراد کو یہاں چھوڑ کر وہ ساتوں اسی طرف گئے ہوئے ہیں۔''

''ان دو افراد کو ہم نے باندھ کر رسیوں کے اوپر ڈال دیا ہے۔ آپ یہ بتایئے کہ آپ

کے پاس یہاں اسلحہ موجود ہے؟''

''نہیں۔ وہ انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔'' کیپٹن الفروزے نے جواب دیا۔

''کیپٹن! کیا آپ انسانیت کے نام پر ہم سے تھوڑا سا تعاون کریں گے؟''

''آپ لوگوں نے ہمیں آزادی دلائی ہے ہم آپ کے ہر کام آنے کے لئے تیار ہیں۔'' کپتان نے جواب دیا۔

''تو پھر آپ کچھ وقت ہمارا انتظار کیجئے۔ ہم ان باقی افراد کو اپنے قبضے میں کریں گے۔ جنہیں حاصل کرنے کے لئے وہ گئے ہیں وہ خزانہ میری ملکیت ہے۔ میں انہیں اس خزانے کے حصول کی کوشش کا مزہ چکھاتا ہوں۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہوگا؟''

''آپ جس طرح چاہیں ہمیں حکم دیں ہم حاضر ہیں۔ آپ اگر ایسا کوئی عمل کرنا چاہتے ہیں تو ضرور تشریف لے جائیں۔ ہم آپ کا انتظار کریں گے۔ بہر حال کیپٹن اور اس کے ساتھی آزادی کے حصول سے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ کیپٹن نے انہیں حکم دیا کہ وہ فوراً ان دو افراد کو اپنے قبضے میں لے لیں اور انہیں اچھی طرح کس لیں جو رسوں کے ڈھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔ باقی دوسری ہدایات انہیں بعد میں دی جائیں گی۔ میں زبک کو اشارہ کر کے باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی زبک نے کہا۔

''کیا یہ نام تمہارے لئے دلکشی کا باعث نہیں ہے لیومکلارنس...... یہی تھا وہ جو ہمیں راستے میں ملا تھا اور وہ سمندری حادثے میں......''

''ہاں۔ ہوسکتا ہے یہ وہی شخص ہو۔''

''تب تو یہ ایک اچھی بات ہے۔ تم نے اسے قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ پہلے شاید تمہارے لئے یہ قتل مشکل ہو لیکن اب آسان ہے۔''

''ہمیں فوری طور پر وہاں چلنا ہوگا لیکن زبک ابھی تم نے بتایا تھا کہ وہ خزانہ تمہاری ملکیت ہے۔''

''ہاں میرے دوست! میری نہیں بلکہ اب تم اپنی ملکیت کہو۔ کیونکہ یہی وہ خزانہ ہے جو میں نے تمہیں دینے کا وعدہ کیا تھا۔''

''میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں زبک''

''کیپٹن الفروزے بظاہر ایک اچھا انسان ہے اور تم اس پر بھروسہ کرسکتے ہو لیکن ہم اب کوئی اور مشکل اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس وقت یہ جہاز ہماری امیدوں کا واحد مرکز ہے اور یہ ہمیں کسی ایسی منزل پر چھوڑ سکتا ہے جہاں سے ہم اپنا راستہ تلاش کرلیں۔ ہوسکتا ہے ہم لیومکلارنس کی طرف جائیں اور کپتان جہاز کا لنگر اٹھا دے۔ اس کے امکانات تو ہیں۔'' زبک ایک دم سنجیدہ ہوگیا پھر بولا۔

''آہ...... واقعی میری الٹی کھوپڑی نے یہ کام نہیں کیا تھا۔''

''تو پھر اب بولا اب کیا کرنا چاہئے؟''

''کپتان اور اس کے ایک ساتھی کو اپنے ساتھ لو۔ مدد کی بات کرو۔ اس طرح یہ خدشہ ختم ہو جائے گا۔'' زبک نے میری بات سے مکمل اتفاق کیا تھا۔ لیکن کیپٹن الفروزے ایک مخلص انسان تھا اس بات پر اس نے فوراً ہی آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ تم لوگ مجھے اپنے ساتھ لے لو۔ ان کی تعداد زیادہ ہے میں تمہیں بتاؤں انہوں نے ہمارے آٹھ افراد کو قتل کر دیا ہے۔ راستے میں انہوں نے جس وحشت و درندگی کا ثبوت دیا ہے۔ میرا رواں رواں انتقام کے لئے تڑپ رہا ہے۔ مگر کیا کرتا بے بس ہو چکا تھا۔''

''ٹھیک ہے کیپٹن!'' چنانچہ ہم چار افراد چل پڑے۔ ہم نے اپنی دونوں رائفلیں ان دونوں کو دے دی تھیں اور خود وہ ریوالور سنبھال رکھے تھے جو ہمیں انہی محافظوں سے حاصل ہوئے تھے۔ زبک راستے جانتا تھا اس نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تھا کہ اس کے خزانے کی نشاندہی کس طرح ہوئی۔ لیکن بہر حال جب ہم اس عظیم الشان جگہ پہنچے جو پہاڑوں میں غار در غار کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ وہاں مجھے انسانوں کی موجودگی کا پتہ چل گیا۔ غاروں کے وسیع و عریض سلسلے میں ان لوگوں کو بھی کسی کی آمد کا اندازہ ہوگیا تھا چونکہ غاروں میں ہلکی سے ہلکی سانسوں کی بازگشت تک نمایاں سنائی دیتی تھی۔ چنانچہ پہلی گولی لیومکلارنس کی طرف سے ہی چلائی گئی اور اس کے بعد ہماری جوابی کاروائی میں فوراً تین افراد ہلاک ہوگئے۔ ہم نے انہیں اپنی آنکھوں سے تڑپتے ہوئے دیکھا تھا اس کے علاوہ میں نے لیومکلارنس کو بھی دیکھ لیا میرا بدترین دشمن جس کے بارے

میں میری خواہش تھی کہ وہ زندگی میں مجھے پہچان لے۔ گولیوں کا یہ تبادلہ جاری رہا۔ زبک اپنی کمین گاہ کے بارے میں زیادہ بہتر طور پر جانتا تھا چنانچہ اس نے راستے کاٹ کاٹ کر ایسے علاقے منتخب کئے جہاں سے پورے غاروں میں سے کسی بھی شخص کو نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ لیومکلارنس کو تنہا چھوڑ دے باقی تمام لوگوں کو ایک ایک کر کے آخر کار ختم کر دیا گیا۔ کپتان الفروزے اور اس کا ساتھی بھی انتقام کے پیاسے نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو بقول شخصے بھنبھوڑ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ لیومکلارنس غیر مسلح ہو گیا۔ اسے ایک کشادہ غار میں گھیرا گیا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''مجھے کوئی خزانہ نہیں چاہئے تم جو کوئی بھی ہو سامنے تو آؤ...... بتاؤ تو سہی...... ہم سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔ سامنے آؤ...... کیپٹن الفروزے اگر یہ صرف تم ہو تو میرے سامنے آؤ۔ میں اپنے ہر کئے کا خمیازہ بھگتنے کو تیار ہوں۔ پھر الفروزے' زبک' الفروزے کا ساتھی اس کے سامنے پہنچے تو اس نے الفروزے اور اس کے ساتھی کو تو پہچان لیا۔ زبک کو دیکھ کر اس نے کہا۔

''یہ کون ہے؟''

''میں اس خزانے کا مالک ہوں اور یہ خزانہ میری ہی ملکیت ہے۔ مگر تمہیں اس کا پتہ کہاں سے معلوم ہوا؟''

''کسی سیاح نے یہاں تک کا سفر کیا تھا اس نے یہاں تمہارے خزانے کو دیکھ کر اس کا نقشہ بنایا۔ میں نے اس سیاح کو قتل کر کے وہ نقشہ حاصل کر لیا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم ایک عادی قاتل ہو۔ خیر ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تمہیں تمہارے ایک دوست کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' اور اس کے بعد میں لیومکلارنس کے سامنے آیا۔

''تم کون ہو؟'' لیومکلارنس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

''غور کرو لیومکلارنس...... غور کرو میں کون ہوں۔ میں وہ ہوں جس نے اپنی ماں کی قبر پر کھڑے ہو کر قسم کھائی تھی کہ اس کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر زندگی میں سکھ کا سانس نہیں لوں گا۔''

''آہ...... کیروشیا کا بیٹا! تو کامران ہی ہے نا۔''

''ہاں شکر ہے تم نے مجھے پہچان لیا۔''

''تو تو یہاں تک آ مرا۔''

''ہاں کیونکہ اسی جگہ کو تمہاری قبر بنانا تھا۔''

''اتنے لوگوں کے ساتھ؟''

''فضول باتوں سے گریز کرو۔ میں وہ جذباتی احمق نہیں ہوں جو فوراً سینہ تان کر کسی فلمی ہیرو کی طرح تمہارے سامنے آ جائے اور کہے کہ آؤ مقابلہ کرو۔ تم ایک انتہائی مکار آدمی ہو لیومکلارنس اور مکار آدمی کے لئے میری پہلی گولی۔ میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر اپنے ریوالور سے فائر کیا اور لیومکلارنس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے مگر جیسے ہی وہ اوندھا گرنے لگا۔ میں نے تین گولیاں اس کے سینے میں ماریں اور وہ ریوالور کی گولی کے دھکے سے سیدھا ہوا اور پھر سیدھا لیٹتا چلا گیا۔ زبک' الفروزے اور اس کے ساتھی نے اس موت کا آخری منظر دیکھا اور زبک نے الفروزے سے کہا۔

''میرے دوست! تمہارا بہت بہت شکریہ۔ تم نے ہماری مشکل حل کر دی اور اس کے بعد زبک نے اپنا کام کا آغاز کر دیا۔ وہ چمڑے کے بڑے بڑے تھیلے جن کے اندر نجانے کیا کیا بھرا ہوا تھا۔ اس نے خاموشی سے اٹھائے۔ کیپٹن الفروزے کا معاملہ بھی بہر حال ہمارے ذہن میں تھا۔ مونتاشیہ کو ساتھ لیا گیا۔ الفروزے نے بڑے مخلصانہ انداز میں ہم سے وعدہ کیا کہ وہ ہمیں ہماری منزل پر ضرور چھوڑ دے گا۔ بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن ہم نے یہاں سے بھی جو اسلحہ حاصل کیا تھا اس کے لئے معذرت کرتے ہوئے الفروزے سے کہا کہ اسلحہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ کیپٹن الفروزے نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں جانتا ہوں جس خزانے کے حصول کے لئے لیومکلارنس یہاں آیا تھا اور اس نے اتنی خونریزی اور قتل و غارت گری کی تھی وہ تمہارے پاس موجود ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خزانے کا لالچ انسان کو انسانیت سے بہت دور پہنچا دیتا ہے۔ تم اسلحہ اپنے پاس رکھو میں ایک مخلص آدمی ہوں اور ان مصیبتوں سے بچنا چاہتا ہوں چونکہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ خزانوں کے حصول کے خواہش مند ہمیشہ مشکلات میں گھرے رہتے ہیں اور ان کی موت بھی اسی طرح واقع ہوتی ہے کہ زندگی ان پر ہنستی رہے۔ میں تمہیں بغیر کسی لالچ کے تمہاری منزل پر پہنچاؤں گا۔ تمہارا یہ احسان مجھ پر کم نہیں

ہے کہ تم نے مجھے اس خونی قاتل کے پنجے سے نجات دلائی ہے۔ جو اگر یہ خزانہ حاصل کر لیتا تو نجانے مجھے کہاں کہاں نچائے پھرتا اور میں اور میرے ساتھی پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ آخر کار وہ ہمیں قتل کر دیتا۔ وہ ہمیں راز کا شریک نہیں رکھ سکتا تھا۔ الفروزے جیسے لوگ بار بار نہیں ملتے۔ وہ بلاشبہ ایک انتہائی مخلص انسان تھا۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ زبک میرے کراچی تک کے سفر میں میرے ساتھ تھا۔ مونتاشیہ اور اسے ایک الگ کیبن دیا گیا تھا میں اس سے ازراہِ اخلاق یہ سوال بھی نہیں کر سکا تھا کہ وہ اپنی دنیا کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ کیوں سفر کر رہا ہے۔ لیکن اس نے ایک دن جب رات کا وقت تھا اور میں خاموش کھڑا کھلے آسمان کو گھور رہا تھا۔ میرے قریب پہنچ کر مجھے چونکاتے ہوئے کہا۔

''واہ...... یہ چشم تصور سے کہاں تک دیکھا جا رہا ہے۔''

''بس تصور کی آنکھ دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہوتی ہے انسان کے لئے جہاں دل چاہے پہنچا دیتی ہے۔''

''اس میں کوئی شک نہیں تمہاری دنیا میں رہ کر مجھے بے شمار تجربات حاصل ہوئے ویسے ایک بات بتاؤ دوست! تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ خزانہ تمہیں دینے کے بعد میں خود تمہارے پیچھے کیوں لگا ہوا ہوں۔''

''نہیں...... بھلا یہ کوئی سوال ہے۔ ہم لوگ تو بہت قریب آ چکے ہیں ایک دوسرے کے تم کہاں جا رہے ہو اور کیوں جا رہے ہو۔ یہ سوال اب ہمارے درمیان نہیں ہے۔ بتانا پسند کرو تو بتا دینا میرے لئے تو پوچھنے کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔''

''مگر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ مونتاشیہ کو میں نے تمام حقیقتیں بتائیں جس جگہ لیومکلارنس کو قتل کیا گیا وہ میرا ٹھکانہ تھا اور اس نے یہی سوچا تھا کہ زندگی نے اگر وفا کی تو سمندر کے کنارے اس حسین مقام پر جہاں زندگی کی ہر آسائش موجود ہے۔ میں مونتاشیہ کے ساتھ زندگی کے تمام ایام گزاروں گا۔ لیکن میں نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ کبھی کبھی مجھے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ میں تمہیں زیادہ چاہتا ہوں یا مونتاشیہ کو۔ میرے دوست میں نے مونتاشیہ کا بھی اس سے تذکرہ کیا تو وہ خوب ہنسی اور بولی کہ ہم بھی کامران کے ساتھ ہی رہیں گے۔ وہ ہمیں اپنے گھر سے نکال تو نہیں دے گا۔ چنانچہ میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔ تم جس حیثیت سے بھی چاہو

اپنے درمیان ہمیں جگہ دینا۔ بس ہم تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتے۔'' میں نے آگے بڑھ کر زبک کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور جذباتی لہجے میں کہا۔

''اور زبک! میں ہمیشہ ایک ایسے اپنے کی حیثیت سے تمہاری اور مونتاشیہ کی عزت کروں گا جس کے سوا میرا اس کائنات میں اور کوئی نہیں ہوگا۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟''

''ہاں مگر ایک وعدے کے ساتھ۔''

''وہ وعدہ مجھے منظور ہے۔''

''تم کسی کو ہمارے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔''

''بھرپور وعدہ کرتا ہوں تم سے۔'' الفروزے بلاشبہ ایک مخلص انسان نکلا اپنے رزق پر وہ ہمیں کراچی کے ساحل تک لایا اور اس کے بعد اس نے ہمیں خدا حافظ کہا۔ ظاہر ہے اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ بہر حال کراچی میرے لئے اجنبی جگہ نہیں تھی یہاں میرے دوست بھی تھے اور شناسا بھی تھے۔ خزانے کے تھیلے یہاں تک لانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن بہر حال اس کی حفاظت کیلئے میں نے مختلف مراحل اختیار کئے۔ ہم نے ڈیفنس ہی میں ایک مکان کرائے پر لیا اور اس میں منتقل ہو گئے اور اس کے بعد ہم نے ان تھیلوں میں موجود خزانوں کی مدد سے تھوڑی سی کوشش سے ایک بہت ہی حسین بنگلہ حاصل کر لیا۔ جو ہماری اپنی ملکیت تھا۔ بے شمار کمروں پر مشتمل یہ حسین وجمیل بنگلہ دیکھنے کے قابل تھا۔ زبک اور مونتاشیہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ اس کے بعد میں نے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں اپنی ماں کی قبر پر پہنچا اور میں نے وہاں پہنچ کر بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

''ماں! وعدہ کر کے گیا تھا تجھ سے کہ تیرے قاتل کو کیفرِ کردار تک پہنچاؤں گا تیری قسم ماں میں نے اپنے ہاتھوں سے لیومکلارنس کو چار گولیاں ماریں اور اس نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ تیرا قاتل اب اس کائنات میں نہیں ہے اور مجھے اچانک ہی رونے کی آواز سنائی دی۔ کسی کی دلدوز سسکیاں سنائی دی تھیں اور میں حیران رہ گیا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے ماں رو پڑی ہو لیکن عقب میں مونل کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ مونل معمولی سے لباس میں ملبوس تھی اور اس کے پیچھے میرے والد صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر میں سکتے میں رہ گیا تھا۔ مونل نے دو قدم آگے بڑھ کر میرے سا نے سر جھکایا۔ تو میں بے اختیار ہو گیا اور میں نے اسے سینے سے لگایا۔

''مولی! ماں کی قبر پر آئی تھی۔''

''ہاں۔ آج جمعرات ہے میں اور پاپا ہر جمعرات کو اس وقت یہاں آتے ہیں۔''

''ذیشان کہاں ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''بڑے بھائی تو کبھی کے ہمیں چھوڑ کے ملک سے باہر چلے گئے۔''

''کیا......؟''

''ہاں...... ہمارا سب کچھ لے لیا انہوں نے۔ پاپا نے جائیداد ان کے نام منتقل کر دی تھی انہوں نے سب کچھ فروخت کیا اور ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ ہم اب ایک معمولی سے فلیٹ میں کرائے پر رہتے ہیں۔''

''اوہ......'' میرے والد صاحب نے اس وقت آگے بڑھ کر میرے پیروں کو پکڑتے ہوئے کہا۔

''اس لئے معافی نہیں مانگ رہا کہ مجھے سہارا دو اور مجھے اپنے ساتھ رکھو بس غلطی ہو گئی تھی مجھ سے۔ تمہارے ساتھ زیادتی کر ڈالی تھی میں نے نجانے کس ترنگ میں آ کر بس مجھے مناسب سمجھو تو معاف کر دو۔'' میں نے فوراً ہی انہیں اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور کہا۔

''اولاد ہوں آپ کی آپ نے میرے الفاظ سنے ماں کے قاتل کو ہلاک کر کے آیا ہوں۔ قسم کھاتا ہوں آپ کے وقار اور آپ کی عزت کی' مولی میری بہن تم سب نے مجھے اپنے آپ سے بہت دور کر دیا تھا لیکن چھوڑو۔ جو گزر گیا سو کل...... آؤ میرے ساتھ۔'' اور اس کے بعد میں ان دونوں کو لے کر اپنے بنگلے میں آ گیا۔ دونوں ششدر رہ گئے تھے۔ میں نے زبک اور موناتاشیہ سے ان کا تعارف کرایا۔ پھر اس کے بعد آگے کی کہانی میرے علم میں آئی۔ ذیشان بھائی نے سویرا سے شادی کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ انکل ظاہر علی نے ان کا ساتھ دیا لیکن سویرا نے زہریلی گولیاں کھا کر خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ بڑی مشکل سے ہسپتال لے جا کر اس کی جان بچائی گئی اور آخر کار انکل ظاہر علی اس بات سے تائب ہو گئے کہ سویرا کی شادی زبردستی کسی سے کریں۔ سویرا اب بھی میری منتظر ہے اور انکل ظاہر علی بھی پست ہو چکے ہیں۔ کبھی کبھی وہ والد صاحب کی مدد بھی کر دیا کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں خوشی کا باعث تھیں۔ ڈاکٹر ایثار نے ہی انکل ظاہر علی کو میری آمد اور میری زندگی کے بارے میں تفصیل بتائی تھی اور سویرا میرے پاس دوڑی چلی

آئی تھی۔ وہ اتنی بے ساختگی اور بے تابی سے مجھ سے ملی کہ میں بھی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ بزرگ ہمارے سامنے سے ہٹ گئے تھے لیکن موناتاشیہ دور کھڑی مسکرا رہی تھی۔ بہرحال قصہ مختصر یہ کہ قدرت جب انسان کے ستارے تبدیل کرتی ہے تو سب کچھ آسان ہوتا چلا جاتا ہے اور اب خدا کے فضل و کرم سے سویرا میری زندگی میں بکھر گیا ہے۔ ہر طرف روشنی کا راج ہے۔ ہمارے شاندار بنگلے میں قہقہے گونجتے رہتے ہیں۔ انکل ظاہر علی رات کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھایا کرتے ہیں۔ ایثار بھی آ جاتے ہیں۔ زبک اور موناتاشیہ سب کی نگاہوں میں دو پراسرار کردار ہیں۔ لیکن میں نے انہیں بتایا ہے کہ یہ میرے سفر کے ساتھی تھے اور اب میری زندگی کے ساتھی ہیں۔ بڑی عزت بڑا احترام کرتا ہوں میں زبک کا۔ وہ موناتاشیہ' میں سویرا' میرے والد بہترین زندگی گزار رہے ہیں۔ مولی کی شادی بھی ہم نے کر دی ہے۔ اس کا بنگلہ ہمارے بنگلے سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ دولت انسان کو سب کچھ دے دیتی ہے۔ بہرحال یہ زندگی ہے۔ آپ سب لوگوں کی دعائیں درکار ہیں۔

...........O...........